آئینۂ دیوبندیت

تالیف
ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی

نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

آئینہ دیوبندیت

تالیف

ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی

مکتبۃ الہدیٰ

کتاب ------------------------------ آئینہ دیوبندیت

اشاعت ------------------------------ جون 2013ء

قیمت ------------------------------

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ ،مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ(ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

یہ کتاب ''آئینۂ دیوبندیت'' اس لئے لکھی اور مرتب کی گئی ہے کہ جب کوئی اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کسی دیوبندی سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے یا پھر کوئی دیوبندی کسی اہلِ حدیث کو تقلید کی دعوت دیتا ہے تو عام طور پر دیوبندیوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اصل موضوع کو چھوڑ کر دوسری باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں مانتے، کبھی کہتے ہیں کہ آپ لوگ انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ کبھی ائمہ ومحدثین کی تنقیص کا الزام لگاتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ تمھارے نزدیک فلاں چیز پاک ہے، لہٰذا اسے کھاؤ۔ کبھی خود ساختہ اصول بنا کر اہل حدیث پر طعن کرتے ہیں۔ آلِ دیوبند کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں مضامین صرف اس مقصد کے لئے لکھے گئے ہیں تاکہ کتاب وسنت کی دعوت میں رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے اور لوگوں کو حق کے مخالف سمت پگڈنڈیوں سے ہٹا کر صراطِ مستقیم پر چلایا جائے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی کہ آلِ دیوبند کے اعتراضات کے جوابات ان کی اپنی کتابوں اور اصولوں سے دیئے جائیں، اس لئے ہر حوالہ اور اصول جو آلِ دیوبند کی کتابوں سے پیش کیا گیا ہے وہ میرے یا کسی بھی اہل حدیث کے خلاف بطورِ الزام پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے حوالہ جات کے لکھنے میں بہت احتیاط کی ہے لیکن اگر کسی کو کوئی حوالہ نہ

ملے تواس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے پاس اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ ہو یا پھر کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے صفحہ تبدیل ہو گیا ہو لیکن حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ایسی غلطی باقی نہ رہے اور اکثر مقامات پر دو نسخے دستیاب ہونے کی وجہ سے ہم نے دونوں نسخوں کا حوالہ بھی دیا ہے اور اصل حوالہ پہلے نمبر پر دیا ہے، اس سے ملتی جلتی بات کے لئے دوسری کتابوں کے حوالے بھی لکھ دیئے ہیں۔

ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ آج کل اکثر دیوبندی اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے کہتے ہیں کہ آپ اپنی نماز صرف قرآن وحدیث سے ثابت کریں، پھر ثابت شدہ مسائل پر غلط سلط اعتراضات کرتے ہیں کہ اس آیت یا حدیث میں صراحت نہیں بلکہ یہ آپ کا اپنا قیاس یا اجتہاد ہے۔ مثال کے طور پر امام کا بلند آواز سے تکبیر کہنا تو صراحتاً صحیح بخاری (۸۲۵) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۸/۲، وسندہ حسن) میں موجود ہے اور مقتدیوں کا آہستہ تکبیر کہنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے تحفہ حنفیہ ص ۴۸۴۔۴۸۹، اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ش ۶ ص ۱۶۔۱۹)

لیکن اس ثابت شدہ مسئلے کو آلِ دیوبند قیاس کہہ کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آلِ دیوبند کے نزدیک بھی قیاسی مسئلے میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

(دیکھئے تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۱، ۱۲۵)

لیکن مقتدی کے آہستہ تکبیر کہنے میں غلطی کا امکان موجود ہی نہیں بلکہ سوائے مکبر کے اس مسئلے پر اجماع بھی ہے، جس کا اقرار امین اوکاڑوی دیوبندی نے بھی تجلیات صفدر (۲۴۲/۵) میں کیا ہے اور اجماع معصوم ہوتا ہے۔ (تجلیات ۴۰۲/۳)

اس کے باوجود جو دیوبندی مقتدی کے آہستہ تکبیر کہنے کو قیاسی مسئلہ کہتے ہیں وہ یقیناً اپنے اصولوں کے مطابق بھی غلط بات کرتے ہیں۔

موجودہ دور کے اکثر دیوبندی امین اوکاڑوی کے پیروکار ہیں۔ یہ وہی ''صاحب'' ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت شدہ مسائل کا بھی خوب مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ مثال کے

طور پر اوکاڑوی کے بقول رحیم یار خان میں عبدالغنی دیوبندی اور اہلِ حدیث عالم محمد یحییٰ حفظہ اللہ کے مابین مناظرہ ہوا، اہلِ حدیث عالم نے مقتدی کے آہستہ تکبیر کہنے کے لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث پیش کی جس کے مطابق وہ مکبّر بنے تھے اور مکبّر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا مقتدی جو امام کی تکبیر دوسرے آہستہ تکبیر کہنے والے مقتدیوں کو سنائے لیکن یہ صحیح حدیث پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی نے اہلِ حدیث کے خلاف موٹی سرخی جما کر لکھا ہے:

''رحیم یار خان میں نام نہاد اہل حدیث نے بلا تکبیر ہی اپنے مذہب کا جھٹکا کر دیا''

(تجلیات صفدر ۶/۳۱۴)

پھر اپنی تائید میں اہلِ حدیث کے خلاف اپنے ہم ذہن دیوبندیوں کے بارے میں لکھا ہے: ''سب لوگ ہنس پڑے کہ آپ نے مقتدی کے لئے آہستہ تکبیر کا اور امام کے لیے اونچی تکبیر کا ثبوت دینا تھا، آپ تو اُلٹے چل گئے، اب آئندہ اپنی نماز بدلیں، امام آہستہ تکبیر کہا کرے اور مقتدی بلند آواز سے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۳۱۶)

قارئین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ جو حدیث اہلِ حدیث عالم نے پیش کی تھی، اس حدیث سے ہی مقتدی کا آہستہ تکبیر کہنا الیاس گھمن دیوبندی نے بھی ثابت کیا ہے۔

(دیکھئے نماز اہل السنۃ والجماعۃ ص ۴۷۔۴۸)

لیکن ہماری معلومات کے مطابق کسی دیوبندی نے الیاس گھمن دیوبندی سے یہ نہیں کہا کہ گھمن صاحب! ''آپ تو اُلٹے چل گئے، آپ تو نام نہاد دیوبندی ہیں کہ دیوبندی مذہب کا بلا تکبیر ہی جھٹکا کر دیا''

اب آلِ دیوبند کے پاس دو ہی صورتیں ہیں:

۱: یا تو گھمن صاحب کے لئے وہی الفاظ استعمال لکھیں جو اوکاڑوی نے اہلِ حدیث کے خلاف لکھے ہیں۔

۲: یا تسلیم کریں کہ اوکاڑوی نے حدیث سے ثابت شدہ مسئلے کا بھی مذاق اُڑایا تھا۔

راقم الحروف نے اس قسم کے دیوبندیوں کو اپنی اس کتاب ''آئینہ دیوبندیت'' میں آئینہ دکھایا ہے۔ جس بات کا یہ مذاق اُڑاتے ہیں وہی بات ان کی تحریروں یا تقریروں میں موجود ہوتی ہے۔

کتاب ''آئینہ دیوبندیت'' میں بعض مقامات پر یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ قرآن و حدیث سے جب اجماع کا حجت ہونا اور اجتہاد کا جواز ثابت ہے تو قرآن وحدیث کے ماننے میں ان دونوں کا ماننا بھی آ گیا اور الزامی طور پر اشرف علی تھانوی دیوبندی کی عبارت بھی نقل کردی گئی ہے کہ ''اللہ اور رسول ﷺ نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتا دیں۔'' (بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۱ عقیدہ نمبر ۲۲)

اشرف علی تھانوی نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے:

''میں نہ صاحبِ کرامت ہوں اور نہ صاحبِ کشف۔ نہ صاحبِ تعریف ہوں اور نہ عامل۔ صرف اللہ اور رسولؐ کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۰۵)

لہٰذا آلِ دیوبند کو چاہیے کہ وہ جو اعتراضات اہل حدیث پر کرتے ہیں وہ اشرف علی تھانوی کی عبارات پر بھی کریں، نیز آلِ دیوبند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے''

(ارشاد القاری ص ۴۱۲)

رشید احمد لدھیانوی کے قول کے مطابق آلِ دیوبند کی دلیل صرف ایک امام کا قول ہے، لیکن اس کے باوجود نماز کے بارے میں آلِ دیوبند کے دعوے مختلف ہیں۔ امین اوکاڑوی دیوبندی کا دعویٰ یہ ہے کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے قرآن پاک میں سے، سنت میں سے، اجماع امت میں سے، اجتہاد کر کے سارے مسئلے ترتیب کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۵، دوسرا نسخہ ص ۱۰۵)

جبکہ امجد سعید دیوبندی کی کتاب ''سیف حنفی'' جو منیر احمد منور، انصر باجوہ، عبدالغفار اور الیاس گھمن کے عملی تعاون سے لکھی گئی ہے۔ (دیکھئے سیف حنفی ص ۱۶)

اسی ''سیف حنفی'' میں دیوبندی نماز کے متعلق دعویٰ یوں لکھا ہوا ہے:

''احناف اہلسنت والجماعت کی پوری نماز اور اس کا طریقہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔'' (سیف حنفی ص ۳۰۵)

اب آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنے غلط سلط سوالات کے جوابات صرف امام ابوحنیفہ کے اقوال سے دیں یا پھر اپنے اصول کے مطابق اوکاڑوی کو غلط قرار دیں۔ اور پھر امجد سعید دیوبندی کے دعوی کے مطابق اپنے سوالات کے جوابات دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو سمجھ لیں کہ ان کے اعتراضات باطل اور مسلکی جنون پر مبنی ہیں۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب سے کسی قسم کا کوئی دنیاوی مفاد حاصل نہیں کیا اور نہ کرنے کا ارادہ ہے، بلکہ یہ کتاب مکتبۃ الحدیث حضرو کو ہمیشہ کے لئے ہدیہ کردی ہے۔ آخر میں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے، ہماری غلطیاں معاف فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے نفع پہنچائے اور ہمیں صحیح معنوں میں متبع کتاب وسنت بنائے، تعصب وجمود سے دور رکھے، ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور گناہوں سے بچائے۔ آمین

کتبہ

ابونعمان محمد زبیر صادق آبادی
جناح ٹاؤن، گلی نمبر ۳ تحصیل صادق آباد
ضلع رحیم یار خان
(۱/ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۸/ ۱ کتوبر ۲۰۱۲ء)
alizubair54@yahoo.com

حافظ زبیر علی زئی

تقدیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد :

دیوبندی ''علماء'' اپنے بارے میں یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ وہ اہل سنت ہیں اور حنفیت کے ٹھیکیدار ہیں، حالانکہ متعدد دلائل وبراہین سے ثابت ہے کہ دیوبندی ''حضرات'' نہ تو اہل سنت ہیں اور نہ حنفی ہیں بلکہ انگریزوں کے دور میں پیدا شدہ ایک جدید فرقہ ہے، جسے فرقہ دیوبندیہ کہتے ہیں۔ اس فرقے کی متعدد شاخیں ہیں، مثلاً مماتی دیوبندی، حیاتی دیوبندی، غلام خانی دیوبندی، پنج پیری دیوبندی، اشاعتی دیوبندی، تبلیغی دیوبندی، جھنگوی دیوبندی اور فضلی دیوبندی وغیرہ۔

دیوبندیوں کے اہل سنت اور حنفی نہ ہونے کی چند بنیادی وجوہ درج ذیل ہیں:

① اللہ اور رسول کی گستاخیاں
② سلف صالحین کی گستاخیاں
③ شرکیہ اور کفریہ عقائد
④ اکابر پرستی اور اس میں غلو
⑤ کتاب وسنت سے انکار
⑥ علماء دیوبند کی اندھی تقلید
⑦ وحدت الوجود کا پرچار
⑧ انگریز دوستی
⑨ ہندو دوستی
⑩ قادیانیوں کی حوصلہ افزائی

اب ان وجوہ کا مختصر تعارف اور بعض دلائل پیش خدمت ہیں:

① دیوبندی حضرات اور اللہ ورسول کی گستاخیاں

دیوبندی حضرات اپنی تحریروں میں واضح طور پر اللہ اور رسول کی گستاخیوں کے مرتکب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں دیوبندیوں کی چند گستاخیاں انھیں کی لکھی ہوئی کتابوں سے باحوالہ درج ذیل ہیں:

۱) عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنے ''امام ربانی'' رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھا ہے:

"جس زمانہ میں مسئلہ امکان کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی قدس سرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ صاحب نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر مُنہ اُوپر اُٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے: لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔" (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۳۲۲)

رشید احمد گنگوہی نے کہا: "الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگر چہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔" (تالیفاتِ رشیدیہ ص۹۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امکان کہتے ہیں ممکن ہونا اور کذب جھوٹ کو کہتے ہیں، یعنی دیوبندیوں کے نزدیک اس بات کا امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ معاذ اللہ

☆ تنبیہ: امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ دربارِ الٰہی کی گستاخی اور کفر ہے۔

۲) حاجی امداد اللہ (دیوبندیوں کے روحانی بزرگ اور سید الطائفہ) نے لکھا ہے:

"اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہیے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں۔" (کلیات امدادیہ ص۱۸)

۳) رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

"یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے۔ میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں، اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ....."

(فضائل صدقات ص۵۵۶ و مکاتیب رشیدیہ ص۱۰)

٤) نانوتوی، گنگوہی اور تھانوی کے پیر حاجی امداد اللہ نے لکھا ہے:

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں۔''

(کلیات امدادیہ/ضیاء القلوب ص ۳۵، ۳۶)

☆ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں دیوبندیوں کی گستاخیاں درج ذیل ہیں:

۱: اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے :

''آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔'' (حفظ الایمان ص ۱۳، دوسرا نسخہ ص ۱۱۶ نیز دیکھئے الشہاب الثاقب ص ۹۸)

حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا ہے: ''لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے'' (الشہاب الثاقب ص ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ عبارتِ مذکورہ میں اشرفعلی تھانوی نے نبی ﷺ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دے دی ہے۔!

۲: ایک صحیح حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے، نبی کریم ﷺ کے بارے میں امین اوکاڑوی دیوبندی لکھتا ہے:

''لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔''

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳ مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰ حوالہ نمبر ۱۹۸ و تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸)

یاد رہے کہ یہ طویل عبارت کاتب کی غلطی نہیں ہے اور ماسٹر امین کے دستخطوں والی

کتاب تجلیات صفدر میں اس کے مرنے کے بعد بھی شائع ہوئی ہے۔

۳: دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس نے اپنے خط میں لکھا ہے :

"اگر اور حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہے انبیا بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔" (مکاتیب شاہ محمد الیاس ص ۱۰۶، ۱۰۷ دوسرا نسخہ ص ۱۰۷)

۴: نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ سری نماز (یعنی ظہر وعصر) میں بعض اوقات ایک دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے۔

دیکھئے صحیح البخاری (ح ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۷۹) وصحیح مسلم (ح ۴۵۱)

چونکہ یہ حدیث دیوبندی مذہب کے خلاف ہے، لہٰذا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اشرفعلی تھانوی نے کہا:

"اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے۔" (تقریر ترمذی از تھانوی ص ۷۱)

② سلف صالحین کی گستاخیاں

۱: مشہور جلیل القدر صحابی سیدنا عبادہ بن الصامت البدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسین احمد مدنی ٹانڈوی گاندھوی کہتے ہیں: "اس کو عبادہ بن الصامت معنعناً ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں۔" (توضیح الترمذی ج ۱ ص ۴۳۶، نیز دیکھئے ص ۴۳۷)

۲: زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی نے کہا:

"ان محدثین کا ظلم سنو!" (تقریر بخاری جلد سوم ص ۱۰۴)

۳: مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۳۵۱ ح ۳۵۲۴) کی ایک (ضعیف سند والی) روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے محمد امین اوکاڑوی لکھتا ہے: "اگر تو آج اس طرح ٹخنے ملائے تو دیکھے گا کہ یہ

لوگ (صحابہ وتابعین) بدکے ہوئے خچروں کی طرح بھاگیں گے۔"

(حاشیہ امین اوکاڑوی علی تفہیم البخاری ج ا ص ۳۷۰، حاشیہ نمبر ۲)

بریکٹ والے الفاظ اوکاڑوی ہی کے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بدکے ہوئے خچروں سے تشبیہ دینا اوکاڑوی دیوبندی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بدکے ہوئے خچر اُن مجہول ومنکرین حدیث قسم کے لوگوں کو کہا گیا ہے جو قطعاً اور یقیناً صحابہ کرام ہرگز نہیں تھے،صحابۂ کرام تو قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملاتے تھے۔دیکھئے صحیح بخاری (کتاب الاذان باب الزاق المنکب بالمنکب...ح ۷۲۵)

۴: رفع یدین کی مخالفت کرتے ہوئے قاری چن محمد دیوبندی غلام خانی نے کہا:

"ابن عمر بچے تھے وائل بن حجر مسافر تھے غیر مقلدین یا تو مسافروں کی یا بچوں کی روایت پیش کرتے ہیں۔" (ماہنامہ الدین، کامرہ کینٹ ج ا شمارہ:۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۷)

ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کا ایسی حقارت سے ذکر کرنا دیوبندیوں کا ہی کام ہے۔

③ شرکیہ اور کفریہ عقائد

ا: حاجی امداد اللہ نے اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"

(شمائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴ و امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ: ۲۸۸، دوسرا نسخہ ص ۱۲۱، ۱۲۲)

۲: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

"میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے روح کا وہ سبق جو حضرت

شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے، سنا رہا تھا۔ جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے (حاشیہ) قولہ: وظیفہ مقررہ، اقول: یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲۔ " (امداد المشتاق ص ۱۱۷ فقرہ: ۲۹۰، دوسرا نسخہ ص ۱۲۳)

۳: حاجی امداد اللہ نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"یارسول کبریا فریاد ہے یا محمد ؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے"

(کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱)

۴: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

"دستگیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف
اے مرے مولا خبر لیجئے مری"

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۴)

④ اکابر پرستی اور اس میں غلو

۱) محمد الیاس دیوبندی تبلیغی کی نانی کے بارے میں دیوبندی حضرات نے لکھا ہے کہ

”جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں کہ جن میں آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب وغریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔“

(تذکرہ مشائخ دیوبند، حاشیہ ص ۹۶، تصنیف: عزیز الرحمٰن)

اسی پاخانے کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے لکھا ہے:

”پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بد بو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد اور عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا۔“ (تذکرۃ الخلیل ص ۹۶، ۹۷)

۲) زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی نے کہا ہے:

”لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے۔“

(کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۴)

۳) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے :

”اور دلیل نہی ہم مقلدوں کے لئے فقہاء کا فتوٰی ہے اور فقہاء کی دلیل تفتیش کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں۔“ (امداد الفتاوی ج ۵ ص ۳۱۳، ۳۱۴)

٤) محمد عثمان نامی کوئی آدمی گزرا ہے، اس کے بارے میں عبد الحمید سواتی دیوبندی نے کسی کتاب فوائد عثمانی سے نقل کیا ہے:

”حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء راس الفقہاء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقہ فرید العصر وحید الزماں حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ (فیوضات حسینی/تحفہ ابراھیمیہ ص ۶۸)

⑤ کتاب وسنت سے انکار

۱) رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے :

''معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا۔اس لئے کہ ہم امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

۲) محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔''

(ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ طبع قدیم)

۳) انور شاہ کشمیری دیوبندی نے ایک حدیث کو قوی تسلیم کرنے کے بعد، اس کا جواب سوچنے پر دس سال سے زیادہ کا عرصہ لگا دیا۔(دیکھئے فیض الباری ج ۲ ص ۳۷۵ والعرف الشذی ج ۱ ص ۱۰۷ و معارف السنن ج ۴ ص ۲۶۴ و درس ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴)

٤) محمود حسن دیوبندی نے محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ، وجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں۔''الخ

(تسہیل: ادلہ کاملہ ص ۷۸)

نیچے حاشیے میں سند کا معنیٰ ''دلیل'' لکھا ہوا ہے۔معلوم ہوا کہ بٹالوی صاحب تقلید کا وجوب نہیں مانتے، اس لئے وہ وجوب کی دلیل مانگ رہے تھے۔دوسری طرف محمود حسن دیوبندی وجوب اتباع محمدی اور وجوب اتباع قرآنی نہیں مانتے، اس لئے وہ وجوب کی دلیل مانگ رہے تھے۔!

⑥ علماء دیوبند کی اندھی تقلید

۱) ''مفتی'' محمد دیوبندی نے لکھا ہے :

''عوام کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں۔ نہ آپس میں مسائل شرعیہ پر بحث کرنا جائز ہے بلکہ کسی مستند مفتی سے مسئلہ معلوم کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔''

(اخبار: ضرب مؤمن ج ۳ شمارہ: ۱۵، ۹ تا ۱۵ اپریل ۱۹۹۹ص ۶ آپ کے مسائل کا حل)

اسی محمد دیوبندی نے لکھا ہے:

''عوام کو علماء سے صرف مسئلہ پوچھنا چاہیئے، مقلد کے لئے اپنے امام کا قول ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔'' (ضرب مؤمن ایضاً ص ۶ کالم نمبر ۲)

۲) زاہد الحسینی حیاتی دیوبندی نے کہا:

''حالانکہ ہر مقلد کے لئے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔''

(مقدمہ: دفاع امام ابو حنیفہ ص ۲۶)

۳) رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں۔'' (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۵)

٤) اللہ اور رسول کی گستاخیاں کرنے والے اور شرک و بدعت پھیلانے والے دیوبندی علماء کا اگر کفریہ و شرکیہ حوالہ کسی دیوبندی کو دکھایا جائے تو وہ کبھی ان پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں لگاتا اور اگر کسی بریلوی وغیر دیوبندی کا حوالہ دکھایا جائے تو فوراً فتویٰ لگا دیتا ہے۔

⑦ وحدت الوجود کا پرچار

۱) حاجی امداد اللہ نے کہا:

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔'' (شمائم امدادیہ ص ۳۲ و کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

۲) عبدالحمید سواتی دیوبندی نے کہا:

''علماء دیوبند کے اکابر مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) اور مولانا مدنی (المتوفی ۱۳۷۷ھ) اور دیگر اکابر مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔''

(مقالات سواتی حصہ اول ص ۳۷۵)

۳) ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا:

''بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے۔''

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

اس گستاخ وحدت الوجودی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر کہا:

''ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔'' (ایضاً ص ۲۴۲)

٤) وحدت الوجود کے ایک پیروکار حسین بن منصور الحلاج جسے کفر وزندیقیت کی وجہ سے باجماع علماء قتل کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ''سیرت منصور حلاج''!

تنبیہ اول: وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔''

(حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱، نیز دیکھئے علمی اردو لغت ص ۱۵۵۱)

تنبیہ دوم: امداد اللہ کے بارے میں اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

''حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہل حق کے ہیں۔''

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۷۰) نیز دیکھئے خطبات حکیم الاسلام (ج ۷ ص ۲۰۶)

⑧ انگریز دوستی

۱) شاملی کے علاقے میں انگریزوں کی حمایت میں لڑنے والے نانوتوی، گنگوہی اور امداد اللہ وغیرہم کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے:

''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)

تذکرۃ الرشید کی عبارت کے سیاق وسباق سے صاف ثابت ہے کہ مہربان سرکار سے

مراد انگریزی سرکار ہے۔

نیز دیکھئے سوانح قاسمی (ج ۲ ص ۲۴۶، ۲۴۷ حاشیہ) انفاس امدادیہ (ص ۱۰۶، ۹۰)

۲) دیوبندیوں کے شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے کہا:

''لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔''

(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳، علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم ص ۲۸۰ حاشیہ)

۳) ایک دن، ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یک شنبہ، ہندوستان میں انگریزوں کے لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز پامر نے مدرسہ دیوبند کا دورہ کیا اور نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا یہ انگریز لکھتا ہے:

''یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے۔''

(کتاب: محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، فخر العلماء ص ۶۰)

٤) محمد میاں دیوبندی نے لکھا ہے:

''شاید اس سلسلہ میں سب سے زیادہ گراں قدر فیصلہ وہ فتویٰ ہے جو ۱۸۹۸ء میں مرحوم مولانا رشید احمد گنگوہی نے جاری کیا تھا۔ کیونکہ اس پر دوسرے علماء کے علاوہ مولانا محمود حسن کے بھی دستخط ہیں کہ مسلمان مذہبی طور سے پابند ہیں کہ حکومت برطانیہ کے وفادار رہیں۔ خواہ آخرالذکر سلطان ترکی سے ہی برسر جنگ کیوں نہ ہو۔'' (تحریک شیخ الہند ص ۳۰۵)

تنبیہ: محمد میاں دیوبندی نے خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس فتوے میں جرح اور تشکیک کی کوشش کی ہے جو کہ باطل ہے۔

⑨ ہندو دوستی

۱) مدرسہ دیوبند کے قیام میں ہندوؤں نے خوب چندہ دیا تھا۔

چندہ دینے والوں کی فہرست میں منشی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ،

پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال وغیرہ کے نام ملتے ہیں ۔(دیکھئے سوانح قاسمی ج ۲ص ۳۱۷، نیز دیکھئے انوار قاسمی ص ۴۱۴)

۲) دیوبندیوں کے مولوی محمد علی (جوہر) نے کہا:

''میں تو جیل میں ہوں ۔البتہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے۔'' (حسین احمد مدنی از فرید الوحیدی ص ۳۵۰ وتحریک خلافت ص ۸۰)

۳) رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا کہ

''ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔''

گنگوہی نے جواب دیا: ''درست ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۶۱، تالیفات رشیدیہ ص ۴۷۱)

٤) دوآبہ ایک گاؤں کے بارے میں عاشق الٰہی نے لکھا ہے :

''اس گاؤں کے باشندوں کو بھی حضرت کے ساتھ اس درجہ انس تھا کہ عام وخاص مرد وزن مسلمان بلکہ ہندو تک گویا آپ کے عاشق تھے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۲ص ۳۸)

تنبیہ اول: یہاں ''حضرت'' اور ''آپ'' سے مراد رشید احمد گنگوہی ہیں۔

تنبیہ دوم: دیوبند کی صد سالہ تقریب میں اندرا گاندھی کی تقریر کے لئے دیکھئے روئیداد صد سالہ جشن دیوبند از جانباز مرزا ص ا

⑩ قادیانیوں کی حوصلہ افزائی

۱) محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے: ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۳۴)

۲) قاری محمد طیب دیوبندی نے کہا:

''تو یہاں ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے نبوت مکمل

ہوگئی، وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع ہوگئی اور دنیا میں اندھیرا پھیل گیا"

(خطبات حکیم الاسلام ج ا ص ۳۹)

۳) کسی شخص نے قادیانیوں کو برا کہا تو اشرفعلی تھانوی نے کہا:

"یہ زیادتی ہے توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو۔" (سچی باتیں از عبدالماجد دریا آبادی ص ۲۱۳)

٤) مفتی کفایت اللہ دھلوی دیوبندی ایک مرزائی کے بارے میں لکھا ہے:

"اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں۔ لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔" (کفایت المفتی ج ا ص ۳۱۳ جواب نمبر ۳۴۹)

جناب محترم محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ کی کتاب: "آئینۂ دیوبندیت" پیشِ خدمت ہے۔ اسے میں نے شروع سے لے کر آخر تک لفظاً لفظاً پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب بیحد مفید ہے، بشرطیکہ ضد و عناد اور تعصب کو چھوڑ کر اس کا مطالعہ کیا جائے۔ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ .

آلِ دیوبند اور موقوفاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

[جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہو بلکہ صرف صحابی کا قول یا فعل ہو تو اُسے موقوف کہتے ہیں۔ بعض لوگ تمام اہلِ حدیث کے بارے میں یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث موقوفاتِ صحابہ کو حجت نہیں مانتے۔ اس مختصر اور جامع مضمون میں آلِ دیوبند کی کتابوں اور عبارات سے حوالے پیش کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آلِ دیوبند کے نزدیک موقوفاتِ صحابہ حجت نہیں ہیں اور جب کسی صحابی کا قول یا فعل ان تقلیدیوں کے خلاف ہو تو سب سے پہلے یہی لوگ اُسے رد کر دیتے ہیں۔!]

الیاس گھمن دیوبندی کے کسی چہیتے محمد عمران صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''رافضیوں نے صحابہؓ کے ایمان کو غیر معتبر قرار دیا اور چھوٹے رافضیوں (غیر مقلدین) نے صحابہؓ کے افعال واقوال کو حجت ماننے سے انکار کر دیا۔

اعوذ باللہ من شرور الغیر مقلدین'' (قافلۂ حق جلد ۱ شمارہ نمبر ۲ ص ۴۱)

قارئین کرام! آپ درج ذیل دیوبندی مقلدین اور ان کے اکابرین کے اقوال پڑھیں تو دیوبندی اصول کے مطابق اعوذ باللہ من شرور الدیوبندیین کہنا پڑے گا۔

۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابی کا قول خصوصاً حضرت عبداللہؓ بن مسعود جیسے بارگاہِ نبوّت میں معتمد علیہ کا، اپنے مقام پر ایک وزنی دلیل ہے۔ مگر اُصولِ حدیث کے رُو سے مرفوع اور موقوف کا جو فرق ہے وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جو حیثیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کی ہے وہ یقیناً کسی صحابی کے قول کی نہیں ہے، اگر چہ وہ صحیح بھی ہو۔'' (راہِ سنت ص ۱۱۴)

۲: دیوبندیوں کے ''شیخ الحدیث'' اور ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی نے کہا تھا:

'' باقی فعلِ صحابی وہ کوئی حجۃ نہیں۔'' (تقاریر شیخ الہند ص ۳۰)

۳: دوسری جگہ کہا ہے: ''یہ ایک صحابی کا قول حنفیہ پر حجت نہیں ہوسکتا۔'' (تقاریر شیخ الہند ص ۴۳)

۴: محمد انور شاہ کشمیری سابقہ ''شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند'' نے مقدمہ بہاول پور میں عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ قول صحابی کا حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے۔ (دیکھئے رودادمقدمہ مرزائیہ بہاولپورج ۱ص ۴۴۵ جلد ۱، بحوالہ حدیث اوراہل تقلیدج ۱ص ۳۶)

۵: خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''**وھو مذھب صحابی لا یقوم به حجة علٰی أحد**'' اور یہ صحابی کا مذہب ہے، جو کسی ایک پر بھی حجت نہیں ہے۔

(بذل المجہود ۵/ ۳۹ح ۸۲۱)

خلیل احمد سہارنپوری نے ایک اور جگہ لکھا ہے:

''**بل ھو قول أبي ھریرۃ فلیس فیه حجة**''

بلکہ یہ ابوہریرہ کا قول ہے، پس اس میں کوئی حجت نہیں۔ (بذل المجہود ۵/ ۳۷ تحت ح ۸۲۰)

۶: آلِ دیوبند کے امام ملا علی قاری (حنفی) نے لکھا: ''**وھو مذھب صحابي لا یقوم به حجة علی أحد**'' اور یہ صحابی کا مذہب ہے، جو کسی ایک پر بھی حجت نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۲/ ۵۴۹ ح ۸۲۳)

اگر کوئی کہے کہ ہمارے مذہب میں صحابہ کا قول حجت نہیں تو ایسے شخص کے متعلق الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''آئندہ ایسی بات زبان سے نکالی تو زبان کھینچ کر کتے کے سامنے ڈال دونگا۔'' (شادی کی پہلی دس راتیں ص ۹)

۷: ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے کہا: ''ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع'' إلخ مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

(اعلاء السنن ۱/ ۴۳۸ ح ۴۳۲، الحدیث: ۴۷ ص ۴۵)

۸: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے دیوبندیوں کے ''شیخ الحدیث'' محمد تقی عثمانی نے کہا: ''یہ روایت موقوف ہے ''فلا حجة فیه۔''

(درس ترمذی ج ۲ ص ۱۶۹)

۹: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ''حنفیہ کی طرف سے اُس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ثابت نہیں، اور بغیر آپ ؐ کی تقریر کے دوسری احادیث کے مقابلہ میں صحابی کا فعل حجت نہیں ہوسکتا۔'' (درس ترمذی ج ا ص ۳۱۹)

۱۰: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے مزید کہا:

''لہٰذا اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کا اپنا عمل اور اجتہاد ہے، احادیثِ مرفوعہ میں اس تفریق کی کوئی بنیاد مروی نہیں، نیز صحابی کا اجتہاد حجت نہیں، خاص طور سے جبکہ اس کے بالمقابل دوسرے صحابہ کے آثار اس کے خلاف موجود ہوں۔'' (درس ترمذی ج ا ص ۱۹۱)

۱۱: محمد تقی عثمانی نے کہا: ''سو اوّل تو یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں۔'' (درس ترمذی جلد ۲ ص ۸۴)

۱۲: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے مزید کہا: ''اب صرف حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا اثر رہ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو اس میں شدید اضطراب ہے، دوسرے اگر بالفرض اسے سنداً صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی وہ ایک صحابی کا اجتہاد ہوسکتا ہے، جو حدیثِ مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔'' (درس ترمذی ج ا ص ۲۸۳)

جبکہ اہلِ حدیث پر طنز کرتے ہوئے اسماعیل جھنگوی نے لکھا:

''ایک نیا حوالہ ملاحظہ فرمائیں اور وہابی کی فہم دانی کی وسعت کا اندازہ لگائیں۔ یہ میرے ہاتھ میں فتاویٰ برکاتیہ ہے، جس کے ص ۳۶ پر لکھا ہے۔

''عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل اگر صحیح سند کے ساتھ بھی ثابت ہو تو نبیؐ کے عمل کے خلاف ان کا عمل ہمارے لیے دلیل نہیں ہے!''

اس عبارت کو بار بار دیکھیں پڑھیں غور کریں کہ اس سے صحابہ کرامؓ پر اپنی عقل وفہم کو فوقیت دی جارہی ہے یا نہیں۔'' (تحفۂ اہلِ حدیث حصہ سوم ص ۴۹)

اسماعیل جھنگوی اور ان کے دیگر ہمنوا دیوبندیوں کی ''خدمت'' میں گزارش ہے کہ تقی عثمانی کی عبارت کو بار بار پڑھیں اور ان دونوں عبارتوں میں فرق کو واضح کریں۔

۱۳: ''مفتی'' جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا: ''ہاں بعض صحابہ کرامؓ سے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بھی روایتیں ملتی ہیں مگر یہ اُن کا اپنا اجتہاد تھا۔ جو احادیثِ مرفوعہ کثیرہ کے مقابلے میں حجت نہیں۔'' (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۵۹)

اگر یہی آثار دیوبندیوں کے تقلیدی مذہب کے موافق ہوتے تو انھوں نے کہنا تھا کہ صحابہ کرام نماز جیسی اہم عبادت اپنی مرضی سے ادا نہیں کر سکتے تھے لہٰذا یہ آثار مرفوع کے حکم میں ہیں جیسا کہ یہ لوگ گردن پر مسح کے بارے میں غیر ثابت شدہ آثار کے بارے میں کہتے رہتے ہیں۔!

۱۴: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فرمایا: ''رہا دوسرا طریق سو وہ بھی صحیح ہے لیکن اس سے بھی شافعیہ وغیرہ کے مذہب پر کوئی صریح دلیل مرفوع قائم نہیں ہوتی کیونکہ وہ حضرت عبادہؓ کا اپنا اجتہاد ہے، یعنی انہوں نے ''لا صلاۃ لمن لم یقرأ'' والی حدیث کو امام اور مقتدی دونوں کیلئے عام سمجھا اور اس سے یہ حکم مستنبط کیا کہ مقتدی پر بھی قراءت فاتحہ واجب ہے لیکن ان کا یہ استنباط احادیثِ مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتا۔'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۷۵)

۱۵: دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر کڑمنگی گکھڑوی نے لکھا:

''حضرت عبادہؓ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں.....'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۴۲، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۵۶)

۱۶: سرفراز صفدر نے ایک دوسری جگہ کہا: ''بے شک حضرت عائشہؓ سماع موتی کی قائل نہ تھیں مگر ہم نے کلمہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑھا ہے آپؐ فرماتے ہیں۔ المیّت یسمع تو آپؐ کی بات مانیں یا حضرت عائشہؓ کی؟'' (خزائن السنن ج ۳ ص ۶۴)

۱۷: فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا: ''ثانیًا: اس لئے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول اور فتویٰ ہے۔ جو مدرک بالقیاس ہے، مرفوع حدیث نہیں ہے۔ اور صحابی کا وہ قول اور فتویٰ جو مدرک بالقیاس ہو وہ بالاتفاق حجت نہیں ہے۔'' (خاتمۃ الکلام ص ۵۵۰)

۱۸: ماسٹر امین اوکاڑوی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا:

''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے تفردات سب صحابہؓ کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت نے قبول نہیں کیے۔ مثلاً آپ عیدین سے پہلے اذان واقامت کے بھی قائل تھے۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے بھی قائل تھے'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۹۹)

۱۹: سرفراز خان صفدر نے کہا:

''مرفوع احادیث کے مقابلہ میں موقوف کوئی حجت نہیں۔'' (خزائن السنن ج ۱ ص ۱۷۹)

۲۰: امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۶۴)

سرفراز صفدر دیوبندی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا:

''لیکن امام بخاریؒ کا یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہ موقوفات ہیں اور مقابلہ میں صریح، صحیح و مرفوع روایات ہیں ان کے مقابلہ میں موقوفات کا کیا معنی؟'' (خزائن السنن ج ۲ ص ۱۴۳)

۲۱: اشرف علی تھانوی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی نے لکھا:

''زلّات اور خطا اجتہادی سے صحابہ تک خالی نہیں۔ چہ جائیکہ دوسرے بُزرگ جواُن سے بہر صورت کم تر ہیں۔'' (حکیم الامت ص ۲۷۵)

۲۲: عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے لکھا: ''سب سے زیادہ معقول اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کا اپنا عمل اور ذاتی اجتہاد ہے جب کہ مرفوع احادیث میں بنیان اور صحاریٰ کے درمیان اس تفریق کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے پھر صحابیؓ کا اجتہاد حجت بھی نہیں خاص طور پر جب اس کے مقابلہ میں دیگر صحابہ کرامؓ سے آثار موجود ہوں۔'' (توضیح السنن ج ۱ ص ۲۰۵)

۲۳: ابوداود (ج ۱ ص ۲۶) کی روایت ہے کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے نماز شروع کی ہوئی تھی بحالتِ نماز انھیں تیر لگا خون جاری ہو گیا اور وہ بدستور نماز میں مشغول رہے، اگر سیلانِ دم ناقض وضو ہوتا تو اُن کی نماز کیسے برقرار رہتی؟

سرفراز صفدر دیوبندی نے صحابی کا یہ فعل نقل کر کے اس کو حجت تسلیم نہیں کیا بلکہ اس

کے مقابلے میں اپنے ہی ایک دیوبندی کا قول یوں پیش کیا: ''مولانا سہارنپوریؒ بذل المجہود ج۱ص۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ صحابیؓ کی یہ کاروائی ازخود تھی۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اس پر عمل نہ تھا۔ نہ آپؐ کو علم تھا، اور نہ آپؐ نے یہ حکم دیا تھا۔'' (خزائن السنن ج۱ص۱۸۲)

۲۴: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا:

''حضرت انسؓ کا مذہب جماعت ثانیہ تھا۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج۲۶ص۲۰۱)

اس کے متصل بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے فعل کو حجت تسلیم کرنے کے بجائے تھانوی نے کہا:

''اب چونکہ اس کے خلاف اجماع ہو گیا ہے اس واسطے پہلے کا عمل مرتفع ہو جائے گا۔''

(ایضاً ص۲۰۱)

اگر دیوبندیوں کے نزدیک فعلِ صحابی حجت ہوتا تو اس خودساختہ اجماع کی پرواہی نہ کرتے۔

۲۵: زکریا تبلیغی دیوبندی نے کہا: ''اسی طرح بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض بڑی خطائیں سرزد ہو جانے پر کبھی بھی کوئی خلجان طبیعت میں نہیں آیا جبکہ مشائخ عظام سے ایسی خطاؤں کا صدور بعید تر ہے اور کوئی بڑے سے بڑا شیخ بھی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا....'' (شریعت وطریقت کا تلازم ص۱۱، سوانح محمد زکریا [تبلیغی دیوبندی] ص۲۷۸، تصنیف ابوالحسن ندوی)

۲۶: سرفراز صفدر حیاتی دیوبندی نے مماتی دیوبندیوں سے الجھتے ہوئے ایک عنوان قائم کیا: ''بعض تفردات حضرت عائشہ صدیقہؓ'' پھر اس عنوان کے تحت کہا:

''وکانت عائشۃؓ یومھا عبدھا ذکوان من المصحف (بخاری ج۱ص۹۶) جبکہ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ کاروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہے۔ (حاشیہ بخاری ج۱ص۹۶۔ کیا اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے ان اُمور میں حضرت عائشہؓ کے مسلک کے قائل ہیں؟ ان میں اُمّ المومنینؓ کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟'' (خزائن السنن ج۳ص۶۴)

مماتی دیوبندیوں کو سرفراز صفدر حیاتی دیوبندی یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم دونوں گروہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض آثار کی مخالفت کی ہے لیکن اس کے باوجود ہماری حنفیت میں کوئی فرق نہیں پڑا اسی طرح سماع موتی کے مسئلہ میں ان کی مخالفت سے ہماری

حنفیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔!!

۲۷: ماسٹر امین اوکاڑوی نے حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک جھوٹی روایت کے سہارے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں، جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ص ۵۶۴)

لیکن خود ہی دوسری جگہ لکھا: ''حضرت سعدؓ نے ایک وتر پڑھا'' الخ (تجلیات صفدر ج ۲ص ۵۷۱)

ایک اور جگہ لکھا: ''بہر حال اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا'' (تجلیات صفدر ج ۲ص ۵۷۲)

ماسٹر اوکاڑوی بجائے اس کے کہ فعل صحابہ کرامؓ کو حجت تسلیم کرتے ہوئے ایک وتر کا اقرار کرتے لیکن انھوں نے تو ایک وتر کا انکار کرنے کے لئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے: ''یعنی ایک وتر کے باقی رہنے پر ان کے پاس کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ص ۵۷۲)

اور مزید لکھا ہے کہ ''ایک رکعت وتر جائز نہیں رہے،'' الخ (تجلیات صفدر ج ۲ص ۵۷۳)

۲۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں قراءت صرف سورۃ فاتحہ ہی کی واجب ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۱ص ۱۰۶ ح ۷۷۲) صحیح مسلم (ج ۱ص ۱۷۰ ح ۳۹۶) میں ان کا یہ فتویٰ موجود ہے، دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر اس کی سند پر کلام کرنے کی ہمت تو نہ کر سکے لیکن تسلیم کرنے کی بجائے انکار ان الفاظ میں کیا: ''مبارکپوری صاحبؒ نے کفایتِ سورۂ فاتحہ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت پیش کی ہے وہ ان کے لئے ہرگز مفیدِ مطلب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ پر موقوف ہے اور کسی مرفوع اور صحیح روایت میں اس قسم کے الفاظ منقول نہیں ہیں (دیکھئے فتح الملہم جلد ۲ص ۳۱ وغیرہ)''

(احسن الکلام ج ۲ص ۳۲، دوسرا نسخہ ج ۲ص ۳۵)

قارئین کرام! دیوبندیوں نے آثارِ صحابہ کو حجت تو کیا تسلیم کرنا تھا، یہ لوگ تو صحابہ کرام کی گستاخی سے بھی باز نہ آئے چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''حنفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ کو سکنیٰ اس لئے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں۔''

(تقاریر شیخ الہند ص ۱۳۴)

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک اور دیوبندی نے کہا: ''(خدا جانے سچ کہتی ہے یا جھوٹ بولتی ہے)'' (ترجمان احناف ص ۱۹۹، مرتب مشتاق علی شاہ دیوبندی)

۲۹: سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس خان قارن نے کہا:

''احناف میں سے عیسیٰ بن ابان نے (جو کہ امام شافعیؒ کے ہم عصر ہیں) کہا ہے کہ مصراۃ والی حدیث صرف حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ غیر فقیہ ہیں اس لیے ان کی یہ روایت قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہے اور اسی سے بعض حضرات نے اصول فقہ کی کتابوں مثلاً نور الانوار ص ۱۸۳ اور اصول الشاشی ص ۷۵ وغیرہ میں لکھ دیا ہے مگر یہ نظریہ جمہور احناف کا نہیں بلکہ صرف عیسیٰ بن ابانؒ کا ہے...''

(خزائن السنن جلد دوم ص ۱۰۷، تالیف عبدالقدوس خان قارن)

صحابہ کرامؓ کے قول و فعل کو حجت ماننا تو درکنار یہاں تو آلِ دیوبند کے اکابر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر ان کی بیان کردہ حدیث کو ہی متروک کہہ ڈالا ہے اور اپنے خود ساختہ قیاس کو ترجیح دی ہے، یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اس کا احساس بعض آلِ دیوبند کو بھی ہوا چنانچہ انور شاہ کشمیری نے کہا:

''حضرت ابو ہریرہؓ کو غیر فقیہ کہنا اور پھر یہ کہنا کہ غیر فقیہ کی روایت کا اعتبار نہیں یہ ایسی بات ہے کہ اس کو کتابوں سے نکال دینا چاہیے (العرف الشذی ص ۳۹۴)''

(خزائن السنن جلد دوم ص ۱۰۸، از عبدالقدوس خان قارن)

لیکن افسوس کہ کشمیری کی بات پر ابھی تک عمل نہیں کیا گیا۔ دیوبندیوں کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ نے نور الانوار پر ایک جامع تعلیق سپردِ قلم کی ہے، اس کی تیسری جلد ص ۲۴۵ تا ۲۴۶ پر باحوالہ اٹھارہ (۱۸) فقہاء احناف سے ثابت کیا ہے کہ انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہا ہے۔

اگر بالفرض آلِ دیوبند ان کتابوں سے ایسی عبارتیں نکال بھی دیں لیکن جن فقہاءِ احناف نے صحابہ کرام کو غیر فقیہ کہا ہے، ان کے بارے میں آلِ دیوبند کا کیا خیال ہے؟ کیونکہ اگر کسی اہلِ حدیث نے ایسی بات کی ہوتی تو آلِ دیوبند اُس کو شیعہ، رافضی اور نہ جانے کیا کیا القاب دیتے ؟!

۳۰: سعید احمد پالنپوری ''محدث دارالعلوم دیوبند'' نے لکھا:

''اس لئے حضرت عثمانؓ کا خیارِ عیب کی وجہ سے غلام کے لوٹانے کا فیصلہ کرنا درست نہ تھا، اگر حضرت عثمانؓ کو حقیقتِ حال کا پتہ ہوتا تو وہ ہرگز غلام واپس لینے کا فیصلہ نہ کرتے''

(ادلہ کاملہ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

۳۱: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آل دیوبند لکھتے ہیں کہ '' آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد'' (نماز مدلل ص ۱۲۵، حدیث اور اہل حدیث ص ۳۷۶، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱۷۲، تجلیات صفدر ۳/۱۲۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر چونکہ ان سے ثابت ہی نہیں اس لئے اہلِ حدیث کے نزدیک حجت نہیں لیکن آل دیوبند کے نزدیک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اثر ثابت ہے، اس کے باوجود اس اثر کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ دیوبندی امام ربنا لک الحمد نہیں کہتا چنانچہ ''مفتی'' جمیل دیوبندی نے لکھا ہے: ''رکوع مکمل کرنے کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر امام ہو تو صرف اتنا ہی کہے اور مقتدی کہیں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۲۲)

سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ہم نے دونوں میں تطبیق دی کہ دونوں ذکروں کو جمع کرنا اکیلے نمازی کے لئے ہے اور تقسیم امام اور مقتدی کے لئے ہے (اصولِ کرخی صفحہ ۸۴، ۸۵)'' (تجلیات صفدر ۶/۳۶۱)

دیکھئے! ماسٹر اوکاڑوی نے بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر کو ایک جگہ اپنی تائید میں نقل کیا اور پھر دوسری جگہ کسی کرخی کے پیچھے لگ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو چھوڑ دیا۔

اب دیوبندی بتائیں کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو کیوں نہیں مانتے؟

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے الحدیث نمبر ۳۰ ص ۳۰ تا ۴۲ پر صحیح و ثابت اکتالیس (۴۱) آثار صحابہ ایسے پیش کئے ہیں جن کی مخالفت میں آلِ دیوبند ہمہ وقت کمر بستہ ہیں۔

(اس مضمون کے لئے دیکھئے یہی کتاب ص ۳۹)

آخر میں عرض ہے کہ آل دیوبند یا ان کے اکابر نے بعض احادیث پر عمل نہ کرنے کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات کو نشانہ بنایا ہے مثلاً:

۱: پاؤں سے پاؤں ملانے والی حدیث پر عمل نہ کرنے کے لئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرت انسؓ بھی حضور علیہ السلام کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے''

مزید کہا: ''حضرت انسؓ نے اپنے بچپنے میں جو کام کیا بچوں کے ساتھ وہ روایت کیا، لیکن جب وہ بڑے ہو گئے تو صحابہ و تابعین ان کے بچپنے کی عادت سے بیزار تھے''

(حاشیہ تفہیم البخاری علیٰ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۷۰ / بچپنے کی جگہ بچنے چھپ گیا ہے۔)

۲-۳: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث پر عمل نہ کرنے کے لئے امین اوکاڑوی نے لکھا: '' مگر امام بخاریؒ اس باب میں کسی مہاجر یا انصاری کی حدیث نہیں لائے۔ ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لائے ہیں جو کم عمر یا صغار صحابہ میں تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک حضرت مالک بن الحویرثؓ سے جو صرف بیس راتیں آپ کے پاس مسافرانہ حالت میں مقیم رہے'' (تفہیم البخاری جلد ۱ ص ۳۷۵)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''اسی طرح امام بخاریؒ نے کسی بدری صحابی سے نہیں بلکہ ایک بچے ابن عمرؓ اور ایک بیس رات کے مسافر حضرت مالک بن الحویرثؓ سے رفع یدین نامکمل ۹ جگہ ثابت کی'' (تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۹۴)

۴: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے متعلق اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام مسلمؒ نے ایک چھلانگ اور لگائی اور ان دو کے ساتھ ایک مسافر صحابی حضرت وائل بن حجرؓ اور تلاش کر لیا۔''

(تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۹۴)

۵: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدرالدین عینی حنفی نے کہا: ''و یحتمل أن یکون أنس نسي في تلك الحال لکبر سنه و قد وقع هذا کثیرًا ... ''اور اس کا احتمال ہے کہ انس اس حال میں بڑھاپے کی وجہ سے بھول گئے ہوں اور اس طرح کی باتیں کثرت سے واقع ہوئی ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ ص ۲۹۱ ح ۷۴۳/۱۳۱، باب ما یقول بعد التکبیر)

اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے:

''اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔'' (شرح صحیح مسلم جلد ا ص ۱۱۵۴)

اگر ایسا اعتراض کسی غیر حنفی نے کیا ہوتا تو دیوبندی اسے گستاخی قرار دیتے مثلاً تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ''آخر میں ابوبکر بن اسحاق شافعیؒ نے بطور اعتراض یہ کہا ہے کہ جس طرح حضرت ابن مسعودؓ کو تطبیق فی الرکوع کے نسخ کا علم نہ ہوا تھا اسی طرح رفع یدین کے مسئلہ میں بھی وہ لاعلم رہے، یا ان سے سہو ہوگیا'' (درس ترمذی جلد ۲ ص ۳۱)

تقی عثمانی نے اس اعتراض کو نقل کر کے کہا: ''لیکن اس گستاخانہ اعتراض کی لغویت اتنی ظاہر ہے کہ جواب دینے کی ضرورت نہیں'' (درس ترمذی جلد ۲ ص ۳۱)

۶: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور بدعتی زاہد بن حسن کوثری نے لکھا ہے:

''نیز سر کچلنے والی روایت کرنے میں حضرت انس رضی اللہ منفرد ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنے بڑھاپے کے دور میں کی۔ جیسا کہ اونٹوں کا پیشاب پینے والی روایت کرنے میں وہ منفرد ہیں...اور ابوحنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہونے کے باوجود امی ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے قلت ضبط سے معصوم نہیں ہیں تو تعارض کے وقت ان میں سے فقیہ کی روایت کو دوسرے کی روایت پر ترجیح ہوگی۔ اور اسی طرح غلطی کے گمان کو دور کرنے کے لیے بوڑھے کی روایت پر دوسرے کی روایت کو ترجیح ہوگی۔''

(ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع از عبدالقدوس قارن دیوبندی ص ۲۱۳، تانیب الخطیب ص ۸۰)

تنبیہ: اس گستاخ عبارت پر رد کے لئے دیکھئے التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل (۱/۶۵۔۶۹، طلیعۃ التنکیل ص ۹۸۔۱۰۶)

۷: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق ملا جیون حنفی نے لکھا ہے:

"غیر معروف الفقه والاجتهاد" (فتوحات صفدر جلد ۳ ص ۳۸۲)

تنبیہ: محمود عالم صفدر دیوبندی حیاتی کے بقول یونس نعمانی مماتی نے یہ الفاظ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا انکار کرنے کے لئے پیش کئے تھے اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے ان الفاظ پر جو تبصرہ کیا وہ یہ ہے: "باقی مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی بھی کہا کرتا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں نہ عادل ہیں، نہ فقیہ ہیں، نہ اس کو دین کی سمجھ تھی۔ پہلے تو یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم ان حدیثوں کو اس لئے نہیں مانتے کہ اس میں سدّی ہے اس میں فلاں ہے۔ اب پتا چلا کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہ کے منکر ہیں۔ اور یہ یونس نعمانی اپنے بارے میں یہ بات تقریر میں کھڑے ہو کر کبھی نہیں کہے گا کہ میں دین میں بے سمجھ ہوں۔ یہ اپنے بارے میں کبھی نہیں کہے گا کہ میں عادل نہیں ہوں فاسق ہوں۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے وہ بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کہا کرتا تھا...اور یہ بات اس کے استاد (محمد حسین نیلوی) نے لکھی ہے۔ یہ ندائے حق صفحہ ۱۳۵ ہے اب پتا چلا کہ ادھر ادھر کا نام تو ویسے لیتے تھے اصل میں یہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں۔ جب صحابہ کے دشمن ہیں تو اب آپ کونسی حدیث مانیں گے۔"

(فتوحات صفدر جلد ۳ ص ۳۸۰۔۳۸۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی کے تبصرے پر یونس نعمانی مماتی دیوبندی نے جو تبصرہ کیا ہے وہ یہ ہے: "میرے دوستو بھائیو۔

اس تقریر میں مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ کہ میری طرف یہ نسبت کی کہ صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں نے یہ کہا کہ وہ عادل نہیں وہ فاسق تھے۔ میں نے نور الانوار اور اصول شاشی کا حوالہ دے کر یہ بات کی تھی کہ وہاں لکھا ہوا ہے،

غیر معروف الفقه والاجتهاد

اب چاہئے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب مجھ سے ثبوت مانگتے، میں دکھا دیتا کہ دیکھو وہاں لکھا ہے۔لیکن انہوں نے عوام کو مشتعل کرنے کے لئے جو جھوٹے لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے۔انھوں نے میرے خلاف اب یہ طریقہ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ کرتا تو کوئی بات نہیں تھی، حیرانی یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے آپ کو حنفیت کا مبلغ کہنے کے باوجود ایسا اعتراض کر رہا ہے جو اصول فقہ حنفیہ میں اعتراض ہوا۔ میں نے کہا

غیر معروف الفقه والاجتهاد

اگر یہ بات نکل آئے کہ میں نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عادل نہیں تھے، وہ فاسق تھے۔اگر یہ الفاظ نکل آئیں میں یہاں اپنی ہار لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔لیکن آپ خواہ مخواہ کی بات کیوں کرتے ہیں؟ اصول فقہ حنفیہ جو آپ کے ہاں بھی مسلم ہے،اس میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ **غیر معروف الفقه والاجتهاد** راوی ہیں۔اور ان کی روایت اگر مخالف قیاس ہوگی تو وہاں قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔نور الانوار اور اصول شاشی میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔" (فتوحات صفدر جلد ۳ ص ۳۸۲۔۳۸۳)

یونس نعمانی مماتی دیوبندی کے اس تبصرے پر ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی کا تبصرہ درج ذیل ہے:

"مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو کہا ہے وہ نور الانوار اور اصول شاشی میں ہے،اور کوئی غیر مقلد کہتا تو اور بات تھی۔مولوی صاحب آپ کہتے ہیں کہ یہ مسلمہ بات ہے، یہ جھوٹ ہے۔فقہ حنفیہ نے اس کا رد کر دیا ہے۔اور فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ کسی مرجوح قول پر فتویٰ دینے والا جاہل ہے اجماع کا مخالف ہے... یہ جو قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے یہ قطعاً راجح قول نہیں ہے۔یہ مرجوح قول ہے۔اور جو اس قسم کے مرجوح قول ہوا کرتے ہیں۔احناف اس کی تردید کرتے ہیں۔" (فتوحات صفدر جلد ۳ ص ۳۸۶)

اس حیاتی مماتی خانہ جنگی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے

متعلق ملا جیون حنفی نے کہا ہے: ''غیر معروف الفقه والاجتهاد'' اور یہ الفاظ یونس نعمانی مماتی کے نزدیک بالکل صحیح ہیں۔ اور ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی کے نزدیک سخت گستاخانہ الفاظ ہیں، اسی لئے اوکاڑوی حیاتی نے ملا جیون حنفی کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ لیکن جب تک خود ملا جیون حنفی سے اس گستاخی سے توبہ ثابت نہ کی جائے تو اس وقت تک یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ (یعنی آل دیوبند کے اکابر) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے گستاخ تھے۔

اوکاڑوی کے نزدیک ملا جیون حنفی اور مرزا قادیانی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ پر اعتراض ایک جیسا ہے۔ کیونکہ جو باتیں ماسٹر امین اوکاڑوی نے یونس نعمانی کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ مرزا قادیانی بھی ایسے ہی کہا کرتا تھا وہ کم از کم فتوحات صفدر میں یونس نعمانی سے ثابت نہیں، یونس نعمانی نے تو صرف ملا جیون حنفی کا قول پیش کیا تھا۔!

حافظ زبیر علی زئی

آثارِ صحابہ اور آلِ تقلید

[یہاں آلِ تقلید سے مراد آلِ دیوبند اور آلِ بریلی ہیں۔]

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله الأمین، أمابعد:

اس تحقیقی مضمون میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے وہ صحیح وثابت آثار پیشِ خدمت ہیں جن کی آلِ تقلید (تقلیدی حضرات) مخالفت کرتے ہیں:

۱) مسئلۂ تقلید

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"أما العالم فإن اهتدی فلا تقلدوه دینکم"** "اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(حلیۃ الاولیاء ۵/۹۷ وسندہ حسن وقال ابونعیم الاصبہانی: "وهو الصحیح")

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"لا تقلدوا دینکم الرجال"**

تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ "مسلمانوں پر (ائمۂ اربعہ میں سے ایک امام کی) تقلیدِ شخصی واجب ہے"!

۲) سورۂ فاتحہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"في کلّ صلوٰةٍ یقرأ"**

ہر نماز میں قراءت کی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۷۲ وصحیح مسلم: ۳۹۶/۴۳ ودارالسلام: ۸۸۳)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما چاروں رکعتوں میں قراءت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۱ ح ۳۷۳۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ "چار رکعتوں والی نماز میں آخری دو رکعتوں میں قراءت نہ کی جائے تو نماز ہو جاتی ہے"! مثلاً دیکھئے القدوری (باب النوافل ص ۲۳، ۲۴)

۳) آمین بالجہر

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''عن ابن عمر كان إذا كان مع الإمام يقرأ بأم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمر ورأى تلك السنة''

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) جب امام کے ساتھ ہوتے سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ پھر لوگ آمین کہتے (تو) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) آمین کہتے اور اسے سنت سمجھتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۸۷ ح ۵۷۲ وسندہ حسن)

صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت ہے کہ عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ) نے فرمایا: '' آمین دعا ہے، ابن الزبیر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اُٹھی۔

(کتاب الاذان باب جہر الامام بالتامین قبل ح ۷۸۰)

ان آثار کے مقابلے میں آمین بالجہر کی آلِ تقلید بہت مخالفت کرتے ہیں۔

٤) مسئلۂ رفع یدین

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''كان يرفع يديه في كل تكبيرة على الجنازة '' وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید جب نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے۔

۵) مسئلۂ تراویح

خلیفۂ راشد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح وصححہ النیموی فی آثار السنن: ۷۷۶، واحتج بہ الطحاوی فی معانی الآثار ۱/۲۹۳)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ ''كنا نقوم في زمان عمر ابن الخطاب رضي الله عنه بإحدىٰ عشرة ركعة'' ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۹ وسندہ صحیح

وقال السبکی: "بسند في غاية الصحة" یہ بہت زیادہ صحیح سند سے ہے)

ان آثارِ صحیحہ کے مقابلے میں آلِ تقلید یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ "صرف بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور اس تعداد سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے۔"!

٦) نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ

طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ (تابعی) سے روایت ہے:

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے ہیں۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھو، وہ منسوخ ہے۔ دیکھئے الناسخ والمنسوخ للحازمی ص ۷۷

۹) تعدیلِ ارکان

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو فرمایا: "ماصلیتَ ولو مُتَّ مُتَّ علٰی غیر الفطرة التي فطر الله محمدًا ﷺ" تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو مر جاتا تو اس فطرت پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔ (صحیح بخاری:۷۹۱)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ تعدیلِ ارکان فرض نہیں ہے۔ مثلاً دیکھئے الھدایہ (۱/۱۰۶، ۱۰۷)

۱۰) جرابوں پر مسح

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۲ وسندہ صحیح)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۴ وسندہ صحیح)

سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۷ وسندہ صحیح)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۰ وسندہ حسن)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۹ وسندہ حسن)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱) نماز میں سلام اور اس کا جواب

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سلام کیا اور وہ نماز پڑھ رہا تھا اس آدمی نے زبان سے جواب دے دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"إذا سلّم علٰی أحد کم وهو يصلّي فلا يتكلم ولكن يشير بيده" جب کسی آدمی کو سلام کیا جائے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ ہاتھ سے اشارہ

کرے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۵۹ وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۷ ح ۴۸۱۶ مختصراً)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کے نزدیک حالتِ نماز میں سلام کرنا اور اس کا جواب دینا صحیح نہیں ہے۔

۱۲) سجدۂ تلاوت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا:

" یاأیها الناس ! إنّا نمرّ بالسجود فمن سجد فقد أصاب و من لم یسجد فلا إثم علیه " ولم یسجد عمر رضي اللّٰہ عنه .

اے لوگو! ہم سجدوں (والی آیات) سے گزرتے ہیں، پس جس نے سجدہ کیا تو صحیح کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۷)

اس فاروقی حکم سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

۱۳) ایک رکعت وتر

سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" الوتر حق فمن أحبّ أن یوتر بخمس رکعات فلیفعل ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحبّ أن یوتر بواحدة فلیفعل "

وتر حق ہے، جو شخص پانچ رکعات وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے، جو تین رکعات وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے اور جو ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔

(السنن الصغریٰ للنسائی ۳/ ۲۳۸، ۲۳۹ ح ۱۷۱۳ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک صحابی نے ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (صحیح بخاری: ۶۳۵۶)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۴)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت پڑھ کر فرمایا کہ یہ میرا وتر ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۵ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار ہیں جن میں سے بعض آثار کو نیموی (حنفی) نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن باب الوتر برکعۃ

ان آثار کی مخالفت کرتے ہوئے آلِ تقلید ایک وتر پڑھنا صحیح نہیں سمجھتے۔

۱۴) وتر سنت ہے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیس الوتر بحتم کا لصلوٰۃ ولکنہ سنۃ فلا تدعوہ''

نماز کی طرح وتر حتمی (واجب وفرض) نہیں ہے لیکن وہ سنت ہے پس اسے نہ چھوڑو۔

(مسند احمد ۱/۱۰۷ ح ۸۴۲ وسندہ حسن)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔

۱۵) تین وتر دو سلاموں سے پڑھنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۹۹۱)

آلِ تقلید اس طریقے سے وتر پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

۱۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بسم اللہ بالجہر (اونچی آواز سے) پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار ۱/۱۳۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا ثابت ہے۔ (دیکھئے جزء الخطیب وصححہ الذہبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ للخطیب ص ۱۸۰ ح ۴۱)

ان آثار کے برعکس آلِ تقلید کے نزدیک نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: بسم اللہ سراً پڑھنا بھی صحیح اور جائز ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱/۱۷۲ ح ۳۹۹)

۱۷) تکبیراتِ عیدین

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ۔

(موطأ امام مالک ۱/۱۸۰ ح ۴۳۵ وسندہ صحیح)

بارہ تکبیرات سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہیں۔

(دیکھئے احکام العیدین للفریابی: ۱۲۸ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید بارہ تکبیرات عیدین پر کبھی عمل نہیں کرتے۔

۱۸) بارش میں دو نمازیں جمع کرنا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بارش میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے تھے۔

(دیکھئے موطأ امام مالک ۱/۱۴۵ ح ۳۲۹ وسندہ صحیح)

اس کے سراسر خلاف آلِ تقلید بارش میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کو کبھی جائز نہیں سمجھتے۔

۱۹) پگڑی پر مسح

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ عمامے پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۲ ح ۲۲۴ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عمامے پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۲ ح ۲۲۲ وسندہ حسن)

ان آثار سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عمامے پر مسح کرنا چاہے تو جائز ہے۔ اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ عمامے پر مسح جائز نہیں ہے۔

۲۰) سفر میں دو نمازیں جمع کرنا

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سفر میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۷ ح ۸۲۳۵ وسندہ صحیح)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۷ ح ۸۲۳۴ وسندہ حسن)

ان آثار کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۱) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''كنا نتوضأ من لحوم الإبل'' ہم اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۶ ح ۵۱۳ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹ کا گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۴۷ ح ۵۱۵) یہ روایت یحییٰ بن قیس الطائفی کی جہالتِ حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یحییٰ مذکور کو ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ و اللہ أعلم

۲۲) نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے سنن الدارقطنی ۱/۱۷۲ ح ۶۵۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۳) اپنی بیوی کا شہوت سے بوسہ لینا اور وضو؟

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''في القبلة وضوء''

بوسہ لینے میں وضو ہے۔ (سنن الدارقطنی ۱/۱۴۵ ح ۵۱۳ وقال: ''صحیح'' وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ بوسہ لینے میں وضو نہیں ہے۔

۲۴) اپنا آلۂ تناسل چھونے سے وضو

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''من مس ذكره توضأ''

جس نے اپنا آلۂ تناسل چھوا وہ وضو کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۴ ح ۱۷۳۶ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی شرمگاہ کو چھوتے تو وضو کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۴ ح ۱۷۳۳ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ آلۂ تناسل چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ ''یہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے'' وہ منسوخ ہے۔

دیکھئے اخبار اہل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث بمقدار المنسوخ من الحدیث لابن الجوزی ص ۳

(ح ۵۷)اور الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ الآثار للحازمی (ص ۷۷)

۲۵) نماز کا اختتام سلام سے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مفتاح الصلوٰة الطهور وإحرامها التكبير وانقضاؤ ها التسليم'' نماز کی چابی طہارت، اس کا احرام (آغاز) تکبیر اور اختتام سلام سے ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۶/۲ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نماز سے خروج سلام کے علاوہ کسی اور منافیِ صلوٰۃ عمل سے بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً دیکھئے المختصر للقدوری (ص ۲۲ باب الجماعۃ)

۲۶) نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو رفع یدین کرتے پھر تکبیر کہتے، پھر جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۷/۳ ح ۱۱۴۹۱ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کے نزدیک نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا صحیح نہیں ہے۔

۲۷) نمازِ جمعہ میں قراءتِ سورۃ الاعلیٰ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا

عمیر بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے: ''میں نے ابوموسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمعہ کے دن نماز پڑھی تو انھوں نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ کی قراءت کے بعد نماز ہی میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى'' پڑھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰۸/۲ ح ۸۶۴۰ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ کی قراءت کے بعد ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى'' پڑھا۔ (ابن ابی شیبہ ۵۰۹/۲ ح ۸۶۴۲ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کا اس پر عمل نہیں ہے بلکہ اُن کے عام امام نمازِ جمعہ میں سورۃ الاعلیٰ کی قراءت ہی نہیں کرتے۔

۲۸) نابالغ بچے کی امامت

سیدنا عمرو بن سلمہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے مجھے امام بنایا اور میں چھ یا سات سال کا (بچہ) تھا۔ (صحیح بخاری:۴۳۰۲)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نابالغ بچے کی امامت مکروہ یا ناجائز ہے۔

۲۹) صف میں ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ صف بندی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وکان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه" اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری:۷۲۵)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید اس عمل کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۳۰) نمازِ ظہر میں ایک آیت جہراً پڑھنا

حمید الطّویل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "صلیت خلف أنس الظهر فقرأ بِ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وجعل یسمعنا الآیة"

میں نے انس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی، آپ نے سورۃ الاعلیٰ پڑھی اور ہمیں ایک آیت سنانے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۲ ح ۳۶۴۳ وسندہ صحیح)

آلِ تقلید اس کے قائل نہیں ہیں۔

۳۱) نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اُٹھنا

ابو قلابہ رحمہ اللہ نے سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: جب وہ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے، بیٹھ جاتے اور زمین پر (ہاتھوں سے) اعتماد کرتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ (صحیح بخاری:۸۲۴)

ازرق بن قیس رحمہ اللہ نے فرمایا: "رأیت ابن عمر نهض فی الصلوٰة ویعتمد علیٰ یدیه" میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر

کھڑے ہوتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۵ ح ۳۹۹۶ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید ہاتھ ٹیکنے کے بغیر اور بیٹھنے کے بغیر نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۳۲) سورۃ الحج میں دو سجدے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحج کی تلاوت فرمائی تو اس میں دو سجدے کئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱ ح ۴۲۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی سورۂ حج میں دو سجدوں کے قائل تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی سورۂ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۸ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید صرف ایک سجدے کے قائل ہیں اور دوسرے سجدے کے بارے میں کہتے ہیں: "السجدة عند الشافعي"!

۳۳) نماز میں قرآنِ مجید دیکھ کر تلاوت کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام رمضان میں قرآن دیکھ کر انھیں نماز پڑھاتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۳۸ ح ۷۲۱۶ وسندہ صحیح، کتاب المصاحف لابن ابی داود ص ۲۲۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام قرآن پکڑے ہوئے لقمہ دیتا تھا۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۳۳۸ ح ۷۲۲۲ وسندہ حسن)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید دیکھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۳۴) فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتیں اور نوافل پڑھنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة إلا المكتوبة" جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۷۶ ح ۶۴۱۲۸ وسندہ صحیح)

اس کے خلاف آلِ تقلید صبح کی سنتیں پڑھتے رہتے ہیں اور فرض نماز ہو رہی ہوتی ہے۔

۳۵) خطبۂ جمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں۔

(دیکھئے سنن الترمذی:۵۱۱، وقال: ''حدیث حسن صحیح'' مسند الحمیدی:۷۴۱ وسندہ حسن)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ خطبہ کے دوران میں دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔

۳۶) نمازِ مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (دیکھئے مشکل الآثار للطحاوی، تحفۃ الاخیار ۲/۴۷۲ ح ۹۱۳ وسندہ حسن)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵)

اس کے سراسر برخلاف آلِ تقلید ان دو رکعتوں کے قائل و فاعل نہیں ہیں۔

۳۷) سفر میں پوری نماز پڑھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۲ ح ۸۱۸۹ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سفر میں پوری نماز جائز نہیں ہے۔

۳۸) نماز جنازہ جہراً پڑھنا

طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ایک جنازے پر سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی پھر فرمایا: ''سنة وحق'' یہ سنت اور حق ہے۔ ملخصاً (سنن النسائی ۴/۷۴ ح ۱۹۸۹ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید جہری نمازِ جنازہ کے سرے سے قائل ہی نہیں بلکہ سخت مخالفت کرتے ہیں۔

۳۹) نمازِ جنازہ کے بعد دوسری نمازِ جنازہ

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً تین دن بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان

کی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۶۱ ح ۱۱۹۳۹ وسندہ صحیح)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ میت کی ایک نمازِ جنازہ ہونے کے بعد دوسری نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

٤٠) خون نکلنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی کو تیر لگا، وہ نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے تیر نکالا اور نماز پڑھتے رہے... الخ

(سنن ابی داود: ۱۹۸ وسندہ حسن وصححہ ابن خزیمہ: ۳۶ وابن حبان، الموارد: ۱۰۹۳ والحاکم ۱/۱۵۶ ووافقہ الذہبی وعلقہ البخاری فی صحیحہ ۱/۲۸۰ قبل ح ۱۷۶)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

٤١) جمعہ کے دن نمازِ عید کے بعد نمازِ جمعہ ضروری نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے عید والے دن عید کی نماز پڑھائی اور اس دن نمازِ جمعہ نہیں پڑھائی۔ یہ بات جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا:

"أصاب السنة" انھوں نے سنت پر عمل کیا ہے۔

(سنن النسائی ۳/۱۹۴ ح ۱۵۹۳ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۱۴۶۵ والحاکم ۱/۲۹۶ علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ اگر جمعہ کے دن عید ہو تو نمازِ عید اور نمازِ جمعہ دونوں پڑھنا ضروری ہیں۔

تقلید کے رد کے بعد نماز و طہارت کے بارے میں صحیح و ثابت آثارِ صحابہ کے ان چالیس حوالوں سے معلوم ہوا کہ آلِ تقلید (تقلیدی حضرات) اندھی تقلید کی وجہ سے نماز و طہارت کے مسائل میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال کی مخالفت کرتے ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ (۱۱/ شعبان ۱۴۲۷ھ)

آلِ دیوبند اور تنقیصِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اہل حدیث کے خلاف تقریر و تحریر میں آلِ دیوبند کی ایک روش یہ بھی ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف اپنے عقائد و اعمال کو چھپانے کے لئے اہل حدیث کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کرتے ہیں۔

ایک دیوبندی اسماعیل جھنگوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلد اپنے من مرضی کی تشریح دین میں کرتے ہیں۔ جب صحابہ کرامؓ کو رکاوٹ دیکھتے ہیں تو ان پاک ہستیوں پر بھی تبرّا سے باز نہیں آتے۔'' (تحفہ اہل حدیث حصہ سوم ۴۷)

اہل حدیث پر طنز کرتے ہوئے جھنگوی نے مزید لکھا ہے: ''ایک نیا حوالہ ملاحظہ فرمائیں اور وہابی کی فہم دانی کی وسعت کا اندازہ لگائیں۔ یہ میرے ہاتھ میں فتاویٰ برکاتیہ ہے، جس کے ص ۳۶ پر لکھا ہے۔

''عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل اگر صحیح سند کے ساتھ بھی ثابت ہو تو نبیؐ کے عمل کے خلاف ان کا عمل ہمارے لیے دلیل نہیں ہے!''

اس عبارت کو بار بار دیکھیں پڑھیں غور کریں کہ اس سے صحابہ کرامؓ پر اپنی عقل و فہم کو فوقیت دی جا رہی ہے یا نہیں۔'' (تحفۂ اہل حدیث حصہ سوم ص ۴۹)

دوسری طرف آل دیوبند کے ''مفتی'' محمد تقی عثمانی نے کہا: ''اب صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اثر رہ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو اس میں شدید اضطراب ہے، دوسرے اگر بالفرض اسے سنداً صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی وہ ایک صحابی کا اجتہاد ہو سکتا ہے، جو حدیثِ مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں...'' (درس ترمذی ج ۱ ص ۲۸۳)

نیز مشہور دیوبندی حسین احمد ٹانڈوی نے کہا: ''نیز! موطا امام مالکؒ میں امام مالکؒ

اپنے بلاغات میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قُبلہ (بوسہ) سے وضو کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مگر یہ منقطع روایت صحاح کی روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر اسے صحیح بھی مانا جائے تو یہ ابن مسعودؓ کا اپنا مسلک اور فتویٰ ہوگا جس کو ان صحاح کی روایات اور رئیس المفسرین ابن عباسؓ کی تفسیر کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا جائے گا۔ ابن مسعودؓ کے بعض اقوال کو احناف نے ترک بھی کر دیا ہے۔" (تقریر ترمذی ص ۱۹۶)

قارئین کرام! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جس عبارت پر جھنگوی صاحب کو اعتراض ہے، تقریباً اسی طرح کی عبارتیں آلِ دیوبند کے اکابر کی بھی ہیں، لیکن آلِ دیوبند اپنے اکابر پر جھنگوی کی طرح طنز نہیں کرتے۔

اب آلِ دیوبند کو آئینہ دکھانے کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کے حوالے درج کئے جاتے ہیں:

۱) سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے متعلق آلِ دیوبند کے "شیخ الہند" محمود حسن دیوبندی نے کہا: "حنفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ کو سکنیٰ اس لئے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں۔"

(تقاریر شیخ الہند ص ۱۳۳)

۲) آلِ دیوبند کے پیر مشتاق علی شاہ نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے: "...(خدا جانے سچ کہتی ہے یا جھوٹ بولتی ہے)" (ترجمان احناف ص ۱۹۹)

۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"اور یہ عبادہ مجہول الحال ہے (میزان الاعتدال)" (تجلیات صفدر مطبوعہ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد ۱۵۲/۳، جزء القراۃ بحاشیہ امین اوکاڑوی ص ۱۳۱ تحت ح ۱۵۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض میں یہ لوگ جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اوکاڑوی کے اس جھوٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "یاد رہے کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میزان الاعتدال کا حوالہ اوکاڑوی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے۔ میزان الاعتدال میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے

میں مجہول الحال کا کوئی فتویٰ موجود نہیں ہے۔ والحمدللہ'' (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۲۶)

٤) حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے کہا: ''یہ کہ اس کو عبادہ بن الصامت معنعناً ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں''

(توضیح ترمذی ص ۴۳۶، طبع مدنی مشن بک ڈپو مدنی نگر کلکتہ ۵۱ ہندوستان)

یہ ٹانڈوی صاحب کا صحابی کی توہین کے ساتھ صریح جھوٹ بھی ہے۔

٥) آلِ دیوبند کے بزرگ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے کہا: ''رات کو خواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی انہوں نے ہمیں سینہ سے لگایا ہم اچھے ہوگئے۔''

(ملفوظات تھانوی ۲۴/۲۵۴)

محمد شہزاد ترابی بریلوی نے بھی مذکورہ عبارت کو آل دیوبند پر تنقید کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے کڑواسچ ص ۲۱۱)

ایسی گستاخیوں کے متعلق آلِ دیوبند یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ خواب کا واقعہ ہے، لیکن اگر کوئی آلِ دیوبند کے کسی ''عالم'' سے کہے کہ تمھاری ماں یا بہن نے مجھے خواب میں اپنے سینے سے لگایا تو انھیں کتنی تکلیف ہوگی۔!

نیز ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''حدیث شریف میں آیا ہے کہ اچھا خواب تو ذکر کیا جائے مگر برے خوابوں کا لوگوں سے تذکرہ نہ کیا جائے'' (ارمغان حق ۲/۲۵۸)

٦) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' تقی عثمانی صاحب کا اپنے ہی ''عالم'' کے متعلق اعلانِ حق پیشِ خدمت ہے، چنانچہ تقی عثمانی صاحب نے کہا ہے: ''لیکن صاحب ہدایہ کی یہ توجیہ حضرت ابومحذورہؓ کی فہم سے بدگمانی پر مبنی ہے، جو مناسب نہیں۔''

(درس ترمذی ۱/۴۵۵ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

ثابت ہوا کہ تقی عثمانی صاحب کے نزدیک بھی صاحبِ ہدایہ (ملا مرغینانی حنفی) نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کیا ہے اور یہ نامناسب ہے۔

٧) تبلیغی جماعت والے طارق جمیل دیوبندی نے کہا: ''تو حضرت عمرؓ ایسے بھیگی بلی بنے

سن رہے، ایسے سن رہے۔'' (بیاناتِ جمیل ص ۸۳ جلد دوم، طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۸) منیر احمد منور دیوبندی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھا ہے:

''جواب نمبر (۲)...

ثانیاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ زمانہ نبوت میں بچے تھے پس ممکن ہے کہ جب نبی علیہ السلام کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ تم میں سے جو چاہے نماز جمعہ پڑھے اور جو چاہے لوٹ جائے یہ خطاب صرف اہل دیہات کے لئے تھا لیکن یہ دونوں حضرات اس کی پوری مراد نہ سمجھ سکے اور اس کو ہر ایک کے لئے سمجھ لیا تو اسی اپنی بچپن والی سماعت وفہم کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عمل کیا اور عبداللہ بن عباسؓ نے تصدیق کی اور فرمایا اصاب السنۃ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی جانب سے جو اعلان ہوا تھا یہ عمل اس کے مطابق ہے حالانکہ وہ اعلان اہل دیہات کے لئے تھا جبکہ ان ہر دو حضرات نے بچپن کی وجہ سے اس کو عام سمجھ لیا تھا اور اب تک وہی بات ان کے ذہن میں تھی۔''

(نماز عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۶۷)

قارئین کرام! اسی مضمون کے شروع میں ہم حسین احمد دیوبندی کے حوالہ سے نقل کرآئے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو رئیس المفسرین کہا، لیکن منیر احمد منور دیوبندی نے ان کی سماعت وفہم پر اعتراض کر دیا۔

۹) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''و کان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه و قدمه بقدمه''

اور ہم میں سے ہر شخص (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا۔'' (صحیح بخاری: ۷۲۵)

اس روایت کا مذاق اڑاتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت انسؓ بھی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ امام بخاریؒ نے اس قول کو مکمل بھی نقل نہیں فرمایا۔ ان کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ نے اس کے بعد یہ نقل کیا ہے ولو ذھبت تفعل ذلک لتریٰ أحدھم کأنہ بغل شموس ص ۳۵۱ ج ۱) اگر تو آج اس طرح ٹخنے ملائے تو دیکھے گا کہ یہ لوگ (صحابہ وتابعین) بِدکے ہوئے خچروں کی طرح بھاگیں گے۔ ظاہر بات ہے بڑی عمر کا عقل والا آدمی نابالغ کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت انسؓ نے اپنے بچپنے میں جو کام کیا بچوں کے ساتھ وہ روایت کیا، لیکن جب وہ بڑے ہو گئے تو صحابہ وتابعین ان کے بچپنے کی عادت سے بیزار تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ٹخنے ملانا نہ سنت نبوی ہے نہ سنت صحابہ، اگر یہ سنت یا مستحب ہوتا تو صحابہ وتابعین کبھی اس سنت سے بیزار نہ ہوتے (امین اوکاڑوی)'' (حاشیہ امین اوکاڑوی علیٰ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۰ ، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

امین اوکاڑوی کے برعکس سیدنا انس رضی اللہ عنہ بذاتِ خود فرماتے ہیں:

" قدم النبي صلی اللہ علیہ وسلم المدينة و أنا ابن عشر و مات و أنا ابن عشرين "

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا اور جب آپ فوت ہوئے تو میں بیس سال کا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ باب ۱۷ ح ۱۲۵/ ۲۰۲۹ و ترقیم دارالسلام: ۵۲۹۰، درسی نسخہ ج ۲ ص ۱۷۴، نسخہ وحید الزمان ۵/۲۶۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیس سال کے بالغ نوجوان تھے، لہٰذا اوکاڑوی نے انھیں نابالغ بچہ کہہ کر جھوٹ بھی بولا ہے اور ان کا مرتبہ گھٹا کر توہین بھی کی ہے۔

اوکاڑوی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے صحابہ وتابعین کو خچروں سے تشبیہ دی تھی اور صحابہ وتابعین ان سے بیزار تھے بلا دلیل ہے، بلکہ خود اوکاڑوی کا نظریہ تو یہ تھا کہ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسے بدعتی لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے نماز کو بھی تبدیل کر دیا تھا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۷، صلوٰۃ الرسول پر تحقیقی نظر ص ۱)

تنبیہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ میں ''یہ لوگ'' سے مراد صحابۂ کرام نہیں بلکہ

زمانۂ تابعین کے بعض مجہول اشخاص ہیں اوران کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں۔

اورآلِ دیوبند کے ''فخر المحدثین'' فخر الدین احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ کے آخری زمانہ میں تو یہ صورت معلوم ہوتی ہے کہ تکبیرات انتقال کا ترک عام ہوگیا تھا'' (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ج۱ص ۵۲۵تا۵۲۶)

نیز لکھا ہے: ''روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تکبیراتِ انتقال برائے نام رہ گئی تھیں، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی پر زور دیا، شمار کرانا وغیرہ شروع کیا،''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ص ۵۲۶)

معلوم ہوا کہ اوکاڑوی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا انداز سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی توہین ہے۔

۱۰) سرفراز صفدر صاحب کے بیٹے عبدالقدوس خان قارن نے کہا: ''احناف میں سے عیسیٰ بن ابان نے (جو کہ امام شافعیؒ کے ہم عصر ہیں) کہا ہے کہ مصراۃ والی حدیث صرف حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ غیر فقیہ ہیں اس لیے ان کی یہ روایت قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہے اور اسی سے بعض حضرات نے اصول فقہ کی کتابوں مثلاً نور الانوار ص ۱۸۳ اور اصول الشاشی ص ۷۵ وغیرہ میں لکھ دیا ہے مگر یہ نظریہ جمہور احناف کا نہیں بلکہ صرف عیسیٰ بن ابانؒ کا ہے۔''

(خزائن السنن جلد دوم ص ۱۰۷، تالیف عبدالقدوس قارن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کو حجت ماننا تو درکنار یہاں تو آلِ دیوبند کے اکابر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر ان کی بیان کردہ حدیث کو ہی متروک کہہ ڈالا ہے اور اپنے خودساختہ قیاس کو ترجیح دی ہے۔ یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اس کا احساس بعض آلِ دیوبند کو بھی ہوا، چنانچہ انور شاہ کشمیری صاحب نے کہا: ''حضرت ابو ہریرہؓ کو غیر فقیہہ کہنا اور پھر یہ کہنا کہ غیر فقیہ کی روایت کا اعتبار نہیں یہ ایسی بات ہے کہ اس کو کتابوں سے نکال دینا چاہیے (العرف الشذی ص ۳۹۴)'' (خزائن السنن جلد دوم ص ۱۰۸، از عبدالقدوس قارن)

لیکن افسوس کشمیری صاحب کی اس بات پر ابھی تک عمل نہیں کیا گیا۔

دیوبندیوں کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ نے نور الانوار پر ایک جامع تعلیق سپرد قلم کی ہے۔اس کی تیسری جلد ص ۲۴۵ تا ۲۴۶ پر باحوالہ اٹھارہ (18) فقہائے احناف سے ثابت کیا ہے کہ انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہا ہے۔

۱۱) شبلی نعمانی صاحب کے متعلق سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''مشہور مورّخِ اسلام اور حنفی عالم'' (احسن الکلام ص ۳۷ جلد ا)

اور دوسری جگہ لکھا ہے: ''شمس العلماء مورخِ اسلام علامہ شبلی نعمانیؒ''

(احسن الکلام ص ۴۲۰ جلد ا)

مزید دیکھئے الکلام المفید (ص ۲۴۷)

شبلی نعمانی نے لکھا ہے: ''صحابی کی سمجھ کوئی دلیل نہیں''

(سیرۃ النعمان 'کامل' ص ۱۳۸، دارالاشاعت کراچی)

۱۲) امین اوکاڑوی نے یہ تسلیم کیا ہوا ہے کہ نور الانوار میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جاہل کہا گیا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۳/ ۴۶۶، مناظرہ کوہاٹ کی جھلکیاں) اور فتوحات صفدر (۲/ ۷۰)

اوکاڑوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا: ''پروفیسر صاحب کو میں نے کہا تھا کہ نور الانوار کے حاشیہ پر اس کا جواب لکھا ہوا ہے۔ میں نے حاجی صاحب کو نشان لگا کر دے دیا ہے۔اب جو بات صاحب کتاب نے لکھی ہے ہم قطعاً اس کی جرأت نہیں کر سکتے یہ ہے بے ادبی کی بات۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۷۵)

اوکاڑوی نے گستاخی کرنے والے کا دفاع کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے:

''جس طرح قاری صاحب غلطی کر رہے ہیں اور سامع اس کو صحیح کر دے پھر اس غلطی کو پیش کرنا ایسے آدمی کا کام ہے جس کا دامن دلائل سے بالکل خالی ہو۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۷۰۔۷۱)

قارئین کرام! اس کا فیصلہ آپ خود کریں کہ کیا صحابی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کرنے والا شخص

اور بھول کر قرآن غلط پڑھنے والا شخص ایک برابر ہیں؟!

تنبیہ: اس مضمون میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دیوبندی ''علماء'' کے جو حوالے درج کئے گئے ہیں، ہم ان دیوبندی حوالوں میں گستاخانہ الفاظ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم نے انھیں مجبوراً نقل کیا ہے، تاکہ لوگوں کو دیوبندیوں کا اصل چہرہ معلوم ہو جائے۔

ہاں! مقلدینِ دیوبند کا عمل خلفائے راشدین کے مخالف ہے

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والی حدیث کو صحیح قرار دے کر فقہ الحدیث بیان کرتے ہوئے لکھا تھا:

"⑥ اہلِ حدیث (محدثین کرام اور متبعینِ حدیث) کے خلاف بعض آلِ تقلید یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ یہ تو خلفائے راشدین کے خلاف ہیں۔ اسی سلسلے میں پالن گجراتی نامی ایک شخص نے "جماعت اہلِ حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف" نامی کتاب لکھی ہے جس میں کذب و افتراء اور مغالطات پر کاربند و گامزن رہتے ہوئے اس شخص نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہلِ حدیث خلفائے راشدین کے خلاف ہیں۔ اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیشِ خدمت ہیں جن میں آلِ تقلید نے خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کی ہے:" (الحدیث نمبر ۵۳ ص ۹)

اس کے جواب میں الیاس گھمن دیوبندی کے رسالہ قافلہ حق (ج ۳ شمارہ نمبر ۱) میں ابوالحسن دیوبندی (؟) کا مضمون بنام: "کیا مقلدین کا عمل خلفائے راشدین کے مخالف ہے؟" شائع ہوا، جس کا جواب دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ بہت سے ایسے دوست بھی ہیں جن کے پاس حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا رسالہ الحدیث تو جاتا ہے، لیکن دیوبندیوں کا رسالہ "قافلہ حق" نہیں جاتا۔ اس لئے الحدیث کے قارئین بھی دیکھ لیں کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا تیر بالکل نشانے پر لگا ہے۔

ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

"ماہنامہ الحدیث کے شمارہ نمبر 53 میں مجتہد آل حدیث جناب زبیر علی زئی کا مضمون رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے نام سے چھپا۔ جس میں عادت سے مجبور مجتہد صاحب نے شرمناک جھوٹ بولتے ہوئے مقلدین پر الزام عائد کیا کہ یہ خلفائے راشدین کے عمل سے منحرف

ہیں۔ چنانچہ الحدیث شمارہ 9/53 پر لکھتے ہیں "اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے دس حوالے پیش خدمت ہیں۔ جن میں آل تقلید نے خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کی ہے۔ ص 9 پر نمبروار گیارہ حوالے نقل کئے ہیں۔ ارباب انصاف اس گامن سچار علی زئی صاحب کی فریب کاری ملاحظہ فرمائیں۔" (دیوبندی رسالہ: قافلہ حق ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۱۶)

قارئین کرام! حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے گیارہ حوالے نقل کئے تھے اور لفظ بھی گیارہ ہی لکھا تھا لیکن ابوالحسن دیوبندی نے گیارہ کو دس بنا دیا اور پھر جواب بھی دس حوالوں کا ہی دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

"مثال نمبر ا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ج ۲ ص ۳۲۸ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل ہونے پر شروع ہو جاتا ہے مگر اس فتوے کے مخالف آلِ تقلید کا یہ طرزِ عمل ہے کہ وہ دو مثل کے بعد عصر کی اذان دیتے ہیں۔"

(ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۳ ص ۹)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

"ا۔ سیدنا عمرؓ نے لکھا کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک ہے (الاوسط فی المنذر)

الجواب: اگر چہ مجتہد آل حدیث نے اپنی رائے سے اس اثر کا مطلب تراشا اور حضرت عمرؓ پر جھوٹ بولا کہ ان کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ عصر کا وقت آدمی کے برابر سایہ ہونے پر شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس پورے اثر میں وقت عصر کی صراحت بالکل موجود نہیں۔ اس کے باوجود زبیر علی زئی کا یہ جھوٹ ہے کہ آل تقلید اس روایت پر عمل نہیں کرتے حالانکہ امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاقؒ وغیرہ کا عمل اس علی زئی کے بیان کردہ مطلب کے مطابق ہے۔ امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی تعجیل العصر میں عبداللہ ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ کا مذہب تعجیل عصر لکھا ہے [ترمذی 138/1]

حرمین شریفین میں آج تک عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ایسے وقت میں ادا کی جاتی ہے جب کہ سایہ آدمی کے برابر ہو جاتا ہے تو کیا علی زئی ثابت کر سکتا ہے کہ ائمہ حرمین تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں

اور یہ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید ان کے نزدیک حرام ہے'' (قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۱۶۔۱۷)

قارئین کرام! امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہو یہ، امام عبداللہ بن المبارک اور امام ترمذی رحمہم اللہ یہ سب اہلِ حدیث کے امام تھے اور ہرگز آلِ تقلید نہیں تھے۔

ابوالحسن دیوبندی کی پوری عبارت آپ کے سامنے ہے کہ ابوالحسن دیوبندی نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ بہت سے ائمہ مسلمین اور حرمین شریفین کا عمل خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کے مطابق ہے، لیکن ابوالحسن دیوبندی نے اپنا (یعنی دیوبندیوں کا) نام تک نہیں لیا جس سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذکورہ اثر کی مخالفت کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کی کسی بھی مسجد میں جا کر دیکھ لیں، وہ دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھتے ہیں اور اپنی مسجد میں وہ ایک مثل پر کبھی عصر کی نماز نہیں پڑھتے۔

اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی ''بعض آلِ تقلید'' اور پالن گجراتی (جو کہ دیوبندی ہے) کی صراحت کر کے لکھا ہے کہ: ''اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیشِ خدمت ہیں'' (دیکھئے الحدیث: ۵۳ ص ۹)

اتنی واضح صراحت کے باوجود ابوالحسن دیوبندی کا یہ ثابت کرنا کہ (دیوبندیوں کے علاوہ) فلاں فلاں کا عمل اس اثر کے مطابق ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے قول کو جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ تمام مقلدین اس اثر کی مخالفت کرتے ہیں، کوئی بھی مقلد اس اثر کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

اگر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ یہ بھی لکھ دیتے کہ تمام مقلدین کا عمل اس اثر کے خلاف ہے تو بھی آل دیوبند کے اصولوں کے مطابق جھوٹ نہ ہوتا، کیونکہ تمام کو عربی میں کل کہتے ہیں۔

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اگرچہ لفظ کل اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کُل اور بعض اور عموم و خصوص دونوں کے لئے برابر آتا ہے''

(ازالۃ الریب ص ۴۶۷)

باقی ابوالحسن دیوبندی کا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ انھوں نے اپنی

رائے سے اس اثر کا مطلب تراشا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا ہے بذاتِ خود ابوالحسن دیوبندی کا جھوٹ ہے، کیونکہ جن احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر کو جمع کر کے پڑھا تھا، ان احادیث کو آلِ دیوبند جمع تقدیم یا تاخیر کی بجائے جمع صوری پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو ظہر کے آخری وقت میں پڑھا تھا اور عصر کو عصر کے شروع وقت میں پڑھا تھا اور آل دیوبند کے نزدیک بھی ''ظہر کا آخری وقت وہ ہوتا ہے جب عصر کی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے'' (نماز مسنون ص ۱۸۱)

تو پھر ظاہر ہے کہ ظہر وعصر کے درمیان کوئی مہمل وقت نہیں ہے وگرنہ آل دیوبند کا یہ جمع صوری والا فلسفہ بے کار ہو جائے گا، اب آل دیوبند ہی بتائیں! کیا وہ ظہر کا وقت خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک تسلیم کرتے ہیں؟

اور پھر تقلید کے متعلق ابوالحسن دیوبندی کا یہ کہنا کہ ''کیا علی زئی ثابت کرسکتا ہے کہ ائمہ حرمین تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید اُن کے نزدیک حرام ہے۔''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تو اپنے پورے مضمون میں یہ لکھا ہی نہیں کہ تقلید شرک ہے، البتہ سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعض مقلدین نے اپنے امام کو معصوم عن الخطاء مُصیب وجوباً مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل اور خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اسکی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالےٰ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین ہے الخ (فتاویٰ امدادیہ ج۴ ص ۸۸)'' (الکلام المفید ص ۳۰۵)

اشرفعلی تھانوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُنکے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی

ہی بعید ہو اور خواہ دوسری طرف دلیل قوی اُس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں...'' (تذکرۃ الرشید ج۱ص۱۳۱)

سرفراز صفدر دیو بندی نے (خود) لکھا ہے: ''کوئی بدبخت اور ضدّی مقلّد دِل میں یہ ٹھان لے کہ میرے امام کے قول کے خلاف اگر قرآن وحدیث سے بھی کوئی دلیل قائم ہو جائے تو میں اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا تو وہ مشرک ہے ہم بھی کہتے ہیں لا شك فيه''

(الکلام المفید ص ۳۱۰)

ابوالحسن دیو بندی کو چاہیئے کہ اشرفعلی تھانوی اور سرفراز صفدر کی مذکورہ عبارتوں پر غور کرے، ہوسکتا ہے کہ اس کی غلط فہمی دور ہو جائے، **باقی رہا ابوالحسن کا شافعیوں کے متعلق کہنا کہ ان کا عمل خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مطابق ہے تو کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون دیوبندیوں کے متعلق ہے۔**

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے حنفیوں اور شافعیوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''٦: تقلیدِ شخصی کی وجہ سے آلِ تقلید نے اپنے تقلیدی بھائیوں پر فتوے تک لگا دیئے مثلاً:

محمد بن موسیٰ البلاساغونی حنفی سے مروی ہے کہ اس نے کہا:

''**لو كان لي أمر لأخذت الجزية من الشافعية**'' اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شافعیوں سے (انہیں کافر سمجھ کر) جزیہ لیتا۔ (میزان الاعتدال للذہبی ج۴ص۵۲)

عیسیٰ بن ابی بکر بن ایوب الحنفی سے جب پوچھا گیا کہ تم حنفی کیوں ہو گئے ہو جب کہ تمھارے خاندان والے سارے شافعی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ گھر میں ایک مسلمان ہو۔! (الفوائد البہیہ ص۱۵۲، ۱۵۳)

حنفیوں کے ایک امام السفکر دری نے کہا: ''**لا ينبغي للحنفي أن يزوج بنته من شافعي المذهب و لكن يتزوج منهم**'' حنفی کو نہیں چاہیئے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی

شافعی مذہب والے سے کرے لیکن وہ اس (شافعی) کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔(فتاویٰ بزازیہ علیٰ ہامش فتاویٰ عالمگیریہ ج ۴ ص ۱۱۲) یعنی شافعی مذہب والے (حنفیوں کے نزدیک) اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کے حکم میں ہیں۔ دیکھئے البحر الرائق (ج ۲ ص ۴۶)

۷: تقلیدِ شخصی کی وجہ سے حنفیوں اور شافعیوں نے ایک دوسرے سے خونریز جنگیں لڑیں۔ ایک دوسرے کو قتل کیا، دکانیں لوٹیں اور محلے جلائے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) کی معجم البلدان (ج ۱ ص ۲۰۹ ''اصبہان'' ج ۳ ص ۱۱۷) ''

(دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۹۔۹۰)

دوسری مثال عرض کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال ۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ صبح کی نماز پڑھو اور ستارے صاف گھنے ہوئے ہوں۔ (موطأ امام مالک ج ۱ ص ۶ ح ۶ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے مگر اس فاروقی حکم کے سراسر مخالف آلِ تقلید خوب روشنی کر کے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۹)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

''۲۔ سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کو حکم دیا کہ صبح کی نماز پڑھو اور ستارے گھنے ہوں

[الاوسط لابن المنذر]

الجواب: یہ مجتہد آل حدیث کا ایسا بھاری جھوٹ ہے جس میں جہالت و دھوکہ کی آدھ و آدھ ملاوٹ بھی ہے۔ خوف خدا سے عاری اور خود اپنی قوم کا دشمن آل تقلید کا تمسخر کر کے یہ الزام لگاتا ہے۔ حالانکہ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحٰق وغیرہ اس روایت میں بیان کردہ وقت پر نماز فجر کو ادا کرنا افضل قرار دیتے ہیں۔ اپنے ساتھ قوم اوران پڑھوں کی عافیت برباد کرنے والے مجتہد باوا کو ذرا آنکھیں کھول کر ترمذی کا باب ماجاء فی التغلیس بالفجر پڑھنا چاہیے۔ مذکورہ مجتہدین کا مذہب اندھیرے میں پڑھنے کو افضل قرار دیتا لکھا ہوا ہے [ترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی التغلیس بالفجر 136/1]'' (قافلہ ...ج ۳ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

قارئین کرام! ابوالحسن دیوبندی کی پوری عبارت آپ کے سامنے ہے۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ اپنے مقصد میں سوفی صد کامیاب رہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ دیوبندیوں کا عمل خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے، کیونکہ آلِ دیوبند اپنی مساجد میں خوب روشنی کر کے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ''بعض آلِ تقلید'' اور پالن گجراتی (جو کہ دیوبندی تھا) کی شروع میں صراحت کر کے لکھا تھا: ''اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیشِ خدمت ہیں جن میں آلِ تقلید نے خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کی ہے''

اس صراحت کے باوجود ابوالحسن دیوبندی کا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے خلاف زبان درازی کرنا بڑا عجیب و غریب ہے۔ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی دیوبندی نے علانیہ کہا تھا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اذا خاصم فجر'' یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچاوے'' (مناظرہ سلانوالی ص ۱۲۹، فتوحات نعمانیہ ص ۸۵۸)

اگر ابوالحسن دیوبندی کے خیال میں یہ بات جھوٹ ہے، کیونکہ خلیفۂ راشد کے حکم پر فلاں فلاں لوگ عمل کرتے ہیں تو پھر حافظ زبیر علی زئی نے یہ کیوں لکھا کہ آلِ تقلید خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کرتے ہیں؟

تو عرض ہے کہ اگر آپ کے نزدیک اس طرح لکھنے سے یہ بات جھوٹ شمار ہوتی ہے تو اس طرح کے جھوٹ انوار خورشید دیوبندی نے بھی بول رکھے ہیں۔

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''لیکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکیدی حکم اور عام صحابہ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۴۶)

ابوالحسن دیوبندی کے اصول کے مطابق انوار خورشید کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقلدِ آل

تقلید کا ایسا بھاری جھوٹ ہے جس میں جہالت ودھوکا کی آدھوآدھ ملاوٹ بھی ہے۔ خوف خدا سے عاری اور خود اپنی قوم کا دشمن غیر مقلدین کا ''تنز'' (طنز) کرکے یہ الزام لگاتا ہے۔ حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ اس روایت میں بیان کردہ وقت پر نماز فجر کو ادا کرنا افضل قرار دیتے ہیں۔ اپنے ساتھ قوم اور ان پڑھوں کی عافیت برباد کرنے والے مقلد باوا کو ذرا آنکھیں کھول کر ترمذی کا باب ماجاء فی التغلیس بالفجر پڑھنا چاہئے۔ مذکورہ مجتہدین کا مذہب اندھیرے میں پڑھنے کو افضل قرار دینا لکھا ہوا ہے۔ (ترمذی ابواب الصلاۃ باب ماجاء فی التغلیس بالفجر ۱/۱۳۶)

یہاں بھی ابوالحسن دیوبندی پورا زور صرف کرنے کے باوجود حنفیوں یا دیوبندیوں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی مطابقت ثابت کرنے سے قاصر ہی رہا ہے۔

تنبیہ: مثال نمبر ۲ میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے موطأ امام مالک کا حوالہ دیا تھا جس کو ابوالحسن نے دانستہ یا نادانستہ (الاوسط لابن المنذر) میں بدل دیا ہے۔ اور ایسی بات الیاس گھمن دیوبندی کے نزدیک جھوٹ شمار ہوتی ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب نور العینین طبع جدید ۲۰۰۶ء (ص ۱۶۰) پر السنن الکبریٰ (ج ۲ ص ۷۳) کا حوالہ کمپوزر نے غلط لگا دیا تھا اور اس سے پہلے شائع شدہ تین نسخوں میں السنن الکبریٰ کا حوالہ موجود نہیں۔ کمپیوٹر پر کمپوزنگ کرتے ہوئے بعض اوقات کمپوزر ایک حوالے کو کاپی کرکے دوسری جگہ لگاتا ہے جس سے اس طرح کی غلطی واقع ہو جاتی ہے اور اس فن کے ماہر اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن گھمن مذکور نے ایسی غلطی کو حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا جھوٹ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۶۵)

تیسری مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا: ''مثال نمبر ۳: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (الاوسط لابن المنذر ج ۱ ص ۴۶۲ وسندہ صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے مخالف آل تقلید کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۹)

جس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

"۳۔حضرت علیؓ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔

الجواب: ایک قسم کی جرابیں وہ ہیں جو موزہ کی مانند ہیں۔ان کا حکم بالاتفاق وہی ہے جو موزہ کا ہے۔ دوسری قسم پتلی جرابوں کی ہے جو موزہ کی طرح نہیں ان پر مسح جائز نہیں زبیر علی زئی باوا مجتہد نے اس اثر سے جو جرابوں پر مسح کا حکم بیان کیا ہے کیا وہ موزوں کی مانند جرابیں تھیں یا سادہ پتلی جرابیں؟ کیا اس اثر میں یہ وضاحت کہیں موجود ہے کہ وہ پتلی جرابیں ہی تھیں۔اگر یہ صراحت باوا مجتہد دکھادے تو یقیناً ہم مان لیں گے کہ باوا حضور اس مسئلہ میں متبع سنت ہے۔لیکن اگر نہ دکھا سکے اور دکھا بھی نہیں سکتے تو پھر یہ ان کی اپنی رائے ہے جسے انہوں نے حدیث کا درجہ دیا ہے۔دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ آل حدیث زبیر علی زئی پر بھی وہی فتویٰ صادر فرمائیں جو وہ اہل الرائے پر لگایا کرتے ہیں۔"

(قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۱۷۔۱۸)

ابوالحسن دیوبندی نے گیارہ حوالوں میں سے دس کا جواب لکھا ہے مثال نمبر ۷ (جو آگے آرہی ہے) کا کوئی جواب ہی نہیں لکھا اور دس مثالوں کا جواب دیتے ہوئے صرف ایک کے متعلق لکھا ہے کہ ہم مان لیں گے، باقی جو پوری دس گواہیاں تھیں ان کے متعلق ماننے کا ارادہ بھی ظاہر نہیں کیا۔حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

"جورب: سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔

(درس ترمذی ج ا ص ۳۳۴، تصنیف محمد تقی عثمانی دیوبندی)

نیز دیکھئے البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی (ج ا ص ۵۹۷)

امام ابوحنیفہ خفین (موزوں) جوربین مجلدین اور جوربین منعلین پر مسح کے قائل تھے مگر جوربین (جرابوں) پر مسح کے قائل نہیں تھے۔

ملا مرغینانی لکھتے ہیں:" و عنه أنه رجع إلٰى قولهما و عليه الفتوى "

اور امام صاحب سے مروی ہے کہ انھوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کرلیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (الہدایہ ۱/۶۱)

صحیح احادیث، اجماع صحابہ، قول ابی حنیفہ اور مفتیٰ بہ قول کے مقابلہ میں دیوبندی اور

بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔" (ماہنامہ شہادت اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۱ء)

اب ابوالحسن دیوبندی کو چاہئے کہ جن جرابوں پر مسح جائز ہونے پر امام ابوحنیفہ نے رجوع کیا تھا، ان کے متعلق دیوبندیوں کی طرف سے لگائی جانے والی خود ساختہ شرطیں امام ابوحنیفہ سے ثابت کرے۔ باقی رہا ابوالحسن کا یہ کہنا کہ ہم مان لیں گے تو عرض ہے کہ پہلے باقی دس آثار تو مان لو، پھر ان شاء اللہ یہ بھی مان لو گے۔

تنبیہ: جرابوں پر مسح کے ناجائز ہونے کے متعلق آل دیوبند جن بعض علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی طرح غلط ہیں جس طرح تمھارے (خود ساختہ اور بعض مسائل میں) امام کا قول رجوع سے پہلے غلط تھا اگر غلط نہ ہوتا تو رجوع کیوں کرتے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قولِ مذکور کے مقابلے میں آلِ دیوبند یہ کہتے پھرتے ہیں کہ جرابوں پر مسح ناجائز ہے۔ یہ اگر خلیفۂ راشد کی مخالفت نہیں تو پھر کیا ہے؟

چوتھی مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

"مثال نمبر ۴: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس نے سجدہ (تلاوت) کیا تو صحیح کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے" اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۷)

جبکہ آل تقلید یہ کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔" (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۹)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

"۴: سیدنا عمرؓ نے فرمایا جس نے سجدہ تلاوت کیا اس نے صحیح کیا اور جس نے سجدہ تلاوت نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور عمرؓ نے سجدہ نہیں کیا [بخاری]

الجواب: امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور ایک قول کے مطابق امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے [المسائل والدلائل ص 368] اندازہ فرمایئے مقلدین میں سے شافعی و حنبلی اسی مذکورہ اثر کے مطابق عمل کرتے ہیں مگر اس کے باوجود باوا حضور کا فرمان عالی شان یہی ہے کہ آل تقلید سجدہ تلاوت کے باب میں حضرت عمرؓ کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔ یہ ہیں گامن سچار کی گوہر فشانیاں"

(قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۸)

قارئین کرام! حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے "بعض آلِ تقلید" اور پالن گجراتی (جو کہ دیوبندی ہے) کی صراحت کرنے کے بعد لکھا تھا کہ "اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیش خدمت ہیں جن میں آلِ تقلید نے خلفائے راشدین کی صریح مخالفت کی ہے:"

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی پوری عبارت جو کہ اس مضمون کے شروع میں نقل کر دی گئی ہے، دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

اتنی صراحت کے باوجود ابوالحسن دیوبندی کا شافعی و حنبلی کا رونا رونا بالکل فضول ہے بلکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے مثال نمبر ۷ میں تو صراحت کر رکھی ہے کہ خلیفہ راشد کے اثر پر عمل کرنے کے بجائے دوسرے سجدے کو "السجدۃ عندالشافعی" کہتے ہیں!۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰

پانچویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

"مثال نمبر ۵: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وتر نماز کی طرح حتمی (واجب اور ضروری) نہیں ہے لیکن وہ سنت ہے پس اسے نہ چھوڑو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷ ح ۸۴۲ وسندہ حسن)

جبکہ آلِ تقلید کے نزدیک وتر واجب ہے۔" (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

"۵۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا وتر نماز کی طرح حتمی (واجب اور ضروری نہیں ہے) لیکن وہ سنت ہے پس اسے نہ چھوڑو [مسند احمد]

الجواب: وتر ائمہ ثلاثہ (امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ) اور صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہیں [المسائل والدلائل ص 321] لہذا مقلدین کی اکثریت اس اثر پر عمل پیرا ہے۔

لیکن ناس ہو تعصب کا جس کو یہ مرض لگ جاتا ہے اس کی عقل پر پردے ڈال کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے۔ ورنہ آپ خود ہی بتائیں جھوٹ کہ جس کے بولنے والے پر خود اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اسے کون اپنی عادت بنا سکتا ہے۔ یہ تو زئی صاحب کا جگرا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں گویا تعصب کی آگ نے جہنم کی آگ کی فکر ہی ختم کر ڈالی ہے

(اعاذنا اللہ)'' (قافلہ...ج۳ شمارہ نمبر۱ص ۱۸۔۱۹)

اس کا جواب مثال نمبر۴ اور مثال نمبر۱ میں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں مزید یہ کہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۵۲)

ابوالحسن دیوبندی کے اصول کے مطابق انوار خورشید کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وتر ائمہ ثلاثہ (امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ) اور صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہیں، لہٰذا مقلدین کی اکثریت کے نزدیک بھی وتر واجب نہیں، لیکن ناس ہو تعصب کا جس کو یہ مرض لگ جاتا ہے اس کی عقل پر پردے ڈال کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے ورنہ آپ خود ہی بتائیں جھوٹ کہ جس کے بولنے والے پر خود اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اسے کون اپنی عادت بنا سکتا ہے۔ یہ تو انوار خورشید (نعیم الدین دیوبندی) کا ''جگرا'' ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں گویا تعصب کی آگ نے نارِ جہنم کی فکر ہی ختم کر ڈالی۔!

چھٹی مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر۶: عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ جہراً (اونچی آواز سے) پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۷۵۷ ۴، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۳۷، وسندہ صحیح)

جبکہ آلِ تقلید (نماز میں) کبھی اونچی آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھتے۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

''۶۔ عبدالرحمٰن بن ابزیؒ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ جہراً (اونچی آواز سے) پڑھی [مصنف ابن ابی شیبہ]

الجواب: مقلدین میں سے امام شافعیؒ نماز میں جہراً بسم اللہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے بسم اللہ جہراً پڑھنے کے بارے میں فرمایا وبہ یقول الشافعیؒ اسماعیل بن حماد کہ (بسم اللہ جہراً پڑھنا جائز ہے) اور یہی قول ہے امام شافعیؒ، اسماعیل بن حماد وغیرہ کا (باب من رای الجہر بسم اللہ 160/1)

شوافع کا جہراً نماز میں بسم اللہ پڑھنا نا قابل انکار حقیقت ہے مگر اس کے برعکس مجتہد آل حدیث کا پکا پیڈا جھوٹ ہی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں ''کہ آل تقلید (نماز میں) کبھی اونچی آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھتے [الحدیث 10/53] حالانکہ یہ مزید جھوٹ ہے کیونکہ حنفی قاری تراویح میں کبھی جہراً بسم اللہ پڑھتا ہے۔'' (قافلہ...ج۳ شمارہ نمبر ۱ص ۱۹)

ابوالحسن دیوبندی کی خدمت میں عرض ہے کہ تمھارے گامن سچار انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث صفحہ ۲۹۷ پر بسم اللہ جہراً پڑھنے کو بزعم خود ''گنوار پن'' گنواروں کا فعل اور بدعت ثابت کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کون سا تمھارے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں جو انھیں معلوم ہو جاتا کہ کبھی کبھی تم منہ بولے بدعتی بن کے گنواروں جیسا فعل بھی کرتے ہو۔!

ساتویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر ۷: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحج پڑھی تو اس میں دو سجدے کئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱ ح ۴۲۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

جبکہ آلِ تقلید اس سورت میں صرف ایک سجدے کے قائل ہیں اور دوسرے سجدے کو ''السجدة عند الشافعي '' کہتے ہیں! '' (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰)

اس مثال کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے خاموشی ہی بہتر سمجھی، کیونکہ یہاں تو حافظ صاحب حفظہ اللہ نے مزید صراحت بھی کر رکھی ہے۔ حافظ صاحب حفظہ اللہ کا یہ لکھنا کہ ''جبکہ آلِ تقلید اس سورت میں صرف ایک سجدے کے قائل ہیں اور دوسرے سجدے کو ''السجدة عند الشافعي '' کہتے ہیں'' اس بات کی صریح دلیل ہے کہ خود ساختہ حنفی ہی حافظ صاحب حفظہ اللہ کے مخاطب ہیں اور اس میں وہ سو فیصد کامیاب رہے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ آلِ دیوبند خلفائے راشدین کے مخالف ہیں۔

آٹھویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر ۸: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تابعی نے قراءت خلف الامام کے بارے میں

پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''اِقرأ بفاتحة الکتاب ''سورۂ فاتحہ پڑھ، اس نے کہا: اگر آپ قراءت بالجہر کررہے ہوں تو؟ انھوں نے فرمایا: اگرچہ میں جہر سے پڑھ رہا ہوں تو بھی پڑھ۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۳۰ وصححہ الحاکم والذہبی)

نیز دیکھئے کتاب الکواکب الدریہ (ص ۸۴ تا ۹۰)

اس فاروقی حکم کے سراسر خلاف آلِ تقلید یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔'' (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے ایک نمبر کم کر کے لکھا ہے:

''۷۔ سیدنا عمرؓ سے ایک تابعی نے قرات خلف الامام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اقراء بفاتحہ الکتاب سورۃ فاتحہ پڑھ الخ۔ [مستدرک للحاکم]

الجواب: قرات خلف الامام کے باب امام شافعیؒ وامام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ امام ترمذیؒ نے امام کے پیچھے قرات کو جائز بتانے والوں کے بارے میں فرمایا وھو قول مالک ابن انسؒ وابن المبارکؒ والشافعیؒ واحمدؒ واسحاقؒ یرون القراۃ خلف الام۔ کہ امام مالک بن انس، ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ امام کے پیچھے قرات کو جائز بتاتے ہیں [ترمذی 178/1]''

(قافلہ... ج ۳ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۹۔۲۰)

قارئین کرام! اس مرتبہ بھی ابوالحسن دیوبندی کی پوری عبارت آپ کے سامنے ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی ''بعض آل تقلید'' (یعنی آلِ دیوبند) اور پالن گجراتی کی صراحت کررکھی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ آل تقلید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ حکم کو تسلیم نہیں کرتے اور یہی حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ بتانا چاہتے تھے۔

اس کے بعد نویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر ۹: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو عورت بھی ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۱۱، وقال: ھذا إسنادہ صحیح)

جبکہ آل تقلید یہ کہتے ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰)

اس کے جواب میں بھی ابوالحسن دیوبندی نے ایک نمبر کم کر کے لکھا ہے:

''۸: سیدنا علیؓ نے فرمایا جو عورت ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے [السنن الکبریٰ]
الجواب: امام ترمذیؒ اس مسئلہ کو (کے ولی کی اجازت نہ ہو تو عورت کا نکاح باطل ہے) لکھنے کے بعد فرماتے ہیں وبھذا یقول سفیان ثوری والاوزاعی ومالک وعبداللہ ابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق (ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء لا نکاح الا بولی 336/1] معلوم ہوا کہ شوافع و حنبلی حضرات کا مذہب اس مذکورہ اثر کے مطابق ہے۔'' (قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۲۰)

قارئین کرام! ابوالحسن دیوبندی کی پوری عبارت آپ کے سامنے ہے جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کے اثر کی دیوبندی مخالفت کرتے ہیں۔

اس کے بعد دسویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر ۱۰: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھا اور فرمایا:

'' هي وتري '' یہ میرا وتر ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۵ وسندہ حسن)

جبکہ آلِ تقلید یہ کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر جائز نہیں ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۰۔۱۱)

اس کے جواب میں ایک نمبر کم کر کے ابوالحسن دیوبندی نے لکھا ہے:

''۹: سیدنا عثمانؓ نے صرف ایک وتر پڑھا اور فرمایا ھی وتری یہ میرا وتر ہے۔ [السنن الکبری]
الجواب: مقلدین میں سے امام شافعیؒ وغیرہ ایک وتر کو جائز بتاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو [ترمذی باب ماجاء فی الوتر برکعۃ 217/1]'' (قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۲۰)

اس مثال سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ آلِ دیوبند خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کے اثر کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہاں تو ابوالحسن دیوبندی نے تسلیم کر لیا کہ ''مقلدین میں سے'' امام شافعیؒ وغیرہ ایک وتر کو جائز بتاتے ہیں، لیکن دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی (کہ جس کی یاد میں قافلہ حق شائع ہوتا ہے) نے ایک جھوٹی روایت کی بنا پر لکھا ہے: ''سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں، جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔''

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۵۶۴)

ابوالحسن دیوبندی نے جھوٹ کی گردان کرتے کرتے خود اپنے مربی و محسن ماسٹر اوکاڑوی

کو ہی جھٹلا دیا۔

کیا امام شافعی رحمہ اللہ کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے مسلمانوں کے اجماع سے خارج قرار دیا تھا؟

رہا ابوالحسن دیوبندی کا یہ دعویٰ کہ ''امام شافعی مقلدین میں سے ہیں'' بہت بڑا جھوٹ ہے، جس پر اسے جھوٹ کا ''گوبلز'' انعام ملنا چاہیے۔ !

اس کے بعد گیارویں مثال کے طور پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''مثال نمبر ۱۱: سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہ رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۷۳ وسندہ صحیح)

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رواته ثقات ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (ج ۲ ص ۷۳) '' (ماہنامہ الحدیث حضرو ۵۳ ص ۱۱)

اس کے جواب میں ابوالحسن دیوبندی نے ایک نمبر کم کرکے لکھا ہے:

''۱۰۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہ رفع یدین کرتے تھے [السنن الکبریٰ]

مقلدین میں سے شافعی حنبلی حضرات کا عمل اسی اثر کے مطابق ہے۔ دیکھئے [ترمذی باب رفع الیدین عندالرکوع 163/1] '' (قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ۱ ص ۲۰)

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا دیوبندیوں کا بھی مذکورہ رفع یدین پر عمل ہے؟

ذرا اپنے لوگوں کے سامنے اس پر عمل کرکے تو دکھائیں!؟

اس مثال میں بھی حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی بات سچ ثابت ہوئی کہ خلیفۂ راشد رضی اللہ عنہ کی دیوبندی مخالفت کرتے ہیں۔

شافعی و حنبلی تو حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے مخاطب ہی نہیں تھے جیسا کہ انھوں نے ''بعض آلِ تقلید'' اور پالن گجراتی (دیوبندی) کی صراحت کے بعد لکھا تھا کہ ''اس مناسبت سے خلفائے راشدین کے گیارہ حوالے پیش خدمت ہیں جن میں آلِ تقلید نے خلفائے

راشدین کی صریح مخالفت کی ہے“

آخر میں ابوالحسن دیوبندی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

”محترم قارئین کرام! مجتہد آل حدیث، مجتہد آل محمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گیارہ مثالوں میں ہر مثال کے ساتھ کم از کم ایک جھوٹ ضرور ہی لکھا ہے۔ آل تقلید کا تمسخر کر کے چند اپنے جیسوں کو خوش کرنے کے لئے ایسے پھکڑ تو لے کہ سچائی کا سر شرم سے جھکا دیا گیا۔ کیا ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا شافعی حنبلی مالکی حضرات تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔ ذرا وضاحت فرمائیں کہ کس شافعی نے امام شافعی کی تقلید کو یا حنبلی نے ابن حنبل اور مالکی نے امام مالک کی تقلید کو حرام اور شرک قرار دیا ہے۔ اگر نہیں تو آنجناب نے اتنے سارے جھوٹ بول کر کتنا ثواب کمایا ہے۔ ذرا یہ تو فرمایئے کہ کس قرآنی آیت یا حدیث رسول ﷺ اور یا پھر اجماع ثابت سے آپ نے مقلدین کے خلاف جھوٹ بولنے کا کار ثواب اور حصول جنت کا ذریعہ سنبھالا ہے۔ کچھ تو بولو! کیا ہوا خاموش کیوں ہو۔؟؟؟“

(قافلہ...ج ۳ شمارہ نمبر ا ص ۲۱)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ گیارہ حوالوں کا تو ابوالحسن دیوبندی نے جواب ہی نہیں دیا اور یہ حقیقت بھی ان شاء اللہ قارئین پر واضح ہوگئی ہوگی کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے نہیں بلکہ خود ابوالحسن نے جھوٹ بولے ہیں۔ تقلید کے حرام اور شرک ہونے کے لئے شافعی، حنبلی مالکی حضرات کے اقوال کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ تقلید کی ایک قسم کو آپ کے اکابر نے بھی حرام اور شرک قرار دے رکھا ہے، اگر یقین نہیں تو مثال نمبر ا کو دوبارہ پڑھ لیں۔

باقی ابوالحسن (؟) کا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ ”کچھ تو بولو! کیا ہوا خاموش کیوں ہو۔؟؟؟“ اس کے جواب میں عرض ہے: ہاں ایک بات یاد رکھنا اپنا اصلی نام ضرور بتانا کیونکہ تمھارے پیشوا ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”پہلی تحقیق جناب کی یہ ہے کہ اپنا نام چھپالیا۔ کیا والدین نے آپ کا نام یہی رکھا تھا..... موت پیدائش کے رجسٹر اور سکول کے سرٹیفکیٹ پر آپ کا یہی نام ہے تو فوٹو سٹیٹ مصدقہ ارسال فرمائیں ورنہ قرآن پاک میں وسوسے ڈال کر چھپ جانے والے کو محمدی نہیں خناس کہتا ہے“ (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۲۶۹)

اس اوکاڑوی فتوے کے مصداق بن کر خاموش کیوں ہو گئے ہو؟!! کچھ تو بولو!

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا

قارئین کرام! ہوسکتا ہے کہ آپ نے بھی تبلیغی جماعت والوں سے یہ سنا ہو کہ ہر ایک کو حدیث نہیں بیان کرنی چاہیے، کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو احادیث کا ایک صحیفہ تھا جو انھوں نے احتیاط کی وجہ سے جلا دیا تھا۔ اس بات کا تبلیغی جماعت والوں کو فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خلاف حدیث بیان کرنے والا ڈر جائے کہ کہاں میں اور کہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؟ جب وہ اتنی احتیاط کرتے تھے تو مجھے بھی خاموش رہنا چاہیے، تو پھر تبلیغی جماعت والوں کو جھوٹے اور شرکیہ قصے سنانے کا خوب موقع مل جاتا ہے۔ دراصل یہ سبق انھیں ان کے شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی نے پڑھایا ہے:

چنانچہ محمد زکریا کاندھلوی تبلیغی نے لکھا ہے:

"(۲) حضرت اَبُو بکرؓ صِدیق کا مجموعہ کو جلا دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں۔ کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے. غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اُٹھا لا. میں لے کر آئی. آپ نے ان کو جَلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔

ف حضرت اَبُو بکرؓ صِدیقؓ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ اُنہوں نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اَکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا

حدیث کے بارے میں اِحتیاط کا یہی حال تھا۔اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔''

(فضائل اعمال ص ۱۰۰ کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان، ۲؎ تذکرۃ الحفاظ)

قارئین کرام! یہی حکایت سرفراز صفدر دیوبندی کے بقول کسی منکرِ حدیث برق صاحب نے اپنی کتاب میں لکھی تھی۔اس کے بعد کی کہانی سنیئے سرفراز صفدر کی زبانی:

سرفراز صفدر نے لکھا ہے:

'' ہمارے خیال میں یہ کسی طرح قرین انصاف نہیں کہ ہم برق صاحب کی دیگر علمی تاریخی اور تنقیدی تحقیق وتدقیق سے آپ کی ضیافت کا سامان نہ کریں اگرچہ جو گوہرافشانی انہوں نے دواسلام میں کی ہے وہ بہت زیادہ ہے ہم سب کچھ عرض کرنے سے تو یقیناً قاصر ہیں۔لیکن مشہور ہے کہ مَالَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّه۔(یعنی اگر سب کچھ نہ ہو سکے تو سب کچھ چھوڑا بھی نہیں جا سکتا)اس لیے ہم چند نمونے عرض کر دیتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حوالہ نقل کرنے میں خیانت کرنا۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا(ظاہر ہے کہ حضرت صدیق کے مجموعے سے زیادہ قابلِ اعتماد اور کون سا مجموعہ ہو سکتا تھا)لیکن ایک صبح اُٹھ کر اُسے جلا دیا(انتھیٰ بلفظہٖ دواسلام طبع اوّل ص۴۲ وص۵۱ طبع ششم)

جواب:اولاً۔اس جگہ بھی برق صاحب نے خیانت کا ثبوت دیا ہے۔اِس روایت کے نقل کرنے کے بعد علاّمہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔فھذا لا یصح (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۵) یہ روایت صحیح نہیں ہے اور تذکرہ کے بعض مطبوعہ نسخوں میں فھذا لا یصلح ہے یعنی یہ روایت استدلال کے لئے صلاحیت نہیں رکھتی، چونکہ علاّمہ ذہبیؒ کا روایت مذکورہ کے متعلق فیصلہ مخالف پڑتا تھا۔اِس لیے برق صاحب نے اس کو نقل کرنے کی تکلیف نہ فرمائی تاکہ قلعی

نہ کھل جائے۔

وثانیاً[2]۔ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے واقعی ایسا کیا ہوتا اور ان کے نزدیک احادیث حجت نہ ہوتیں تو وہ ایک حدیث بھی بیان نہ کرتے حالانکہ ان سے متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ اگر ان کی دیگر احادیث سے قطع نظر کر کے صرف یہی پیش نظر رکھا جائے کہ وراثت جدہ کے متعلق ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا کہ کسی کو حدیث معلوم ہے تو بتلایئے محمدؓ بن مسلمہ اور مغیرہؓ بن شعبہ نے حدیث بیان کی۔ اور صدیقؓ نے خلافت سنبھالنے کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مال متروکہ میں قانون وراثت کے جاری نہ ہونے پر روایت اور حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث پیش کی اور صحابہ کرامؓ نے اس سے اتفاق کیا تھا (بخاری ج ۲ ص ۹۹۵ وغیرہ) کیا اس سے حدیث رسولؐ کا واجب العمل ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ اثبات حجیتِ حدیث کے لیے نہ تھا تو برق صاحب ہی انصاف سے فرمائیں کہ کِس لیے تھا؟

وثالثاً[3]۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بحرین کا عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے نصاب کے متعلق وہ پوری تفصیل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے انہوں نے اخذ کی تھی مجھے لکھ کر دی۔ بخاری ج ۱ ص ۱۹۵ وغیرہ میں وہ پوری روایت موجود ہے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک حدیث حجت نہ ہوتی اور اس کا لکھنا گناہ ہوتا تو اپنے گورنر کو حدیثِ رسول کبھی لکھ کر نہ دیتے افسوس ہے کہ منکرینِ حدیث ایسی احادیث سے آنکھیں بند کر کے نہایت کمزور اور غیر صحیح روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

ورابعاً[4]۔ تذکرۃ الحفاظ کی روایت نہایت ضعیف اور کمزور ہے ایک تو اس میں علی بن صالح مدنی ہے جو مجہول ہے۔ (تقریب ص ۲۷۲) اور دوسرا راوی اس کڑی کا موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیہ نظر (میزان ۳ ص ۲۱۳) محدثینؒ کے نزدیک اس میں کلام ہے اور علامہ سیوطیؒ تصریح کرتے ہیں کہ جس راوی کے بارے میں امام بخاریؒ فیہ نظر اور سکتوا عنہ کہتے ہیں محدثین کرامؒ کے ہاں اس کی روایت بالکل

متروک ہوتی ہے (تدریب الراوی ص ۲۳۵ طبع مصر) '' (صرف ایک اسلام ص ۱۹۲ تا ۱۹۴)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی طرح محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی تبلیغی نے بھی خیانت سے کام لیا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے فیصلے کو نقل نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ نام نہاد قسم کے شیخ الحدیث بنے یا بنائے ہوئے لوگ منکرینِ حدیث کی راہ پر گامزن ہو کر کس طرح خیانتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان لوگوں کی چالوں سے محفوظ فرمائے۔

تنبیہ: زکریا تبلیغی اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق میں فرق یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام جیلانی نے اپنی ایسی باتوں سے رجوع کر لیا تھا۔ دیکھئے الشریعہ خصوصی اشاعت (ص ۲۵۱) اور زکریا تبلیغی کا مذکورہ حکایت سے رجوع کرنا ثابت نہیں۔

[فائدہ: روایتِ مذکورہ کو حافظ ذہبی نے حاکم کے حوالے سے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: '' **حدثني بكر بن محمد الصيرفي بمرو : أنا محمد بن موسى البربري أنا مفضل بن غسان أنا علي بن صالح أنا موسى بن عبد الله بن حسن بن حسن عن إبراهيم بن عمر بن عبيد الله التيمي : حدثني القاسم بن محمد قالت عائشة ...** '' (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵)

اس کا راوی محمد بن موسیٰ بن حماد البربری مشہور اخباری علامہ تھا، لیکن روایت میں اُس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں، بلکہ امام دارقطنی نے فرمایا: '' **ليس بالقوي** '' وہ القوی نہیں ہے۔

(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۲۱)

ابن کثیر نے ایک دوسری سند ذکر کی ہے، جس میں احوص بن مفضل بن غسان نے البربری کی ایسی مخالفت کی ہے کہ اس سند کا متصل ہونا مشکوک ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے کنز العمال ۱۰/ ۲۸۵)

دوسرے راوی علی بن صالح کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے مسند الصدیق میں فرمایا:

'' **و علي بن صالح لا يعرف** '' اور علی بن صالح پہچانا نہیں جاتا، یعنی معروف نہیں ہے۔

(کنز العمال ۱۰/ ۲۸۶ ح ۲۹۴۶۰)

حافظ ابن کثیر نے حاکم نیشاپوری کی اس روایت کو" **هذا غريب من هذا الوجه جدًا** "
یہ اس کی سند سے بہت زیادہ غریب (اوپری روایت) ہے، قرار دیا۔ (ایضاً ص ۲۸۶)
حافظ ابن حجر العسقلانی نے علی بن صالح المدنی یعنی راویٔ مذکور کے بارے میں فرمایا:
" **مستور** " یعنی مجہول الحال ہے۔ (تقریب التہذیب: ۴۷۵۲)
اس کے تیسرے راوی موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن العلوی کو امام یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا، لیکن بخاری، عقیلی اور ذہبی نے مجروح قرار دیا، یعنی وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

اس کا چوتھا راوی ابراہیم بن عمر بن عبیداللہ التیمی ہے جس کی توثیق نامعلوم ہے۔
معلوم ہوا کہ یہ روایت ظلمات کا پلندا ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔/ زع]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا (قسط نمبر۲)

راقم الحروف نے ایک مضمون بعنوان ''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا'' لکھا جو الحدیث حضرو (شمارہ:۸۱) میں شائع ہوا تھا۔ راقم الحروف نے اس مضمون میں ثابت کیا تھا کہ تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث زکریا صاحب نے فضائل اعمال کے صفحہ ۱۰۰ پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ انھوں نے پانچ سو (۵۰۰) احادیث کا اپنا ہی لکھا ہوا مجموعہ جلا دیا تھا۔ زکریا صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ جہاں سے زکریا صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے اسی جگہ اُس کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اور زکریا صاحب نے یہ الفاظ جان بوجھ کر چھپا لئے تھے اور تبلیغی جماعت والے اپنے شیخ الحدیث پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو بالجزم بیان کرتے ہیں، لیکن تبلیغی جماعت والے اپنے شیخ الحدیث کی اس غلطی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور زکریا صاحب کے بعد یہی غلطی ایک سابق منکر حدیث برق صاحب نے کی تو آلِ دیوبند کے امام سرفراز خان نے اس کی غلطی پر یوں تبصرہ کیا: ''حوالہ نقل کرنے میں خیانت کرنا۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا (ظاہر ہے حضرت صدیق کے مجموعے سے زیادہ قابل اعتماد اور کون سا مجموعہ ہو سکتا تھا) لیکن ایک صبح اُٹھ کر اُسے جلا دیا (انتھیٰ بلفظہ دو اسلام طبع اول ص ۴۲ وص ۵۱ طبع ششم)

جواب: اولاً۔ اس جگہ بھی برق صاحب نے خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ فھذا لا یصح (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۵)

یہ روایت صحیح نہیں ہے اور تذکرہ کے بعض مطبوعہ نسخوں میں فھذا یصلح ہے یعنی یہ روایت استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی، چونکہ علامہ ذہبیؒ کا روایت مذکورہ کے متعلق فیصلہ

مخالف پڑتا تھا۔اس لیے برق صاحب نے اس کو نقل کرنے کی تکلیف نہ فرمائی تاکہ قلعی نہ کھل جائے۔'' (صرف ایک اسلام ص۱۹۲)

کوئی بعید نہیں کہ برق صاحب نے یہ دھوکا زکریا صاحب پر اعتماد کر کے ہی کھایا ہو۔

قارئین کرام! سرفراز خان صاحب کے بقول ایک بریلوی نے بھی اپنے مسلک کے لئے ایک روایت نقل کی تھی لیکن اس روایت کے آگے بھی لا یصح یعنی یہ روایت صحیح نہیں۔ لکھا ہوا تھا اور بریلوی نے یہ جملہ نقل نہ کیا تو سرفراز صفدر دیوبندی نے بریلوی کے خلاف لکھا: ''مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے تذکرہ الموضوعات اور الموضوعات کبیر سے حوالے تو نقل کئے ہیں۔لیکن لا یصح کا جملہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔تُف ہے اس علمی خیانت اور بددیانتی پر۔'' (راہ سنت ص۲۳۹)

اسی طرح نور محمد تونسوی دیوبندی نے ایک دوسرے بریلوی کے خلاف لکھا ہے:

''اگر علامہ صاحب ''لم یصح'' کا جملہ بھی نقل کر دیتے تو لوگوں کو دھوکا دینا مشکل ہو جاتا،اسی لئے حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے ''لا یصح'' کا جملہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے اور لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیا۔'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص۵۹)

قارئین کرام! فیصلہ آپ خود کریں کہ جو الفاظ مذکورہ دیوبندیوں نے اپنے مخالفین کے لئے استعمال کئے ہیں، وہی الفاظ آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' کے لئے بھی استعمال ہونے چاہئیں یا نہیں؟!

قارئین کرام! راقم الحروف کے مضمون پر ایک دیوبندی رضوان عزیز نے کچھ تبصرہ کیا اور زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت کو صحیح ثابت کرنے کی ہمت تو نہ کر سکے البتہ رضوان عزیز نے اپنے تبصرے میں جو مغالطے دیئے ہیں، میں ان کا خلاصہ نقل کر کے جواب دوں گا۔ ان شاءاللہ

رضوان عزیز نے اپنے اس مضمون میں اہل حدیث کے خلاف انتہائی گندی زبان استعمال کی ہے اور اپنی عادت کی وجہ سے وہ پہلے بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔

راقم الحروف نے ان کے بعض بیہودہ الفاظ نقل کر کے الحدیث نمبر ۸۳ ص ۳۷ پر لکھا تھا:

"رضوان عزیز دیوبندی کی مذکورہ باتوں کا جواب تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے علانیہ کہا تھا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اذا خاصم فجر " یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچاوے۔" (فتوحات نعمانیہ ص ۸۵۸)

لیکن رضوان عزیز دیوبندی پر اس بات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا، تو مجھے وہ حدیث یاد آ گئی کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے: "ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔"

(صحیح بخاری مترجم ۳۰/۳۴۰ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

الیاس گھمن کے رسالہ قافلہ کے لکھاریوں کی بدتہذیبی دیکھ کر غیر تو غیر اپنے بھی پکار اٹھے، چنانچہ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی بن عبدالحق بشیر دیوبندی نے لکھا ہے:

"جب بندہ نے "قافلہ حق" کا مطالعہ کیا تو اکابرین کے طرز کے مطابق نہ پایا۔"

(مجلہ المصطفی بہاولپور کا سرفراز نمبر ۲۷۶)

یاد رہے کہ احسانی کا یہ مضمون عبدالقدوس قارن دیوبندی اور سعید احمد جلال پوری کا چیک کردہ ہے۔ (دیکھئے ایضاً ص ۲۴۹)

تنبیہ: محمد رضوان عزیز کے نام کے ساتھ "مفتی" کا لفظ بھی لکھا ہوا ہے، جبکہ آلِ دیوبند کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: "أجمع الفقهاء على ان المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد " یعنی فقہاء کا اجماع ہے کہ مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ باب ۱ ص ۳۰۸)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔" (تقریظ علی الکلام المفید ص س، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۳/۴۱۲)

اوکاڑوی کی تجلیات میں لکھا ہوا ہے:

''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے'' (تجلیات صفدر ۵/۴۴)

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' (الکلام المفید ص ۲۳۴)

آل دیوبند کے مذکورہ حوالوں کی روشنی میں رضوان عزیز دیوبندی کو حقیقتاً ''مفتی'' کہنا اجماع کی مخالفت ہے اور امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے'' (تجلیات صفدر ۶/۱۸۹)

رضوان عزیز کے مغالطے کا خلاصہ: محمد زکریا صاحب دیوبندی نے یہ ایمان افروز نصیحت کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کی وجہ سے اپنا ہی لکھا ہوا مجموعہ جلا دیا تھا تو کوئی عام آدمی کیسے حدیث بیان کرسکتا ہے۔

الجواب: ان لوگوں کی یہ نصیحت اپنے مخالفین کے لئے ہی ہوتی ہے نام تو اپنا استعمال کرتے ہیں اور ڈرانا مخالفین کو مقصود ہوتا ہے کیونکہ خود تو موضوع و من گھڑت روایات بھی اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں جب بقول سرفراز صفدر، زکریا صاحب کی نقل کردہ روایت استدلال کے قابل ہی نہیں اور خود رضوان عزیز صاحب بھی سرفراز صفدر پر پورا پورا اعتماد کرتے ہیں تو پھر بقول اوکاڑوی ''اب تو شیخ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہوگئی'' (تجلیات ۴/۲۱۴) اور بقول اوکاڑوی ہم اس ''شیخی خورے شیخ الحدیث (کے چیلوں) کو چیلنج دیتے ہیں'' (تجلیات ۲/۱۶۴) کہ رضوان عزیز صاحب اور آلِ دیوبند پہلے اس روایت کو صحیح تو ثابت کر کے دکھائیں پھر اس سے استدلال کر کے نصیحت بھی کرلیں۔ نیز ''شیخ الحدیث'' کی نصیحت جس روایت پر مبنی ہے اگر اس کے متن پر غور کیا جائے تو ماسٹر امین کی تجلیات، زکریا صاحب کی فضائل اعمال اور گھمن صاحب کا رسالہ قافلہ کہ جن میں موضوع و من گھڑت روایات موجود ہیں سنبھال کر رکھنے کا جواز بھی باقی نہیں رہتا اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ ''شیخ الحدیث'' صاحب کی نصیحت کا اختتام یوں ہوتا ہے: ''یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ

اللہ علیہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں'' (فضائل اعمال ص ۱۰۱)

لیکن الیاس گھمن صاحب کے رسالہ ''قافلہ حق'' میں محمد شاکر دیوبندی نے امام ابو حنیفہ کی بیان کردہ احادیث پر مشتمل مسانید اور مجموعوں کی تعداد پچیس (۲۵) سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ دیکھئے قافلہ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۸۔۲۹)

نیز لکھا ہے: ''علامہ خوارزمی نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے:

''میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام اعظم کی روایت حدیث کم تھی۔'' (قافلہ جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۹۔۳۰)

] تبلیغی نصاب اور موضوع و مردود روایات

یاد رہے کہ زکریا کاندھلوی صاحب نے اپنی لکھی ہوئی بات اور نصیحت کو بھی مدنظر نہیں رکھا، بلکہ اپنی مشہور کتابوں (مثلاً تبلیغی نصاب، فضائل اعمال اور فضائل درود وغیرہ) میں بے اصل، باطل، موضوع اور متروک روایات لکھ کر عوام کے ہاتھوں میں دے دیں۔ مثلاً:

۱: زکریا صاحب نے لکھا ہے: ''ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ... یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن...'' (تبلیغی نصاب ص ۳۴۷۔۳۵۰، فضائل اعمال ص ۳۰۹۔۳۱۲ دوسرا نسخہ مکتبہ فیضی والا ص ۳۲۲ تا ۳۲۵، فضائل نماز ص ۳۱۔۳۴)

یہ بالکل بے سند روایت ہے اور ایک غالی مقلد لطیف الرحمٰن بہڑائچی قاسمی نے بھی اس روایت کو ''حدیث باطل'' لکھا ہے۔ (دیکھئے تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال ص ۵۴۴)

۲: زکریا صاحب نے لکھا ہے: ''حضرت زید ؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ اِلا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اِخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک

دے۔" (فضائلِ ذکر ص ۸۳ ح ۴، فضائل اعمال ص ۴۵۳، مکتبہ فیضی ص ۴۶۸، تبلیغی نصاب ص ۵۶۱ بحوالہ الاوسط والکبیر للطبرانی)

المعجم الکبیر للطبرانی (۵۰۷۴) اور الاوسط (مجمع البحرین ۱/ ۵۷) کی اس روایت کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن غزوان راوی ہے۔ (دیکھئے تحقیق المقال ص ۵۲۹)

اس ابن غزوان کے بارے میں ہیثمی نے فرمایا: "وھو وضاع" اور وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۸)

امام دارقطنی اور امام ابن عدی وغیرہما نے اسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۵/ ۲۵۳۔۲۵۴)

اسی روایت کی دوسری سند میں ابوداود نفیع کذاب ہے۔

۳: زکریا صاحب نے لکھا ہے: 'حضرت عائشہؓ کی والدہ اُم رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کیوجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جُزو ہے۔" (فضائلِ نماز ص ۷۷۔۷۸ بحوالہ حکیم ترمذی وغیرہ، فضائل اعمال ص ۳۵۵۔۳۵۶ دوسرا نسخہ مکتبہ فیضی ص ۳۷۰، تبلیغی نصاب ص ۳۹۳۔۳۹۴)

اس روایت کی سند میں حکم بن عبداللہ بن سعد السعدی ہے، جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی ساری حدیثیں موضوع ہیں۔ ابو حاتم الرازی نے فرمایا: وہ کذاب ہے۔ امام ابن عدی نے فرمایا: "جاھل کذاب" (دیکھئے تحقیق المقال ص ۵۵۱)

اس موضوع روایت کو صاحبِ تحقیق المقال کا صرف "ضعیف جدًا" قرار دینا کافی نہیں۔

۴: صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ (مسجد کے) دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ رسی کس لئے

ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ رسی زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے ہے، وہ جب (نماز پڑھتے پڑھتے) تھک جاتی ہیں تو اس پر سہارا لیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس رسی کو کھول دو، جب آدمی کی طبیعت بہتر ہو تو (نفل) نماز پڑھے اور اگر تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ ح ۱۱۵۰)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۷۸۴، دارالسلام: ۱۸۳۱) صحیح ابن خزیمہ (۲/۲۰۰ ح ۱۱۸۰) صحیح ابن حبان (الاحسان ۶/۲۳۹ ح ۲۴۹۲، نسخہ قدیمہ: ۲۴۸۳) صحیح ابی عوانہ (۲/۲۹۷۔۲۹۸ ح ۲۲۲۳) سنن ابی داود (۱۳۱۲) سنن النسائی (۳/۲۱۸۔۲۱۹ ح ۱۶۴۴) سنن ابن ماجہ (۱۳۷۱) مسند احمد (۳/۱۰۱ ح ۱۱۹۸۶) مستخرج ابی نعیم (۲/۳۷۵ ح ۱۷۸۰) شرح السنۃ للبغوی (۴/۵۹ ح ۹۴۲ وقال: ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ)

اس صحیح حدیث کے مقابلے میں زکریا صاحب نے درج ذیل روایت پیش کی ہے:

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضورِ اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ نازل ہوئی..."

(فضائل نماز ص ۸۲، فضائل اعمال ص ۳۶۰ دوسرا نسخہ مکتبہ فیضی ص ۳۷۴، تبلیغی نصاب ص ۳۸۹)

یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۴/۹۹۔۱۰۰، دوسرا نسخہ ۴/۱۴۳) میں ہے اور اس کی سند یہ ہے: "عبد الوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس"

اس کے راوی عبدالوہاب بن مجاہد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

"متروك و قد كذبه الثوري" متروک راوی ہے اور اسے (سفیان) ثوری نے کذاب کہا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۴۲۶۳)

اس پر مزید شدید جرح کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۲/۲۵۳) وغیرہ

۵: زکریا صاحب نے ایک روایت لکھی ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے

کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گا تو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے...''

(فضائل نماز ص ۳۹ تبلیغی نصاب ص ۳۵۵، فضائل اعمال ص ۳۱۷، مکتبہ فیضی ص ۳۳۰)

یہ روایت بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند موجود نہیں اور مجالس الابرار نامی بے سند کتاب میں اس کا لکھا ہوا ہونا اس روایت کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ یاد رہے کہ مجالس الابرار کا مصنف احمد بن محمد الرومی الحنفی ۱۰۴۳ھ میں فوت ہوا، یعنی وہ گیارہویں صدی ہجری کا ایک عالم تھا۔]

اس طرح کی جھوٹی روایات بیان کر کے زکریا صاحب اور دیوبندی تبلیغیوں نے کیا اس حدیث کو بھلا دیا ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۱۰۶، صحیح مسلم:۱)

تنبیہ: رضوان عزیز نے یہ بحث بھی چھیڑی ہے کہ غیر عالم کو حدیث بیان کرنا گناہ ہے۔

(دیکھئے قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۷)

لیکن یہ نہیں بتایا کہ غیر عالم کسے کہتے ہیں، حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ مقلد اہل علم میں سے نہیں ہوتا۔ (دیکھئے اعلام الموقعین ۲/۲۰۰، جامع بیان العلم ۲/۲۳۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے شمارہ الحدیث ۵۷ (ص ۳۰) اور ہمارے اس مضمون میں سرفراز صاحب کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ تقلید جاہل ہی کے لئے ہے۔

قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ پالن حقانی ایک دیوبندی شخص تھا جس نے ''شریعت یا جہالت'' اور ''جماعت اہل حدیث کا... خلفائے راشدین سے اختلاف'' وغیرہ کتابیں لکھیں حالانکہ آل دیوبند کو اس بات کا اقرار ہے کہ وہ عالم نہیں تھا۔

دیکھئے جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف (ص ۵)

قریباً ان پڑھ تھا۔ (شریعت یا جہالت ص ۸۳۸)

اس کا سارا مطالعہ اردو تراجم تک محدود تھا عربی و فارسی نہیں جانتا تھا۔ (ایضاً ص ۸۴۰)

بقول آل دیوبند لاکھ سے زیادہ مجمع میں تقریر کرتا تھا۔ (ایضاً ص۸۴۴)

کسی دینی درسگاہ کے فارغ تو بڑی بات اس کی شکل بھی انھوں [پالن حقانی] نے نہیں دیکھی۔

(ایضاً ص۸۲۴)

قرآن کی آیات، احادیث اور کچھ بے صفحے کی حکایتیں بھی سناتا تھا۔ (ایضاً ص۸۳۰)

اس کے باوجود آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث زکریا تبلیغی'' نے اس کی کتاب پر تقریظ لکھی۔ (دیکھئے شریعت یا جہالت ص۸۰۴ دوسرا نسخہ ص۲)

اور بھی بہت سے آل دیوبند نے تصدیقات و تقریظات وغیرہ لکھیں، صرف اس لئے کہ وہ دیوبندی مسلک کے لئے کام کرتا تھا، اس لئے آلِ دیوبند نے اسے ''حضرت مولانا'' وغیرہ کے القاب سے نوازا۔ (ایضاً ص۸۱۰، ۸۱۵)

لیکن رضوان عزیز کے اصول کے مطابق گنہگار ہو کر دنیائے فانی سے رخصت ہوا اور رضوان عزیز کے ''شیخ الحدیث'' اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت کے مصداق بن کر اپنا حصہ ملانے سے باز نہ آئے۔ پالن حقانی جیسے شخص کی تعریف کی اور محدثینؒ کے متعلق کہا: ''ان محدثین کا ظلم سنو'' (تقریر بخاری ۳/۱۰۴، ۵۱۲)

رضوان عزیز نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو (بلا تحقیق) آگے نقل کر دے۔''

(قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۷)

عرض ہے کہ زکریا صاحب نے یہی کام کیا ہے اور اگر وہ سرفراز صاحب کی طرح تحقیق کر لیتے تو مذکورہ حدیث کے مصداق نہ بنتے، کیونکہ انھوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو بغیر تحقیق کے آگے نقل کر دیا ہے اور آج تک تبلیغی جماعت والے ان پر اعتماد کر کے اس غیر ثابت روایت کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کر رہے ہیں۔

رضوان عزیز کے ایک مغالطے کا خلاصہ: زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت پر جرح جب سرفراز صاحب نے کر دی تھی تو پھر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی جرح نقل کرنے کا کیا

فائدہ تھا؟

الجواب: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی طرف سے مفصل جرح نقل کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ دیوبندی ''حضرات'' نے آسانی سے زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت کو ضعیف تسلیم کر لیا، ورنہ اس سے پہلے راقم الحروف نے الیاس گھمن کی پیش کردہ روایت پر امین اوکاڑوی کی جرح نقل کی تھی۔ (دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۲۰۴)

لیکن گھمن صاحب کے کسی مجہول لکھاری نے اوکاڑوی کی جرح کو رد کر دیا تھا۔

(قافلہ جلد ۵ شمارہ ۱ ص ۵۴)

لہٰذا آلِ دیوبند بات کرنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کریں۔

رضوان عزیز کے مغالطے کا خلاصہ: رضوان عزیز نے لکھا ہے:

''اہل حدیث اس حدیث کے مصداق ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ دجال وکذاب (الحدث کے قلم کار وغیرہ) آپ کے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ آپ نے سنا ہوگا نہ آپ کے آباؤ اجداد نے پس اپنے آپ کو ان (اہل حدیثوں) سے بچاؤ تا کہ تمہیں گمراہ کر کے فتنے میں نہ ڈال دیں۔'' (قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۸)

تنبیہ: بریکٹوں والے الفاظ بھی دیوبندی کے ہیں۔

الجواب: رضوان عزیز اور آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنی پارٹی کو ہی اس حدیث کا مصداق بنا لیں، کیونکہ اپنی کتابوں میں انھوں نے ایسی احادیث نقل کی ہیں جو نہ تو پہلے آلِ دیوبند وغیرہ نے سنی تھیں اور نہ ان لوگوں کے روحانی باپ دادا یعنی ابن ترکمانی، عینی، انور شاہ کشمیری اور اشرف علی تھانوی وغیرہ نے سنی یا پڑھی تھیں۔

مثال کے طور پر اخبار الفقہاء والمحدثین سے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ایک جدید روایت ان لوگوں نے پندرھویں صدی ہجری میں پیش کر دی ہے۔ دیکھئے آصف لاہوری دیوبندی کی کتاب: سنت رسول الثقلین فی ترک رفع یدین (ص ۷۳۔۷۴ حدیث نمبر ۹۶) اس طرح مسند حمیدی اور ابوعوانہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین کی روایات ان آلِ تقلید

کے باپ دادا وغیرہ کو بھی معلوم نہیں تھیں۔

تنبیہ: رضوان عزیز نے ملا علی قاری کے حوالے سے علامہ عراقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک عبارت کہ غیر عالم کو حدیث بیان کرنا گناہ ہے، نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ اس عبارت کے آگے یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ کوئی شخص بخاری و مسلم سے بھی حدیث نقل نہیں کر سکتا جب تک اسے اہلِ حدیث سے سن نہ لے۔

نیز آلِ دیوبند کے نزدیک اگر علامہ عراقی کی طرف منسوب بات حجت ہے تو آلِ دیوبند کے "حجۃ الاسلام اور امام" غزالی کی بات کیوں حجت نہیں جس نے لکھا ہے:

"و أما أبو حنیفة: فلم یکن مجتهدًا، لأنه کان لا یعرف اللغة .... و کان لا یعرف الأحادیث " إلخ اور ابوحنیفہ تو مجتہد نہیں تھے، کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے... اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے" (المنخول من تعلیقات الاصول ص ۵۸۱ طبع بیروت و شام)

یاد رہے کہ ہر ایک ایسے مسلمان کو حدیث بیان کرنے کی اجازت ہے جو صحیح طور پر حدیث بیان کر سکے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً.)) مجھ سے آگے پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ (صحیح بخاری: ۳۴۶۱)

البتہ امین اوکاڑوی جیسے لوگ حدیث بیان کرنے کے واقعی لائق نہیں، جیسا کہ اس نے اپنے الفاظ کو نبی ﷺ یا صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے، جس کی تفصیل میرے مضمون: ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو جھوٹ (آئینۂ دیوبندیت ص ۵۸۸، ۵۹۴، ۶۰۸) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آخر میں ہم رضوان عزیز کے الفاظ تغیر یسیر کے ساتھ بطورِ الزام انھی پر پلٹاتے ہیں:

"کہ اللہ کی کروڑوں لعنتیں ہوں ان پراگندہ افکار کی باسی سڑاند کے علمبرداروں کی عقل و خرد پر جو انکارِ حدیث کا دروازہ کھولنے کے لئے" ایسے جھوٹے قصے سنانے کا مشورہ دیتے ہیں، جن کے آگے "لا یصح" کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور اس قصے کی وجہ سے منکرینِ حدیث حدیث کو ماننے والوں کو یہ طعنہ دیتے ہوں کہ اگر ابوبکر صدیقؓ کا صحیفہ معتبر نہیں تو بعد کے لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟!

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث اور مسئلۂ رفع یدین

''مفتی'' احمد ممتاز دیوبندی نے صحیح بخاری (ج۱ ص۱۱۴) کے حوالے سے سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے: ''محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مورہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بند تھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔''

(آٹھ مسائل ص۱۹۔۲۰ واللفظ لہ، نیز دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص۳۹۹)

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے عصرِ حاضر میں بعض آلِ دیوبند نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے اُٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ مذکورہ حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرنا چاہئے اور نہ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کو پیش کر کے رفع یدین کو منسوخ یا متروک کہا ہے جبکہ آلِ دیوبند کے ''مولانا'' امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: ''محدثین کرام نے جتنا روایات کو سمجھا ہے اتنا شاید ہی آج کوئی سمجھ سکے۔'' (سیف حنفی ص۲۴۵)

بعض متعصب قسم کے دیوبندیوں نے عدم ذکر کو نفی کی دلیل بنایا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ اس حدیث میں رکوع والی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا نفی ثابت ہوگئی (!)

محمد الیاس گھمن دیوبندی نے لکھا ہے: ''حدیث ابوحمید الساعدیؓ [صحیح بخاری ج۱ص ۱۱۴، صحیح ابن خزیمہ ج۱ص ۳۲۴ رقم الحدیث ۶۴۳ وص ۳۲۷ رقم الحدیث ۶۵۲، صحیح ابن حبان ج۳ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۱۸۶۶] وغیرہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کی رفع الیدین کے علاوہ رکوع کی رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ ان روایات سے ترک ثابت ہے۔'' (فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۶۴)

عرض ہے کہ اس حدیث کی اس سند والے متن میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں، عدمِ ذکر ہے اور اس حدیث کی دوسری سند (عبدالحمید بن جعفر: حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء والی) میں رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرنے کا ذکر ہے لہٰذا الیاس گھمن نے ایک ہی حوالے میں تین کتابوں پر جھوٹ بولا ہے۔

حافظ ابن حبان نے گھمن کے مذکورہ حوالے پر باب باندھا ہے:

''ذکر خبر احتج به من لم یحکم صناعة الحدیث و نفی رفع الیدین فی الصلاة فی المواضع التي و صفناها '' اس حدیث کا بیان جس سے اس شخص نے حجت پکڑی جسے حدیث کا علم صحیح نہیں آتا اور اس نے نماز میں مذکورہ مقامات پر رفع یدین کی نفی کی، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (صحیح ابن حبان ج۳ص ۱۷۲ قبل ح ۱۸۶۶)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان کے نزدیک وہ شخص جاہل ہے جو اس حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرتا ہے۔

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا ہے:

''جہاں تک حنفیہ کی ظاہر الروایۃ کی کتابوں میں اشارہ بالسبابہ کے عدم ذکر کا تعلق ہے سو اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ پر عمل کو ترک کرنا کسی طرح درست نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ عدم ذکر ہی تو ہے اور عدم ذکر عدم الشی کو مستلزم نہیں ہوتا۔'' (درس ترمذی ج۲ص ۶۲)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

" بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے، اس کے بعض شاگرد اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر وملخص بیان کرتے ہیں۔

مثلاً صحیح بخاری میں مسیئ الصلوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إذا قمت إلى الصلوٰة فكبر)) إلخ

جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ...... الخ

(کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم...ح ۷۵۷)

اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا رکن اور فرض ہے۔

وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إذا قمت إلى الصلوٰة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر " إلخ

جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ رخ ہو جا، پس تکبیر کہہ۔ الخ

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام ح ۶۲۵۱)

اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کر دے کہ پہلی حدیث میں استقبالِ قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔ "اور معرضِ بیان میں عدمِ ذکر کتمان ہے جو یہود کا شیوہ ہے"!

تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل ومردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا:" اعلم أن الحديث لم يجمع إلا قطعة قطعة فتكون قطعة عند واحد وقطعة أخرىٰ عند واحد فليجمع طرقه وليعمل بالقدر المشترك ولا يجعل كل قطعة منه حديثاً مستقلاً "

اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک راوی کے

پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۴۵۵)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا:

''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنیٰ کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے'' (فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۰۱)

لہٰذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے، ان کا شور غلط اور مردود ہے۔''

(نور العینین طبع جدید ص ۲۷۰۔۲۷۱ باصلاح یسیر)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس بیان کردہ حدیث (جس میں مسیٔ الصلاۃ کا ذکر ہے) میں پہلے رفع یدین کا بھی ذکر نہیں لیکن محمد سرفراز خان صفدر نے اسے ترکِ رفع یدین کی پہلی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ دیکھئے خزائن السنن (ج ۲ ص ۹۳)

دوسری طرف محمد منظور نعمانی دیوبندی نے یہی حدیث ذکر کر کے لکھا ہے:

''آپ نے اس موقع پر نماز کے متعلق تمام ضروری باتیں نہیں بتلائیں۔ مثلاً یہ نہیں بتلایا کہ رکوع میں، قومہ میں، سجدہ میں کیا پڑھا جائے، یہاں تک کہ قعدۂ اخیرہ اور تشہد اور سلام کا بھی ذکر نہیں فرمایا۔ ایسا آپ نے اسلئے کیا کہ ان سب باتوں سے وہ صاحب واقف تھے۔ اُن کی خاص غلطی جس کی اصلاح ضروری تھی یہ تھی کہ وہ رکوع، سجدہ وغیرہ تعدیل کے ساتھ اور ٹھہر ٹھہر کر اَدا نہیں کرتے تھے، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اسی غلطی کی خصوصیت کے ساتھ نشاندہی فرمائی اور اس کی اصلاح فرما دی۔''

(معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۲۷)

نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو

رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث (صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۲) میں موجود ہے اور اسی طرح خود سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث (سنن ابی داود کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ ح ۷۳۰) میں ان چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر موجود ہے۔

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث درج ذیل علماء کے نزدیک صحیح ہے:

(۱) ترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) بخاری (۵) ابن الجارود (۶) عبدالحق اشبیلی (۷) خطابی (۸) نووی (۹) ابن تیمیہ اور (۱۰) ابن القیم۔ رحمہم اللہ اجمعین

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (نمبر ۱۸ ص ۱۶) اور نور العینین طبع جدید (ص ۲۴۹۔۲۵۰)

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کو ائمہ مسلمین کے علاوہ آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی اپنی کتاب: نماز مدلل کے صفحہ ۱۳۸ پر صحیح کہا ہے۔

ایک دیوبندی ''عالم'' امجد سعید نے ایک اور روایت جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے، کے متعلق لکھا ہے: ''اس روایت کو امام ترمذیؒ نے ''حسن'' قرار دیا ہے۔ امام ترمذیؒ کی تصدیق کے بعد اور کسی بات کی ضرورت تو نہیں تھی'' (سیف حنفی ص ۲۹۶)

امجد سعید دیوبندی کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدی والی حدیث کو ''حسن'' بھی کہا ہے اور صحیح بھی کہا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے سنن ترمذی (ج ا ص ۶۷ ح ۳۰۴)

بعض دیوبندی ''حضرات'' اپنے خیال میں سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کے ایک راوی عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ پر قدری ہونے کی جرح پیش کرتے ہیں جبکہ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور ایسے راوی جو شیعہ، مرجی اور قدری وغیرہ ہیں صحیحین میں ان کی بے شمار روایتیں موجود ہیں۔ یہ ان کے ضعف کی وجہ نہیں ہے اہل علم سے یہ امر مخفی نہیں ہے'' (احسن الکلام ج ا ص ۱۰۱، دوسرا نسخہ ص ۱۳۱)

نیز آلِ دیوبند ترک قراءۃ خلف الامام کی احادیث میں سب سے پہلے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث "و إذا قرأ فانصتوا" پیش کرتے ہیں۔
دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۱۸۸، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴)
اس حدیث کے راوی امام قتادہ رحمہ اللہ کے متعلق آلِ دیوبند کے "امام" سرفراز صفدر نے کہا ہے: " قتادہ قدری تھے جو معتزلہ کی شاخ ہے" (خزائن السنن ص ۵۱۲)
سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: "قتادہؒ فی نفسہٖ ثقہ ہونے کے باوجود قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے" (مجذوبانہ واویلا ص ۱۱۲)
سرفراز صفدر نے قتادہ کے بارے میں مزید لکھا ہے: "قدری یعنی منکر تقدیر تھے....اور یہ بدعتی فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے" (سماع الموتی ص ۲۱۲)
اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ آلِ دیوبند ایک بے اصول فرقہ ہے، اگر ایک روایت طبیعت کے موافق ہو تو قدری ثقہ ہو جاتا ہے اور اگر دوسری روایت طبیعت کے خلاف ہو تو قدری راوی ضعیف ہو جاتا ہے۔
سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی چار مقامات پر رفع یدین والی حدیث پر آلِ دیوبند کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے جوابات کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو نمبر ۱۸ (ص ۱۴۔۳۱) اور نور العینین طبع جدید (ص ۲۴۷۔۲۷۳)
اگر بالفرض سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے چار مقامات پر رفع یدین کی حدیث ثابت نہ بھی ہوتی تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح بخاری سے آلِ دیوبند ترکِ رفع یدین کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، اس سے ترکِ رفع یدین یا منسوخیت رفع یدین کا مسئلہ ثابت بھی ہوتا ہے یا نہیں اور حدیث ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ پر آلِ دیوبند کا عمل بھی ہے یا نہیں؟!
جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ آلِ دیوبند صحیح بخاری سے سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کرتے ہیں اس میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ رکوع

کے وقت رفع یدین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر اس حدیث میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے تو کیا آلِ دیوبند اس حدیث کی بنا پر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا منسوخ یا متروک ہے۔ ہاتھ باندھنے کی بات سے ایک واقعہ بھی یاد آ گیا کہ دیوبندیوں کے ''شیخ الاسلام'' حسین احمد دیوبندی نے کہا ہے: ''ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی۔ شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے۔ اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں امام مالکؒ کا مقلّد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت ہو گئے۔''

(تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۹، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان، بحوالہ دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۲۵)

حسین احمد دیوبندی کے نقل کردہ اس واقعے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ تقلید احادیث کی مخالفت کا نام ہے ورنہ اس بات کا اقرار تو آلِ دیوبند کو بھی ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی صحیح ثابت احادیث موجود ہیں۔

آخر تقلید ہی تو تھی جس کی وجہ سے مقلد کے سامنے احادیث پیش کرنے سے دیگر مقلدین نے گریز کیا۔ لیکن اگر آج کل کے چالاک قسم کے دیوبندی ہوتے تو فوراً کہتے دیکھو نماز میں ہاتھ باندھنا نص سے ثابت ہے اور منصوص مسائل میں تقلید نہیں کی جاتی۔ ایسی صورت حال میں مالکی مقلدین کو چاہئے کہ متعصب دیوبندیوں کی کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں اور آلِ دیوبند کے خلاف آلِ دیوبند کی کتابوں سے ہاتھ باندھنے کی ممانعت پر سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کریں اور کہیں کہ چونکہ اس حدیث میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا منسوخ یا متروک ہے۔!

البتہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نہ تو کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے۔ ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں کہ جن میں نماز شروع کرتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر نہیں تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۲۲۴۔ ۲۲۶) اور

دیوبندیوں کی کتاب حدیث اور اہلحدیث (ص ۴۳۸۔۴۴۰)

اب آلِ دیوبند ہی ازراہِ انصاف بتائیں! کہ کیا نماز شروع کرتے وقت بھی رفع یدین منسوخ ہے؟

نیز آلِ دیوبند نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک اور سورت پڑھتے ہیں، پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور رفع یدین کانوں تک کرتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ اب ہم آلِ دیوبند کی مشہور کتاب حدیث اور اہلحدیث سے ایک ایسی روایت پیش کردیتے ہیں جو آلِ دیوبند کے نزدیک حجت ہے اور اس میں نماز وتر کا طریقہ ہے لیکن آلِ دیوبند جو رفع یدین کرتے ہیں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہوگیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایها الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے قل ھو اللہ احد پڑھی جب آپ قراءت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دُعاءِ قنوت پڑھی اور قنوت میں جو اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۶۳، ۵۸۳)

قارئین محترم! روایت کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اب آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنی روش کے مطابق اس روایت کو بھی وتروں والی رفع یدین کے خلاف پیش کریں اور وتروں والی رفع یدین کو منسوخ سمجھیں کیونکہ ہم نے آلِ دیوبند کے اصولوں کے عین مطابق وتروں والی رفع یدین کے خلاف مرفوع حدیث پیش کردی ہے اور اگر آلِ دیوبند یہ کام شروع کردیں تو ہم بھی سمجھیں گے کہ آلِ دیوبند کے دلوں میں اپنے خودساختہ اصولوں کا کوئی مقام ہے، وگرنہ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ آلِ دیوبند کے نزدیک نہ اپنے اصولوں کا کوئی مقام ہے اور

نہ احادیثِ رسول ﷺ کا کوئی احترام ہے؟!

تنبیہ: انوار خورشید کی نقل کردہ روایت موضوع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (ج ۲ ص ۲۵۰ تالیف مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ)

نیز سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری والی روایت پر آلِ دیوبند خود بھی عمل نہیں کرتے کیونکہ اس حدیث میں درمیانی اور آخری تشہد میں بیٹھنے کا فرق مذکور ہے لیکن آلِ دیوبند اس فرق کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں چنانچہ امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے:

"باقی رہی بات مقعد پر بیٹھنے کی تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت مجبوری و مرض میں اس طرح بیٹھے تھے۔ اس بات کی صراحت دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔" (سیف حنفی ص ۶۰)

آخری تشہد کی صراحت کے ساتھ ہمیں تو کوئی روایت ایسی نہیں ملی کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو کہ نبی ﷺ مجبوری و مرض میں اس طرح بیٹھے تھے اور نہ امجد سعید دیوبندی نے کوئی ایسی روایت پیش کی ہے۔

لیکن ہم نے بتانا تو یہ ہے کہ جس طرح آلِ دیوبند سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری والی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہ ہونے سے رفع یدین کی نفی سمجھتے ہیں تو اسی طرح چونکہ اس حدیث میں مجبوری و مرض کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا آلِ دیوبند کے اپنے ہی اصولوں کے مطابق مجبوری و مرض کی نفی ثابت ہوگئی۔

البتہ ہمارے نزدیک تو اس حدیث میں جتنی چیزوں کا ذکر ہے، ان سب پر عمل کرنا چاہئے اور جن چیزوں کا ذکر نہیں وہ دوسری احادیث سے اخذ کرنی چاہئیں۔

اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ خود امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: "حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز کی تعلیم دے رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ "انا کنت احفظ کم لصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی حفاظت کرنے والا ہوں۔" (سیف حنفی ص ۵۹)

امجد سعید نے مزید لکھا ہے: ”بخاری شریف کی اس روایت میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ لوگوں کو سکھا رہے ہیں۔“

(سیف حنفی ص ۵۹۔۶۰)

قارئین کرام! آپ حدیث کے الفاظ پر بھی غور کریں کہ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ تو کسی ایک صحابی نے بھی نہیں فرمایا کہ یہ جو نماز کی تعلیم آپ لوگوں کو دے رہے ہیں یہ تو مجبوری و مرض میں پڑھی گئی نماز ہے۔

درمیانی اور آخری تشہد میں بیٹھنے کا جو فرق ہے، اس کے متعلق محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے حدیث میں معنوی تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ”قدم کا معنی پیروں کو ایک طرف نکالنا نہیں بلکہ آگے نکالنا ہے۔ آگے تشہد میں نہ آپ نکالتے ہیں نہ ہم نکالتے ہیں جس طرح آخری حصہ ہمارے خلاف ہے، آپ کے بھی خلاف ہے“ (تحفہ اہل حدیث ص ۶۲)

اب دیکھئے اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے ”پیروں کو ایک طرف نکالنا نہیں بلکہ آگے نکالنا“ کہہ کر حدیث میں معنوی تحریف کی ہے، اس تحریف کو ثابت کرنے کے لئے ہم پانچ دیوبندی گواہ پیش کرتے ہیں۔

۱) انوار خورشید دیوبندی نے اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھتے۔“ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۹۹)

انوار خورشید کے ترجمے سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پاؤں آگے نہیں نکالتے تھے جیسا کہ اسماعیل جھنگوی نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے بلکہ صرف بایاں پاؤں آگے نکالتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے اور سرین کے بل بیٹھتے تھے۔ اور اسی طرح اہل حدیث کا عمل ہے۔

۲) امجد سعید دیوبندی نے اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے اور جب آخری مرتبہ بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کر لیتے اور مقعد پر بیٹھ جاتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)'' (سیف حنفی ص ۵۹)

امجد سعید دیوبندی کے ترجمے سے بھی ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ دونوں پیروں کو آگے نہیں نکالتے تھے بلکہ صرف بایاں پاؤں آگے نکالتے تھے۔

۳) دیوبندی ''مفتی'' احمد ممتاز نے اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔''

(آٹھ مسائل ص ۲۰)

٤) ظہور الباری دیوبندی نے اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا رکھتے اور جب آخری مرتبہ بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے۔ پھر مقعد پر بیٹھتے''

(تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۱۲)

۵) آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی (دیوبندی) نے اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پھر جب آخری رکعت پڑھ کے آپ قعدہ اخیرہ کرتے تو اس طرح بیٹھتے کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں کو (اُس کے نیچے سے) آگے کی جانب نکال دیتے اور اپنی سرینوں پر بیٹھ جاتے (جس کو تورک کہتے ہیں)'' (معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۴۲)

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری والی حدیث میں اور بھی کئی چیزیں ایسی ہیں جن کا ذکر نہیں مثلاً اس حدیث میں ہے کہ ''جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے'' (آٹھ مسائل ص ۱۹)

جبکہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے

وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں“ (حدیث اور اہل حدیث ص ۲۷۵)

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں کانوں تک رفع یدین کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

آلِ دیوبند اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ چونکہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر دوسری احادیث میں ہے اس لئے ہم کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ رفع یدین کا ذکر بھی دوسری احادیث میں ہے۔ لیکن آلِ دیوبند کے اپنے خود ساختہ اصول کے مطابق تو اس حدیث میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے کیونکہ اس حدیث میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں اور آلِ دیوبند کے خود ساختہ اصول کے مطابق جس چیز کا ذکر نہ ہو وہ منسوخ ہوتی ہے لہٰذا آلِ دیوبند کو چاہئے کہ فتویٰ دیں کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا منسوخ ہے۔

یقین جانئے! اگر آلِ دیوبند کا تقلیدی مسلک کانوں کی بجائے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ہوتا تو انھوں نے کہنا تھا: صحابی نے صرف کندھوں تک کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی نفی کر دی ہے۔ اسی طرح اس میں تشہد کے وقت انگلی سے اشارہ کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں لہٰذا آلِ دیوبند کے اصول کے مطابق یہ اشارہ بھی منسوخ ہے۔!!

نیز اس حدیث میں سجدے کے وقت زمین پر ہاتھ رکھنے کی کیفیت کا ذکر تو ہے اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف کرنے کا ذکر تو موجود ہے لیکن ناک کو زمین پر رکھنے کا کوئی ذکر نہیں تو کیا ناک کو زمین پر رکھنا بھی متروک یا منسوخ ہے؟ اگر کوئی دیوبندی کہے کہ سجدہ سات اعضا کو زمین پر رکھنے کا نام ہے تو عرض ہے کہ آلِ دیوبند کے مفتی کفایت اللہ نے لکھا ہے:

”سوال۔ سجدے سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں!“

(تعلیم الاسلام ص ۹۸، تیسرا حصہ، دوسرا نسخہ ص ۱۳۷)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''سجدہ کے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ رکھے بلکہ فقط ماتھا زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے۔''

(بہشتی زیور دوسرا حصہ ص ۱۸ مسئلہ نمبر ۱۲، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

جب آلِ دیوبند کے نزدیک سجدہ پیشانی زمین پر رکھنے کا نام ہے اور اس حدیث میں چونکہ ناک زمین پر رکھنے کا کوئی ذکر نہیں، اس کے باوجود آلِ دیوبند کا عمل ناک زمین پر رکھنے کا ہے حالانکہ آلِ دیوبند کو چاہئے کہ وہ اپنے اصول کی بنا پر ناک زمین پر رکھنے کو متروک یا منسوخ کہیں۔ آخر بے اصولی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔!

نیز اس حدیث میں دوسرے سجدہ کا بھی کوئی ذکر نہیں جبکہ آلِ دیوبند کے نزدیک دوسرا سجدہ فرض ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں اور اسی حدیث میں جلسہ کا بھی کوئی ذکر نہیں جبکہ آلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے:

''دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ بھی واجب ہے'' (نماز مسنون ص ۳۶۸)

اگر کوئی کہے کہ چونکہ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جلسہ کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا متروک یا منسوخ ہے۔ تو آلِ دیوبند بھی ایسے شخص کو یہی جواب دیں گے کہ عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں ہوتا۔!

اس تحریر کے بعد حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے ذریعے سے محترم محمد صدیق رضا حفظہ اللہ کی ایک قلمی تحریر مل گئی، جس میں محترم صدیق رضا صاحب کسی دیوبندی کو سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عدم ذکر کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے یوں مخاطب ہیں:

''محترم ہم یہی کہیں گے کہ آپ کی بیان کردہ/نقل فرمودہ حدیث میں زیادہ سے زیادہ عدم ذکر ہی تو ہے اور عدم ذکر کا عدم شی کو مستلزم نہ ہونا بین الفریقین مسلمہ قاعدہ کلیہ ہے، اگر اس اصول کا انکار کیا جائے، اسے تسلیم نہ کیا جائے تو یہ بہت بڑے فتنہ وفساد کا سبب بن سکتا ہے، یہ لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے، ہم قرآن وحدیث سے اس کی مثال پیش کئے دیتے ہیں، شاید کہ آپ سمجھ جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَ الصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ بے شک جولوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور ستارہ پرست (ان میں سے) جو ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور نیک کام کئے تو ان کے لئے اُن کا اجر (ثواب) ہے اُن کے رب کے پاس اور نہیں اُن پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرۃ:٦٢)

اب دیکھئے! اس آیت مبارکہ میں جن باتوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ کیا ہے؟ اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان، اس کے ساتھ جس نے نیک اعمال کئے وہ بے خوف ہوں گے اور اُن پر کوئی غم نہیں ہوگا۔ اب اس میں باقی ایمانیات کا ذکر نہیں ہے بالخصوص ایمان بالملائکہ (فرشتوں پر ایمان) ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، جن پر ایمان لانا انتہائی ضروری ہے۔

اسی آیت سے بہت سے منکرینِ حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو اہل کتاب اپنے اپنے دین و کتاب کی تعلیمات پر ایمان لاتے ہیں اور نیک نیّتی کے ساتھ اُس پر عمل پیرا ہیں اُن کے لئے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ٹھہرتا، چونکہ اس آیت میں نجات کے لئے رسول پر ایمان لانا بیان نہیں کیا گیا، ذکر نہیں کیا گیا، اگر آپ لوگوں کے طرز استدلال کو اپناتے ہوئے وہ یوں کہیں کہ "ہم جسطرح نجات کے لئے ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور عمل صالح کو ضروری قرار دیتے ہیں اس آیتِ مبارکہ میں بھی صرف انہی باتوں پر ایمان کا ذکر ہے اور بس" تو بتلایئے کہ اُن کا یہ باطل استدلال درست ہوگا، ہرگز نہیں ہم تو اُسے یوں سمجھائیں گے کہ.... اس آیت میں ذکر نہیں ہے بس یہ زیادہ سے زیادہ عدمِ ذکر ہے اور عدمِ ذکر سے عدمِ شی لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید میں دیگر مقامات پر جگہ بہ جگہ ایمان بالرسل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے لہٰذا اُن آیات کی روشنی میں ایمان بالرسل بھی انتہائی ضروری ہے ورنہ انجام انتہائی خطرناک اور عذاب الیم کی صورت میں ہوگا، اس سلسلہ میں

اُسے قرآن مجید کے مختلف مقامات پیش کریں گے مثلاً المائدہ: ۶۵ تا ۶۸، الاعراف: ۱۵۵ تا ۱۵۷، النساء: ۶۵ وغیرہا کثیر من آیات القرآن المجید۔

لیکن آپ کے طرزِ استدلال وطرزِ فکر کے مطابق تو ان منکرینِ حدیث کا یہ باطل استدلال درست ہونا چاہئے (نعوذ باللہ) کیا آپ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۶۲ کے سلسلے میں بھی یہی طرز استدلال اپنائیں گے جو آپ نے ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے متعلق اپنایا۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ کو یہاں بھی یوں کہنا چاہئے کہ اس آیت میں تو صرف تین باتوں کا ذکر ہے اور بس، اگر اس موقع پر آپکا یہ جواب نہیں ہوگا اور میں آپ سے حسنِ ظن رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ یقیناً نہیں ہوگا تو پھر ....حدیث ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ میں بھی یہ طرزِ استدلال نہیں ہونا چاہئے، اگر اب بھی اس حدیث سے متعلق آپ کا یہی طرز استدلال رہا تو پھر آیت مبارکہ سے متعلق کوئی معقول توجیہ پیش کرنا آپ پر از حد ضروری و لازمی ہوگا'' (محمد صدیق رضا صاحب کی قلمی تحریر ص ۱۷ تا ۱۸)

آلِ دیوبند کی عجیب حالت ہے کہ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری والی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے رفع یدین کو متروک یا منسوخ کہتے ہیں لیکن اسی حدیث میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر نہ ہونے کے باوجود ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو متروک یا منسوخ کہنے کے بجائے سنت کہتے ہیں۔ آخر یہ دوغلی پالیسی کیوں ہے؟!

اہل حدیث کے اس اعتراض سے پریشان ہوکر، گھبرا کر بوکھلا کر ایک دیوبندی ''مفتی'' احمد ممتاز نے لکھا ہے: ''یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی'' (آٹھ مسائل ص ۲۲) !!

اب دیوبندی ہی از راہ انصاف بتائیں! کہ جن چیزوں کا ذکر ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہیں جن میں سے بعض کی نشاندہی ہم نے کر دی ہے مثلاً: دوسرا سجدہ اور دوسجدوں کے درمیان جلسہ، کیا ان سب افعال کی بھی سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ اور ان کی مجلس میں موجود دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک زیادہ اہمیت نہ تھی؟ [ختم شد]

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور مسئلۂ منسوخیتِ رفع یدین

بعض آلِ دیوبند رکوع کے وقت رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت یوں پیش کرتے ہیں:

علقمہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز نہ پڑھاؤں؟

پس انھوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا یہی مذہب ہے اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ج۱ص۳۵ ح۲۵۷)

اس روایت کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''یہ حدیث حسن ہے (ترمذی ج۱ ص۳۵) یہ حدیث صحیح ہے (محلی ابن حزم ج۲ص ۳۵۸)'' (تجلیات صفدر ج۲ص۳۵۳)

جبکہ آلِ دیوبند نہ تو امام ترمذی کی تحسین کو مانتے ہیں، نہ تصحیح کو اور نہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے ان اقوال کو جو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں، مثلاً فاتحہ خلف الامام کی حدیث جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے حسن یا صحیح کہا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے توضیح الکلام ج۱ص۲۲۲)

لیکن اس کے باوجود سرفراز صفدر دیوبندی کے نزدیک اس حدیث کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔ (دیکھئے احسن الکلام ج۲ص ۷۰۔۷۷)

محمود حسن دیوبندی نے کہا: ''اور یہ روایت بھی اوّل تو ان کے مدعا پر نص نہیں۔ اور اگر اس سے بھی درگزر کریں تو قوی نہیں۔ اگرچہ ترمذی اس کو حسن کہتے ہیں۔'' (تقاریر شیخ الہند ص ۶۸)

سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کا حَسَنٌ، حَسَنٌ

لذاتہٖ سے فروتر ہے، معمولی ضعیف حدیث کو بھی امام ترمذی حَسَنٌ کہتے ہیں۔''

(تسہیل ادلۂ کاملہ ص ۶۵)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''امام ترمذیؒ حدیث کی تصحیح وتحسین میں بڑے متساہل ہیں''

(الکلام المفید ص ۳۲۹)

سنن ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا۔

(ح ۹۹ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'')

اس حدیث کے متعلق تقی عثمانی نے کہا: ''اس حدیث کی تصحیح میں امام ترمذیؒ سے تسامح ہوا ہے'' (درس ترمذی ج ۱ ص ۳۳۶)

اسی حدیث کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام ترمذیؒ اس بارے میں متساہل ہیں...'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۱۷۶)

اسی طرح سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو انھوں نے دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیان فرمائی تھی اور اس میں چار مقامات پر رفع یدین کا ثبوت بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن بھی کہا ہے اور صحیح بھی کہا ہے۔

دیکھئے سنن ترمذی (ج ۱ ص ۶۷ ح ۳۰۴)

لیکن اس کے باوجود ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس حدیث کو ضعیف کہا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۹۷)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ آلِ دیوبند کے نزدیک امام ترمذی رحمہ اللہ کا کسی حدیث کو صحیح یا حسن کہنا آلِ دیوبند کے نزدیک کوئی حجت نہیں اور اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ کا بلا سند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں قول بھی آلِ دیوبند کے نزدیک کوئی حجت نہیں، مثلاً امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''حدیث عبادہ کی حسن ہے اور روایت کی یہ حدیث زہری نے محمود بن ربیع سے انھوں نے عبادہ بن صامت سے انھوں نے نبی ﷺ سے کہ فرمایا آپ نے اس کی تو نماز ہی نہیں ہوتی

جو نہ پڑھے سورۂ فاتحہ اور یہ روایت بہت صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے باب میں اکثر علمائے صحابہ اور تابعین کا اور یہی قول ہے مالک بن انس اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد اور اسحاق کا کہتے ہیں پڑھ لے امام کے پیچھے"

(ترمذی مترجم بدیع الزمان ج ۱ ص ۱۵۴، درسی نسخہ مع العرف الشذی ج ۱ ص ۷۰۔ ۷۱ ح ۳۱۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کو آلِ دیوبند ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں اور اسی طرح نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع یدین کے متعلق امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"اکثر اہل علم صحابہ کرام اور دیگر حضرات کا یہی خیال ہے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنی چاہئے۔"

(ترمذی ج ۱ ص ۶۴۴ مترجم مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ، درسی نسخہ مع العرف الشذی ۱/۲۰۶ ح ۱۰۷۷)

لیکن آلِ دیوبند امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ اور امام المحدثین سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ترک رفع یدین کا علم نہ تو نبی ﷺ سے (ثابت) ہے اور نہ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔"

(جزء رفع یدین مترجم حافظ علی زئی حفظہ اللہ ص ۶۴، جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۳۰۴)

آلِ دیوبند امام بخاری رحمہ اللہ کی اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اسی طرح امام بخاریؒ نے نہ کسی صحابی کا زمانہ پایا اور نہ تابعین میں سے کسی کا۔ اس لئے صحابہؓ اور تابعینؒ کے بارے میں آپؒ کی بے سند رائے قابل قبول نہیں۔" (جزء رفع یدین مترجم امین اوکاڑوی ص ۳۰۷)

آلِ دیوبند کے نزدیک جب امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے قابلِ قبول نہیں تو امام ترمذی رحمہ اللہ کی رائے کیونکر قابلِ قبول ہوسکتی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ سے پہلے کسی محدث نے بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو حسن یا صحیح نہیں کہا بلکہ محدثین کی اکثریت نے اس روایت کو ضعیف یا

معلول قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۰، طبع جدید)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ابن حزم کے حوالہ سے لکھا ہے: ''یہ حدیث صحیح ہے''

(تجلیات ج ۲ ص ۳۵۴)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اہل رائے کا کام ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔ اور یہ تقلید ہے...''

(تجلیات صفدر ج ۷ ص ۱۷۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے خود اپنے ہی اصول کے مطابق حافظ ابن حزم کی تقلید کی ہے اور ابن حزم کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا تھا: ''ابن حزم جھوٹا ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۶۳)

ابن حزم کے متعلق سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''....متعدد معلومات افزا کتابیں لکھ کر بہت بڑی دینی خدمت کی ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہیگی، ان کا علم بڑا طویل اور عریض تو تھا مگر صد افسوس ہے کہ ظاہریت کی وجہ سے عمیق نہ تھا اور بعض اصولی اور فروعی مسائل میں انہوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور علماء ربّانی نے ان کا بعض مسائل میں خوب تعاقب کیا ہے...''

(تسکین الصدور ص ۱۱۵)

محدثین کی اکثریت نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو ضعیف کہا ہے اور ان محدثین کے مقابلے میں آلِ دیوبند کا ابن حزم کی بات کو قبول کرنا بڑا عجیب وغریب ہے، کیونکہ وہ ابن حزم کو جھوٹا بھی کہتے ہیں اور محدث بھی کہتے ہیں۔

ابن حزم کی تحقیق میں امام ابوحنیفہ نماز جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کے قائل تھے، اس لئے ابن حزم نے امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا: ''حیرت ہے جہاں نماز میں رفع یدین ثابت ہے وہاں انکار کرتے ہیں اور جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے ہیں''

(حدیث اور اہل تقلید ج ۲ ص ۶۴۳)

ابن حزم رفع یدین کو منسوخ ہرگز نہیں سمجھتے تھے بلکہ رفع یدین کرنے کے بھی قائل

تھے۔ دیکھئے محلیٰ (ج ۴ ص ۸۷۔۸۸ مسئلہ ۴۴۲)

اس روایت (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث) کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں اور وہ مدلس تھے جیسا کہ آلِ دیوبند کے مشہور امام بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے: '' و سفيان من المدلسين والمدلس لا يحتج بعنعنته إلا أن يثبت سماعه من طريق آخر '' اور سفیان مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی، الا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲ تحت حدیث ۲۱۴، دوسرا نسخہ ۳/ ۱۶۶)

اس کے علاوہ بہت سے محدثین بلکہ آلِ دیوبند اور ان کے اکابر نے بھی سفیان ثوری کا مدلس ہونا تسلیم کیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (طبع جدید ص ۱۳۴۔۱۳۵، ۲۱۶، ۲۲۸، ۲۸۸)

اصولِ حدیث سے بعض ناواقف لوگ اس اعتراض کے جواب میں مدلس راوی کی توثیق بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی مدلس راوی ہیں تو کیا وہ روایات بھی ضعیف ہیں؟

جبکہ اصولِ حدیث کی رو سے راوی کے مدلس ثابت ہو جانے کے بعد، اس راوی کی صرف توثیق ہی نہیں بلکہ سند میں سماع کی صراحت یا ثقہ راوی کی متابعت کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ احناف کے علامہ بدرالدین عینی حنفی کی عبارت سے واضح ہے۔

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے کہا ہے: ''مدلّس راوی عَنْ سے بیان کرے تو وہ حجت نہیں اِلَّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷ و تدریب الراوی ص ۱۴۴)'' (خزائن السنن ج ۱ ص ۱)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''محدثین کرامؒ کا متفقہ نظریہ کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۴۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حالانکہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں بلکہ سماع پر محمول ہوتی ہے (نووی شرح مسلم ص 18)'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۲۳۶)

تنبیہ: اگر آلِ دیوبند کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس طبقۂ ثانیہ کی وجہ سے مضر نہیں ہے تو پھر اسی طبقہ کے مدلس سفیان بن عیینہ کی تدلیس بھی مضر نہیں ہونی چاہئے۔

سفیان بن عیینہ نے ایک حدیث ''عن جامع بن أبي راشد عن أبي وائل قال حذیفة ... أن رسول الله ﷺ قال: لا اعتکاف إلا في المساجد الثلاثة: المسجد الحرام و مسجد النبي ﷺ و مسجد بیت المقدس ...'' بیان کی ہے، جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ اعتکاف نہیں ہوتا: مسجدِ حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ: بیت المقدس۔ (دیکھئے شرح مشکل الآثار للطحاوی ۷/۲۰۱ ح ۲۷۷۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۳۱۶، سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۵/۸۱ وقال الذہبی: ''صحیح غریب عال''! المعجم الاسماعیلی: ۳۲۶)

سفیان بن عیینہ سے اسے تین راویوں: محمود بن آدم المروزی، ہشام بن عمار اور محمد بن الفرج نے روایت کیا ہے اور یہ سب صدوق (سچے راوی) تھے۔

جامع بن ابی راشد ثقہ فاضل تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۸۷ وھو من رجال الستۃ)

ابو وائل شقیق بن سلمہ ثقہ تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۸۱۶ وھو من رجال الستۃ ومن المخضرمین)

یہ روایت سفیان بن عیینہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جو لوگ سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو صحیح سمجھتے ہیں یا حافظ ابن حجر کے طبقۂ ثانیہ میں مذکورین کی معنعن روایات کی حجیت کے قائل ہیں، انھیں چاہئے کہ وہ تین مساجد مذکورہ کے علاوہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہونے کا انکار کر دیں۔ دیدہ باید!

جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) طبقہ ثانیہ کے نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۴۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب زیرِ بحث روایت کی سند میں ایک

راوی عاصم بن کلیب ہے اور آلِ دیوبند کے مشہور مناظر عبدالستار تونسوی نے علانیہ کہا:

''ابو بکر بن عیاش کے علاوہ اس روایت میں ایک راوی عاصم ہے۔ میزان الاعتدال میں ابن عُلَیّہ اور یحییٰ بن قطان کا یہ قول ہے کہ عاصم نام کے جتنے راوی ہیں ان کا حافظہ خراب ہے۔'' (بے نظیر ولا جواب مناظرہ ص ۷۶۔۷۷)

عاصم بن کلیب پر جرح مردود ہے اور یہ جرح الزامی طور پر نقل کی گئی ہے تاکہ ایسے دیوبندیوں کو آئینہ دکھایا جائے جو راوی پر جرح و تعدیل اور حدیث کی تصحیح و تضعیف کے معاملے میں علامہ البانی وغیرہ کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں جو جمہور محدثین کے فیصلوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہوتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب زیرِ بحث روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے اور آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''بلاشک امام محمد بن عابدین شامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کا مقام فقہ میں بہت اونچا ہے لیکن فن حدیث اور روایت میں محدثین ہی کی بات قابل قبول ہوتی ہے جو جرح و تعدیل کے مسلم امام ہیں'' (باب جنت ص ۶۵)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب زیرِ بحث روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق نہیں، جبکہ رفع یدین کی احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں جن کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔ آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام مفتی'' تقی عثمانی نے کہا ہے:

''اور ناسخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قوت کے اعتبار سے منسوخ کے برابر ہو یا بڑھکر ہو''

(درس ترمذی جلد ۱ ص ۱۹۳)

امام ترمذی اور علامہ ابن حزم کا مقام آلِ دیوبند کے نزدیک کیا ہے، آپ دیکھ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی تسلیم شدہ مستند محدث نے اس روایت کو صراحت کے ساتھ حسن یا صحیح نہیں کہا بلکہ ضعیف کہا ہے اور ماضی قریب یا موجودہ دور کے علمائے اہلِ حدیث تو کیا علمائے احناف کا بھی کسی حدیث کو صحیح کہنا آلِ دیوبند کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آلِ دیوبند کے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے ایک ایسی حدیث کو جو آلِ دیوبند کی طبیعت کے خلاف تھی صحیح

کہہ دیا تھا تو اس کے جواب میں امجد سعید دیوبندی نے اپنے امام سرفراز صفدر کا قول یوں نقل کیا ہے:

''ان اکابر کا اس حدیث کو صحیح، حسن، جید اور قوی کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا'' (سیف حنفی ص ۱۵۲)

مذکورہ تفصیل کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت اگر واقعتاً ان سے (بفرضِ محال) ثابت بھی ہوتی تو کیا رکوع کے وقت رفع یدین کرنا اس روایت سے منسوخ بھی ثابت ہوتا یا نہیں۔؟!

دیوبندیوں اور بریلویوں کے پیرِ طریقت ابن عربی صوفی نے لکھا ہے: ''یعنی ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) اور براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے مروی روایات کا زیادہ سے زیادہ یہ مفہوم ہے کہ آپ علیہ السلام تکبیر تحریمہ کے وقت ایک بار رفع الیدین کرتے ایک سے زیادہ بار نہ کرتے یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت ایک بار ہی رفع الیدین کرتے دوبارہ نہ کرتے تھے۔''

(الفتوحات المکیہ ج ۱ ص ۵۳۷ باب ۶۹ طبع دار احیاء التراث ۱۹۹۸ء بحوالہ حدیث اور اہل تقلید ج ۱ ص ۷۲۵)

مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''اور مؤلف حدیث اور اہل حدیث (انوار خورشید دیوبندی) تو ابن عربی وغیرہ کے خلاف بات کرنے پر موت آنے کا قائل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے ابن عربی وغیرہ کے خلاف ایک کتاب تحریر کی تھی، اب اگلی داستان خود انوار صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں۔ تصوف اور صوفیا کرام سے آپ کو نفرت تھی، چنانچہ آپ نے وفات سے چند روز پہلے تصوف اور صوفیاء کے خلاف عربی میں کتاب لکھی، التصوف منشاء ومصدرہ، اور اس کے چند روز بعد ہی ارشاد خداوندی ''جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو اس سے میرا اعلان جنگ ہے'' کا شکار ہو گئے (مقدمہ رسائل اہل حدیث ص ۶۴ حصہ اول)''

(حدیث اور اہل تقلید ج ۱ ص ۷۰۹)

اور اگر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کا (بفرضِ محال) یہ مطلب بھی لیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری نماز میں صرف ایک دفعہ رفع یدین کرتے تھے تو

رفع یدین کی احادیث کے ثبوت کی موجودگی میں اس میں منسوخیت والی کون سی بات ہے۔؟
ہاں! اگر اس روایت کے الفاظ یہ ہوتے کہ نبی ﷺ پہلے رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر منع کر دیا تو یہ روایت منسوخیت کی دلیل بن سکتی تھی جیسا کہ تطبیق (یعنی رکوع کے وقت دونوں ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کے متعلق سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم پہلے تطبیق کرتے تھے، پھر ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا حکم دیا گیا، تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

وضو کے متعلق تین طرح کی صحیح احادیث موجود ہیں۔

ایک حدیث میں اعضاء وضو کو صرف ایک بار دھونے کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث میں صرف دو دو بار دھونے کا ثبوت ہے اور تیسری حدیث میں تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔ دیکھئے تفہیم البخاری (ج ۱ ص ۱۳۴، صحیح بخاری مترجم ظہور الباری)

صحیح بخاری کی ان احادیث کی شرح میں ظہور الباری اعظمی دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ بیان جواز ہے یعنی اگر ایک ایک بار اعضاء کو دھولیا جائے تو وضو پُورا ہو جاتا ہے اگرچہ سُنّت پر عمل کرنے کا ثواب نہیں ہوتا جو تین تین دفعہ دھونے سے ہوتا ہے۔ دو دو بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے اگرچہ سُنّت اَداء نہیں ہوتی۔'' (تفہیم البخاری ۱/۱۳۴)

اب اگر کوئی شخص صرف ایک دفعہ اعضاء دھونے والی حدیث پیش کر کے دو دفعہ اور تین دفعہ اعضاء دھونے والی احادیث کو منسوخ کہنا شروع کر دے اور یہ شور مچانا شروع کر دے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے تو سب سے پہلے تین دفعہ اعضاء دھونے والی حدیث بیان کی ہے، پھر دو دفعہ والی، پھر ایک دفعہ والی، لہٰذا تین دفعہ اور دو دفعہ اعضاء دھونے والی حدیث منسوخ ہے تو آلِ دیوبند بھی اس کی بات کو غلط کہیں گے۔ بالکل اسی طرح جن احادیث میں تین یا چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے، ان کے مقابلے میں ایک دفعہ رفع یدین والی ضعیف روایت پیش کر کے تین یا چار مقامات پر رفع یدین کی احادیث کو منسوخ کہنا بھی غلط ہے۔

۱: شاید اسی وجہ سے آلِ دیوبند کے ''فخر المحدثین'' فخر الدین احمد سابق صدر المدرسین

دار العلوم دیو بند نے کہا ہے: ''فقہاء احناف میں جن لوگوں نے رفع یدین پر کراہت کی کوئی بات کہی ہے وہ بیجا تشدد پر مبنی ہے اور اکابر دیو بند کے ذوق اعتدال کے منافی ہے۔''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ جلد ۱ ص ۵۱۵)

۲: آلِ دیو بند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی نے بھی رفع یدین کی منسوخیت کا انکار کیا ہے۔ (دیکھئے تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۸)

تقی عثمانی نے مزید کہا: ''رفع اور ترک رفع دونوں ثابت اور جائز ہیں۔''

(درس ترمذی جلد ۲ ص ۳۸)

۳: آلِ دیو بند کے ''مفسر قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے: ''رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کرلے تو جائز ہے۔''

(نماز مسنون ص ۳۴۹)

۴: آلِ دیو بند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے رفع یدین کے متعلق لکھا ہے: ''آئمہ مجتہدین کے درمیان اس بارے میں بھی اختلاف صرف ترجیح اور افضلیت کا ہے، دونوں طریقوں کے جائز اور ثابت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔'' (معارف الحدیث جلد ۳ ص ۲۶۵)

منظور نعمانی صاحب نے مزید لکھا ہے: ''رفع اور ترک رفع کا جواز سب کے نزدیک مسلم ہے۔'' (معارف الحدیث جلد ۳ ص ۲۶۹)

۵: آلِ دیو بند کے ''شیخ الحدیث اور شیخ الہند'' محمود حسن دیو بندی نے رفع یدین کے متعلق کہا: ''ہم کہتے ہیں کہ جواز میں تو کسی کو کلام نہیں۔ فقط استحباب میں گفتگو ہے۔''

(تقاریر شیخ الہند ص ۶۶)

۶: آلِ دیو بند کے ''مفتی'' محمد یوسف لدھیانوی نے رفع یدین کے متعلق لکھا ہے:

''ان مسائل میں باتفاق امت دونوں صورتیں جائز ہیں''

(اختلاف امت اور صراطِ مستقیم جلد ۲ ص ۱۶، دوسرا نسخہ حصہ دوم ص ۱۴، تیسرا نسخہ ص ۲۷۲)

لدھیانوی صاحب نے مزید لکھا ہے: ''رفع یدین اور ترک رفع یدین باجماع اُمت

دونوں جائز ہیں۔'' (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم ص ۱۷ جلد ۲، دوسرا نسخہ حصہ دوم ص ۱۵، تیسرا نسخہ ص ۲۷۳)

۷: انور شاہ کشمیری نے فرمایا: ''یہ جاننا چاہیے کہ رفع یدین بلحاظ سند و عمل متواتر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور رفع یدین منسوخ نہیں ہوا۔''

(نیل الفرقدین ص ۲۲، بحوالہ نور العینین ص ۳۴۴ طبع جدید)

۸: رفع یدین کے بارے میں دیوبندیوں کے مسلّم بزرگ شاہ ولی اللہ کا حوالہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: '' والحق عندی فی مثل ذالك ان الكل سنة کہ رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں سنت ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴۵۱/۲، حجۃ اللہ البالغہ اردو ۳۶۱/۱، عربی ۱۰/۲)

اوکاڑوی نے ان کے متعلق مزید لکھا ہے: ''ان کی رائے یہ ہے کہ رفع یدین کرنے والا مجھے زیادہ پسند ہے نہ کرنے والے سے'' (تجلیات صفدر ۴۵۱/۲، حجۃ اللہ البالغہ اردو ۳۶۱/۱، عربی ۱۰/۲)

۹: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی کہا: ''رفع الیدین بھی جائز ہے۔''

(ملفوظات حکیم الامت ۱۷۱/۲۶)

تھانوی صاحب سے سوال کیا گیا:

''سوال (208) رفع یدین فی الصلاۃ جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب: جائز ہے جیسا کہ عدم رفع بھی جائز ہے'' (امداد الفتاویٰ ۱۴۸/۱)

۱۰: تھانوی صاحب نے شاہ عبدالقادر کے متعلق کہا: ''حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ان سے فرمایا کہ جہر آمین اور رفع یدین بلا شبہ سنت سے ثابت ہیں اور بہت سے ائمہ مجتہدین کا اس پر عمل ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل کرے تو فی نفسہ کوئی مضائقہ نہیں'' (ملفوظات حکیم الامت ۶۹/۲۴)

۱۱: عبدالحیٔ حنفی جن کو امین اوکاڑوی اور صوفی عبدالحمید سواتی نے استاذ العلماء کہا (دیکھئے تجلیات صفدر ۳۵۱/۳، نماز مسنون ص ۳۰۴) نے بھی دعویٔ منسوخیت کو بے دلیل قرار دیا۔

(دیکھئے التعلیق الممجد ص ۹۱)

۱۲: علامہ ابوالحسن نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کا انکار کیا۔

(دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ ۲۸۲/۱ تحت حدیث ۸۵۸)

۱۳: بدر عالم میرٹھی نے بھی یہی کہا کہ رفع یدین منسوخ نہیں۔ (البدر الساری ۲/۲۵۵)

۱۴: رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے: ''آمین بالجہر اور قرات خلف الامام رفع یدین یہ امور سب خلاف بین الائمہ ہیں اور اگر کوئی شخص ہوائے نفسانی اور ضد سے خالی ہو کر محض محبت سنت کی وجہ سے یہ امور کرتا ہو تو اس پر کوئی طعن و تشنیع اور الزام دہی درست نہیں ہے''

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۵۱، تالیفات رشیدیہ ص ۲۸۱)

گنگوہی نے یہ بھی کہا: ''کہ (اتنے) سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸ حکایت نمبر ۳۰۷)

۱۵: سرفراز صفدر دیوبندی کے پوتے عمار خان ناصر کے رسالہ ماہنامہ الشریعہ میں ''مفتی'' مظہر بقا دیوبندی کی کتاب ''حیات بقا'' سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کے مطابق ''مفتی'' مظہر بقا صاحب نے لکھا ہے: ''رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین چونکہ صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہے، اس لیے کبھی کبھی رفع یدین کر لیتا ہوں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مرتبہ اپنی نجی مجلس میں حاضرین سے فرمایا تھا: کبھی کبھی رفع یدین بھی کر لیا کرو، کیونکہ اگر قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمالیا کہ تم تک میری یہ سنت بھی تو صحیح طریقہ پر پہنچی تھی، تم نے اس پر کیوں عمل نہ کیا تو کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔'' (ماہنامہ الشریعہ نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۲، حیات بقا ص ۱۹۰)

تنبیہ: ماہنامہ الشریعہ نومبر ۲۰۰۵ء انٹرنیٹ پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

WWW.ALSHARIA.ORG

قارئین کرام! آپ نے دیوبندی علماء کے حوالے ملاحظہ فرما لئے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ جو عمل منسوخ ہو وہ جائز نہیں ہوتا۔ دیکھئے نماز میں باتیں کرنا منسوخ ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نماز میں باتیں نہ کرنا بہتر ہے اگر کوئی کر لے تو جائز ہے؟ اسی طرح بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منسوخ ہے، تو کیا کوئی دیوبندی یہ کہہ سکتا ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بہتر اور بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز

پڑھنا بھی جائز ہے؟!

اگر رکوع کے وقت رفع یدین کرنے سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کی مخالفت ہوتی ہے تو نماز عیدین اور نماز وتر میں دیوبندی اور بریلوی بھی ایک سے زیادہ دفعہ رفع یدین کر کے اس ضعیف حدیث کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ اس ضعیف حدیث میں کسی بھی نماز کا نام نہیں اور یہ حدیث اگر عام ہے تو آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۱۲۸، دوسرا نسخہ ص ۳۶۱)

مثال کے طور پر اگر آلِ دیوبند سے پوچھا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے تھے؟ تو آلِ دیوبند فوراً کہیں گے: ناف کے نیچے اور اپنے اس دعویٰ پر وہ جو بھی ضعیف، موضوع اور من گھڑت روایات پیش کرتے ہیں، کسی میں بھی نماز عیدین اور نماز وتر کا ذکر نہیں لیکن پھر بھی ان روایات کو نماز عیدین اور نماز وتر کے متعلق بھی سمجھتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ آلِ دیوبند اور آلِ بریلی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو نماز عیدین اور نماز وتر کے متعلق نہیں سمجھتے؟!

اس کے جواب میں بعض آلِ دیوبند کہتے ہیں کہ نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں رفع یدین کرنا خود سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نماز عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع یدین کرنے پر اجماع ہے۔ لیکن آلِ دیوبند کی یہ دونوں ہی باتیں خود ان کے اصولوں کے مطابق غلط ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز وتر میں رفع یدین کرنے کی جو روایت آلِ دیوبند پیش کرتے ہیں، اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے اور آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر دیوبندی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیثؒ بن ابی سلیمؒ ہے امام دارقطنی (جلد ا ص ۱۲۶ میں) امام بیہقیؒ (کتاب القراۃ ص ۱۰۷ میں) اور امام احمدؒ، امام یحییٰ اور امام نسائیؒ وغیرہ سب اس کو ضعیف اور کمزور کہتے ہیں۔ (میزان جلد ۲ ص ۲۶۰، تہذیب

التہذیب جلد۸ص ۴۶۸، قانون الموضوعات ص ۲۸۷)"

(احسن الکلام جلد۲ص ۱۲۸، دوسرا نسخہ ص ۱۴۰)

لیث بن ابی سلیم کو امین اوکاڑوی دیوبندی نے بھی ضعیف کہا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۵۹/۵)

فقیر اللہ دیوبندی نے بھی لیث بن ابی سلیم کو ضعیف ثابت کیا۔ (دیکھئے خاتمۃ الکلام ص ۱۰۱)

تقی عثمانی دیوبندی نے بھی لیث بن ابی سلیم کو متکلم فیہ کہا۔ (دیکھئے درس ترمذی ۲۳۳/۱)

آل دیوبند کے امام زیلعی حنفی نے بھی لیث بن ابی سلیم کو ضعیف کہا۔

(دیکھئے نصب الرایہ جلد۳ص ۹۶ سطر آخری)

بدرالدین عینی حنفی نے بھی لیث بن ابی سلیم کو ضعیف کہا۔

(عمدۃ القاری ۴۹۵/۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۸۵ قبل ح ۲۶)

علامہ سیوطی نے لکھا ہے: "فإن لیث بن أبي سلیم متفق علی ضعفه"

لیث بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ۲/ ۷۔۸)

دوسری بات یہ ہے کہ اس ضعیف اثر میں بھی ہاتھ اٹھانے سے دعا کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "لیث بن ابی سلیم، جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، وہ آخری عمر میں بدحافظہ بھی ہوگیا تھا اور اس پر تدلیس کا الزام بھی ہے۔

تاریخ یحیٰی بن معین (۴۱۰۲ روایۃ الدوری) میں اس روایت میں یہ صراحت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے سینے تک دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے (یعنی اس رفع یدین سے مراد دعا والا رفع یدین ہے)" (جزء رفع الیدین مترجم ص ۱۰۰ حاشیہ)

نماز عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع یدین کے متعلق اجماع کا دعویٰ بھی غلط ہے۔

آلِ دیوبند کے نزدیک "انتہائی معتبر امام" محمد بن حسن بن فرقد شیبانی نے اپنی کتاب: کتاب الاصل کے صفحہ ۳۲۸ (جلد۱) پر نماز عیدین کی زائد تکبیرات کے وقت رفع یدین کا انکار کیا ہے۔" مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الاوسط لابن منذر (جلد۴ص ۲۸۲)

آلِ دیوبند کے فخر المحدثین فخر الدین احمد نے لکھا ہے: ''رہا تکبیرات عیدین کا معاملہ، تو اول تو یہ اختلافی مسئلہ ہے، امام ابو یوسف کے یہاں رفع یدین نہیں ہے''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ ص ۱۵۵ جلد ا، نیز دیکھئے اشرف الہدایہ ۲/۳۸۳)

تو پھر یہ کیسا اجماع ہے جس سے آلِ دیوبند کے صاحبین ہی خارج ہیں۔؟!

بلکہ امین اوکاڑوی نے تو یہاں تک لکھا ہے: ''چنانچہ شامی میں ہی ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۱۵۹)

کیا اختلاف کو اجماع کہا جا سکتا ہے؟ جبکہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۱/۲۸۷)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ۶/۱۸۹)

رفع یدین کے بارے میں بعض آلِ دیوبند عوام الناس کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو ہمیشہ نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی احادیث مروی ہیں وہ یا تو بچے تھے یا مسافر (!) چنانچہ آل دیوبند کے مناظر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے کسی بدری صحابی سے نہیں بلکہ ایک بچے ابن عمرؓ اور ایک بیس رات کے مسافر حضرت مالک بن الحویرثؓ سے رفع یدین نامکمل ۹ جگہ ثابت کی۔'' (تجلیات صفدر ۷/۹۴)

اوکاڑوی نے بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے: ''امام مسلمؒ نے ایک چھلانگ اور لگائی اور ان دو کے ساتھ ایک مسافر صحابی حضرت وائل بن حجرؓ اور تلاش کر لیا۔''

(تجلیات صفدر ۷/۹۴)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے بقول اگر رفع یدین کی احادیث کے راوی صحابی بچے تھے تو یہ بات تو قائلین رفع یدین کے حق میں ہے، کیونکہ انھوں نے نبی ﷺ کی صرف آخری زندگی

کو ہی ملاحظہ کیا ہوگا اور آلِ دیوبند اکثر کہا کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شروع شروع میں رفع یدین کرتے تھے، بعد میں چھوڑ دیا۔ اگر بعد میں چھوڑا ہوتا تو آخری زندگی ملاحظہ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ہرگز رفع یدین نہ کرتے، حالانکہ آخری زندگی ملاحظہ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر عمر میں (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔" الحدیث

(صحیح بخاری مترجم از ظہور الباری دیوبندی جلد اص ۱۱۵، درسی نسخہ ۲۲/۱، الحدیث حضرو نمبر ۶۰ ص ۱۰)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی حیات کے آخر تک نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ان کی نماز کو نبی ﷺ نے ملاحظہ بھی فرمایا تھا، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سمجھتے ہو میرا رخ اس طرف (قبلہ کی طرف) ہے اللہ کی قسم تمھارا رکوع اور تمھارا خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمھیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔"

(صحیح بخاری جلد اص ۲۷۶ مترجم ظہور الباری دیوبندی، درسی نسخہ ج اص ۱۰۲)

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: "رہا یہ سوال کہ پڑھنے والے نے آہستہ قرأت کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا؟ تو یہ بڑی سطحی قسم کی بات ہے احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپ کو نماز کی حالت میں ایک مخصوص کیفیت حاصل تھی۔ جس سے آپ مقتدیوں کے رکوع وسجود اور خشوع کو ملاحظہ کر لیتے تھے (مشکوۃ جلد اص ۷۷)"

(احسن الکلام ج اص ۲۳۰، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶)

فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: "نماز کی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافتِ طبع مزید لطیف ہو جاتی تھی اور آپ امور حسیہ سے بڑھ کر امور معنویہ کو محسوس کرنے لگتے" (خاتمۃ الکلام ص ۳۰۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو آخر تک نبی

ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور ان کی نماز خصوصاً رکوع و خشوع سے نبی ﷺ پوری طرح باخبر تھے۔ ایک دیوبندی محمد اسماعیل جھنگوی نے لکھا ہے: ''رفع یدین کا مسئلہ اس صحابی سے لیا جائے گا جو حاضر باش ہو، ساری زندگی آپ ﷺ کے ساتھ رہا ہو۔''

(تحفہ اہل حدیث ص ۱۰۶ حصہ دوم)

اور نبی ﷺ کی وفات کے تقریباً چونتیس سال بعد نافع تابعی رحمہ اللہ نے ۴۴ھ میں اسلام قبول کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ خلیفہ بن خیاط (ص ۲۰۶، تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۴ ص ۱۲، حوادث سنۃ اربع، بحوالہ نور العینین طبع جدید ص ۲۶۰)

نافع تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رفع یدین کرتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس فعل کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے۔'' (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۲، نیز دیکھئے تفہیم البخاری جلد ۱ ص ۳۷۶)

دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں''

(احسن الکلام جلد ۱ ص ۱۸۷، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴)

اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اجماع امت کا مخالف بنص کتاب و سنت دوزخی ہے''

(تجلیات صفدر ۱/ ۲۸۷، یہ حوالہ پہلے گزر چکا ہے)

امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا''

(تجلیات صفدر ۶/ ۱۸۹، یہ حوالہ بھی پہلے گزر چکا ہے)

سرفراز صفدر نے محمد عمر اچھروی بریلوی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مگر مولوی محمد عمر صاحب کو بگوش ہوش سننا چاہیئے اور اچھی طرح یہ معلوم ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی روایت کو ضعیف کہہ دینا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔'' (ازالۃ الریب ص ۴۱۱)

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے کہا: ''ساری روایات بخاری صحیح ہیں اگر کسی نے کلام کیا ہے تو غلط کیا ہے۔'' (تقریر بخاری ص ۳۵۶)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بحث حدیث عبداللہ بن عمر بن خطابؓ:

(۱) امام بخاری فرماتے ہیں: ربیع (بصری) لیث (کوفی)، طاؤس (یمنی)، سالم (مدنی) ابوزبیر (مکی) اور محارب بن دثار (کوفی) اور نافع (مدنی) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا'' (جزء بخاری ص ۱۷۹)

امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل کر کے اس کا جواب یوں دیا:

''جواب: ظاہر ہے یہ واقعہ حج کے موقع کا ہو سکتا ہے، جہاں مکی، مدنی، کوفی، یمنی، بصری سب اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۲) بہرحال حج کے موقع پر ان سات شخصوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا...'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۲۶۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث اور اہلِ حدیث (ص ۴۰۸)

اب ظاہر ہے یہ سب تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین، نبی ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے اور انھوں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک ایسے صحابی رضی اللہ عنہ کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا جو نبی ﷺ کی حیات کے آخر تک نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے رہے تھے اور نبی ﷺ ان کی نماز سے پوری طرح باخبر تھے جیسا کہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود بعض متعصب اور غالی قسم کے لوگ رفع یدین کو منسوخ ثابت کرنے کے لئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب موضوع و من گھڑت روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی رفع یدین کی منسوخیت کا علم تھا۔ حالانکہ آلِ دیوبند کا اصول ہے کہ اگر کوئی صحابی اپنی بیان کردہ مرفوع حدیث کے خلاف عمل کرے تو صحابی کی عدالت ہی ساقط ہو جاتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (جلد۵ ص ۵۲) خزائن السنن (۱/ ۱۹۱، ۱۹۲) اور آئینۂ دیوبندیت (ص ۱۵۷، ۳۰۱، ۳۲۰)

بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے تو خاص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ قاعدہ نقل کیا ہے۔ دیکھئے تفہیم البخاری حاشیہ امین اوکاڑوی (جلد۱ ص ۳۷۵ ب)

بعض لوگ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں کہ امام مجاہد رحمہ اللہ نے ان کو رفع یدین ترک کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کے جواب میں یہی کافی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے جس کا آلِ دیوبند کے نزدیک حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر اور شیخ العرب والعجم عبدالستار تونسوی نے علانیہ کہا تھا: ''جو روایت تم نے پیش کی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے ضعیف الحافظہ کثیر الغلط وہمی کہ ابوبکر بن عیاش کا حافظہ نہایت کمزور تھا اور بے شمار غلط روایات کرتا تھا۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ وہ حد سے زیادہ کثیر الغلط ہے۔'' (بے نظیر ولاجواب مناظرہ ص ۷۶)

نیز یہ ضعیف روایت صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔

آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق اگر صحیح بخاری کا بھی کوئی راوی ایسا ہو جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو تو ایسے راوی کی روایات صحیح بخاری میں تو حجت ہوتی ہیں اور دوسری کتابوں میں حافظہ خراب ہونے کے بعد والی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

آلِ دیوبند کے شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی نے کہا: ''بعض اوقات ایک راوی کی احادیث ایک مخصوص زمانہ تک صحیح و مقبول ہوتی ہیں اور اس کے بعد کی روایات ضعیف و مردود، امام بخاریؒ ایسے مواقع پر اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ ایسے راوی کی صرف پہلے دور کی روایات لی جائیں'' (درس ترمذی ۱/ ۶۵)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''جن کتب میں صحت کا التزام کیا گیا ہے ان میں راوی کی حیثیت اور ہے اگر وہی راوی کسی دوسری جگہ آ جائے تو اس کی حیثیت اور

ہوگی'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۴۷)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے ایک اور جگہ اپنی تائید میں لکھا ہے: ''اور علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: یعنی کسی راوی سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جس حدیث میں بھی ہوگا اس کی حدیث صحیح کی شرط پر ہوگی'' (مجذوبانہ واویلا ص ۹۳)

امام احمد رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین کے اثر کو باطل کہا ہے۔ دیکھئے مسائل احمد روایت ابن ہانی (جلد ا ص ۵۰)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی ترک رفع یدین والے اثر کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے خزائن السنن مؤلف سرفراز صفدر (ص ۳۵۱)

ماسٹر امین نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بعد رفع یدین کی حدیث بیان کرنے والے ایک اور صحابی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو مسافر کہہ کر رفع یدین سے گلوخلاصی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، حالانکہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا آخری زمانہ پایا ہے۔

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''جب ابن مسعودؓ مسلمان ہوئے اس وقت حضرت ابن عمرؓ شیر خوار بچے تھے اور بقیہ صحابہؓ جن سے رفع یدین کی روائتیں منقول ہیں بہت بعد کو مسلمان ہوئے'' (خزائن السنن ص ۳۶۰)

اس اعتراف کے باوجود رفع یدین کو ابتدائی دور کا عمل قرار دینا ناانصافی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

سرفراز صفدر نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ۹ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر کہا: ''اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً باسٹھ سال تھی۔ اور بڑھاپے اور کمزوری کا زمانہ تھا۔'' (خزائن السنن ص ۳۶۴)

اور تیسرے نمبر پر امین اوکاڑوی دیوبندی نے رفع یدین کی حدیث بیان کرنے والے صحابی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے مسلمانوں کے متفقہ

امام، امام مسلم رحمہ اللہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ امام مسلمؒ نے ایک چھلانگ اور لگائی اور ان دو کے ساتھ ایک مسافر صحابی حضرت وائل بن حجرؓ اور تلاش کر لیا۔'' (تجلیات ۹۴/۷)

حالانکہ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت رفع یدین سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا جب تطبیق منسوخ ہو چکی تھی۔ جبکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے شاگردوں کو جب نماز پڑھائی تو خود بھی تطبیق کی اور اپنے شاگردوں کو بھی عین حالت نماز میں تطبیق کروائی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دور میں رکوع کرتے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کی بجائے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے کرتے تھے، اس عمل کو تطبیق کہتے ہیں۔ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا شروع کر دیئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا حکم دیا اور تطبیق سے منع کر دیا۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں تو آپ کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف منہ کیا پھر رفع یدین کیا (دونوں ہاتھ اٹھائے) کانوں کے برابر پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا جب رکوع کا قصد کیا تو رفع یدین کیا اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جب رکوع سے سر اٹھایا تو اسی طرح رفع یدین کیا۔ الحدیث (نسائی درسی نسخہ جلد ا ص ۱۸۶ حدیث ۱۲۶۶، نسائی جلد ا ص ۲۱۶ مترجم وحید الزمان)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تھا اس وقت تطبیق منسوخ ہو چکی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا شروع کر دیئے تھے۔

مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے میں نے اپنے باپ (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے بازو میں نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ گھٹنوں کے بیچ میں رکھے تو میرے باپ نے کہا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ کہا کہ پھر میں نے دوبارہ ویسے ہی کیا تو انھوں نے

میرے ہاتھ پر مارا اور کہا ہم منع کئے گئے ایسا کرنے سے اور حکم ہوا دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا۔" (صحیح مسلم ۲/۱۰۸ مترجم)

امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: "امر وجوبی حکم کو کہتے ہیں" جس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے" (سیف حنفی ص ۲۸۲)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: "امر وجوب کیلئے ہوتا ہے" (احسن الکلام ۲/۳۰، دوسرا نسخہ ۲/۳۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رکوع کے وقت تطبیق کرتے تھے، بعد میں یہ عمل چھوڑ دیا اور اس سے منع بھی کر دیا اور رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا حکم دیا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تطبیق کرتے تھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ چنانچہ علقمہ تابعی اور اسود تابعی رحمہما اللہ نے فرمایا:

"وہ دونوں (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا کیا تمھارے پیچھے کے لوگ نماز پڑھ چکے انھوں نے کہاں ہاں پھر (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے اور ایک کو داہنی طرف کھڑا کیا اور دوسرے کو بائیں طرف پھر رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا۔ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے ہاتھ پر مارا اور تطبیق کی (یعنی دونوں ہتھیلیوں کو ملایا) اور رانوں کے بیچ میں رکھا جب نماز پڑھ چکے تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔"

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۰۷ مترجم وحید الزمان، درسی نسخہ ۱/۲۰۲ حدیث نمبر ۵۳۴)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ اور اسود سے یہ بھی فرمایا تھا کہ گویا میں تطبیق کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے اختلاف کی کیفیت کا آج بھی مشاہدہ کر رہا ہوں" (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۲ بحوالہ غیر مقلدین کیا ہیں؟ ص ۵۴۳ جلد ۱)

عزیز الرحمٰن دیوبندی فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور نے لکھا ہے:

"پہلا حکم یعنی گھٹنوں کے درمیان ہاتھ رکھنا منسوخ ہو گیا ہے واللہ اعلم بالصواب"

(حاشیہ صحیح مسلم مترجم از عزیز الرحمٰن جلد ۱ ص ۴۹۹)

محمود حسن دیوبندی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: ''تطبیق کے نسخ کا چونکہ ان کو پوری طرح ثبوت نہ ہوا لہٰذا اخیر تک نہ چھوڑا۔'' (تقاریر شیخ الہند ص ۶۵)

تو پھر یہ معلوم ہو جانے کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ضعیف حدیث جو کہ پہلے دور کی ہے، اس حدیث سے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی صحیح حدیث جو کہ بعد والے دور کی ہے، جس میں رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے اور رکوع کے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا بھی ذکر ہے کیسے منسوخ ہو سکتی ہے۔؟!

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسئلہ تطبیق کے متعلق ایک دیوبندی ''مفتی'' احمد ممتاز نے احادیث سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ایک بہت ہی عجیب بات کہی ہے کہ: ''تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۵۴، فتح الباری ۲/ ۲۸۷، بحوالہ النور)'' (آٹھ مسائل ص ۳۰)

قارئین کرام! آپ تطبیق کے متعلق ہماری نقل کردہ صحیح مسلم کی روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں، جن کے مطابق سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود بھی تطبیق کرتے تھے اور عین حالت نماز میں ان لوگوں کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے جو گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھے اور نماز کے بعد فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے، اس حقیقت کے بعد ''مفتی'' احمد ممتاز کی بات میں ذرہ برابر جان نہیں رہتی۔ اسی لئے اس نے ''ہو سکتا'' سے کام چلانے کی کوشش کی اگر احمد ممتاز دیوبندی کی طرح کوئی یہ بھی کہہ دے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں برابر تھے تو احمد ممتاز اس شخص کی بات کا کیسے انکار کرے گا۔ آخر ''مفتی'' مذکور ہی بتائیں کہ کیا وجہ ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو دونوں عمل برابر ہوں اور آلِ دیوبند اور ان کے اکابر کے نزدیک دونوں عمل برابر نہ ہوں۔ آلِ دیوبند کے انتہائی معتبر امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی نے کہا: ''ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تین باتوں کو نہیں مانتے، ان میں ایک تطبیق بھی ہے''

(دیکھئے کتاب الآثار ص ۳۷ حدیث نمبر ۹۵، دوسرا نسخہ ص ۲۱۳، نیز دیکھئے علم الفقہ ص ۲۱۲ حاشیہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو حوالہ احمد ممتاز دیوبندی نے دیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو اسحاق السبیعی ہے اور وہ مدلس ہے۔ (دیکھئے تہذیب ۶۶/۸، طبقات المدلسین ص ۴۲)

اور یہ روایت بھی عن سے ہے اور ابو اسحاق کی عن والی روایت آلِ دیوبند کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔ (دیکھئے حقیقی نظریاتِ صحابہ ص ۳۵، ۳۹)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دوسرا راوی ابو اسحاق سبیعی ہے جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا (نووی ص ۷ا تقریب)'' (تجلیات صفدر ۱۴۳/۳)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تطبیق کے ہی قائل تھے، گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے ہرگز قائل نہ تھے جیسا کہ تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے اور ''مفتی'' احمد ممتاز دیوبندی اور ان کے ہم نوا دیگر دیوبندی ''حضرات'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ثبوت دینے میں ناکام ہی رہے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے بھی قائل تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک صحابی کسی دوسرے علاقے میں چلے جاتے اور بعد میں نماز سے متعلق کوئی چیز منسوخ ہو جاتی تھی، مثال کے طور پر نماز میں باتیں کرنا پہلے جائز تھا اور اس دوران میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ملک حبشہ چلے گئے، جب واپس آئے تو نماز میں باتیں کرنا منسوخ ہو چکا تھا، لیکن انھیں چونکہ اس حکم کی ابھی تک اطلاع نہ پہنچی تھی اس لئے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت سلام کیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ جواب نہ ملنے پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فکرمند ہو گئے۔

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب و بعید کی فکروں نے آگھیرا، (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت ہی پیارے اور نیک بندے اور نبی

ﷺ کے پیارے صحابی غیب نہیں جانتے تھے) میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری فرمالی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملے میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرما دیتے ہیں اوران نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔" (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۲۷۔۵۲۸)

رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی نے رفع یدین کی حدیث بیان کرنے والے ایک صحابی کے متعلق لکھا ہے: "انہیں کیا پتہ کہ جانے کے بعد احکام میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟" (تحفہ اہل حدیث ص ۱۰۶ حصہ دوم)

اسی طرح آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تبلیغ وغیرہ کے لئے کسی دوسرے علاقے میں چلے گئے ہوں اور ان کے جانے کے بعد تطبیق منسوخ ہوگئی ہو اور نبی ﷺ نے رکوع کے وقت رفع یدین شروع کر دیا ہو اور انھیں اس کی اطلاع نہ پہنچی ہو۔

یہ جواب صرف اس صورت میں ہے جب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین کی روایت صحیح ثابت ہو جائے، لیکن چونکہ جمہور محدثین کے نزدیک ترکِ رفع یدین کی روایت ہی ضعیف ہے، اس لئے ہماری تحقیق میں نبی ﷺ نے رفع یدین کے بغیر کوئی نماز بھی نہیں پڑھی۔

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے رفع یدین کی احادیث کو پہلے نقل کیا ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بعد میں نقل کیا ہے اور اس روایت پر ترک اور رخصت کے ابواب قائم کیے ہیں، لہٰذا رفع یدین منسوخ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول ہی سرے سے باطل ہے کیونکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے "رکوع میں کیا پڑھنا چاہئے؟" اس کے متعلق چھ مختلف ابواب قائم کئے ہیں پھر سب سے آخر میں یہ باب قائم کیا ہے:

"باب الرخصة في ترك الذكر في الركوع" رکوع میں کچھ نہ پڑھنا۔

دیکھئے سنن نسائی (جلد اص ۳۵۰ مترجم، درسی نسخہ جلد اص ۱۶۱ قبل حدیث: ۱۰۵۴)
تو کیا کوئی عقل مند کہہ سکتا ہے کہ رکوع کی تمام تسبیحات منسوخ ہیں؟!
اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن النسائی (جلد اص ۳۷۱ تا ۳۷۶، درسی نسخہ ج اص ۱۶۸۔۱۷۰، قبل ح ۱۱۲۲۔۱۱۳۷) میں سجدہ کی چودہ مختلف دعاؤں کے ابواب قائم کئے ہیں اور سب سے آخر میں یہ باب قائم کیا ہے: ''باب الرخصة فی ترك الذكر فی السجود'' (سنن النسائی ص ۳۷۷ جلد ا، درسی نسخہ جلد اص ۱۷۰ قبل حدیث ۱۱۳۷)
تو کیا پھر سجدہ کی تمام تسبیحات بھی منسوخ ہیں؟!
اور اگر اصول یہی ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ جس حدیث کو سب سے آخر میں نقل کریں وہ ناسخ ہوتی ہے اور پہلی احادیث منسوخ ہوتی ہیں تو عرض ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث کو دو جگہ نقل کیا ہے پہلی مرتبہ (سنن النسائی جلد اص ۳۴۳، مترجم، درسی نسخہ ۱/ ۱۵۸ ح ۱۰۲۷) اور دوسری مرتبہ (سنن النسائی جلد اص ۳۵۲، درسی نسخہ ۱/ ۱۶۱ ح ۱۰۵۹) پر جبکہ رفع یدین کرنے کی احادیث کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے بلکہ سب سے آخر میں رفع یدین کی احادیث کو ہی نقل کیا ہے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی چار مقامات پر رفع یدین کی حدیث کو سنن نسائی (جلد اص ۳۹۳ مترجم وحید الزمان، درسی نسخہ ۱/ ۱۷۶ ح ۱۱۸۳) میں ذکر کیا اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ثبوت ہے، اسے سنن النسائی (جلد اص ۴۱۷، مترجم، درسی نسخہ ۱/ ۱۸۶ ح ۱۲۶۶) میں ذکر کیا ہے تو اس اصول سے رفع یدین نہ کرنے کی روایت منسوخ ہو گی، نیز اگر امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہوتا تو امام نسائی رحمہ اللہ رفع یدین کے متعلق بھی نسخ کا باب قائم کرتے جیسا کہ انھوں نے تطبیق کے متعلق نسخ کا باب قائم کیا ہے۔
دیکھئے سنن النسائی (جلد اص ۳۴۵ مترجم، درسی نسخہ ۱/ ۱۵۹، قبل ح ۱۰۳۳)
تنبیہ: محدثین کرام کے ابواب پہلے اور بعد؟! کے موضوع پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نے ایک لاجواب مضمون تحریر کیا ہے۔ (دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۱۴۶)

جس کے جواب سے پوری دیوبندیت خاموش ہے۔ دیوبندی اگر بریلویوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں، پھر بھی ان شاء اللہ ان کا جواب نہیں دے سکتے۔

اب آخر میں عرض ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ضعیف روایت میں چونکہ رکوع کا ذکر نہیں اور آلِ دیوبند کے اصول کے مطابق یہ روایت رکوع کے متعلق ہے ہی نہیں کیونکہ آلِ دیوبند کے ''مفتی'' احمد ممتاز نے لکھا ہے:

''دس نیکیوں والی روایت کا جواب

سوال: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے نماز میں رفع یدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گے۔

جواب: (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں لہٰذا بدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں'' (آٹھ مسائل ص ۶۳)

اسی اصول کے مطابق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہٰذا بدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

اور رفع یدین کے قائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخر تک نماز پڑھی ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا رکوع و خشوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں بھی ملاحظہ فرما لیتے تھے، جیسا کہ سرفراز صفدر وغیرہ کی عبارتیں گزر چکی ہیں اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی رفع یدین سے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ نقل کر دیا گیا ہے۔

انوار خورشید دیوبندی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:

''انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۷۴)

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فقہاء صحابہ میں شمار کیا

ہے۔ دیکھئے الکلام المفید (ص ۲۷۰)

آلِ دیوبند کے امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے: ''من فقها أهل المدينة '' (کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ص ۹۹ جلد ۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آلِ دیوبند کے ''فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد قدس سرہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند و سابق صدر جمیعۃ ہند'' نے لکھا ہے: ''حضرت ابن عمرؓ کے زمانہ میں رفع یدین کا عمل بھی برائے نام رہ گیا تھا اور بعید نہیں کہ کچھ لوگ رفع یدین کو بدعت سمجھنے لگے ہوں، اس لیے انھوں نے اس پر زور دینا شروع کیا، خود کر کے بھی دکھلاتے رہے، زبان سے بھی کہتے رہے فضائل بھی بیان کرتے رہے اور رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے اٹھتے ہوئے ترک رفع کرنے والوں کو کنکر مار کر تنبیہ بھی کرتے رہے، اور بہر حال انھوں نے رفع یدین کو ختم ہونے سے بچا لیا۔''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ جلد ۱ ص ۵۲۶)

حافظ زبیر علی زئی

رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا عمل: رفع یدین

الحمد لله ربّ العالمين و الصّلوٰة و السّلام علٰى رسوله الأمين ، أما بعد:

رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، یہ حدیث بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی اور یہ حدیث متواتر ہے۔ان صحابۂ کرام میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات مع تحقیق، تبصرہ وفوائد پیشِ خدمت ہیں جو نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور آپ کی وفات کے وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھے:

۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "صلّى بنا النبي ﷺ العشاء في آخر حياته فلما سلّم قام..." نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ ح ۱۱۶، کتاب العلم باب السمر بالعلم، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ ح ۲۵۳۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔الخ (صحیح بخاری: ۶۸۲)

یہ بھی نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور اور آخری دنوں کا واقعہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رأيتُ رسولَ اللّٰه ﷺ إذا قام في الصلوٰة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه و كان يفعل ذلك حين يكبّر للركوع و يفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع..."

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲ ح۷۳۶، صحیح مسلم ج۱ص۱۶۸ ح۳۹۰، ترقیم دارالسلام:۸۶۲ وعنده : إذا قام للصلوٰة)

راوی کا عمل: اب اس حدیث پر اسی حدیث کے راوی کا عمل پیشِ خدمت ہے:

۱: امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”رأیت أبي یفعله“ میں نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو یہ کام (شروع نماز میں رفع یدین، رکوع کے وقت رفع یدین اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین) کرتے ہوئے دیکھا۔

(حدیث السراج ج۲ص۳۴۔۳۵ ح۱۱۵، وسندہ صحیح)

۲: امام نافع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے... الخ

(صحیح بخاری:۷۳۹ وسندہ صحیح، شرح السنۃ للبغوی ۳/۲۱ ح۵۶۰ وقال : ”هذا الحدیث صحیح“)

۳: محارب بن دثار رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے تھے۔)

(جزء رفع الیدین للبخاری:۴۸ وسندہ صحیح)

۴: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”رأیت ابن عمر و ابن الزبیر یرفعان أیدیهما إذا رکعا و إذا رفعا“ میں نے ابن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، وہ رکوع کے وقت اور (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(کتاب العلل للاثرم بحوالہ التمہید ۹/ ۲۱۷ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینے میں پیدا ہوئے تھے اور

آپ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

ان صحیح وثابت روایات کے مقابلے میں کسی ایک بھی صحیح یا حسن روایت کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں حنفیہ کی پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ومردود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابن فرقد: ''أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال: رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء أذنیه في أول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فیما سوی ذلك. '' (موطأ ابن فرقد ۱/۱۴۰۔۱۴۱ ح ۱۰۸، ط مکتبۃ البشریٰ کراچی)

اس روایت کی سند دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۲/۳۴۱۔۳۶۴)

دوم: محمد بن ابان بن صالح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح راوی ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۳/۱۲۶)

۲: ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد الخ (شرح معانی الآثار ۱/۲۲۵، نصب الرایہ ۱/۴۰۹)

یہ روایت ابو بکر بن عیاش (صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) کی غلطی اور وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ باطل ہے۔ (مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ۱/۵۰)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابو بکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۶، نصب الرایہ ۱/۳۹۲)

امام دارقطنی نے فرمایا: ''قاله أبو بکر بن عیاش عن حصین وهو وهم منه أو من حصین '' (العلل ج ۱۳ ص ۱۶، سوال ۲۹۰۲)

سرفراز خان صفدر دیوبندی کے بقول امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''باطل اور موضوع'' قرار دیا ہے۔ (دیکھئے خزائن السنن ص ۳۵۱)

قاری ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ جو جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق

حسن الحدیث ہیں، ان کے بارے میں ان کے شاگرد امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: "لم یکن من شیوخنا أکثر غلطًا من أبي بکر بن عیاش" ہمارے استادوں میں ابوبکر بن عیاش سے زیادہ غلطیاں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

(تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۸ وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے ایک جگہ فرمایا: "و أبو بکر بن عیاش کثیر الغلط"

(سنن ترمذی: ۲۵٦۷)

ثابت ہوا کہ ابوبکر بن عیاش کی ترکِ رفع یدین والی روایت غلط، وہم اور ضعیف ہے اور اُن کی باقی روایات (سوائے اس روایت کے جس پر خاص جرح ثابت ہو) حسن ہیں۔

راوی سے راوی یعنی تابعی کا عمل: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے درج ذیل شاگرد بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے:

۱: سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ

(حدیث السراج ۲/ ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح، جزء رفع الیدین للبخاری: ۶۲ وسندہ حسن)

۲: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۱۱۸ ح ۱۰۱، من احتزأ بالسماع النازل مع کون الذي حدث عنه موجودًا، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۷۵ ح ۱۰۴)

۲) سیدنا انس بن مالک الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری میں فوت ہوئے، اس (بیماری کے دنوں) میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) انھیں نماز پڑھاتے تھے، حتیٰ کہ سوموار کے دن جب نماز میں صفیں قائم تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا، آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے...الخ

(صحیح بخاری: ۶۸۰ کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحیح مسلم: ۴۱۹، ترقیم دارالسلام: ۹۴۴)

آپ اسی دن فوت ہو گئے تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات کے دن بھی مدینہ طیبہ میں آپ کے قریب موجود تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے انس! کیا رسول اللہ ﷺ (کی قبر) پر مٹی ڈالتے وقت تمھارے دل راضی تھے؟ (صحیح بخاری: ۴۴۶۲)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی انس رضی اللہ عنہ مدینے میں موجود تھے اور آپ کو حجرۂ مطہرہ وروضۃ الجنۃ کی قبر میں دفن کرنے والوں میں شامل تھے، یعنی وہ آپ ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

امام ابویعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے فرمایا: "حدثنا أبو بكر (بن أبي شيبة) :حدثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس قال:رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه إذا افتتح الصلاة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع."

انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند ابی یعلیٰ ۶/۴۲۴۔۴۲۵ ح ۱۰۳۸، وسندہ صحیح)

حمید الطّویل ثقہ مدلس ہیں لیکن سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی عن والی روایت بھی صحیح ہوتی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض کرنا غلط ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/۲۱۵۔۲۱۷)

راوی کا عمل:

۱: عاصم الاحول (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، انس بن مالک نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا، آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح)

۲: حمید الطّویل (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انس (رضی اللہ عنہ) جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۳ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ہرگز ثابت نہیں۔

۳) سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے، اس میں لوگوں کو ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) نمازیں پڑھاتے تھے اور جس دن آپ ﷺ فوت ہوئے اس دن بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تھی۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۶۸۰، صحیح مسلم:۴۱۹، دارالسلام:۹۴۴)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۲/۴۹ ح ۱۹۴۳، وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸ وقال: "ورجاله ثقات" قلت: وسنده صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۱۲۰۔۱۲۱)

راوی کا عمل: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں اور اس سلسلے میں محمد بن جابر الیمامی کی روایت اُس کے ضعیف و مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ محمد بن جابر کے بارے میں حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**وهو ضعيف عند الجمهور**" اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

٤) سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الخ

پس آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ (صحیح بخاری:۶۷۸، صحیح مسلم:۴۲۰، دارالسلام:۹۴۸)

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نماز بتائی تو رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا۔ (دیکھئے سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸۔۱۱۹)

راوی کا عمل: حطان بن عبداللہ الرقاشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کیا۔

(سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، ملخصاً وسندہ صحیح)

۵) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے تین (دن) پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کے ساتھ صرف حسنِ ظن کی حالت میں ہی تمھیں موت آنی چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۷، دارالسلام: ۷۲۲۹، ۷۲۳۱ نسخہ وحید الزمان ۶/۴۱۴)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا یعنی آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند السراج ص ۳۹ ح ۹۲ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ ص ۶۲۔۶۳، سنن ابن ماجہ: ۸۶۸)

راوی کا عمل: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، جابر (رضی اللہ عنہ) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مسند السراج: ۹۲ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ دیگر صحابہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

۶: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت مدینے میں موجود تھے، بلکہ اتنے پریشان ہوئے تھے کہ انھیں آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہیں آرہا تھا اور بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر رجوع کیا اور تلوار پھینک دی۔

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (مخطوط ۲/ ۲۱۷) نور العینین (ص ۱۹۵۔۱۹۶) اور الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (۱/ ۱۱۸ ح ۱۰۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل کے لئے دیکھئے الخلافیات للبیہقی (بحوالہ النفح الشذی شرح جامع الترمذی لابن سید الناس الیعمری مطبوع ۴/۳۹۰)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں بعض حنفیہ کی پیش کردہ روایت ابراہیم نخعی مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۷: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دنوں کی احادیث بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۴۴۳۲، ۴۴۴۳_۴۴۴۴، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵_۴۴۵۷، ۵۴۷۸) اور طبقات ابن سعد (۲/۲۵۲ وسندہ حسن)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے (عبداللہ) بن عباس کو دیکھا۔ آپ شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عوامہ ۲/۴۱۱ ح ۲۴۴۶، نسخہ حمد الجمعہ واللحید ان ۲/۶۳ ح ۲۴۴۳، جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱)

درج ذیل کتابوں میں ابوحمزہ کے بجائے ابوجمرہ لکھا ہوا ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ (ط ۱۹۶۶ م ج ۱ ص ۲۳۵ وفی ھامشہ: ابوحمزہ) وبعض النسخ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد درج ذیل ہیں:

۱: ابوحمزہ القصاب (تہذیب الکمال ۴/۱۷۸، قلمی ج ۲ ص ۶۹۹)

عمران بن ابی عطاء الاسدی مولاھم، الواسطی (تقریب التہذیب: ۵۱۶۲)

☆ صدوق وثقہ الجمھور

۲: ابوجمرہ الضبعی (تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۶۹۹)

نصر بن عمران بن عصام البصری (تقریب التہذیب: ۷۱۲۲) ثقہ ثبت

یہاں ان دونوں میں پہلے راوی یعنی ابوحمزہ القصاب مراد ہیں، جس کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

اول: عمران بن ابی عطاء کے شاگردوں میں ہشیم اور ہشیم کے استادوں میں عمران بن ابی عطاء کا نام ہے، جبکہ نصر بن عمران کے شاگردوں میں ہشیم یا ہشیم کے استادوں میں نصر بن

عمران کا نام نہیں ملا۔ دیکھئے تہذیب الکمال

دوم: مصنف عبدالرزاق (۲/ ۶۹ ح ۲۵۲۳ دوسرا نسخہ: ۲۵۲۶) میں ہشیم کی اسی روایت میں ''ابوحمزہ مولی بنی اسد'' کی صراحت ہے اور عمران بن ابی عطاء اسدی ہیں جبکہ نصر بن عمران کا اسدی ہونا ثابت نہیں۔

لطیفہ: دیوبندی قافلۂ باطل کے ایک لکھاری شبیر احمد (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''ابوجمرہ سے روایت ہے کہ...

اس سے غیر مقلدین کا ''مذہب'' کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ: 1: اس کی سند میں ابوجمرہ (''ج'' کے ساتھ) مجہول ہے اس لیے سند صحیح نہیں۔ (نسخہ دہلی، اسوہ ص ۲۷) افسوس کہ غیر مقلدین نے تحریف کر کے اس کو ابوحمزہ بنا دیا ہے۔ (جزء رفع یدین مترجم از حضرت اوکاڑوی: ص 279)'' (قافلہ... جلد ۶ شمارہ ۳ ص ۳۱)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث نے تحریف نہیں کی بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں ابوحمزہ لکھا ہوا ہے اور باقی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔ محمد عوامہ (غالی حنفی تقلیدی) کے نسخے میں بھی ابوحمزہ ہی ہے، لہٰذا اگر تحریف کا الزام لگانا ہے تو اپنے ''بزرگوں'' پر لگائیں۔ اگر اس سند میں ابوجمرہ راوی ہیں تو پھر یہ سند بالکل صحیح ہے اور ابوجمرہ کو شبیر احمد جیسے جاہل شخص کا ''مجہول'' کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اگر اس میں ابوحمزہ راوی ہیں تو یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

کیا آلِ دیوبند میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو شبیر احمد دیوبندی کو سمجھائے کہ جاہل ہو کر ''مفتی'' بننے کی کوشش نہ کرو، ورنہ رسوائی اور ذلت کا بھانڈا عین چوک میں پھوٹ جائے گا اور ''بے عزتی'' مزید خراب ہو جائے گی۔

قارئین کرام! سیدنا مالک بن الحویرث اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی پر ہی محمول ہیں۔

۸: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے: اور اس ذات کی قسم جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں بے شک تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتا ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(سنن نسائی: ۱۱۵۷، صحیح بخاری: ۸۰۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (المخلصیات ۲/ ۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی، نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ، رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح)

اس روایت کو مدنظر رکھ کر اوپر والی روایت کی بریکٹوں میں رکوع کے لئے اور رکوع سے کا اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

ہم نے اس تحقیقی مضمون میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا مشاہدہ کرنے والے صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین روایت کیا اور آپ کی وفات کے بعد ان صحابہ نے رفع یدین پر عمل کیا، جبکہ ترکِ رفع یدین یا نسخ رفع یدین کسی صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے ثابت ہے، لہٰذا بعض الناس کا رفع یدین کو متروک یا منسوخ قرار دینا غلط و باطل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۳/ شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱/ ستمبر ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

محدثین کے ابواب: پہلے اور بعد؟!

سوال الیاس گھمن صاحب نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ اہلحدیث جو ہیں وہ منسوخ روایات پر عمل کرتے ہیں اور ہم دیوبندی ناسخ روایات پر عمل کرتے ہیں۔
اور وہ ایک قاعدہ وقانون بتاتے ہیں کہ محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین اپنی احادیث کی کتابوں میں پہلے منسوخ روایات کو یا اعمال کو لائے ہیں پھر اُنھوں نے ناسخ روایات کو جمع کیا ہے۔
کیا واقعی یہ بات درست ہے؟ اور وہ مثال دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں پہلے رفع یدین کرنے کی روایات ذکر کی ہیں پھر نہ کرنے کی روایات ذکر کی ہیں یعنی رفع الیدین منسوخ ہے اور رفع الیدین نہ کرنا ناسخ ہے، اسی طرح محدثین نے پہلے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی روایات ذکر کی ہیں پھر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی روایات ذکر کی ہیں، اہلِ حدیث منسوخ روایات پر عمل کرتے ہیں اور ہم ناسخ پر۔
کیا:... الیاس گھمن صاحب نے جو قاعدہ وقانون بیان کیا ہے وہ واقعی محدثینِ جمہور کا قاعدہ ہے اور دیوبندیوں کا اس قانون پر عمل ہے اور اہل حدیث اس قانون کے مخالف ہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر)

الجواب گھمن صاحب کی مذکورہ بات کئی وجہ سے غلط ہے، تاہم سب سے پہلے تبویبِ محدثین کے سلسلے میں دس (۱۰) حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام ابوداود نے باب باندھا:

''باب من لم یر الجهر ببسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم'' (سنن ابی داود ص ۱۲۲، قبل ح ۷۸۲)

اس کے بعد امام ابوداود نے دوسرا باب باندھا:

'' باب من جهر بها '' (سنن ابی داود ص ۱۲۲، قبل ح ۷۸۶)

یعنی امام ابوداود نے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عدمِ جہر (سراً فی الصلوٰۃ) والا باب لکھا

اور بعد میں بسم اللہ بالجہر والا باب باندھا تو کیا گھمن صاحب اور اُن کے ساتھی اس بات کے لئے تیار ہیں کہ سراً بسم اللہ کو منسوخ اور جہراً بسم اللہ کو ناسخ قرار دیں؟ اور اگر نہیں تو پھر اُن کا اُصول کہاں گیا؟!

تنبیہ: امام ترمذی نے بھی ترکِ جہر کا پہلے اور جہر کا باب بعد میں باندھا ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (ص ٦٧۔٦٨ قبل ح ٢٤٤، ٢٤٥)

۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب باندھا:

"باب ما جاء في الوتر بثلاث" (سنن الترمذی ص ۱۲۲، قبل ح ۴۵۹)

پھر بعد میں "باب ما جاء في الوتر بركعة" کا باب باندھا۔ (سنن الترمذی قبل ح ۴۶۱)

کیا گھمن صاحب اپنے خود ساختہ قاعدے وقانون کی رُو سے تین وتر کو منسوخ اور ایک وتر کو ناسخ سمجھ کر ایک وتر پڑھنے کے قائل وفاعل ہو جائیں گے؟!

۳) امام ابن ماجہ نے پہلے خانہ کعبہ کی طرف پیشاب کرنے کی ممانعت والا باب باندھا:

"باب النهي عن استقبال القبلة بالغائط والبول" (سنن ابن ماجہ ص ۴۸ قبل ح ۳۱۷)

اور بعد میں "باب الرخصة في ذلك في الكنيف وإباحته دون الصحارى"

یعنی صحراء کے بجائے بیت الخلاء میں قبلہ رُخ ہونے کے جواز کا باب، باندھا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۴۹ قبل ح ۳۲۲)

کیا گھمن صاحب! قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت کو اپنے اصول کی وجہ سے منسوخ سمجھتے ہیں؟!

٤) امام نسائی نے رکوع میں ذکر (یعنی تسبیحات) کے کئی باب باندھے۔ مثلاً:

"باب الذكر في الركوع" (سنن النسائی ص ۱۴۴، قبل ح ۱۰۴۷)

اور بعد میں باب باندھا: "باب الرخصة في ترك الذكر في الركوع"

(سنن النسائی ص ۱۴۵، قبل ح ۱۰۵۴)

کیا گھمنی قاعدے کی رُو سے رکوع کی تسبیحات پڑھنا بھی منسوخ ہے؟!

۵) امام ابن ابی شیبہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا باب درج ذیل الفاظ میں لکھا:

"وضع الیمین علی الشمال" (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰ قبل ح ۳۹۳۳)

اور بعد میں "من کان یرسل یدیه فی الصلوۃ" یعنی نماز میں ہاتھ چھوڑنے کا باب باندھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ قبل ح ۳۹۴۹)

ان دونوں ابواب میں سے کون سا باب گھمن صاحب کے نزدیک منسوخ ہے؟ پہلا یا بعد والا؟ کیا خیال ہے، اب دیوبندی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کریں گے یا پھر الیاس گھمن صاحب کے اصول کو ہی دریا میں پھینک دیں گے؟!

٦) امام نسائی نے نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع والا باب باندھا:

"النهی عن الصلاۃ بعد العصر" (سنن النسائی ص ۷۸ قبل ح ۵٦۷)

اور بعد میں "الرخصة فی الصلاۃ بعد العصر"

یعنی عصر کے بعد نماز (نوافل) کی اجازت، کا باب باندھا۔ (سنن النسائی ص ۷۹ قبل ح ۵۷۴)

کیا گھمن صاحب کے اصول سے نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے ممانعت والی حدیث منسوخ ہے؟!

۷) امام ابوداود نے تین تین دفعہ اعضائے وضوء دھونے کا باب باندھا:

"باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً" (سنن ابی داود ص ۲۹ قبل ح ۱۳۵)

اور بعد میں ایک دفعہ اعضائے وضوء دھونے کا باب باندھا:

"باب الوضوء مرۃ مرۃ" (سنن ابی داود ص ۳۰ قبل ح ۱۳۸)

کیا وضوء کرتے وقت تین تین دفعہ اعضائے وضوء دھونا منسوخ ہے؟ اگر نہیں تو پھر گھمن صاحب کا قاعدہ کہاں گیا؟!

۸) امام نسائی نے سجدوں کی دعا (تسبیحات) کے کئی باب باندھے۔ مثلاً:

"عدد التسبیح فی السجود" (سنن النسائی ص ۱۵۷، قبل ح ۱۱۳٦)

اور بعد میں "باب الرخصة فی ترك الذكر فی السجود" یعنی سجدوں میں ترکِ

ذکر (ترکِ تسبیحات) کی رخصت (اجازت) کا باب۔ (سنن النسائی ص ۱۵۷، قبل ح ۱۳۷۲)

کیا گھمنی قاعدے وقانون کی رُو سے سجدوں کی تسبیحات بھی منسوخ ہیں؟!

۹) امام ابن ابی شیبہ نے ”من قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع“ کا باب باندھ کروہ روایات پیش کیں، جن سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰۱/۲، قبل ح ۵۰۵۹)

اورانھوں نے بعد میں ”من كان يرى الجمعة في القرى وغيرها“ جوشخص گاؤں وغیرہ میں جمعہ کا قائل ہے، کا باب باندھ کروہ صحیح روایات پیش کیں، جن سے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱۔۱۰۲، قبل ح ۵۰۶۸)

کیا گھمن صاحب اوراُن کے ساتھی اپنے نرالے قاعدے کی ”لاج“ رکھتے ہوئے گاؤں میں نمازِ جمعہ کی مخالف تمام روایات کو منسوخ سمجھتے ہیں؟! اگر نہیں تو کیوں اوراُن کا قاعدہ کہاں گیا؟

۱۰) امام ابن ابی شیبہ نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں کا باب باندھا: ”ما قالوا في التكبير على الجنازة من كبّر أربعًا“ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۹/۳ قبل ح ۱۱۴۱۶)

اوراس کے فوراً بعد پانچ تکبیروں کا باب باندھا:

”من كان يكبّر على الجنازة خمسًا“ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۲/۳ قبل ح ۱۱۴۴۷)

کیا گھمن صاحب کی پارٹی میں کسی ایک آدمی میں بھی یہ جرأت ہے کہ وہ اپنے اس گھمنی قاعدے، قانون اوراصول کی لاج رکھتے ہوئے جنازے کی چار تکبیروں کو منسوخ اور پانچ کو ناسخ کہہ دے؟! اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً امام نسائی نے ایک باب میں: سجدہ کرنے سے پہلے گھٹنے زمین پر لگانے والی (ضعیف) حدیث لکھی اور پھراس کے فوراً بعد دو حدیثیں لکھیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ لگائے جائیں۔

دیکھئے سنن النسائی (ص ۱۵۰۔۱۵۱، قبل ح ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲)

امام ابوداود نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے ترک کا باب پہلے باندھا

ہے اور پھر دوسرے باب میں آگ پر پکا ہوا کھانا کھانے سے وضوء ٹوٹنے کی حدیثیں لائے ہیں۔ (دیکھئے سنن ابی داود ح ۱۸۷۔۱۹۳، اور ح ۱۹۴۔۱۹۵)

معلوم ہوا کہ گھمن صاحب کا مزعومہ قاعدہ، قانون اور اصول باطل ہے، جس کی تردید کے لئے ہمارے مذکورہ حوالے ہی کافی ہیں اور دیوبندی حضرات میں سے کوئی بھی اس اصول کو من وعن تسلیم کر کے دوسرے ابواب والی مذکورہ روایات کو منسوخ نہیں سمجھتا، لہٰذا اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے خلاف یہ خود ساختہ قاعدہ واصول پیش کر کے پروپیگنڈا کرنا غلط اور مردود ہے۔ بطورِ لطیفہ اور بطورِ عبرت ونصیحت عرض ہے کہ نیموی حنفی صاحب نے مسجد میں دوسری نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کا باب باندھا: "باب ما استدل به على كراهة تكرار الجماعة في مسجد" (آثار السنن قبل ح ۵۲۶)

اور اس کے فوراً بعد دوسری جماعت کرانے کے جواز کا باب باندھا:

"باب ما جاء في جواز تكرار الجماعة في مسجد" (آثار السنن قبل ح ۵۲۷)

کیا یہاں بھی گھمن صاحب اور آلِ گھمن جماعتِ ثانیہ کی تکرار کے بارے میں دعویٔ کراہت منسوخ اور جواز کو ناسخ سمجھ کر جائز ہونے کا فتوی دیں گے۔؟!

ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ایک اصول و قاعدہ خود بنا کر پھر خود ہی اُسے توڑ دیا جائے، پاش پاش کر دیا جائے بلکہ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا بنا کر ہوا میں اُڑا دیا جائے۔ اس طرح سے تو بڑی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

کیا آلِ دیوبند میں کوئی بھی ایسا نہیں جو گھمن صاحب کو سمجھائے کہ اپنی اوقات سے پاؤں باہر نہ پھیلائیں اور اپنے خود ساختہ اصولوں کی بذاتِ خود تو مخالفت نہ کریں۔!؟

ثابت ہوا کہ اہلِ حدیث (یعنی اہلِ سنت) منسوخ روایات پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا گھمن صاحب نے اپنی مذکورہ تقریر میں خطیبانہ جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہلِ حدیث کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے، جسے دوسرے الفاظ میں دروغ گوئی کہا جاتا ہے اور ایسا کرنا شریعتِ اسلامیہ میں ممنوع ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام
(آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کی طرف کان لگائے رہو، اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ (سورۃ الاعراف: ۲۰۴، ترجمہ محمود حسن دیوبندی مع تفسیر عثمانی ص ۲۴۳)

اس آیت مبارکہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ آیت مقتدی کو سورہ فاتحہ کی قراءت سے منع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے لیکن اگر اس کے ترجمہ پر غور کریں تو اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا مطلب یہ ہو کہ مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ اس آیت مبارکہ میں دو حکم ہیں:

(۱) سنو (۲) چپ رہو

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا سننے سے مراد نہ پڑھنا ہی ہوتا ہے یا سننے والا پڑھ بھی سکتا ہے۔ اس کے لئے ہم دو مثالیں بیان کرتے ہیں:

① نبی ﷺ نے اپنی حالتِ بیماری میں نماز پڑھائی لیکن بیماری اور ضعف کی وجہ سے زیادہ بلند آواز سے تکبیر نہیں کہہ سکتے تھے لہٰذا ''ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر سناتے تھے'' (دیکھئے تفہیم البخاری جلد اص ۳۶۵، مع حواشی امین اوکاڑوی)

اب اگر سننے کا مطلب صرف یہ لیا جائے کہ سننے والا اپنی زبان کو حرکت ہی نہیں دے سکتا تو یہ بات درست نہیں کیونکہ صحابۂ کرام، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر سنتے بھی تھے اور خود بھی تکبیر کہتے تھے جیسا کہ سب مسلمانوں کا اب بھی اسی طرح عمل ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو'' الحدیث (صحیح مسلم جلد اص ۱۷۴)

لہٰذا ثابت ہوا کہ سننے کے حکم سے ہمیشہ نہ پڑھنا ہی مراد لینا درست نہیں۔

② اگر سننے کا مطلب نہ پڑھنا ہی ہوتا تو اذان کا جواب دینے کی بھی اجازت نہ ہوتی۔

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ جب بسلسلۂ جہاد کسی قصبہ یا شہر پر حملہ کرنا چاہتے تھےتو وكان يستمع الاذان فان سمع ___ اذانا امسك والا اغار پہلے توجہ کرتے۔ اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ سے باز رہتے۔ ورنہ ہلّہ بول دیتے تھے۔ مسلم ص ۱۶۶، ابوعوانہ جلد ا ص ۳۳۵ دارمی ص ۳۲۳، طیالسی ص ۲۰۱''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۵۵، دوسرا نسخہ ص ۱۹۵)

اور یہ بھی نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ''إذا سمعتم النّداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن'' جب اذان سنو تو موذن کی طرح تم بھی ساتھ ساتھ کہتے جاؤ۔

(صحیح بخاری جلد ا ص ۸۶، خیر الکلام ص ۲۶۸ طبع جدید واللفظ لہ، دیکھئے نماز مسنون ص ۲۵۹)

ویسے بھی اذان کا جواب وہی دے گا جو اذان سنے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سننے سے نہ پڑھنا ہی مراد لینا درست نہیں۔ اس آیت مبارکہ میں دوسرا حکم چپ رہنے کا ہے، اس کے لئے بھی ہم دو مثالیں بیان کرتے ہیں:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، فرمایا: رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ اس تکبیر اور قراءت کے درمیان کی خاموشی کے دوران کیا پڑھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا میں پڑھتا ہوں: اللّٰهم باعد بيني و بين خطاياي.....الحدیث

(صحیح بخاری جلد ا ص ۱۰۳)

اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ آہستہ پڑھنا اور چپ رہنا دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔

② حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''دل میں خفیہ آواز سے (سراً) پڑھنا فانصتوا (انصات/ خاموشی) کے خلاف نہیں کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((من اغتسل يوم الجمعة ومس من طيب إن كان عنده، ولبس من أحسن ثيابه، ثم خرج حتى يأتي المسجد فيركع إن بداله، ولم يؤذ أحدًا ثم أنصت إذا خرج إمامه حتّى يصلي ، كانت كفارة لما بينها و بين الجمعة الأخرىٰ))

جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگائے اور اپنا اچھا لباس پہنے پھر مسجد کی طرف جائے پھر جو میسر ہو نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر جب اس کا امام آ جائے تو انصات کرے (خاموش ہو جائے) حتیٰ کہ نماز پڑھ لے، یہ اس کے اور اگلے جمعے کے درمیان کا کفارہ بن جائے گا۔ (مسند احمد ۴۲۰/۵ ح ۲۳۵۷۱ وسندہ حسن، الطبرانی فی الکبیر ۱۶۱/۴ ح ۴۰۰۷، آثار السنن: ۹۱۳ وقال: ''اسنادہ صحیح'')

ایک روایت میں آیا ہے: ((وینصت حتی یقضي صلاته إلا کان کفارة لما قبله من الجمعة)) اور پھر وہ خاموش رہے حتیٰ کہ وہ اپنی نماز مکمل کرلے تو اس کے سابقہ جمعہ تک کا کفارہ ہو جائے گا۔ (سنن النسائی ۱۰۴/۳ ح ۱۴۰۴)

مزید معلومات کے لئے دیکھئے محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی کی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم (حصہ دوم ص ۲۴۳، ۲۴۵ دوسرا نسخہ ص ۴۵۳، ۴۵۵) اور حدیث اور اہل حدیث (ص ۸۰۸)

اس روایت کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں لیکن یہی روایت دوسری سند کے ساتھ صحیح بخاری (۹۱۰) میں ((ثم إذا خرج الإمام أنصت)) إلخ کے الفاظ سے ہے جو نسائی والی روایت کی تائید کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نسائی والی روایت بھی ان شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح ہے۔'' (الاعتصام شمارہ ۴۸ جلد ۶۰ ص ۲۷، ۲۸)

تنبیہ: آلِ دیوبند کے نزدیک یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ پہلی حدیث کا صحیح ہونا آلِ دیوبند کے محدث اور فقیہ نیموی سے نقل کیا جا چکا ہے اور نسائی والی حدیث میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں لیکن آلِ دیوبند کے نزدیک خیر القرون کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۷ ص ۲۹۸، ج ۴ ص ۲۳۰، ج ۳ ص ۳۲۴)

قارئین محترم! جب آپ نے جان لیا کہ سننا اور چپ رہنا آہستہ پڑھنے کے مخالف نہیں تو ثابت ہوا کہ آیت مبارکہ ''وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ'' سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت مراد لینا درست نہیں۔ اب ہم آلِ دیوبند کے دیگر تسلیم شدہ دلائل سے اپنے معنی یعنی سننے اور چپ

رہنے سے مراد نہ پڑھنا ہی نہیں ہوتا، کی تائید پیش کرتے ہیں:

آلِ دیوبند کے مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

''تیسری حدیث ابو ہریرۃؓ سے نقل فرمائی ہے، اگر اس کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمان کہ آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (ابن ابی شیبہ ج ۲/ص ۴۷۸) اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی حدیث نبوی ﷺ واذا قرأ فانصتوا۔ جو امام بخاریؒ کے دو استادوں نے ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۳۷۷ اور مسند احمد ج ۲/ص ۳۷۶، ۴۲۰ پر نقل فرمائی ہے، تو مسئلہ کتنا صاف ہو جاتا...'' (جزء القرأۃ تحریفات اوکاڑوی ص ۱۱۹، ۱۲۰)

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا ہے:

''حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں نزلت فی الصلاۃ.'' (فتوحات صفدر ج ۳ ص ۲۴۳)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مغفل وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کا حکم امام کے پیچھے اقتداء کرنے والوں کو ہے''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۰۲، دوسرا نسخہ ص ۱۳۳)

دیوبندیوں کی مشہور کتاب ادلہ کاملہ ص ۶۲ پر لکھا ہوا ہے: ''جب امام جہراً اقراءت کرے تو مقتدی سُنیں اور جب امام سِرًا اقراءت کرے تو مقتدی خاموش رہیں، دلیل حضرت ابو ہریرۃؓ کا ارشاد ہے کہ ہم امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے، پس آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ''جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو سنو، اور خاموش رہو۔''

فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''علامہ قرطبی اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنھم اور جمہور ائمۂ تابعین کے نزدیک یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے''

(خاتمۃ الکلام ص ۱۱۴)

آلِ دیوبند کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے لکھا ہے: ''درج ذیل صحابہؓ و تابعین سے مروی

ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ (تفسیر ابنِ جریر ص ۱۰۳ جلد ۹) حضرت ابو ہریرہؓ (دار قطنی)'' (نماز مدلل ص ۱۰۹)

ان مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک آیتِ مبارکہ ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کی تفسیر اور حدیث و إذا قرأ فانصتوا ۔ کے راوی سیدنا ابو ہریرہؓ بھی ہیں اور یہ آیت اور حدیث سری نمازوں کے متعلق بھی ہے۔ چنانچہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''باقی سری نمازوں کے لئے قرآن کریم کی آیت۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث و اذا قرأ فانصتوا پہلے بیان ہو چکی ہے'' (احسن الکلام جلد ا ص ۲۳۲، دوسرا نسخہ ص ۲۸۸)

اب دیکھنا یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا ہے؟ دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر کے بقول آیت اور حدیث سری نمازوں کے متعلق بھی ہے اور سرفراز صفدر نے ہی اپنی کتاب احسن الکلام میں سیدنا ابو ہریرہؓ کے دو آثار نقل کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ امام کے پیچھے سری نمازوں میں قرأت کے قائل و فاعل تھے اور حکم دیتے تھے۔ چنانچہ سرفراز صاحب نے ایک اثر کے متعلق لکھا ہے: ''اصول حدیث اور محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حدیث حسن، جید قوی اور صحیح ہے''

(احسن لکلام جلد ا ص ۳۱۴ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۳۸۸)

انھوں نے سیدنا ابو ہریرہؓ کے متعلق مزید لکھا ہے کہ ''صرف ظہر و عصر کی سرّی نمازوں میں وہ امام کے پیچھے قرأۃ کے قائل اور اس پر عامل تھے۔ اور وہ دونوں پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ وشیء من القرآن کی قرأت کے بھی قائل تھے''

(احسن الکلام ص ۳۱۵، دوسرا نسخہ ص ۳۸۸)

آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہؓ جہری نمازوں میں بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے بلکہ حکم دیتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ''جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو تُو اسے پڑھ اور امام سے

پہلے ختم کرلے، پس بے شک وہ جب ولا الضالین کہتا ہے فرشتے آمین کہتے ہیں جس کی آمین اس سے مل گئی تو وہ اس کے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی دعا قبول کرلی جائے''

یہ اثر جہری نمازوں کے متعلق ہے کیونکہ سری نمازوں میں دیوبندی آمین نہیں کہتے۔

آلِ دیوبند کے محدث محمد بن علی نیموی نے اس اثر کے متعلق کہا: ''و إسناده حسن''

(آثار السنن ص۸۹ ح۳۵۸)

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا: ''محقق نیمویؒ کا نام ظہیر احسن ابوالخیر کنیت اور شوقؔ تخلص تھا۔ آپ مولانا علامہ محمد عبدالحیؒ لکھنویؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے شاگرد رشید تھے، بڑے پایہ کے محدث اور فقیہ تھے، فن اسماء الرجال پر گہری نظر رکھتے تھے، اور خداداد ذہانت اور فطانت میں قاضی شوکانیؒ سے بھی انکا پایہ بہت بلند تھا۔ مگر افسوس کہ ناپائیدار زندگی نے ساتھ نہ دیا اور ان کی قابلیت کے پورے جوہر ابھی اچھی طرح اجاگر نہ ہوئے تھے کہ ۱۷/ رمضان ۱۳۲۲ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، آپ کی مشہور کتاب آثار السنن (مع حاشیہ تعلیق الحسن) کو علماء بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور فریق ثانی کی نگاہوں میں وہ کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے'' (احسن الکلام جلد ا ص ۳۲۵ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۴۰۱)

جب آپ نے جان لیا کہ آلِ دیوبند کی معتبر کتابوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سری و جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے بلکہ حکم دیتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیت مبارکہ ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ اور حدیث ((وإذا قرأ فانصتوا)) میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت نہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق کونسا فہم معتبر ہے آلِ دیوبند کا فہم یا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فہم؟!

چنانچہ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا: ''میں اس تصوّر کو ساری گمراہیوں کی جڑ سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، آئمہ ہدیٰؒ اور اکابر امّتؒ نے فلاں مسئلہ صحیح نہیں سمجھا۔ اور آج کے کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کی رائے ان اکابر کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۳۷، دوسرا نسخہ ص ۲۵)

اگر آلِ دیوبند نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فہم کو معتبر نہ سمجھا تو اپنے ہی اصول کے مطابق گمراہی کی جڑ ثابت ہو جائیں گے اور ساتھ ہی آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت بھی ساقط ہو جائے گی کیونکہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنی تائید میں طحاوی حنفی سے نقل کیا ہے کہ "سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن ظن رکھتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیں، اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۳)" (تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے لکھا: "اگر ان کے پاس سات مرتبہ کی نسخ یا عدم وجوب کا علم نہ ہوتا تو اپنی روایت کے خلاف کرنا ان کی عدالت اور عدالت پر اثر انداز ہوتا ہے اور......" (خزائن السنن ۱/۱۹۱، ۱۹۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق مزید دلائل آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق درج ذیل ہیں:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((كل صلاة لايقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج غير تمام)) قال قلت: كنت خلف الإمام؟ قال: فأخذ بيدي وقال: اقرأ في نفسك يافارسي!)) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے پوری نہیں ہے، میں نے کہا: اگر میں امام کے پیچھے ہوں، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے فارسی! آہستہ بغیر آواز بلند کیے پڑھا کرو۔ (صحیح ابی عوانہ ۲/۱۲۷ ح ۱۳۲۷)

آلِ دیوبند کے "شہید اور مفتی" محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: "صحیح ابوعوانہ کی احادیث کا صحیح ہونا سب کو مسلم ہے" (اختلاف امت اور صراط مستقیم طبع جدید حصہ دوم ص ۱۲۱)

سرفراز صفدر نے اپنی تائید میں آلِ دیوبند کے مشہور مصنف ظفر احمد دیوبندی سے نقل کیا ہے:

"مولانا ظفر احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ سہلؒ بن بحرؒ کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔لیکن کنز العمال جلد ۱ص ۳ میں لکھا ہے کہ صحیح ابو عوانہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔(اعلاء السنن جلد ۴ص ۴۹)"

(احسن الکلام جلد ۱ص ۱۹۱ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۲۳۸)

سرفراز صفدر نے ایک منکرِ حدیث کا رد کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھا ہے:

"باقی برق صاحب کا یہ کہنا کہ صحاح کی تمام روایات صحیح نہیں اِس سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر صحاح سے بخاری مسلم اور صحیح ابو عوانہ وغیرہ کتابیں مراد ہیں جن کے مصنفین نے صحت کا التزام کیا ہے اور پوری امت مسلمہ نے ان کو صحیح کہا اور تسلیم کیا ہے تو برق صاحب کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ یہ کتابیں صحیح نہیں یا ان کی روایات صحیح نہیں ہیں اس لیے برق صاحب کی رائے اس سے بڑھ کر اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی کہ ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے"

(صرف ایک اسلام ص ۱۴)

ایک روایت میں ہے کہ شاگرد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں امام کی قراءت سن رہا ہوتا ہوں؟ توانھوں نے فرمایا: اپنے نفس میں (آہستہ) پڑھو۔(صحیح ابی عوانہ ۱۲۸/۲، واسنادہ صحیح)

تنبیہ: ابوعوانہ کی اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مقتدی کو جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

۱: آلِ دیوبند کے امام ملا علی قاری حنفی نے لکھا: " (في نفسك): سرًا غير جهرٍ" یعنی آہستہ پڑھ بلند آواز سے نہ پڑھ۔ (مرقاۃ جلد ۲ص ۲۸۳، دوسرا نسخہ ص ۵۴۹)

مرقاۃ (کتاب) کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: "ہماری مشکوۃ کی شرح لکھی گئی ہے مکہ میں بیٹھ کر ملا علی قاریؒ نے لکھی جس کا نام ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ۔"

(فتوحات صفدر ج ۱ص ۱۰۵، دوسرا نسخہ ص ۸۶)

۲: آلِ دیوبند کے "محدث" خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے: " [اقرأ بها] أي بأم

القرآن [یا فارسي في نفسك] سرًا غیر جهر ."
یعنی آہستہ پڑھ بلند آواز سے نہ پڑھ۔ (بذل المجہود ج۵ص۳۹ح۸۲۱)

۳: آلِ دیوبند کے مسلّم بزرگ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "اقرأ بھا في نفسك" کے ترجمہ وتشریح میں لکھا ہے: "بخواں آنرا در نفس خود اے فارسی یعنی آہستہ بخوان تا غیر تو آنرا نشنوذ" اے فارسی! اپنے نفس میں پڑھ یعنی آہستہ پڑھ تا کہ دوسروں کو تو نہ سنائے۔

(مصفّٰی شرح موطأ ج۱ص۱۰۶)

شاہ ولی اللہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے ایک بریلوی "مفتی" کو مخاطب کر کے لکھا ہے: "مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی..." (بابِ جنت بجواب راہِ جنت ص۴۹)

سرفراز خان نے مزید لکھا: "بڑے شوق سے مشکل وقت میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا دامن چھوڑ دیں مگر ہم ان کا دامن چھوڑنے کیلیے ہرگز تیار نہیں ہیں"

(بابِ جنت ص۵۰)

۴: آلِ دیوبند کے دوسرے مسلّم بزرگ عبدالحق دہلوی نے کہا: "بخوان فاتحہ را پس امام نیز اما آہستہ چنانچہ بشنوانی خودرا۔" امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ آہستہ چنانچہ اپنے آپ کو سنا۔

(اشعۃ اللمعات ج۱ص۳۹۹)

عبدالحق دہلوی نے مزید کہا: "أي سرًا تسمع نفسك" یعنی سرًا اپنے آپ کو سناتے ہوئے پڑھ۔ (اللمعات ص۱۲۸، ج۳ بحوالہ توضیح الکلام ج۱ص۱۸۹، طبع جدید ص۱۸۵)

۵: امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب القراءت میں فرمایا: " والمراد بقوله اقرأ بها في نفسك أن يتلفظ بها سرًا دون الجهر ولا يجوز حمله علٰى ذكرها بقلبه دون التلفظ بها لإجماع أهل اللسان علٰى أن ذلك لا يسمى قراء ة، ولإجماع أهل العلم علٰى أن ذكرها بقلبه دون التلفظ بها ليس بشرط ولا مسنون فلا يجوز

حمل الخبر علٰی ما لا یقول به أحد ولا یساعده لسان العرب وباللّٰه التوفیق."

یعنی اقرأ فی نفسك کا یہ مطلب ہے کہ آہستہ اس کو لفظاً پڑھا جائے بلند آواز سے نہ پڑھا جائے، اور اسے دل میں غور و تدبر کے معنی میں حمل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل عرب کا اتفاق ہے کہ اسے قراءت نہیں کہتے اور اہل علم کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ دل میں غور کرنا اور لفظ ادا نہ کرنا نہ شرط ہے اور نہ مسنون ہے لہٰذا جس بات کا کوئی قائل نہیں اور نہ ہی اس معنی کی تائید لغت عرب سے ہوتی ہے اس پر حدیث کو محمول کرنا جائز نہیں۔

(کتاب القراۃ ص ۱۷، توضیح الکلام جلد ۱ ص ۱۹۰، طبع جدید ص ۱۸۶)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا: "اجماع اُمت کا مخالف بنصِ کتاب و سنت دوزخی ہے۔"

(تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۲۸۷)

ماسٹر امین نے مزید لکھا ہے: "آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)" (تجلیاتِ صفدر ج ۶ ص ۱۸۹)

۶: سرفراز صفدر نے کسی بریلوی کے خلاف اپنی تائید میں لکھا ہے:

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ کا معنی یہ ہے کہ نماز میں قرات آہستہ کر" (حکم الذکر بالجہر ص ۳۰)

۷: آل دیوبند کے "مفتی اعظم" محمد شفیع نے لکھا ہے: "اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے)" (معارف القرآن ۴/۱۶۵)

تنبیہ: بریکٹ والے الفاظ بھی معارف القرآن کے ہی ہیں۔

۸: عبدالحئی لکھنوی نے لکھا ہے: " اقرأ بها أي سرًا..." اسے پڑھ یعنی سراً پڑھ۔

(التعلیق المجد ص ۹۶ حاشیہ نمبر ۲)

۹: دل میں پڑھنے کا مطلب سرفراز کی عبارت سے درج ذیل ہے:

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: "شروع شروع میں جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ

تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم لاتے۔ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے۔تاکہ جلد اسے یاد کرلیں اور سیکھ لیں۔مبادا حضرت جبرائیلؑ چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہوسکے۔ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں پوری طرح سننے اور سمجھنے میں دقّت ہوتی تھی۔ارشاد ہوا کہ آپ ہمہ تن متوجہ ہوکر سنیں۔جس وقت حضرت جبرائیلؑ پڑھیں۔آپ اس وقت خاموش ہوکر توجہ کریں اور سنیں اور زبان مبارک کو حرکت نہ دیں۔'' (احسن الکلام جلد ۱ ص ۸۴، دوسرا نسخہ ص ۱۱۱)

دل میں پڑھنے کا مطلب زبان ہلائے بغیر غور وتدبر کرنا نہیں ہے۔کیونکہ نبی ﷺ دل میں پڑھ رہے تھے اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اپنی زبان مبارک کو حرکت نہ دیں۔اگر زبان مبارک کو ہلائے بغیر صرف غور فکر کررہے تھے تو روکا کس بات سے تھا؟

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا: ''نماز جنازہ آہستہ پڑھنی چاہیے'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۵۹۳)

ماسٹر نے اپنے اس دعویٰ پر ایک دلیل یوں نقل کی: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سرا فی نفسه دل ہی دل میں پڑھا جائے''

(تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۵۹۳، نیز دیکھئے الیاس گھمن کی کتاب: نماز اہل السنۃ ص ۱۶۰)

یہ بات تو ہر دیوبندی جانتا ہے کہ جب وہ جنازہ دل میں پڑھتا ہے تو اپنی زبان کو ہلا کر پڑھتا ہے۔فیض احمد ملتانی دیوبندی نے اپنی تائید میں امام ترمذی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے: ''نمازی بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ دل میں کہے، یعنی آہستہ کہے۔'' (نماز مدلل ص ۱۰۶)

یہ بات بھی ہر دیوبندی جانتا ہے کہ جب وہ نماز میں بسم اللہ اپنے دل میں پڑھتا ہے تو اس کی زبان ہلتی ہے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''فرمایا حضور ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے قرآن پڑھا۔ قرأ في نفسه اپنے دل میں آہستہ آہستہ پڑھا۔جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا سنوا اذا قرأ فانصتوا اے میرے مقتدیو خاموش رہو۔'' (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ص ۲۶۳)

ہمارے نزدیک تو یہ روایت موضوع یعنی من گھڑت ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث

(۳۹ص ۳۱۔۳۲) لیکن چونکہ اوکاڑوی کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے اور ہمارا استدلال بھی صرف دیوبندی ترجمے سے ہے لہٰذا ایسے دیوبندی جو اقرأ بھا في نفسك کا معنی دل میں پڑھنے کے بجائے دل میں تدبر کرنے کا کرتے ہیں، وہی ازراہِ انصاف بتائیں کہ جب اس شخص نے پڑھا ہی نہیں تھا تو اسے کس بات سے روکا گیا تھا؟

آلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے مرفوع مرسل روایت اپنی تائید میں نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

'' وَ يَجْهَرُ الْإِمَامُ بِالْقِرآءَةِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَةٍ وَيَقْرَءُ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ سِرًّا فِيْ نَفْسِهٖ '' اور مغرب کی نماز میں بھی امام پہلی دو رکعتوں میں بالجہر پڑھے۔ سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ اور آخری رکعت میں آہستہ اپنے جی میں پڑھے صرف سورۃ فاتحہ''

(نماز مسنون ص ۲۸۹)

آلِ دیوبند کی مستدل مذکورہ روایت کی روشنی میں وہ آلِ دیوبند جو اہلِ حدیث سے کہا کرتے ہیں کہ غیر مقلدین کا دل ان کے منہ میں ہے۔ غور کرلیں کہ ان کا یہ اعتراض ان کے اصولوں کے مطابق مرفوع حدیث پر بھی ہے اور ان کے بڑے بڑے ''مفتیان'' پر بھی۔

احمد یار بریلوی نے بھی لکھا ہے: ''التحیات وغیرہ دل میں پڑھے''

(جاء الحق ص ۳۲۶، دوسرا نسخہ ص ۳۵۰، باب ذکر بالجہر پر اعتراضات وجوابات)

یہ تو عام بریلوی بھی جانتے ہیں کہ وہ التحیات زبان ہلا کر ہی پڑھتے ہیں۔

اقرأ بھا في نفسك کا مطلب آہستہ پڑھنا ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سری و جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے جیسا کہ آلِ دیوبند کی کتابوں سے نقل کیا جاچکا ہے اور یہ بھی نقل کیا جاچکا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی حدیث کے خلاف عمل نہیں کرسکتے ورنہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق ان کی عدالت ساقط ہوجائے گی۔!

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق دوسری حدیث:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے ہرگز پوری نہیں۔ ابوسائب نے کہا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو دبایا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرا بازو اور کہا: ''اقرأ بها في نفسك يا فارسي!'' یعنی اے فارسی! اسے آہستہ پڑھا کرو۔ **فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((قال الله تبارك و تعالىٰ: قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، فنصفها لي و نصفها لعبدي ولعبدي ما سأل، قال رسول الله ﷺ : ((اقرأوا))....الحديث** کیونکہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تقسیم کی گئی نماز میرے اور بندے کے درمیان آدھوں آدھ، آدھی میری اور آدھی اس کی اور میرے بندے نے جو مانگا اسے دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اقرأوا'' پڑھا کرو.....الحدیث (موطأ امام مالک ح ۳۹)

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا: ''وہ اقوال صحابہ کرامؓ جو موطأ اور جامع عبدالرزاق'' میں ہوں وہ مستند اور قابل اعتبار ہیں۔'' (احسن الکلام جلد ا ص ۳۱۸، دوسرا نسخہ ص ۳۹۲)

محمد تقی عثمانی نے کہا: ''جہاں تک صحیحین اور مؤطأ کا تعلق ہے اُن کے بارے میں اتفاق ہے کہ انکی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں'' (درس ترمذی جلد ا ص ۶۳)

اب دیکھئے! اس حدیث میں سائل نے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق پوچھا تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سائل سے فرمایا: ''اقرأ بها في نفسك'' پھر نماز کی تقسیم کا ذکر کیا، پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اقرأوا'' یعنی پڑھا کرو۔

جب آپ نے جان لیا کہ آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ اور حدیث ((وَإِذَا قَرَأَ فَانْصِتُوْا)) سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت مراد نہیں لی، تو اب مزید سنئے: آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ مکی ہے چنانچہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے

﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کے متعلق لکھا: ''یہ آیت مکی ہے۔''

نیز لکھا: ''آیت مذکورہ بالا تفاق مکی ہے'' (احسن الکلام جلد ا ص ۱۴۰، دوسرا نسخہ ص ۱۷۶)

تقی عثمانی نے بھی کہا ہے: ''یہ آیت مکّی ہے'' (درس ترمذی جلد ۲ ص ۸۷)

فقیر اللہ دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''آیت مکی ہے'' (خاتمۃ الکلام ص ۱۳۵)

ظفر احمد عثمانی دیوبندی نے آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کے بارے میں لکھا: ''یہ بالاتفاق مکی ہے''

(فاران، دسمبر ۱۹۶۰ء ص ۳۵ بحوالہ توضیح الکلام جلد ۲ ص ۱۱۵، فاتحۃ الکلام، تصنیف ظفر احمد عثمانی ص ۲۲ واللفظ لہ)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے: ''کیونکہ اعراف باتفاق محدثین ومفسرین کے مکی ہے اور یہ آیت بھی مکیّہ ہے کسی نے اس کو مکیہ ہونے سے استثناء نہیں کیا نہ کسی نے اس کو مَدَنیّہ لکھا'' (سبیل الرشاد ص ۱۲، تالیفاتِ رشیدیہ ص ۵۱۰ واللفظ لہ)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ مکی ہے۔ تو عرض ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نماز میں نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے باتیں کرلیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آیت ﴿و قوموا للّٰہ قانتین﴾ نازل ہوئی۔

چنانچہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا: ''امام صاحبؒ کی دلیل نمبر ا بخاری جلد ا ص ۱۶۰ اور ترمذی جلد ا ص ۵۴ میں ہے: عن زیدؓ بن ارقم قال کنا نتکلم خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الصّلوۃ یتکلم الرجل من صاحبہ الٰی جنبہ حتی نزلت وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ فامرنا بالسکوت و نھینا عن الکلام۔''

(خزائن السنن جلد ۲ ص ۱۴۴)

آلِ دیوبند کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے کہا: ''اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آیتِ قرآنی ''وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ'' مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی'' (درس ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۴)

جب یہ بات آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق ثابت ہوگئی کہ آیت واذا قری القرآن نے مقتدیوں کو نماز میں باتوں سے بھی منع نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ آیت ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ مقتدی زبان ہلا کر کچھ نہیں پڑھ سکتا۔

نماز میں کلام کی ممانعت کے بعد ایک صحابی سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے لاعلمی کی وجہ سے باتیں کرلیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس صحابی سے فرمایا: ''یہ نماز ایسی ہے جس میں لوگوں کی بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو تسبیح، تکبیر اور قراءت ہوتی ہے۔''

(مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، حدیث اور اہل حدیث ص ۵۳۶ واللفظ لہ، نماز مسنون ص ۴۸۰)

اب دیکھئے! پہلے آیت مبارکہ ﴿و اذا قری القرآن﴾ نازل ہوئی جس نے مقتدیوں کو باتوں سے بھی منع نہ کیا اس کے بعد آیتِ مبارکہ ﴿وقوموا للّٰہ قانتین﴾ نازل ہوئی جس نے مقتدیوں کو باتوں سے منع کیا لیکن ان دونوں آیاتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ جنھوں نے بطور مقتدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی، اور نماز میں انھوں نے باتیں کی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باتوں سے منع کیا اور قراءت کا حکم دیا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ مقتدی قراءت نہ کرے۔

اس بات پر تمام آلِ دیوبند کا اتفاق ہے کہ اگر جماعت ہورہی ہو تو بعد میں آنے والا شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہوگا لہٰذا اگر ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کا مطلب یہ ہوتا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کوئی شخص زبان کو حرکت نہیں دے سکتا تو بعد میں آنے والا شخص تکبیر تحریمہ کیسے کہے گا؟ اگر آلِ دیوبند یہ عذر پیش کریں کہ ہم آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کا شان نزول نماز تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک تکبیر تحریمہ نماز میں شامل نہیں لہٰذا تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد مقتدی زبان کو حرکت نہیں دے سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول آلِ دیوبند کے تسلیم شدہ اصولوں کے خلاف ہے۔

۱: چنانچہ آلِ دیوبند کے وکیل ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب تجلیاتِ صفدر میں لکھا ہوا ہے کہ ''تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم اور آیت کو اس کے شان نزول اور خاص سبب پر منحصر کردینا غلط اور باطل ہے۔ اس کو صرف سبب نزول میں

محصور ومسدود سمجھنا ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کا ارتکاب کوئی ادنی طالب علم بھی نہیں کر سکتا۔" (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۶۸، بشیر احمد قادری دیوبندی کی تحریر)

۲: سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا: "نصوص میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ کہ خصوص اسباب کا۔ اور یہ کہ کوئی آیت شان نزول پر مقید نہیں ہوتی۔"

(احسن الکلام جلد ۱ ص ۱۰۲، دوسرا نسخہ ص ۱۳۳)

۳: دیوبندیوں کے محدث سعید احمد پالنپوری نے لکھا: "اصول فقہ کا ضابطہ ہے کہ) نص کے الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہے شانِ نزول اور سیاق کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہے۔"

(ادلۂ کاملہ ص ۸۱)

۴: محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا: "خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔" (اختلاف امت اور صراط مستقیم ج ۲ ص ۱۲۸)

۵: تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: "اصولِ تفسیر اور اصولِ فقہ کا یہ مسلم قاعدہ ہے "العبرة بعموم اللفظ لا لخصوص المورد" یعنی اعتبار آیت کے عمومی الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خاص اس صورت کا جس کے لئے آیت نازل ہوئی ہے۔" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۲۴)

۶: آلِ دیوبند کے "مفتی" جمیل نے لکھا ہے: "مسلمان تو اس حکم کے سب سے زیادہ اور سب سے پہلے مخاطب ہیں کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو خواہ نماز میں یا نماز کے باہر، تو خاموش رہیں اور غور سے سنیں۔" (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۱۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بعد میں آنے والا مقتدی قرآن سننے اور چپ رہنے کے باوجود تکبیرِ تحریمہ کہہ سکتا ہے تو فاتحہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ "مفتی" جمیل کی تفسیر کے بعد ایک اور فتویٰ بھی سنئے۔ "مفتی" محمد ابراہیم دیوبندی نے لکھا ہے: "آج کل اہل بدعت کے عقائد حدِ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (کذافی احسن الفتاوی ص ۲۹۰ ج ۳) چونکہ اس مسئلہ میں ابتلاء عام ہے اس لئے اس کا آسان حل لکھا جاتا ہے وہ یہ کہ جہاں اس قسم کے امام سے واسطہ پڑے اور الگ ہو کر انفرادی نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو

وہاں صورۃً بدعتی امام کی اقتداء اختیار کر لی جائے اور دل میں اپنی انفرادی نماز کی نیت کی جائے۔ ثناء کے بعد تعوذ تسمیہ پھر قراءت کی جائے۔ غرض ظاہر کی حد تک رکوع سجدہ میں امام کے پیچھے پیچھے رہے مگر نماز اپنی ہی پڑھتا رہے۔'' (چار سو اہم مسائل ص ۴۴)

ان دونوں مفتیوں کے فتووں سے معلوم ہوا کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو ایسی صورت میں بھی سورہ فاتحہ پڑھی جا سکتی ہے۔

قاری سعید الرحمٰن دیوبندی نے اپنے والد عبدالرحمٰن کاملپوری سے، اس نے اپنے پیر اشرفعلی تھانوی سے اس شخص کے بارے میں نقل کیا جو وہاں جمعہ پڑھتا ہے جہاں حنفیہ کی اکثر شرائط مفقود ہوتی ہیں تو: ''حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں فرمایا ''ایسے موقعہ پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہیئے تا کہ امام شافعیؒ کے مذہب کے بناء پر نماز ہو جائے۔''

(تجلیات رحمانی ص ۲۴۳ طبع اول ۱۹۶۹ء، مزید دیکھئے ملفوظات تھانوی ۲۶/۳۲۲)

اس فتوے کے بعد دو باتوں میں سے ایک تو بالکل ظاہر ہے: (۱) یا تو تقلیدی چکر میں پھنس کر قرآن و حدیث کی مخالفت کا حکم دیا جا رہا ہے یا (۲) پھر قرآن و حدیث میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت یا ترکِ فاتحہ کی دلیل بالکل نہیں ہے۔

آلِ دیوبند کے ان اصولوں کی روشنی میں آلِ دیوبند کی تفسیر صحیح نہیں یا پھر آلِ دیوبند کے اصول غلط ہیں۔ نیز آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق نمازِ عیدین میں، بعد میں آنے والا مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ زائد تین تکبیرات ایسے وقت بھی کہے گا جب امام قراءت شروع کر چکا ہو گا۔

۱: چنانچہ آلِ دیوبند کے ''شہید اور مفتی'' یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے:

'' اگر امام تکبیرات سے فارغ ہو چکا ہو، خواہ قرات شروع کی ہو یا نہ کی ہو، بعد میں آنے والا مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد زائد تکبیریں بھی کہہ لے''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۴۱۶، دوسرا نسخہ ۲/۵۷۲)

۲: آلِ دیوبند کے ''فقیہ العصر اور مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''تکبیرِ تحریمہ

کے بعد تکبیرات زوائد کہہ لے، اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔"

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۵۳)

۳: اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: "اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت باندھنے کے تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔"

(بہشتی زیور حصہ گیارہواں، مسئلہ نمبر ۱۹ ص ۸۶۔۸۷، اصلی بہشتی گوہر، ادارہ نشریات اسلامیہ اردو بازار لاہور)

۴: "مفتی" محمد ابراہیم صادق آبادی نے نماز عید کے متعلق لکھا ہے: "اگر کوئی شخص ایسے وقت آ کر پہنچا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو کر قراءت شروع کر چکا ہے تب بھی یہ مقتدی نیت باندھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے پہلے زائد تکبیریں کہہ لے" (چار سو اہم مسائل ص ۲۷۳)

اب آلِ دیوبند خود ہی غور کریں کہ جب زبان اور ہونٹ ہلا کر تکبیریں کہنا انصات کے منافی نہیں تو وہ سورۂ فاتحہ سے کیوں منع کرتے ہیں؟

اب ہم ایک ایسی حدیث جو آلِ دیوبند کے نزدیک بالکل صحیح ہے، سے ثابت کر دیتے ہیں کہ جب امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدی زبان ہلا کر کوئی کلمہ کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا: "حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو (حضرت ابوبکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے) سبحان اللہ کہا، حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلاۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اقتداء کرنے لگے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قراءۃ اسی جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔"

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۲۳، ۳۲۴)

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے مذکورہ حدیث کے متعلق لکھا:

''یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔'' (احسن الکلام جلد ا ص ۲۴۵، دوسرا نسخہ ص ۳۰۴)

اس حدیث کے متعلق انوار خورشید دیوبندی نے لکھا:

''یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی ناسخ بھی نہیں'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۴۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی زندگی کے آخر تک صحابہ کرام نے ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کا یہ مطلب نہیں لیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو مقتدی زبان کو حرکت ہی نہیں دے سکتا اور اگر صحابہ کرام کے نزدیک ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کا مطلب ایسا ہی ہوتا جیسا کہ آلِ دیوبند نے سمجھا ہے تو وہ کبھی سبحان اللہ نہ کہتے۔

یہ جواب آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریہ (ص ۱۲۵) اور توضیح الکلام (ج ۲ ص ۴۵۳)

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند بھی اس روایت کو صرف اپنے مطلب کے لئے صحیح کہتے ہیں، ورنہ اس روایت کے ایک راوی ابو اسحاق السبیعی کی ایک دوسری روایت جو آلِ دیوبند کی طبیعت کے خلاف تھی، تو نور محمد تونسوی دیوبندی نے ابو اسحاق السبیعی کو مدلس اور مختلط قرار دے کر اس روایت کو ''ضعیف اور نا قابلِ قبول'' کہا۔

(دیکھئے حقیقی نظریاتِ صحابہ ص ۳۴۔۳۵، ۳۹)

اگر کوئی دیوبندی کہے کہ میں آلِ دیوبند کے اصولوں کا پابند ہوں اور اس حدیث سے میرا مسئلہ تو حل ہو گیا کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے دیوبندی کا مسئلہ حل نہیں ہوا کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی ﷺ مقتدی نہیں بلکہ امام بنے تھے۔ چنانچہ آلِ دیوبند کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے اسی روایت کے متعلق لکھا ہے: '' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کے درمیان آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور امام بنے، حضرت ابوبکرؓ مکبّر بنے۔" (نماز مدلل ص ۱۱۵)

اگر کوئی شخص کہے کہ اس روایت کے مطابق امام پر بھی سورۂ فاتحہ ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے نزدیک امام پر سورۂ فاتحہ واجب ہے۔ سرفراز خان صفدر نے کہا:

"فاتحہ صرف امام پر لازم ہے" (احسن الکلام ج ۲ ص ۳۴۲، دوسرا نسخہ ص ۴۲۲)

عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: "فاتحہ کی قرأت امام اور منفرد پر واجب" (علم الفقہ ص ۲۵۸)

اگر کوئی دیوبندی کہے کہ اس روایت کا تحقیقی جواب آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ طحاوی حنفی نے آلِ دیوبند کے امام محمد بن حسن شیبانی سے اس روایت کے متعلق لکھا ہے: " اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دنوں میں جو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے ہیں تو یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس میں آپ نے ایسے کام کیے ہیں جو آپ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں ایک تو یہ کہ آپ نے قرأت وہاں سے شروع کی جہاں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ختم کی تھی۔ دوسرا یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک ہی نماز میں پہلے امام بنے پھر مقتدی اور یہ بھی بالاتفاق کسی کے لئے جائز نہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کچھ ایسے امور ہیں جو آپ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں۔" (شرح معانی الآثار ص ۲۳۷ ج ۱، توضیح الکلام ج ۲ ص ۷۷۴)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے قائل وفاعل تھے بلکہ اس کا حکم دیتے تھے۔ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سرفراز صفدر نے لکھا: "حضرت ابوہریرہؓ متاخر الاسلام ہیں۔ اور ۷ھ کو مسلمان ہوئے تھے۔" (احسن الکلام جلد ۱ ص ۱۵۰، دوسرا نسخہ ص ۱۸۹)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: "اس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں، جو ۷ھ میں اسلام لائے" (درس ترمذی جلد ۱ ص ۲۹۱)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے آخر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال تک آپ کی نماز اسی طرح تھی'' (تفہیم البخاری علی صحیح بخاری جلد ا ص ۴۰۰، ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آخر تک نماز پڑھی ہے۔ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سری و جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے بلکہ حکم دیتے تھے اور اگر ان سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ پوچھا جاتا تو سائل سے یہ بھی فرماتے تھے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اقرأوا)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو۔

اگر کوئی دیوبندی کہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا تو عرض ہے کہ یہ بات آلِ دیوبند کے اپنے ہی اصول کے خلاف ہے کیونکہ آلِ دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی صحابی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آہستہ قراءت بھی کرتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا: ''رہا یہ سوال کہ اگر پڑھنے والے نے آہستہ قرأت کی تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا؟ تو یہ بڑی سطحی قسم کی بات ہے احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپ کو نماز کی حالت میں ایک مخصوص کیفیت حاصل تھی۔ جس سے آپ مقتدیوں کے رکوع و سجود اور خشوع کو ملاحظہ کر لیتے تھے (مشکوٰۃ جلد ا ص ۷۷)'' (احسن الکلام جلد ا ص ۲۳۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶)

مزید لکھا ہے: ''مقتدی کی آہستہ قرأت سے متاثر ہونا بعید نہ تھا۔ اس لئے نماز کی حالت میں آپ کی طبیعت لطیف تر اور شفاف تر ہو جاتی تھی'' (احسن الکلام جلد ا ص ۲۳۰، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶)

فقیر اللہ دیوبندی نے، سرفراز صفدر کے اسی استدلال کے متعلق لکھا: ''مجھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نسبت مؤلف احسن الکلام محدث العصر علامہ محمد سرفراز صفدر مدظلہ العالی کا لطیف استدلال جو انہوں نے اپنے حسن ذوق کی بنا پر کیا ہے زیادہ پسند ہے کہ نماز کی

حالت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافتِ طبع مزید لطیف ہو جاتی تھی اور آپ امور حسّیہ سے بڑھ کرامور معنویہ تک کومحسوس کرنے لگتے تھے‘‘ (خاتمہ الکلام ص ۳۰۲)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا تو اب یہ بھی جان لیں کہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے پانچ صحابہ کرام کا قراءت خلف الامام پر عامل ہونا تسلیم کرلیا ہے:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (احسن الکلام جلد ا ص ۳۱۴، دوسرا نسخہ ص ۳۸۷، ۳۸۸)

② امّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (احسن الکلام جلد ا ص ۳۱۴، دوسرا نسخہ ص ۳۸۷، ۳۸۸)

③ ھشام بن عامر رضی اللہ عنہ (احسن الکلام جلد ۲ ص ۴۶ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۵۱)

④ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (احسن الکلام جلد ۲ ص ۱۳۱، دوسرا نسخہ ص ۱۴۳)

⑤ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (احسن الکلام جلد ۲ ص ۱۴۲، دوسرا نسخہ ص ۱۵۶)

⑥ البتہ سرفراز خان نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر اس طرح نقل کیا ہے: ’’حضرت عمرؓ کا اثر:۔

یزید شریکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے سوال کیا:۔اقرأ خلف الامام قال نعم قال وان قرأت یا امیرالمومنین قال وان قرات (جزأالقراۃ ص ۱۳ طحاوی جلد ا ص ۱۲۹ کتاب القرأۃ ص ۶۰) کیا میں امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہوں؟ فرمایا ہاں سائل نے پوچھا اگر چہ آپ پڑھ رہے ہوں اے امیر المومنین؟ فرمایا ہاں اگر چہ میں پڑھتا رہوں اور مستدرک حاکم جلد ا ص ۲۳۹ دارقطنی جلد ا ص ۱۲۰ اور سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۷ وغیرہ میں یہ بھی مذکور ہے تم سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرو سائل نے دریافت کیا اگر چہ آپ جہر سے قرأت کررہے ہوں؟ فرمایا ہاں اگر چہ میں جہر سے قرات کیا کروں۔‘‘

(احسن الکلام جلد ۲ ص ۱۱۹، ۱۲۰، دوسرا نسخہ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

سرفراز صفدر نے اس اثر کی سند کے کسی راوی پر کوئی کلام نہیں کیا اور احسن الکلام (ص ۵۵۶) پر یہ تسلیم کیا کہ ’’بعض ائمہ نے اس کو صحیح کہا ہے‘‘ اور پھر اس کے بعد غلط سلط تبصرہ شروع کر دیا جس کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مقابلے میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں،

البتہ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے: " مولف احسن الکلام نے طبع اوّل میں اس پر اعتراض کیا تھا جس کا جواب خیر الکلام (ص ۲۸۹) میں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مؤلف موصوف کی اس پر خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ سند کے اعتبار سے اس اثر کا بے غبار ہونا انہیں بھی مسلّم ہے۔" (توضیح الکلام جلد ۱ ص ۲۶۵، طبع جدید ص ۴۲۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہی اثر الیاس گھمن کے چہیتے ابوالحسن دیوبندی نے " قافلۂ حق" میں نقل کر کے کوئی جرح نہیں کی بلکہ لکھا ہے:

" قرات خلف الامام کے باب امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ امام ترمذیؒ نے امام کے پیچھے قرات کو جائز بتانے والوں کے بارے میں فرمایا وھو قول مالک ابن انسؒ و ابن المبارکؒ والشافعیؒ و احمدؒ و اسحاقؒ یرون القراۃ خلف الامام۔ کہ امام مالک بن انس، ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ امام کے پیچھے قرات کو جائز بتاتے ہیں۔ (ترمذی ۱/۱۷۸)" (قافلۂ حق جلد ۳ شمارہ ۱ ص ۱۹، ۲۰)

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ اور اجماع؟

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ: " امام احمد رحمہ اللہ نے واذا قرئ القرآن کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے" کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ آیت مبارکہ ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ الخ میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ اجماع امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے اور وہی فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

فائدہ: امام ابراہیم بن ابی طالب النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے احمد (بن حنبل) سے امام کی جہری حالت میں قراءت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

" یقرأ بفاتحۃ الکتاب " سورۂ فاتحہ پڑھے۔ (تاریخ نیسابور للحاکم بحوالہ سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۳/۵۵۰۔۵۵۱ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے الحدیث حضرو شمارہ ۹۱ ص ۲۵)

مذکورہ آیت سے آلِ دیوبند کے ''صاحبین'' یعنی قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی (ابن فرقد) بلکہ آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں امام ابوحنیفہ نے بھی یہ نہیں سمجھا کہ مقتدی زبان اور ہونٹ ہلا کر کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''مؤلف خیر الکلام نے ص ۵۶۹ میں امام ابو جعفرؒ کے حوالے سے جو یہ نقل کیا ہے کہ مقتدی جب امام کو سورۂ فاتحہ میں پائے تو بالاتفاق ثناء پڑھے (منیۃ المصلی ص ۶۵ محصلہ) اس میں بالاتفاق سے تمام فقہاء احناف کا اتفاق مراد نہیں ہے بلکہ صرف امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اتفاق مراد ہے۔ (صغیری ص ۱۲۸، اور کبیری ص ۳۴۹)'' (احسن الکلام ۱/۲۲۷)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''چنانچہ شامی میں ہی ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۱۵۹)

قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی (یعنی ابن فرقد) کے بارے میں محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''وہ تو قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہمارا استاد سے کوئی اختلاف نہیں (شامی)'' (تحفۂ اہلحدیث حصہ اول ص ۷۰)

معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف، ابن فرقد اور امام ابوحنیفہ قرآن سننے اور چپ رہنے کے باوجود آہستہ پڑھنے کے قائل تھے، یا پھر وہ اس آیت کو نماز کے متعلق سمجھتے ہی نہیں تھے۔

آلِ دیوبند کے نزدیک بھی ترکِ قراءت خلف الامام کے مسئلے پر اجماع نہیں:

۱: سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''ان اختلافی اور فروعی مسائل میں سے ایک مسئلہ قرأت یا ترک القرأت خلف الامام کا بھی ہے۔ جو عہد نبوت سے تاہنوز اختلافی چلا آ رہا ہے۔ ہر فریق اپنی علمی تحقیق پر عمل کرتا رہا، کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔'' (احسن الکلام ص ۵۹۷)

۲: آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد شفیع کراچوی نے لکھا ہے:

''مسئلہ قرأۃ خلف الامام ان مسائل میں سے ہے جن میں حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانے

سے اختلاف اور بحثیں چلی آتی ہیں۔'' (احسن الکلام ج ۱ص ۲۳)

۳: محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''فاتحہ خلف الامام مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔امام شافعیؒ اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اہل حدیث حضرات کا اسی پر عمل ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ص ۲۰۷)

جو دیوبندی کہتے ہیں کہ آیت کا شانِ نزول اجماع و اتفاق سے قراءت خلف الامام کی ممانعت پر ہے، وہی ازراہِ انصاف بتائیں کہ پھر ترکِ قراءت پر اجماع کیوں نہیں؟

⑦ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ / ابونضرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا: سورۃ فاتحہ۔

آلِ دیوبند کے مشہور ''محدث اور فقیہ'' محمد بن علی نیموی نے اس اثر کے بارے میں کہا:

''إسناده حسن'' اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن ص ۸۴ تحت ح ۳۵۸، دوسرا نسخہ ص ۹۰)

آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم بھی تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو منع نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ میں ایسا کوئی حکم نہیں کہ مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

مزید یہ کہ دیوبندی عموماً تشہد میں درود کے بعد امام و مقتدی دونوں ''رب اجعلني مقيم الصلاة'' پڑھتے ہیں جو کہ قرآن مجید کی آیت ہے۔اگر کوئی دیوبندی کہے کہ'' رب اجعلني مقيم الصلاة '' تو ہم بطور دعا پڑھتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی دعا ہے چنانچہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا: ''فاتحہ دعا ہے لیکن مقتدی حکماً دعا خواں ہے اور آمین سے اسکی تصدیق کرتا ہے۔'' (احسن الکلام جلد ۱ص ۳۴۲، دوسرا نسخہ ص ۴۲۲)

اگر آمین سے تصدیق ہوتی ہے تو دیوبندی مقتدی سری نمازوں میں اس تصدیق سے بھی محروم رہتا ہے کیونکہ ہر دیوبندی جانتا ہے کہ وہ سری نمازوں میں آمین کہتا ہی نہیں۔

اس تفصیل کے بعد آلِ دیوبند کے انتہائی معتبر علماء سے آیت ﴿و اذا قرى القرآن﴾ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''حکیم الامت'' اشرفعلی تھانوی نے لکھا:

''میرے نزدیک اذاقرئ القرآن فاستمعوا جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قراءت فی الصلوۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔''

(الکلام الحسن جلد ۲ ص ۲۱۲، ملفوظات ''حکیم الامت'' ج ۲۶ ص ۳۳۵)

اور اشرفعلی تھانوی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''حکم کے مخاطب ظاہر ہے کفار و منکرین ہیں، اور مقصودِ اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بہ غرض تبلیغ وغیرہ پڑھ کر تم کو سنایا جائے تو اُسے توجہ و خاموشی کے ساتھ سُنو، تاکہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمہاری سمجھ میں آجائیں اور تم ایمان لا کر مستحق رحمت ہو جاؤ''

(تفسیر ماجدی ص ۳۷۳، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۲۶۳ واللفظ لہ)

خلاصۂ کلام: آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کے شانِ نزول کی روایت کے راوی ہیں اور حدیث وإذا قرأ فانصتوا کے بھی راوی ہیں اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آیت کے نازل ہونے کے بعد اور حدیث وإذا قرأ فانصتوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے لہٰذا آلِ دیوبند نے آیت اور حدیث کا مطلب غلط سمجھا ہے کیونکہ آلِ دیوبند کے عالم فقیر اللہ نے لکھا: ''احناف کے ہاں اصول یہ ہے کہ صحابی کا فتویٰ اپنی مرفوع روایت کے خلاف اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ صحابہ کے ساتھ حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ مرفوع حدیث کے خلاف ان کے عمل اور فتویٰ کو بے عملی اور لا پرواہی کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے یہ خیال کر لیا جائے کہ صحابی کو اپنی مرفوع روایت کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا اس لئے اس کے خلاف عمل اور فتوی دینا شروع کر دیا'' (خاتمۃ الکلام ص ۲۹۹)

آلِ دیوبند کی طرف سے ترک قرات خلف الامام کے بنیادی دلائل کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اب اگلے مضمون میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مزید وضاحت بھی آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں واضح کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام

سیدنا عبادہ بن صامت الانصاری البدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.)) اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۴ ح ۷۵۶، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ ح ۳۹۴)

آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''اور امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں۔''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۱۸۷ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴ واللفظ لہ)

مذکورہ حدیث کے متعلق سرفراز صفدر دیوبندی نے خاص طور پر لکھا ہے:

''بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن...'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۸)

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام مفتی'' محمد تقی عثمانی نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے:

''ان تینوں طرق میں سے پہلا طریق بالاتفاق صحیح ہے لیکن...'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۷۵)

آل دیوبند کے ''مفتی'' محمد یوسف نے مذکورہ حدیث کے متعلق لکھا ہے:

''یہ حدیث بلاشبہ صحیح اور متفق علیہ ہے، ائمہ ستہ نے اس کی تخریج کی ہے مگر...''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ۲/ ۷۷، دوسرا نسخہ ص ۳۲۰)

آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی نے محمد عمر اچھروی بریلوی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مگر مولوی محمد عمر صاحب کو بگوش ہوش سننا چاہئے اور اچھی طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بخاری شریف کی روایت کو ضعیف کہہ دینا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔'' (ازالۃ الریب ص ۴۱۱)

مذکورہ حدیث عام ہے، اس میں نہ تو کسی نمازی یعنی امام، منفرد اور مقتدی کا لفظ ہے اور نہ کسی نماز کا، لہٰذا اس لئے اہل حدیث نے بھی اسے عام ہی سمجھا ہے۔ مثلاً محدّث خطابی رحمہ اللہ (م ۳۸۸ھ) نے فرمایا: میں نے کہا: اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو

کوئی ایک شخص، اکیلے پڑھتا ہے یا امام کے پیچھے ہوتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر کرے۔ (اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری ۱/۵۰۰)

لیکن الیاس گھمن کے عملی تعاون سے لکھی جانے والی کتاب ''سیف حنفی'' کے مؤلف امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: ''**لا صلاۃ والی روایت کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فیصلہ کرائیں:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حدیث کے مفہوم کو جتنا سمجھا ہے اتنی وسعت و اہلیت اور قابلیت ہم میں نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کا فیصلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی کیوں نہ کروا لیں۔ تو آیئے ایک صحابیؓ رسولؐ سے اس حدیث کا حکم پوچھتے ہیں۔'' (سیف حنفی ص ۸۴)

اب فیصلہ کروانے کے لئے کس صحابی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا جائے؟ کیونکہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ان کے بعد کی ایک جماعت سری اور جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کی قائل ہے۔ (شرح السنۃ جلد ۳ ص ۸۴ ح ۶۰۷)

لیکن عبدالحئی لکھنوی حنفی جنھیں امین اوکاڑوی اور صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی دونوں نے ''استاذ العلماء'' قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۳/ ۳۵۱، نماز مسنون ص ۳۰۴، ۳۲۰، ۳۲۱)

۱) اسی عبدالحئی لکھنوی نے لکھا ہے: ''ومن المعلوم أن فهم الصحابی لا سیما الراوي أقوی من فهم غیره و قوله أحق بالاعتبار فی تفسیر المروي''
اور یہ بات معلوم ہے کہ صحابی کا فہم بالخصوص جو حدیث کا راوی ہو وہ دوسرے کے مفہوم سے زیادہ راجح ہوتا ہے اور اس کا قول اس کی روایت کی تفسیر میں زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

(امام الکلام ص ۲۵۵)

۲) سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور یہ بات باقرار مبارکپوری صاحبؒ اپنے مقام پر آئیگی کہ راوی حدیث (خصوصاً جب کہ صحابی ہو) اپنی مروی حدیث کی مراد دوسروں سے زیادہ بہتر جانتا ہے'' (احسن الکلام ۱/ ۲۶۸، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۳۱)

۳) آل دیوبند کے ''مولانا'' اشرف سیفی نے لکھا ہے: ''بالفرض اس کو حضرت ابوسعید

خدریؓ کی بیان کردہ تفسیر قرار دیا جائے تب بھی راوی حدیث کی تفسیر دوسری تفسیروں کے مقابلہ میں راجح ہوتی ہے لہٰذا صلاۃ بتیراء کے بارے میں اگر حضرت ابن عمرؓ کی تفسیر ثابت بھی ہو تب بھی وہ حضرت ابو سعیدؓ کی تفسیر کے مقابلہ میں مرجوح ہوگی اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ حدیث بتیراء کے راوی نہیں واللہ اعلم'' (درس ترمذی ۲/۲۳۰۔۲۳۱ حاشیہ)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''قول صحابی کے سامنے کسی اور کی بات ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ کلام نبوت کو اوروں کی بہ نسبت صحابۂ کرام زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔''

(تسہیل ادلہ کاملہ ص ٦٧)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے (امام کے پیچھے) ایک نماز پڑھی اور میرے ساتھ (سیدنا) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوالولید! کیا میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھتے نہیں سنا؟ تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں! اور اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱ ص ۳۷۵ ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے اس اثر کے متعلق فرمایا: ''صحیح ہے'' (درس ترمذی جلد۲ ص ٧٦)

مصنف ابن ابی شیبہ کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اس لئے اس کتاب کے تمام راوی خیر القرون کے راوی ہیں'' (تجلیات صفدر ۴/٦١)

۱: آل دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے:

''گویا حضرت عبادہ بن صامتؓ لا صلوٰة الا بقرأة فاتحة الكتاب (سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں) کو امام و مقتدی دونوں کے لئے عام سمجھتے تھے۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱٦۲)

۲: آلِ دیوبند کے مولانا فقیر اللہ دیوبندی نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے: ''جب بھی ان سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے خلف الامام کی زیادت کے بغیر لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب کے ساتھ استدلال

کیا'' (خاتمۃ الکلام ص ۲۳۹)

۳: تقی عثمانی صاحب نے کہا ہے: ''حضرت عبادہؓ کا اپنا اجتہاد ہے، یعنی انہوں نے '' لا صلوۃ لمن لم یقرأ'' والی حدیث کو امام اور مقتدی دونوں کے لئے عام سمجھا اور اس سے یہ حکم مستنبط کیا کہ مقتدی پر بھی قرأت فاتحہ واجب ہے'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۷۵)

۴: آل دیوبند کے ''مولانا'' جمیل احمد سکروڈھوی مدرس ''دارالعلوم دیوبند'' نے لکھا ہے: ''بعض حضرات صحابہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل ہیں جیسے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔'' (اشرف الہدایہ ۲/ ۸۵)

۵: آل دیوبند کے ''مفتی'' محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے ''لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب'' سے استدلال کرتے ہوئے اپنے فاتحہ پڑھنے کی وجہ بیان کی۔'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۸۳، دوسرا نسخہ ۳۲۵)

۶: آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا...'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۴۲، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۵۶)

تنبیہ: بعض دیوبندی اس حدیث یعنی **((لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب))** کے متعلق کہتے ہیں کہ ابوداود وغیرہ میں اسی حدیث میں ''فصاعدًا'' کی زیادت مروی ہے اور حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور زائد قرأت نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ تو عرض ہے کہ ''فصاعدًا'' کا معنی ''اور زائد'' بالکل غلط ہے کیونکہ لفظ ''اور'' کے لئے عربی زبان میں لفظ ''و'' استعمال ہوتا ہے جو کہ اس حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ ''فصاعدًا'' کا معنی ہے پس زیادہ یعنی زائد قرأت کی صرف اجازت ہے، وہ ضروری نہیں۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فرمایا ہے: ''ثم زعم الاحناف مراد الحدیث وجوب الفاتحۃ و وجوب ضم السورۃ و لکنہ یخالف اللغۃ فان أرباب اللغۃ متفقون علی ان

ما بعد الفاء یکون غیر ضروری و صرح به سیبوبه فی الکتاب فی باب الاضافة''

پھر احناف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے مراد فاتحہ اور سورت ملانے کا وجوب ہے لیکن یہ (بات) لغت کے خلاف ہے کیونکہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ ''ف'' کے بعد جو ہو وہ غیر ضروری ہوتا ہے۔ سیبویہ (نحوی) نے (اپنی) الکتاب کے باب الاضافہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ (العرف الشذی ص ۷۶ باب ماجاء فی القرأۃ خلف الامام۔ نصر الباری: ۴۸)

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''لغت ہی ایک ایسا فن ہے جو بلا کسی فریق کے لحاظ کے صحیح بات بتاتا ہے'' (احسن الکلام ۱/۱۶۴، واللفظ لہ، دوسرا نسخہ ۱/۲۰۵)

قارئین کرام! جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں آل دیوبند کے ''محدث'' نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ''ف'' کے بعد جو حکم ہو وہ غیر ضروری ہوتا ہے اور اتفاق سے مراد آل دیوبند کے نزدیک اجماع ہوتا ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۲۲۵، حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۳۔ ۴۸۷)

جو آل دیوبند اپنے ''محدث'' کے نقل کردہ اجماع کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے لئے عرض ہے کہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اجماع امت کا مخالف بنصِ کتاب و سنت دوزخی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۲۸۷، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۱۱۲، ۳/ ۳۵۱، ۳/ ۴۷۱، ۲/ ۲۲۵)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ۶/ ۱۸۹)

سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت کے وجوب پر آلِ دیوبند کی دوسری دلیل

آلِ دیوبند کے ''مولانا'' فقیر اللہ دیوبندی نے سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت کے واجب ہونے پر ایک دلیل اس طرح نقل کی ہے: ''عن ابی هريرة ان رسول الله صلی اللّٰه علیه و آله وسلم امره ان یخرج ینادي فی الناس ان لا صلوٰة الا بقراء ة فاتحة الكتاب فما زاد (المستدرك ج ۱ ص ۲۳۹)'' (خاتمۃ الکلام ص ۵۵۶)

تنبیہ: مذکورہ روایت پر جرح موجود ہے لیکن چونکہ آل دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں

روایت پر بحث کی گئی ہے، لہٰذا ہم نے اس روایت پر یہاں جرح نظر انداز کر دی ہے۔
آلِ دیوبند کی پیش کردہ مذکورہ روایت میں لفظ "فمازاد" لفظ "فصاعدًا" کے مترادف ہے جس کا جواب انور شاہ کشمیری کے حوالے سے دلیل نمبر ا کے تحت نقل کر دیا گیا ہے۔
نیز دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز میں قراءت صرف سورۂ فاتحہ ہی کی ضروری ہے، سورۂ فاتحہ سے زائد صرف بہتر ہے۔
اور آلِ دیوبند کے اصول پہلے نقل کئے جا چکے ہیں کہ حدیث کا وہی مفہوم لیا جائے گا جو اس حدیث کے راوی صحابی نے سمجھا ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:
"من قرأ بأم الكتاب فقد اجزأت عنه ومن زاد فهو أفضل" جس نے سورۂ فاتحہ پڑھ لی وہ اس کے لئے کافی ہے اور جس نے زائد پڑھا وہ اس کے لئے افضل ہے۔
(صحیح مسلم ۲/۲۴ مترجم ح ۸۸۴، نیز دیکھئے تفہیم البخاری علیٰ صحیح بخاری ۱/ ۳۸۷)
صحیح مسلم میں ہے: "عطاء (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہر رکعت میں قراءت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نماز میں ہم کو قراءت سنائی ویسی ہی ہم نے تم کو سنا دی اور جو نماز آپ نے غیر جہری پڑھی ویسی ہی ہم نے بھی پڑھ کے تم کو بتا دی جس پر ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھوں تو کیا حرج ہے؟ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: سورۂ فاتحہ سے زائد پڑھو تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے اور اگر صرف سورۂ فاتحہ پڑھو تو وہ بھی کافی ہے۔" (صحیح مسلم مترجم ج ۲ ص ۲۳ ح ۸۸۳)
قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ حدیث کا جو معنی اہل حدیث کرتے ہیں وہی معنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، لیکن آل دیوبند سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فتوؤں کو ان کی ہی روایت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز صفدر دیوبندی سے جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فتوؤں کی سند پر کلام کرنے کی ہمت نہ ہو سکی تو اس کا جواب یوں دینے کی کوشش کی: "الغرض ما زاد علی فاتحہ کی نفی پر صریح، صحیح اور مرفوع

روایت موجود نہیں ہے بخلاف اس کے مازاد، ما تیسر اور فصاعدًا کی روایتیں بالاتفاق صحیح صریح اور مرفوع ہیں پھر ان کا انکار محض تعصب ہے۔ ۴۔ مبارکپوری صاحبؒ نے کفایت سورہ فاتحہ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت پیش کی ہے۔ وہ ان کیلئے ہرگز مفید مطلب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ پر موقوف ہے اور کسی مرفوع اور صحیح روایت میں اس قسم کے الفاظ منقول نہیں ہیں'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۳۴۔۳۵ طبع جدید، پرانا نسخہ ص ۳۲)

سرفراز صفدر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کے متعلق مزید لکھا ہے:

''اور یہاں تو یہ قول فصاعدًا، ما تیسر اور مازاد کے مخالف ہے پھر یہ کیسے حجت ہوگا؟''

(احسن الکلام ج ۲ ص ۳۵ طبع جدید، پرانا نسخہ ص ۳۲۔۳۳)

قارئین کرام! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کو ان کی بیان کردہ حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی آل دیوبند کا مشہور اصول ہے کہ اگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی بیان کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ دیں تو ان کی عدالت ساقط ہو جائیگی۔ چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے طحاوی حنفی سے نقل کیا ہے: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن رکھتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیں اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔ (طحاوی جلد ۱ ص ۲۳)'' (تجلیات صفدر ۵/۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود سرفراز صفدر دیوبندی نے کہا ہے:

''اگر ان کے پاس سات مرتبہ کی نسخ یا عدم وجوب کا علم نہ ہوتا تو اپنی روایت کے خلاف کرنا ان کی عدالت اور عدالت پر اثر انداز ہوتا ہے اور...'' (خزائن السنن ۱/۱۹۱۔۱۹۲)

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں کہ آل دیوبند کو حسن ظن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے یا پھر اپنے تقلیدی مسلک سے؟

سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت کے وجوب پر آلِ دیوبند کی تیسری دلیل

سرفراز صفدر دیوبندی نے مازاد علی الفاتحه کی قراءت کو واجب ثابت کرنے کے لئے ایک روایت یوں نقل کی ہے: ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جا کر لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ ان **لا صلوٰۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب و ما تیسر**'' (موارد الظمآن ص ۱۲٦) (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۱ طبع جدید)

تنبیہ: اس مذکورہ روایت (وما تیسر) پر بھی جرح موجود ہے اور چونکہ روایت آلِ دیوبند کے نزدیک صحیح ہے، اس لئے ان کے اصولوں کے مطابق جواب دیا ہے۔

قارئین کرام! اس روایت میں ''ما تیسر'' سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہے، لہٰذا حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ یعنی سورۂ فاتحہ آسان ہے۔

اگر حدیث کا یہ معنی نہ لیں تو آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت ساقط ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت ضروری نہیں جیسا کہ آلِ دیوبند کی دوسری دلیل کے تحت تفصیل سے نقل کر دیا گیا ہے اور مذکورہ حدیث میں سورۂ فاتحہ اور ما تیسر کے درمیان جو واؤ ہے وہ تفسیری ہے اور خود سرفراز صفدر کے نزدیک بھی کبھی ''وَ'' تفسیری بھی ہوتی ہے۔

سرفراز صفدر نے بریلویوں کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس جگہ ہم نور کا دعویٰ کرنے والوں کی اصولی بعض دلیلیں عرض کرتے ہیں، ان کو ملاحظہ کریں اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی دیکھ لیں تاکہ حقیقت آشکار ہو جائے۔

پہلی دلیل:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نُور ہونے پر پہلی دلیل یہ پیش کی گئی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔ **قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ۔ الآیۃ۔** (پ ٦۔ مائدہ۔ ۳)

بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس

سے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے اس کو جو تابع ہو اس کی رضا کا سلامتی کی راہوں کی۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی مراد ہے، اور چونکہ واو عطف سے کتاب کا ذکر گیا ہے اور معطوف و معطوف علیہ مغایر ہوتے ہیں، لہٰذا نُور الگ شیئے ہے اور کتاب جدا۔

الجواب: ۔اس میں لفظ نور سے خود قرآن کریم مراد ہے اور عطف محض تفسیری ہے جس میں معطوف و معطوف علیہ کا ذاتاً تغایر نہیں بلکہ محض صفت کے لحاظ سے تغایر ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم روشنی بھی ہے، اور وہ بات کو کھول کر بھی بیان کرتا ہے'' (تنقید متین ص ۸۵۔۸۶)

مذکورہ آیت میں نور اور کتاب مبین کے درمیان لفظ ''وٗ'' موجود ہے اور سرفراز صفدر دیوبندی کے نزدیک بھی دونوں سے مراد صرف قرآن مجید ہے۔لہٰذا آل دیوبند کے اصولوں کے مطابق حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ ہے بھی آسان۔

''وٗ'' کبھی تفسیری بھی ہوتی ہے اس کا ثبوت صحیح حدیث سے

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

و لقد اتینك سبعا من المثانی و القرآن العظیم (پ۱۴، الحجرات ٦)

اور البتہ دی ہیں ہم نے آپ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور دیا قرآن بڑے درجے کا۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ام القرآن ھی السبع المثانی والقرآن العظیم کہ ان سات آیتوں اور قرآن عظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے۔(بخاری جلد۲ص ٦٨٣ اور اسی کے قریب الفاظ دارمی ص ۴۴٦ طبع دمشق میں ہیں)'' (احسن الکلام جلد۱ص ۱۱۹۔۱۲۰ پرانا نسخہ ص ۹۱)

تنبیہ: سرفراز صاحب نے آیت اور سورت کا جو حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے صحیح الحجر: ۸۷ ہے۔

راقم الحروف نے ما تیسر کا جو مطلب بیان کیا اس کے مطابق آل دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت بھی ساقط نہیں ہوگی اور حدیث لا صلاۃ لمن لم

یقرأبفاتحۃ الکتاب اور آیت فاقرءوا ماتیسر من القرآن میں کوئی تعارض بھی نہیں رہے گا۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا ہے: ''اور امام شافعی یہ جواب دیتے ہیں کہ مَا تَیَسَّرَ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اور وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ بہت سہل ہے اور سب کو یاد ہی ہوتی ہے۔'' (تقریر ترمذی ص ۶۳ باب ماجاء فی تحریم الصلوٰۃ وتحلیلھا)

اگر آل دیوبند اپنے اصولوں کی پابندی کریں تو فاتحہ خلف الامام کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔ آل دیوبند کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی نے کہا ہے: ''میرے نزدیک اذا قری القرآن فاستمعوا جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قرات فی الصلوۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔''

(الکلام الحسن جلد ۲ ص ۲۱۲، ملفوظات جلد ۲۶ ص ۳۳۵)

اشرف علی تھانوی کے ''خلیفہ'' عبدالماجد دریا آبادی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ''حکم کے مخاطب ظاہر ہے کفار و منکرین ہیں، اور مقصود اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بہ غرض تبلیغ وغیرہ پڑھ کر تم کو سنایا جائے تو اسے توجہ وخاموشی کے ساتھ سنو، تاکہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمھاری سمجھ میں آجائیں اور تم ایمان لاکر مستحق رحمت ہوجاؤ۔''

(تفسیر ماجدی ص ۳۷۳، دوسرا نسخہ جلد ۲ ص ۲۶۳)

اشرف علی تھانوی نے کہا ہے: ''اب رہا یہ امر کہ مقتدیوں کو جو قراۃ خلف الامام سے منع کیا جاتا ہے تو اس باب میں کوئی حدیث نہیں ہے جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منع ثابت ہو۔'' (تقریر ترمذی ص ۶۸)

آل دیوبند کے ''استاذ العلماء'' عبدالحئی لکھنوی حنفی نے لکھا ہے: ''لم يرد في حديث مرفوع صحيح: النهي عن قراءة الفاتحة خلف الامام و كل ما ذكروه مرفوعًا فيه امّا لا اصل له و اما لا يصح'' ''کسی مرفوع حدیث میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت وارد نہیں اور (مخالفین فاتحہ خلف الامام) جو بھی مرفوع احادیث بیان کرتے ہیں وہ یا تو بے

اصل ہے، یا صحیح نہیں۔ (التعلیق الممجد ص ۱۰۱ حاشیہ نمبر ۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۴۲۷)

ہوسکتا ہے کہ قارئین میں سے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب آلِ دیوبند کے پاس قرآن وحدیث سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ ان کے بڑوں نے تسلیم کرلیا ہے تو پھر یہ لوگ اس سے منع کیوں کرتے ہیں؟ اس کی وجہ ان کا تقلیدی مسلک ہے، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم'' اور ''مولانا'' عزیز الرحمٰن دیوبندی نے لکھا ہے: ''اگر شافعی ہو کر قراءۃ خلف الامام کرتا مجتہد بن کر خطاء میں نہ پڑتا تو پھر کچھ احتراز و اعتراض نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱/ ۱۸۳، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۰۱، دالاشاعت کراچی)

اشرف علی تھانوی نے اس شخص کے بارے میں جو وہاں جمعہ پڑھتا ہے جہاں حنفیہ کی اکثر شرائط مفقود ہوتی ہیں، کہا: ''ایسے موقعہ پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہیئے تا کہ امام شافعیؒ کے مذہب کے بناء پر نماز ہو جائے۔'' (تجلیات رحمانی ص ۲۳۳)

اشرف علی تھانوی نے مزید کہا: ''حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ سے سنا کہ اگر کوئی شخص سفر میں جمع بین الصلاتین کرے تو تلفیق نہ کرے۔ بلکہ کل نماز امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر پڑھے۔ مثلاً امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھے، رفع یدین بھی کرے پھر قواعد سے بھی یہی حق معلوم ہوا۔'' (ملفوظات تھانوی، الکلام الحسن ص ۳۲۲)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''و قد أجمع العلماء علٰی أن من قرأ خلف الامام فصلاته تامة و لا اعادة علیه'' اور یقیناً علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی نماز مکمل ہے اس پر کوئی اعادہ نہیں ہے۔

(الاستذکار ۲/ ۱۹۳، دوسرا نسخہ ۴/ ۲۴۵ فقرہ نمبر ۴۹۴۷، الکواکب الدریہ ص ۳۱)

نیز دیکھئے امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب: کتاب المجروحین (۲/ ۵، دوسرا نسخہ ۲/ ۴۹۷)

تنبیہ: جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ سے زائد قرآن پڑھنا منع ہے کیونکہ نافع بن محمود (تابعی) سیدنا عبادہ بن صامت (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے (مقتدیوں سے) فرمایا: ((لا تفعلوا إلا بأم القرآن فانه لا صلٰوة لمن لم يقرأ بها .)) سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو کیونکہ جو (سورۂ فاتحہ) نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۶۴ ص ۱۲۱، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے)

تقریباً اسی طرح کے متن سے ایک اور سند کے ساتھ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے متعلق آلِ دیوبند کے استاذ العلماء عبدالحیٔ لکھنوی نے لکھا ہے:

''هو حديث صحيح قوي السند'' (السعایہ ۲/۳۰۳)

اور یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہما میں بھی موجود ہے اور خیر محمد جالندھری دیوبندی کے نزدیک ان دونوں کتابوں کی سب احادیث صحیح ہیں۔

(دیکھئے خیر الاصول ص ۱۱)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۂ فاتحہ کے متعلق ایک اثر اور آلِ دیوبند

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اثر یوں نقل کیا ہے:
''جس کسی نے نماز کی ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں اس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر ہاں امام کے پیچھے۔'' (احسن الکلام ج ۱ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ج ۱ص ۳۳۱)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں: ''جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الّا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)

سرفراز صفدر سمیت بہت سے آلِ دیوبند نے اس فرمان کو ترک فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں پیش کیا ہے، ان کے نام مع حوالہ درج ذیل ہیں:

۱: سرفراز خان صفدر (احسن الکلام ج ۱ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ج ۱ص ۳۳۱)
۲: امین اوکاڑوی (تجلیات صفدر ۳/ ۸۷)
۳: محمد یوسف لدھیانوی (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۲/ ۷۴، دوسرا نسخہ ص ۳۱۸)
۴: فقیر اللہ دیوبندی (خاتمۃ الکلام ص ۵۷)
۵: انوار خورشید (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۳۶)
۶: الیاس فیصل (نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۰)
۷: حبیب الرحمٰن اعظمی (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/ ۶۶)
۸: امجد سعید (سیف حنفی ص ۸۴)
۹: جمیل احمد نذیری (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)
۱۰: عاشق الٰہی میرٹھی (تذکرۃ الرشید ۱/ ۹۲)

لیکن اکثر آلِ دیوبند یا ان کے اکابر سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کی دو طرح سے مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ اکثر آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کا کہنا ہے کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں، اگر کوئی چاہے تو سورۂ فاتحہ پڑھ لے یا تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے یا پھر کچھ بھی نہ پڑھے تو بھی نماز جائز ہے۔

حوالے پیش خدمت ہیں:

۱) آلِ دیوبند کے ''امام'' محمد بن حسن شیبانی (ابن فرقد) کی طرف منسوب ''موطا'' میں لکھا ہوا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے کہا: ''سنت یہ ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور آخر کی رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔ پس ان میں کچھ بھی نہ پڑھے یا سبحان اللہ سبحان اللہ ہی کہہ لے تو بھی جائز ہے یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ (موطا ابن فرقد ص ۸۱ مترجم حدیث ۱۳۶، دوسرا نسخہ ص ۱۰۴، الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ۱/۱۰۶)

۲) آلِ دیوبند کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہوا ہے:

''اور مصلی کو اخیرین میں اختیار ہے اس کی مراد یہ ہے کہ جی چاہے خاموش رہے اور جی چاہے تو پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے یہی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے۔''

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۲۰۹، ترجمہ جمیل احمد دیوبندی، ہدایہ مع فتح القدیر ۱/ ۳۲۳)

۳) انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے اور ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۱)

٤) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں نماز درست ہے۔''

(بہشتی زیور حصہ دوسرا ص ۱۸ مسئلہ نمبر ۱۷ فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

۵) آلِ دیوبند کے ''مفتی اور شہید'' محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''س ... میری

مسجد کے امام صاحب نے ایک دن مغرب کی آخری رکعت میں ایک منٹ سے بھی کم قیام کیا اور رکوع میں چلے گئے نماز کے بعد نمازیوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی جلدی سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو امام صاحب نے کہا کہ مجھے جلدی تھی اس لئے میں نے تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا تھا نماز ہوگئی لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں مسجد کمیٹی نے ایک مفتی صاحب سے پوچھا تو مفتی صاحب نے کہا کہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ واجب نہیں مستحب ہے کیا یہ فتویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو کیا میری وہ امام صاحب کے ساتھ نماز جائز ہوگی؟

ج... حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرأت فرض نماز کی صرف پہلی دو رکعتوں میں فرض ہے۔ آخری دو رکعتوں میں واجب نہیں بلکہ ان میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس لئے حنفی مذہب کے مطابق یہ فتویٰ صحیح ہے۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۲۱۲۔۲۱۳، نماز میں کیا پڑھتے ہیں)

اب اختصار کے پیش نظر دوسرے دیوبندی مصنفین کی کتابوں کے نام مع حوالہ درج کئے جاتے ہیں جنھوں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم نہیں کی۔

۶) آلِ دیوبند کے "مفتی اعظم ہند" محمد کفایت اللہ دیوبندی

(تعلیم الاسلام ص ۱۳۵، دوسرا نسخہ ص ۹۵ حصہ سوم)

۷) آلِ دیوبند کے "مفتی" محمد ابراہیم صادق آبادی (چار سو اہم مسائل ص ۳۵)

۸) آلِ دیوبند کے مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی (نماز مسنون ص ۲۸۷)

۹) امین اوکاڑوی (تجلیات صفدر ۲۵۳/۶)

۱۰) قاضی ابویوسف عن ابی حنیفہ (المبسوط ۱۹/۱)

۱۱) ابن نجیم حنفی (البحر الرائق ۳۱۲/۱، ۳۴۴۔۳۴۵)

۱۲) فتاویٰ عالمگیری (۷۶/۱)

بقول محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی فتاویٰ عالمگیری پر پانچ سو علماء کا اجماع ہے۔

دیکھئے قافلہ... (جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹، نیز دیکھئے تجلیات ۵۸۶/۴، آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۷۱)

۱۳) منیۃ المصلی (ص ۹۰)

یہ سارے کے سارے آل دیوبند یا ان کے اکابر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں مانتے کہ جس نے ایک رکعت بھی سورۂ فاتحہ کے بغیر پڑھی گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ بلکہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے تھانوی صاحب نے تو یہاں تک کہا کہ کچھ حرج نہیں۔

البتہ سرفراز صفدر دیوبندی نے اہلحدیث کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے کہ ''جب تم خود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بات نہیں مانتے تو مخالفین کے خلاف بطور حجت کیوں پیش کرتے ہو؟'' جمہور آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کے خلاف آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کو واجب قرار دے دیا۔ دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۷۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵)

لیکن بات پھر بھی نہ بنی کیونکہ تمام مسلمانوں کے برعکس احناف کے نزدیک فرض اور واجب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دیکھئے درس ترمذی (۲/ ۴۸) الکلام المفید (ص ۲۲۸)

اور واجب کے بارے میں صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے: ''واجب کا حکم اور اس کا حکم یہ ہے۔ کہ اس کا منکر فاسق اور گمراہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا موقوف علیہ ہوتا ہے۔ جس کے وجود سے شئی کا وجود ہوتا ہے اور اس کے انعدام سے شئی کا انعدام نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں نقصان اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے'' (نماز مسنون ص ۶۳)

جب آپ نے آلِ دیوبند کے واجب کا مطلب جان لیا ہے تو دیکھئے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے نقصان یا خرابی قرار نہیں دی، بلکہ فرمایا ہے: جس نے ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑی گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

اور بعض آل دیوبند نے اہلِ حدیث کے اعتراض سے بچنے کے لئے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان میں لفظ ''رکعۃ'' کا ترجمہ ہی نہیں کیا اور ایسا کام اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی کے نزدیک بددیانتی ہے۔ (دیکھئے تحفہ اہل حدیث حصہ سوم ص ۴۰)

جھنگوی اصول کے مطابق بددیانتی کرنے والے آل دیوبند کے نام درج ذیل ہیں۔

۱: محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۲/ ۷۴، دوسرا نسخہ ص ۳۱۸)

۲: انوار خورشید دیوبندی (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۳۶)

۳: امجد سعید دیوبندی (سیف حنفی ص ۸۴)

۴: حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/۶۶)

۵: آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ جمہور آلِ دیوبند علی الاعلان اور سرفراز صفدر صاحب دبی زبان میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہاں تک تو آخری دو رکعتوں کی بات تھی۔ آل دیوبند اور ان کے اکابر تو پہلی دو رکعتوں میں بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری نے لکھا ہے: ''ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے، اور وہ بھی وہ حصہ جو نماز پڑھنے والا بسہولت پڑھ سکے۔ کوئی لازمی نہیں کہ وہ سورۂ فاتحہ ہی ہو، کوئی بھی سورہ ہو سکتی ہے۔'' (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۱۱۱)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہوا ہے: ''و ادنی ما یجزئ من القرأة فی الصلوة اٰية عند ابی حنیفةؒ'' اور قرأت کی ادنی مقدار جو نماز میں کفایت کر جاتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک آیت ہے''

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۷۶۔۷۷ باب فصل فی القراءۃ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ''لا تجزئ صلاة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب'' نماز کفایت نہیں کرتی جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۱۷۸۶/۱۷۹۴، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۰)

الغرض یہ آلِ دیوبند کی عجیب وغریب حرکت ہے کہ جس اثر کو مخالفین کے خلاف بطور حجت پیش کرتے ہیں، خود دو طرح سے اسی اثر کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔

تنبیہ: اگر آلِ دیوبند سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اثر سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت کرتے ہیں تو یہ بات بھی آلِ دیوبند کے خلاف ہے کیونکہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم ظہر وعصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک

سورت اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔" (ابن ماجہ ۱/۶۱ ح ۸۴۳)

علامہ سندھی علامہ بوصیری سے نقل کرتے ہیں:

"هذا إسناد صحيح رجاله ثقات" (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲/ ۲۷۸)

قارئین کرام! آلِ دیوبند کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں اور آل دیوبند کے نزدیک نماز باطل صرف فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ جبکہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بغیر فاتحہ کے پڑھی گئی نماز سرے سے نماز نہ پڑھنے کے مترادف ہے اور آخری دو رکعتوں میں تو جمہور آلِ دیوبند کے نزدیک فاتحہ نہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نماز بالکل صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی آلِ دیوبند کے نزدیک سورۂ فاتحہ غیر ضروری ہے اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ ضروری ہے اور اب آپ غیر ضروری عمل کو ضروری کہنے والوں کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی کے فتوے ملاحظہ کریں:

۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "غیر مقلد حضرات سے عرض ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تم کون ہو فرض کہنے والے۔ کیا تمہیں ابن مسعود کا وہ ارشاد عالی یاد نہیں کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرو اور نماز میں شیطان کا حصہ شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دائیں طرف سے پھرنا (جو اگرچہ آنحضرت ﷺ کا اکثری عمل ہے لیکن ضروری اور فرض واجب نہیں اس کو) ضروری سمجھنا بدعت اور شیطان کا حصہ ہے۔ (بخاری) اسی طرح جب آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تو تمہارا نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دینا اپنے جنازہ میں یقیناً شیطان کا حصہ شامل کرنا ہے، کیا ہم غیر مقلدوں سے یہ امید رکھیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ڈریں گے اور اپنے جنازوں کو شیطان کے دخل سے پاک کر لیں گے، ہاں دیکھنا شیطان کی طرح یہ پروپیگنڈہ نہ کرنا کہ فاتحہ کو شیطان کا حصہ کہہ دیا بلکہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینے کو خود حضور ﷺ نے شیطان کا حصہ فرمایا ہے۔" (تجلیات صفدر ۲/۵۸۲۔۵۸۳)

یہ نبی ﷺ کی حدیث نہیں، بلکہ صحابی کے قول کو اوکاڑوی نے قولِ رسول ﷺ بنا دیا ہے جو

کہ آلِ دیوبند کے نزدیک کفر ہے۔ (دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۳۵۵، سیف حنفی ص ۱۶۴)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہیں ہے، ان کا کام فتنہ فساد اور عوام کو پریشان کرنا ہے۔۔۔۔ان سے کوئی پوچھے کہ اگر ظہر کے چار فرض کوئی شخص فرض کی نیت سے نہ پڑھے، نفل کی نیت سے پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ظہر ہو جائے گی؟ ایک آدمی زکوۃ نہیں دیتا وہ دس روپے کسی کو دے رہا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میری نیت زکوۃ کی نہیں صرف ہدیہ دے رہا ہوں تو کون جاہل کہے گا کہ اس کی زکوۃ ادا ہوگئی؟ دوستو! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ انما الاعمال بالنیات عمل کا دارومدار نیت پر ہے جب ایک آدمی فرض کی نیت ہی نہیں کرتا بلکہ وہ صاف اس فرض کے فرض ہونے کا انکار کر رہا ہے تو اس کا فرض کیسے ادا ہو جائے گا۔'' (تجلیات صفدر ۲/۵۸۴)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں انھوں نے ایک غیر ضروری عمل کو ضروری قرار نہیں دیا؟ اگر دیا ہے اور یقیناً دیا ہے تو پھر آل دیوبند ان کے فتوے کو اپنی دلیل کیوں بناتے ہیں؟

پیارے نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''ابتدا سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۳/۴۳۰)

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان اور ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصولوں کی روشنی میں آلِ دیوبند اگر امام اور منفرد ہونے کی صورت میں سورۂ فاتحہ پڑھ بھی لیں پھر بھی آلِ دیوبند کی نماز باطل ہی رہے گی کیونکہ ضروری عمل کو غیر ضروری سمجھ کر اگر ادا کر بھی لیا جائے تو ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق وہ ادا نہیں ہوگا اور آلِ دیوبند کے مقتدی کی نماز بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور دیوبندی اصول کی رو سے باطل ہی رہے گی کیونکہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام کی نماز کے فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۰۵)

صف بندی اور ”صف دری“!

نماز میں مقتدیوں کا صف بندی کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أقیموا صفوفکم و تراصّوا)) اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۰ ح ۷۱۹)

وحید الزمان کیرانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”تراصّت الأشیاء : گتھ متحد ہو جانا، جڑ جانا“ (القاموس الوحید ص ۶۳۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((راصّوا صفوفکم و قاربوا بینھا و حاذوا بالأعناق، فوالذي نفس محمد بیده! إني لأری الشیاطین تدخل من خلل الصف کأنھا الحذف)) اپنی صفوں کو ملاؤ اور انھیں قریب رکھو اور گردنوں کو برابر رکھو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں دیکھتا ہوں شیطانوں کو، وہ صف کی خالی جگہوں سے گھس آتے ہیں گویا کہ وہ بھیڑ کے چھوٹے سے بچے ہیں۔ (سنن النسائی ج ۲ ص ۹۲ ح ۸۱۶ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۱۵۴۵، وابن حبان، الاحسان: ۲۱۶۳، دوسرا نسخہ: ۲۱۶۶)

اس حدیث کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

” و کان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه و قدمه بقدمه “ اور ہم میں سے ہر شخص (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا لیتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۷۲۵)

اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے لکھا ہے:

”امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت انسؓ بھی حضور ﷺ کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ امام بخاریؒ نے اس قول کو

مکمل بھی نقل نہیں فرمایا۔ان کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس کے بعد یہ نقل کیا ہے **ولو ذهبت تفعل ذلك لترى أحدهم كأنه بغل شموس** ص۳۵۱ ج۱) اگر تو آج اس طرح ٹخنے ملائے تو دیکھے گا کہ یہ لوگ (صحابہ وتابعین) بد کے ہوئے خچروں کی طرح بھاگیں گے۔ظاہر بات ہے بڑی عمر کا عقل والا آدمی نابالغ کو پسند نہیں کرتا۔حضرت انسؓ نے اپنے بچپنے میں جو کام کیا بچوں کے ساتھ وہ روایت کیا،لیکن جب وہ بڑے ہو گئے تو صحابہ وتابعین ان کے بچپنے کی عادت سے بیزار تھے۔اس سے صاف معلوم ہوا کہ ٹخنے ملانا نہ سنتِ نبوی ہے نہ سنت صحابہ،اگر یہ سنت یا مستحب ہوتا تو صحابہ وتابعین کبھی اس سنت سے بیزار نہ ہوتے (امین اوکاڑوی)''

(حاشیہ امین اوکاڑوی علی صحیح البخاری ج۱ص ۳۷۰،مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

تنبیہ: اوکاڑوی نے اپنی مرضی سے بریکٹوں میں ''صحابہ وتابعین'' لکھ دیا ہے،نیز مطبوعہ نسخے میں دو بار ''بچنے'' ہی لکھا ہوا ہے جبکہ صحیح لفظ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی نے بچپنے لکھا ہوگا۔واللہ اعلم

امین اوکاڑوی کے اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) اوکاڑوی کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے زمانے میں نابالغ بچے تھے۔

الجواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بذات خود فرماتے ہیں:''**قدم النبي ﷺ المدينة و أنا ابن عشر و مات و أنا ابن عشرين**'' نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا اور جب آپ فوت ہوئے تو میں بیس سال کا تھا۔(صحیح مسلم،کتاب الاشربۃ باب ۱۷ ح ۱۲۵/ ۲۰۲۹ وترقیم دارالسلام: ۵۲۹۵، ودرسی نسخہ ج ۲ ص ۱۷۴، ونسخہ وحید الزمان ۲۶۴/۵)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے زمانے میں بیس سال کے بالغ نوجوان تھے،لہٰذا امین اوکاڑوی نے ان کی حدیث کو رد کرنے کے لئے انھیں نابالغ اور بچہ کہہ کر جھوٹ بھی بولا ہے اور ان کا مرتبہ گھٹا کر توہین بھی کی ہے۔

۲) اوکاڑوی کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔

الجواب: اس بات کی بھی امین اوکاڑوی نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس اوکاڑوی دعویٰ کے برعکس یہ ثابت ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل پیچھے صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵ ح ۳۸۰، اور امین اوکاڑوی کے حاشیے والا صحیح بخاری کا نسخہ ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۳۷۱، وصحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۴ ح ۶۵۸، ونسخہ وحید الزمان ۲/۱۱۲)

۳) اوکاڑوی کے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا قول مکمل نقل نہیں فرمایا۔

الجواب: اس میں امام بخاری رحمہ اللہ کا کوئی قصور نہیں بلکہ حدیث کے بعض راوی بعض حصہ اور بعض راوی بعض حصہ بیان کر دیتے ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فیض الباری (ج ۳ ص ۴۵۵) فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ (ج ۵ ص ۳۰۱) نور العینین طبع جدید (ص ۲۷۰۔۲۷۱)

٤) اوکاڑوی کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے صحابہ و تابعین کو خچروں سے تشبیہ دی تھی۔ (نعوذ باللہ)

الجواب: اس بات کی اوکاڑوی نے کوئی دلیل نہیں دی۔

عرض ہے کہ "احدھم" سے مراد صحابہ و ثقہ تابعین قطعاً نہیں بلکہ وہ مجہول اور نامعلوم لوگ ہیں جو سنت کے خلاف نمازیں پڑھتے تھے۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو یہ ثابت ہے کہ وہ صف میں قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری (۷۲۵) کے حوالے سے نقل کر دیا گیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے بڑی لمبی عمر پائی تھی اور ان کے زمانے میں تو ایسے ظالم لوگ بھی پیدا ہوئے تھے جنھوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اور ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور وہ ظالم و قاتل لوگ نمازیں پڑھنے والے تھے، لہٰذا اوکاڑوی کا مجہول لوگوں کو صحابہ و تابعین کہنا سینہ زوری ہے اور عام طور پر آلِ دیوبند سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب بیان کیا کرتے ہیں کہ اس فرمان میں قدم سے قدم ملانا حقیقی معنی میں نہیں ہے، بلکہ قدم سے

قدم برابر کرنا مراد ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ وتابعین قدم سے قدم برابر کرنا بھی صحیح نہیں سمجھتے تھے؟ اگر آلِ دیوبند کہیں کہ صحابہ وتابعین قدم سے قدم برابر تو کرتے تھے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ وہ بقولِ اوکاڑوی بھاگتے کس بات سے تھے؟ ماسٹر امین اوکاڑوی نے تو دبی زبان میں تسلیم کرلیا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ حقیقی طور پر قدم سے قدم ملاتے تھے۔ اب تمام آلِ دیوبند سے میرا مطالبہ ہے کہ وہ کسی ایسے صحابی کا نام اور صحیح حوالہ بتائیں جو قدم سے قدم ملانے کو صحیح نہ سمجھتے ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے صفوں کو پورا کرنا چھوڑ دیا تھا، چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ''بشیر بن یسار انصاری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا فرمایا اور تو کوئی بات نہیں صرف تم لوگ صفیں پوری نہیں کرتے۔''

(صحیح بخاری نسخہ ظہور الباری دیوبندی ۱/۳۶۹۔۳۷۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سوال کرنے والے صحابہ نہیں تھے۔ اگر صحابہ ہوتے تو انھیں دونوں زمانوں کا علم ہوتا تھا اور انھوں نے صف بندی کے معاملے میں تبدیلی بھی نہیں کرنی تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے تو بہت بعد میں وفات پائی، لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی نماز میں تبدیلیاں کرلی تھیں۔ آلِ دیوبند کے ''فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند و سابق صدر جمعیت علماء دیوبند'' نے لکھا ہے: ''حضرت ابو ہریرہؓ کے آخری زمانہ میں تو یہ صورت معلوم ہوتی ہے کہ تکبیرات انتقال کا ترک عام ہوگیا تھا، روایات میں موجود ہے کہ حضرت عکرمہ نے مکہ مکرمہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز میں تکبیرات انتقال کہیں تو عکرمہ کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ بزرگوار تو کم عقل معلوم ہوتے ہیں، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے تنبیہ کی کہ بندہ خدا! یہی تو رسول پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں تکبیراتِ انتقال برائے نام رہ گئی تھیں، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی پر زور دیا، شمار کرانا وغیرہ شروع کیا۔" (غیر مقلدین کیا ہیں؟ جلد ا ص ۵۲۵۔۵۲۶، نیز دیکھئے تفہیم البخاری علی صحیح البخاری ۱/۳۹۴)

اب ظاہر ہے کہ عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانتے ہونگے اور ان سے پہلے لاعلم اور مجہول لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہوں گے، کیونکہ آلِ دیوبند بھی ظہر و عصر اور عشاء کی نماز میں بائیس تکبیرات کے ہی قائل ہیں، نیز امین اوکاڑوی کی تحقیق میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایسے بدعتی لوگ بھی امام بنے ہوئے تھے جو امام بن کر بھی سری نمازوں میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

(دیکھئے تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۷، آئینہ دیوبندیت ص ۵۶۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے لوگ جو قدم سے قدم ملانے سے بھاگتے تھے ان کی مثال بدکے ہوئے خچروں جیسی ہے۔

امین اوکاڑوی کے علاوہ ایک اور دیوبندی انوار خورشید نے (امام) اسماعیلی (وابن ابی شیبہ) والی روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس انداز بیان سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا..."

(حدیث اور اہلِ حدیث ص ۵۱۵)

عرض ہے کہ جو طریقہ دورِ رسالت میں جاری و ساری تھا اور "ہر شخص ایسا کرتا تھا" اس کی واضح دلیل ہے تو یہ طریقہ مجہول لوگوں کی وجہ سے کیوں متروک ہو سکتا ہے؟

انوار خورشید دیوبندی نے اس بحث کے اختتام پر لکھا ہے کہ "نیز غیر مقلدین کو چاہئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے..." (حدیث اور اہلِ حدیث ص ۵۱۹)

عرض ہے کہ صف بندی میں گردن سے گردن ملانے والی کوئی حدیث روئے زمین پر

موجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ ”غیر مقلدین“ سے ان کی کیا مراد ہے۔ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب نے کہا تھا: ”کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے“

(مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات تھانوی ۳۳۲/۲۴)

تھانوی صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ غیر مقلد تھے۔ اگر انوار خورشید صاحب امام ابوحنیفہ کو مخاطب بنائے بیٹھے ہیں تو عرض ہے کہ کیا آلِ دیوبند اپنے امام ابو حنیفہ کی گستاخی برداشت کریں گے؟

اگر وہ غیر مقلدین سے مراد اہلِ حدیث لیتے ہیں تو عرض ہے کہ ہمارا صفاتی نام اہلِ حدیث ہے، غیر مقلدین ہمارا صفاتی نام نہیں ہے۔ والحمدللہ

محمد پالن حقانی گجراتی دیوبندی نے لکھا ہے: ”بڑی شرم کی بات ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگ فساد، بغض، عناد اور فرقہ پرستی کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، اپنی پیٹ بھرائی کے لئے دوسروں کو لہابی، وہابی، بدعتی، گمراہ، کافر، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کہتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ نفس پرست ہوتے ہیں۔ ان کو مذہب کا اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا۔“ (شریعت جہالت ص ۱۰۸ مطبوعہ: مکتبہ خلیل، الوہاب مارکیٹ ۳۸۔ اردو بازار لاہور)

یہ کتاب محمد زکریا تبلیغی صاحب اور ابوالحسن ندوی صاحب کی تصدیق شدہ ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ زکریا صاحب، ندوی صاحب اور پالن حقانی صاحب کے نزدیک انوار خورشید (یعنی نعیم الدین دیوبندی) صاحب نفس پرست ہیں۔ انھیں مذہب اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ عام طور پر آلِ دیوبند کہا کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے فرمان میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے سے مراد صرف برابر کرنا ہے نہ کہ حقیقی طور پر ملانا لیکن آل دیوبند کے وکیل انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

”صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا“

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۰۸)

اگر انوار خورشید کی عبارت میں لفظ "ملانا" سے حقیقی طور پر ملانا نہ لیا جائے بلکہ صرف برابر کرنا ہی لیا جائے تو انوار خورشید کی عبارت کا مطلب یہ بنے گا کہ صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا برابر کرنا سنت ہے اور قدم سے قدم برابر کرنا سنت نہیں۔ جبکہ آل دیوبند بھی قدم سے قدم برابر کرنے کے قائل ہیں۔

الغرض انوار خورشید دیوبندی نے آلِ دیوبند کو ایسا پھنسایا ہے کہ آلِ دیوبند سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے فرمان کا جو معنی بھی کریں وہ آلِ دیوبند کے خلاف ہوگا۔ اسی وجہ سے ماسٹر امین اوکاڑوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بچہ اور ان کے عمل کو بچپنے کا عمل کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی جو بالکل ہی فضول ثابت ہوئی۔ والحمدللہ

تنبیہ بلیغ: بعض لوگ صفوں میں چار پانچ یا کم وزیادہ جگہ چھوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث واجماع وآثار میں نہیں ہے۔ یہ صف بندی نہیں بلکہ "صف دری"، یعنی صفیں چیرنا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صف چیرے اللہ اسے کاٹ دے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ٦٦٦، وسندہ حسن، وصححہ ابن خزیمۃ: ١٥٤٩، والحاکم علیٰ شرط مسلم ١/٢١٣، ووافقہ الذہبی)

وما علینا إلا البلاغ

مسئلۂ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب

محمد الیاس گھمن دیوبندی صاحب پریشان ہیں کہ دیوبندیوں کی مساجد میں بعض نمازی آٹھ (۸) رکعات تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور بعض لوگ بیس (۲۰) پڑھتے ہیں لہٰذا اس پریشانی کی وجہ سے الیاس گھمن صاحب نے دیوبندی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے چھ (٦) روایات پیش کی ہیں۔ راقم الحروف نے اس پورے مضمون کو من وعن نقل کر کے اس کا تجزیہ اور جواب لکھا ہے جو کہ پیشِ خدمت ہے:

گھمن کی ''دلیل نمبر۱: قال الامام الحافظ حمزة بن یوسف السهمی حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن احمد القصری الشیخ الصالح حدثنا عبدالرحمن بن عبدالمؤمن العبد الصالح قال؛ اخبرنی محمد بن حمید الرازی حدثنا عمر بن هارون حدثنا ابراهیم بن الحناز عن عبد الرحمن عن عبدالملك بن عتیك عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما قال خرج النبی ﷺ ذات لیلة فی رمضان فصلی الناس اربعة و عشرین رکعة و اوتر بثلاثة. ①

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔ لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائی۔

....

(۱) تاریخ جرجان لحافظ حمزة بن یوسف السھمی ص۱۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ''

(دیوبندی رسالہ: قافلۂ حق یعنی قافلۂ باطل جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۳ ص ٦۲، مسئلہ 20 تراویح ... دلائل کی روشنی میں)

الجواب: گھمن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے ''چار رکعات فرض'' کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے جو بیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا جو گھمن کے خودساختہ مسلک کے خلاف ہے، مثال کے طور پر بعض ضعیف روایات میں ہے کہ ''لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۳ رکعات پڑھتے تھے'' گھمن کے اصول اور خود

ساختہ ترجمے کے مطابق اس روایت کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ "لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں چار رکعات فرض، سولہ رکعات نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے "

اب آلِ دیوبند ہی بتائیں کیا اُن کے نزدیک یہ ترجمہ صحیح ہے؟!

اس روایت کے ایک راوی محمد بن حمید الرازی کے متعلق خان بادشاہ بن چاندی گل دیوبندی نے لکھا ہے: "کیونکہ یہ کذاب اور اکذب اور منکر الحدیث ہے..."

(القول المبین فی اثبات التراویح العشرین والرد علی الالبانی المسکین ص ۳۲۴)

آلِ دیوبند کے "مفتی" جمیل نے لکھا ہے: "دوسری سند میں یعقوب قمی سے پہلے ایک نام محمد بن حمید رازی کا ہے۔ اس کے متعلق امام ذہبیؒ کہتے ہیں هو ضعيف وہ ضعیف ہے

یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں كثير المناكير بہت منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں فيه نظر اس میں نظر (اعتراض ہے)

ابوزرعہؒ کہتے ہیں كذبه ابو زرعة وہ جھوٹا ہے

اسحاق کوسجؒ کہتے ہیں اشهد انه كذاب میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

صالح جزرہؒ کہتے ہیں في كل شئ يحدثنا ما رأيت اجرأ على الله منه كان ياخذ احاديث الناس فيقلب بعضه على بعض (ہر چیز کے بارے میں حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ پر اس سے زیادہ جری شخص میں نے نہیں دیکھا۔ لوگوں کی حدیثوں کو بدل دیتا ہے)

ابن خراشؒ کہتے ہیں كان والله يكذب خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے

امام نسائیؒ فرماتے ہیں ليس بثقه وہ معتبر نہیں ہے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹، ۵۰) "

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۳۰۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "رہا محمد بن حمید رازی، تو امام سخاوی۔ نسائی۔ یعقوب بن شیبہ۔ جوز جانی۔ ابوزرعہ، ابن خراش اور ابونعیم نے اُس کی تضعیف کی ہے۔ ابن خزیمہ سے ابوعلی نے کہا کہ آپ محمد بن حمید سے حدیث کیوں نہیں لیتے حالانکہ امام احمدؒ ان سے روایت لیتے تھے، آپ نے فرمایا امام احمد پر اُس کا وہ حال نہ کھلا تھا جو ہم پر کھلا، اگر امام احمدؒ بھی اُن

کے حالات سے باخبر ہوتے تو ہرگز اُسے اچھا نہ سمجھتے۔ اسحاق کوسج کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ وہ حدیثوں میں ردوبدل کر دیتا تھا اور بڑا دروغ گو تھا (تہذیب التہذیب ص ۱۲۹ ج ۹، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۳) ''

(تجلیات صفدر ۳/۲۲۴، مزید جرح کے لئے دیکھئے تجلیات ۷/۱۷۳، ۴۹۳، تجلیات ۳/۲۳۱)

قارئین کرام! گھمن کی نقل کردہ روایت کے راوی کا حال آپ نے آلِ دیوبند کی کتابوں سے ہی ملاحظہ فرما لیا، اب ایسے راوی کی روایت بیان کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی کا بیان بھی ملاحظہ فرما لیں۔ ماسٹر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟

جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۷۶۔۷۷)

گھمن کی نقل کردہ روایت کا دوسرا راوی عمر بن ہارون بھی مجروح ہے۔

دیکھئے نصب الرایہ (۱/۳۵۱، ۳۵۵، ۴/۲۷۳)

عمر بن ہارون کے بارے میں امین اوکاڑوی نے اپنی تائید میں لکھا ہے:

''علامہ ذہبی اس حدیث کے راوی عمر بن ہارون کے بارے میں فرماتے ہیں اجمعوا علی ضعفه و قال النسائی متروك (تلخیص مستدرك ج ۱ ص ۲۳۲) ''

(تجلیات صفدر ۴/۴۳۴)

اور اجماع کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماع امت کا مخالف بحکم قرآن و حدیث دوزخی ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۳۵۱)

گھمن کی ''دلیل نمبر ۲: قال الامام الحافظ المحدث عبد الله بن محمد بن ابی شیبة حدثنا یزید بن هارون قال انا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس

رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر. ①

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

....

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶ حدیث نمبر ۱۳ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ معجم الکبیر للطبرانی ج ۵ ص ۴۳۳ حدیث نمبر ۱۱۹۳۴'' (قافلہ...جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۶۳)

۱: اس روایت کے متعلق آل دیوبند کے بہت بڑے ''محقق'' انور شاہ کشمیری نے کہا:

'' و اما النبی ﷺ فصح عنه ثمان رکعات و اما عشرون رکعة فهو عنه علیه السلام بسند ضعیف و علٰی ضعفه اتفاق ''

آٹھ رکعات نماز تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہیں اور بیس رکعت کی جو روایت ہے وہ ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ۱/۱۶۶)

۲: ابن عابدین شامی نے بھی کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ دیکھئے منحۃ الخالق (۲/۶۶)

۳: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام حنفی نے بھی فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(فتح القدیر ۱/۴۰۷ دوسرا نسخہ ۱/۴۶۷، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۳/۲۴۵)

۴: آل دیوبند کے ''امام'' زیلعی حنفی نے بھی کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (نصب الرایہ ۲/۱۵۳)

اتفاق کا مطلب ماسٹر امین اوکاڑوی کے نزدیک اجماع ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۲۲۵)

اور اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے: '' آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات ۶/۱۸۹)

۵: آل دیوبند کے ''امام اہل سنت'' عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباسؓ سے بیس رکعت بھی۔ مگر...'' (علم الفقہ ص ۱۹۸ حصہ دوم دوسرا نسخہ ص ۱۹۵)

۶: آل دیوبند کے ''مولانا'' امجد سعید نے ابراہیم بن عثمان کی اسی روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''ہم مانتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن اس روایت کا ضعف...''

(سیف حنفی ص ۱۸۸)

۷: آل دیوبند کے ''شہید اور مفتی'' محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مگر اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی کمزور ہے۔ اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں مگر جیسا کہ...'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۷۱۔۲۷۲ حصہ دوم، دوسرا نسخہ ص ۴۷۵)

۸: جمیل احمد نذیری نے اسی روایت کے متعلق لکھا ہے: ''اس کے سلسلۂ سند میں بھی ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان موجود ہے۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۳۰۴)

ان عبارات میں اگر مگر اور لیکن وغیرہ والی باتیں تو جھوٹ اور فراڈ ہیں، ان کے علاوہ بھی آلِ دیوبند کے کئی اکابر نے اس حدیث یا اس کے راوی ابراہیم بن عثمان پر جرحیں کی ہیں مثلاً:

۹: محمد زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے (اوجز المسالک ۱/ ۳۹۷)

۱۰: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ۲/ ۳۲۰)

۱۱: آل دیوبند کے ''محقق'' نیموی (آثار السنن ص ۲۵۴ دوسرا نسخہ ص ۲۰۴)

۱۲: ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی (کفایت المفتی ۳/ ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۹، ۳۶۳)

۱۳: محمد یوسف بنوری (معارف السنن ۵/ ۵۴۶)

۱۴: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۲/ ۶۵۹، ۳/ ۳۰۴)

۱۵: طحطاوی حنفی (مراقی الفلاح ص ۴۱۱، دوسرا نسخہ ص ۲۲۴)

۱۶: خیر محمد جالندھری (خیر الفتاویٰ ۲/ ۵۸۷)

۱۷: بدرالدین عینی حنفی (عمدۃ القاری ۱۱/ ۱۲۸)

۱۸: ابوبکر غازیپوری (ارمغان حق ۱/۶۰)

۱۹: آل دیوبند کے "مفتی" عزیز الرحمٰن نے مختلف قلابازیوں کے ساتھ تسلیم کیا ہے:

"ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ کچھ مضر نہیں..."

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ ۱/۲۴۹، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۲)

۲۰: عبدالحئ لکھنوی (التعلیق الممجد ص ۱۴۲، تحفۃ الاخیار ص ۵۰، مجموعہ فتاویٰ ۱/۳۳۱)

۲۱: رشید احمد گنگوہی (الرای النجیح مندرجہ مجموعہ رسائل: ۱۸۰، تالیفاتِ رشیدیہ ص ۳۱۵)

۲۲: قدوری حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: " و لأن أبـــا شيبة إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب " اور کیونکہ بے شک واسط کا قاضی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کذاب (جھوٹا) ہے۔ (التجرید ۲/۲۰۳ فقرہ: ۶۳۲ طبع مکتبہ محمودیہ قندھار افغانستان)

۲۳: آلِ دیوبند کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے بھی ضعیف کہا۔ (نماز مدلل ص ۲۰۵)

ان کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ہم نے صرف آل دیوبند اور ان کے اکابر پر اکتفا کیا ہے۔ نیز گھمن کی نقل کردہ روایت کا تعلق دیوبندی اصولوں کے مطابق تراویح کے ساتھ بنتا ہی نہیں کیونکہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: "تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے" (حدیث اور اہلحدیث ص ۶۷۱)

اور گھمن کی نقل کردہ روایت کی ایک سند میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ رکعتیں بغیر جماعت کے تھیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے گھمن کی نقل کردہ روایت کے متعلق لکھا ہے:

"یہ گھر کا واقعہ ہے جو بغیر جماعت کا ہے، اِسے عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور..." (تجلیات صفدر ۳/۲۲۹)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ گھمن نے پہلی روایت کی طرح دوسری روایت کا بھی غلط ترجمہ کیا ہے۔

پس گھمن کی نقل کردہ اس روایت سے بیس رکعات تراویح تو ثابت نہ ہوئیں البتہ یہ ثابت ہو گیا کہ آلِ دیوبند ایک بے اصول اور متناقض و متعارض فرقہ ہے۔

گھمن کی ''دلیل نمبر۳: عن أبی بن کعب رضی الله عنه ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه امر ابی بن کعب رضی الله عنه ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النهار لا یحسنون ان یقرأ وافلو قرأت القرآن علیهم باللیل . فقال: یا امیر المؤمنین !هذا شیٔ لم یکن . فقال ؛ قد علمت و لکنه احسن . فصلی بهم عشرین رکعة . ②

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأۃ (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

....

(۲) اتحاف الخیرۃ المہرۃ علی المطالب العالیہ ج۲ص۴۲۴ حدیث ۲۳۹۰ ''

(قافلہ...جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۳ص ۶۳)

الجواب: الیاس گھمن نے اس روایت کو بلا سند نقل کیا ہے جبکہ باقی روایات کو باسند ذکر کیا ہے، اس روایت کی سند نہ نقل کرنے میں کیا حکمت تھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔؟!

البتہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو جعفر الرازی ہے، اسی ابو جعفر نے ایک روایت یوں بیان کی کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں وفات تک ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰۱)

یہ روایت چونکہ آلِ دیوبند کے مسلک کے خلاف تھی، اس لئے انھوں نے ابو جعفر الرازی پر جرح نقل کر کے مذکورہ روایت کو ضعیف قرار دیا۔چنانچہ:

۱:    ابن ترکمانی حنفی کے کلام کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے: ''میں کہتا ہوں یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی جب ربیع بن انس سے روایت کرنے والا ابو جعفر الرازی متکلم فیہ ہے، امام احمد اور امام نسائی نے کہا ہے کہ قوی نہیں ابو زرعہ یہم کثیرا کہتے ہیں فلاس فرماتے ہیں سیٔ الحفظ ہے ابن حبان کا کہنا ہے مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا ہے۔'' (الجوہر النقی ۲/۲۰۱)

اس کے علاوہ ابو جعفر الرازی کی روایت کو

۲:    آل دیوبند کے ''امام'' زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (۲/۱۳۲) میں ضعیف کہا۔

۳:    آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام نے ضعیف کہا۔ (فتح القدیر ۱/۳۷۶)

۴:    آل دیوبند کے ''محقق'' نیموی نے ضعیف کہا۔ (آثار السنن ص ۲۱۱، تحت ح ۶۳۷)

۵:    زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے نے ضعیف کہا۔ (اوجز المسالک ۲/۱۲۳)

۶:    آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے ابو جعفر الرازی کی بیان کردہ روایت کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''تو اس کی سند میں ابو جعفر رازی ہے اس پر خاصا کلام ہے۔'' (خزائن السنن حصہ دوم ص ۱۴۹، نمبر مسلسل ص ۳۹۹)

سرفراز صفدر نے احسن الکلام میں ضعیف قرار دیا۔ (احسن الکلام ۲/۱۴۲، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۵)

بریلوی ''شیخ الحدیث'' غلام رسول سعیدی نے ضعیف کہا۔ (شرح صحیح مسلم ۲/۳۲۷)

گھمن کی ''دلیل نمبر۴:   **قال الامام الحافظ المحدث علی بن الجعد الجوھری حدثنا علی انا ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمرؓ فی شھر رمضان بعشرین رکعة و ان کانوا لیقرؤون بالمئین من القرآن .** ④

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دوسو آیات پڑھتے تھے۔

....

(۴)   مسند ابن الجعد ص ۴۱۳ حدیث نمبر ۲۸۲۵ و معرفۃ السنن والآثار بیہقی ج ۲ ص ۳۰۵ حدیث نمبر ۱۳۶۵ باب قیام رمضان۔ '' (قافلہ...ج ۴ ص ۶۳ شمارہ نمبر ۳)

الجواب: اس روایت کے ترجمہ میں گھمن نے لفظ ''پابندی'' کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ انوار خورشید نے یہ لفظ نہیں لکھا۔ (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۶۴۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی یزید بن خصیفہ ہیں، انھوں نے اپنے سے زیادہ ثقہ محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔

[تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں علی بن الجعد نے ''أنا علي'' نہیں کہا بلکہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی نے ''أنا علي'' یعنی ہمیں علی بن الجعد نے روایت بیان کی، کہا ہے لہٰذا قافلۂ باطل میں نقلِ مذکور گھمن کی جہالت کا شاہکار ہے۔]

قارئین کرام! اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جاتی تو یہ روایت منسوخ تھی کیونکہ گھمن کے ترجمہ کے مطابق بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ''لوگ'' بیس رکعات پڑھتے تھے، عرض ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور پھر انھوں نے لوگوں کو گیارہ رکعات ہی پڑھائیں اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنا عمل بھی گیارہ رکعات پڑھنا ہی بتایا۔

اتنی وضاحت کے باوجود (نامعلوم) لوگوں کے عمل پر اصرار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہم قارئین کے اطمینان کے لئے ''تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' سے بعض اضافے اور اصلاح کے ساتھ تینوں روایات نقل کر دیتے ہیں:

دلیل نمبر ۱: سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

① شرح معانی الآثار (۱/۲۹۳) واحتج به

② المختارۃ للحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال ۸/۴۰۷ ح ۲۳۴۶۵)

③ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (ق ۲/۳۶۷، ۳۶۸ مطبوع ۲/۳۰۵ ح ۱۳۶۶ ب)

④ قیام اللیل للمروزی (ص ۲۰۰)

⑤ مصنف عبدالرزاق (بحوالہ کنز العمال ح ۲۳۴۶۵)

⑥ مشکوٰۃ المصابیح (ص ۱۱۵ ح ۱۳۰۲)

⑦ شرح السنۃ للبغوی (۱۲۰/۴ تحت ح ۹۹۰)

⑧ المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی (۴۶۱/۲)

⑨ کنز العمال (۴۰۷/۸ ح ۲۳۴۶۵)

⑩ السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۳/۳ ح ۴۶۸۷)

اس فاروقی حکم کی سند بالکل صحیح ہے، اور اس کی گیارہ (۱۱) دلیلیں درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر ۱: اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں اور سند متصل ہے۔

دلیل نمبر ۲: اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۳: اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔ (ح ۱۸۵۸)

دلیل نمبر ۴: شاہ ولی اللہ الدہلوی نے "اہل الحدیث" سے نقل کیا ہے کہ موطأ کی تمام احادیث صحیح ہیں اور یہ موطأ کی روایت ہے۔ (دیکھئے حجۃ اللہ البالغۃ ۲۴۱/۲، اردو)

دلیل نمبر ۵: طحاوی حنفی نے " فھذا یدل " کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ۲۹۳/۱)

دلیل نمبر ۶: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اپنے نزدیک اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث ص ۲۷)

دلیل نمبر ۷: امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا: "حسن صحیح" (ح ۹۲۶)

دلیل نمبر ۸: اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

دلیل نمبر ۹: علامہ باجی نے بھی اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔

(موطأ بشرح الزرقانی ۱/۲۳۸ ح ۲۴۹)

دلیل نمبر۱۰: مشہور غیر اہلِ حدیث محمد بن علی النیموی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں کہا: "وإسناده صحيح" اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۵۰)

دلیل نمبر۱۱: بدرالدین عینی حنفی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات مع وتر والی روایت دو سندوں کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "منها ما أخرجه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه من طريقين صحيحين" (نخب الافکار ۵/۱۰۳، دوسرا نسخہ ۳/۲۷۷)

دلیل نمبر۱۲: مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ "إن عمر جمع الناس على أبي و تميم فكانا يصليان إحدىٰ عشرة ركعة إلخ" بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی (بن کعب) اور تمیم (الداری) رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (۲/۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر۱۳: سیدنا السائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدىٰ عشرة ركعة ...... " إلخ

ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے... الخ

(سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۹ و حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۰، دوسرا نسخہ ۲۰۱)

اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

سبکی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة"

اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصابیح فی صلوٰۃ التراویح للسیوطی ص ۱۵، الحاوی للفتاوی ۱/۳۵۰)

لہٰذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

گھمن کی ''دلیل نمبر۵: قال الامام الحافظ المحدث ابو بكر البيهقي اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السني انبأ عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوي ثنا علي بن الجعد انبا ابن ابي ذئب عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال و كانوا يقرئون بالمئين و كانوا يتوكئون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام . ①

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دوسو آیات تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قیام کے (لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں) پر ٹیک لگاتے تھے۔

....

(۱) سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ''

(قافلہ ج ۴ شمارہ ۳ ص ۶۴)

اس روایت کی سند بھی علی بن جعد سے لے کر سائب بن یزید رضی اللہ عنہ تک وہی ہے جو دلیل نمبر ۴ کے تحت گزر چکی ہے، البتہ سند نقل کرتے ہوئے خود گھمن سے یا کمپوزر سے یزید بن خصیفہ کا واسطہ گر گیا ہے یا پھر یہ حرکت جان بوجھ کر کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

اور اگر ایسی غلطی کسی مخالف سے ہو جاتی تو گھمن اینڈ پارٹی سے کوئی بعید نہ تھا کہ اسے بددیانتی قرار دیتے۔ نیز گھمن مذکور کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کی انتہائی معتبر کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' (ص ۶۴۷) کے مطابق ۸۳ھ سے پہلے ہی لوگوں نے یہ کام شروع کر رکھا تھا کہ بیس دن تک تو بیس رکعتیں پڑھتے اور آخری نو یا دس دنوں میں ۲۴ رکعتیں پڑھتے تھے اور قنوت دوسرے نصف (یعنی ۱۴ یا ۱۵ دن ہی) میں پڑھتے تھے جبکہ آلِ

دیوبند کا عمل بھی ''لوگوں'' کے اس عمل کے خلاف ہے۔ ''لوگوں'' نے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سجدہ کے وقت تکبیر بھی چھوڑ رکھی تھی۔ (سنن نسائی ۱۲۴/۲ ح ۸۸۴)

نیز دیکھئے آلِ دیوبند کی کتاب: ''غیر مقلدین کیا ہیں؟'' (ج ۱ص ۵۲۵۔ ۵۲۶)

گھمن کی ''دلیل نمبر ۶: قال الامام الحافظ المحدث ابو داؤد حدثنا شجاع بن مخلد نا هشيم انا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه جمع الناس على ابى بن كعب فى قيام رمضان، فكان يُصلى بهم عشرين ركعة ②

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھنے کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات (نماز تراویح) پڑھاتے تھے۔

....

(۲) سنن ابی داؤد ص ۴۲۹ باب القنوت فی الوتر، طبع عرب، سیر اعلام النبلاء امام ذہبی ج ۳ ص ۶۷۱'' (قافلہ ج ۴ ص شمارہ ۳ ص ۶۴)

الجواب: اولاً یہ روایت عشرين ركعة، کے الفاظ سے قطعی طور پر ثابت نہیں بلکہ آلِ دیوبند نے سنن ابی داود میں تحریف کی ہے، تفصیل کے لئے تحفہ حنفیہ کی طرف مراجعت کریں۔

ثانیاً: متنِ روایت میں صحیح الفاظ عشرين ليلة (بیس راتیں) کے ہیں، رہا یہ مسئلہ کہ جامع المسانید اور سیر اعلام النبلاء میں رکعۃ کا لفظ ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ سیر میں تصحیف ہے اور مسانید میں کتابت کی غلطی ہے۔ حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبی سے قبل امام بیہقی نے السنن الکبری (۴۹۸/۲) میں، نیز ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (۴۲۹/۱، ۳۷۵/۱) میں عشرين ليلة کے الفاظ نقل کئے ہیں اور حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کے معاصر امام مزی (متوفی ۷۴۲ھ) نے تحفۃ الاشراف (۱۲/۱) ابن ملقن نے البدر المنیر (۳۶۶/۴) زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (۱۲۶/۲) اور خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ (۱۲۹۳) میں مذکورہ روایت کو عشرين ليلة کے الفاظ سے ہی سنن ابی داود سے نقل کیا ہے، نیز بعد میں ابن نجیم

(البحرالرائق ۲/۴۰) اور حلبی (مستملی ص ۴۱۶) نے لیلۃ کے لفظ سے ہی ذکر کیا ہے۔ ملخصاً

تنبیہ: حال ہی میں محمد عوامہ حنفی تقلیدی کی تحقیق سے سنن ابی داود کا جو نسخہ چھپا ہے، اس میں سات آٹھ نسخوں کو سامنے رکھا گیا ہے، اس نسخے میں بھی **عشرين ليلة** ہی ہے۔

محمد عوامہ نے لکھا ہے: "**من الأصول كلها**" سارے کے سارے بنیادی نسخوں میں یہی الفاظ ہیں۔ (سنن ابی داود تحقیق محمد عوامہ ۲/۲۵۶)

روایتِ مذکورہ کے متن کا ترجمہ اور مفہوم درج ذیل ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا اور انھیں بیس راتیں نماز پڑھاتے رہے اور قنوت صرف آخری نصف میں پڑھا کرتے اور آخری دس دنوں میں سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز گھر میں ہی پڑھتے اور لوگ کہتے: اُبی بھاگ گئے۔ (سنن ابی داود: ۱۴۲۹)

متنِ روایت پر غور کریں، اس میں رمضان کے مہینے کو تین عشروں میں تقسیم کیا گیا ہے، آخری دس دنوں میں سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز گھر میں پڑھا کرتے، جبکہ رمضان کی پہلی بیس راتوں میں سے قنوت صرف نصف آخر میں پڑھا کرتے تھے۔ بلفظِ دیگر رمضان کے صرف درمیانی دس دنوں میں ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اگر یہاں لیلۃ کے بجائے رکعۃ کا لفظ رکھا جائے تو متنِ روایت کا یہ مفہوم بن جاتا ہے کہ بیس رکعات میں سے آخری دس دنوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے، حالانکہ بیس رکعات تراویح کے قائلین سارا مہینہ قنوت پڑھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ لفظ رکعۃ نہیں بلکہ لیلۃ ہے۔ اس اندرونی گواہی کو چھپانے کے لئے گھمن صاحب نے یہ چال چلی ہے کہ متنِ روایت کو تقلیدی آری سے ذبح کرتے ہوئے مکمل نقل ہی نہیں کیا۔ (ملخصاً از افادات مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ)

قارئینِ کرام! یہاں تو متن روایت کی بحث تھی، اب اس روایت کی سند پر بحث ملاحظہ فرمائیں:

۱: آلِ دیوبند کے نزدیک بڑے معتبر حنفی امام بدرالدین عینی نے لکھا ہے: "**ان فيه انقطاعًا فإن الحسن لم يدرك عمر بن الخطاب**" اس روایت میں انقطاع ہے

کیونکہ حسن بصری نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پایا۔ (شرح سنن ابی داود ۳۴۳/۵)

قارئین کرام! اگر حسن بصری کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہ ہو اور کوئی بریلوی ''مولوی'' اس روایت کو دلیل بنائے تو آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر اسے یوں سمجھاتے ہیں: ''مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے اوّلاً اس لیے کہ اس کی سند میں الحسن البصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) عن عمرانؓ بن حصینؓ ہے۔ امام ابوحاتمؒ یحییٰ بن سعید القطانؒ، علی بن المدینیؒ اور ابن معینؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسنؒ کی حضرت عمرانؓ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج۲ ص ۲۶۸) اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:- کان یرسل کثیرًا و یدلس (تقریب ص ۸۷) حسنؒ کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ:-

و ھو مدلس فلا یحتج بقوله عن من لم یدر که (تذکرہ ج ۱ ص ۶۷)

وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے ملاقات نہیں کی تو اُن کی بات حجت نہیں ہے۔

جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو اُصولِ حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہو گا؟'' (ازالۃ الریب ص ۲۳۷)

قارئین کرام! یہ گھر کی گواہی آپ نے ملاحظہ فرمالی تو آپ کی معلومات کے لئے مزید عرض ہے کہ گھمن کی نقل کردہ مکمل روایت چونکہ حنفی مذہب کے خلاف تھی جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے لہٰذا اسی لئے آلِ دیوبند کے اکابر بھی اسے بڑی شد و مد سے ضعیف قرار دے چکے ہیں اور اب اُن کے نام باحوالہ درج کیے جاتے ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے امام زیلعی حنفی کی تحقیق کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۱۲۶/۲)

۲: آلِ دیوبند کے امام ابن نجیم کی تحقیق کے لئے دیکھئے البحر الرائق (۴۰/۲)

۳: آلِ دیوبند کے امام حلبی حنفی کی تحقیق کے لئے دیکھئے مستملی (ص ۴۱۶)

۴: آلِ دیوبند کے ''محدث اور عقیدہ کے امام'' خلیل احمد سہارنپوری کی تحقیق کے لئے دیکھئے بذل المجہود (۳۲۹/۲، دوسرا نسخہ ۲۵۲/۷)

تنبیہ: اگر سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح گھمن اینڈ کمپنی کے لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ نہیں تو پھر گھمن کا مذکورہ روایت سے استدلال باطل اور مردود کیوں نہیں؟

گھمن صاحب کی پیش کردہ روایتوں کا حشر آپ نے دیکھ لیا، لہٰذا یہ کہنا:

''ان احادیث کے علاوہ بھی ہمارے پاس کئی ایک احادیث موجود ہیں...'' کوئی معنی نہیں رکھتا اور اگر یہ لوگ ایسی کوئی روایت آئندہ پیش کریں گے تو اہلِ حدیث اس کی تحقیق کر کے ان لوگوں کو دندان شکن جواب دیں گے۔ ان شاء اللہ

گیارہ رکعات تراویح (۸+۳ مع وتر) کے مفصل دلائل اور شبہاتِ مخالفین کے جوابات کے لئے دیکھئے کتاب: ''تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' اور الحدیث: ۲۹ ص ۴۷۔۵۰ (آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہلِ حدیث علماء)

مسئلۂ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب (قسط نمبر ۲)

راقم الحروف نے الیاس گھمن دیوبندی کے تعاقب میں مسئلہ تراویح پر ایک تحقیقی مضمون لکھا تھا، جسے پڑھ کر آلِ دیوبند اتنا پریشان ہوئے کہ طعن زنی پر اتر آئے اور راقم الحروف کو بوتل فروش وغیرہ کہہ کر طعنہ دیا، حالانکہ بعض دیوبندی علماء بھی یہی کام کرتے ہیں۔ محنت کر کے رزقِ حلال کمانا بُری بات نہیں بلکہ بہت اچھا کام ہے۔

نیز دیکھئے عبدالقیوم حقانی دیوبندی کی کتاب: ''اربابِ علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال''

راقم الحروف کے مضمون کے جواب میں ایک مختصر سا مضمون لکھنے والے مجہول دیوبندی نے گھبراہٹ کی وجہ سے اپنا نام بھی نہیں لکھا اور ایسی کارروائی امین اوکاڑوی کے نزدیک خناس کی علامت ہے۔ چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''پہلی تحقیق جناب کی یہ ہے کہ اپنا نام چھپالیا... ورنہ قرآن پاک وسوسے ڈال کر چھپ جانے والے کو محمدی نہیں خناس کہتا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۷/۲۶۹)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے مذکورہ قول کی مناسبت سے مجہول دیوبندی کا خناس ہونا ثابت ہوتا ہے۔ طعنہ دینے والے نے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ وہ کیا کام کرتا ہے؟ کیا امام ابوحنیفہ کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہوئے اُن سے بغاوت کر کے دینی امور پر تنخواہ خوری کرتا ہے۔ طعنہ دینے والے سے پہلے ماسٹر امین نے بھی حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کو کپڑا فروش کا طعنہ دیا تھا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۴/۲۰۶)

حالانکہ اپنی اسی کتاب میں اوکاڑوی نے یہ بھی لکھا ہے: ''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں کپڑے کی دکان تھی اور امام صاحب کا بھی کپڑے کا کاروبار تھا۔'' (تجلیات صفدر ۴/۷)

یعنی آلِ دیوبند جس کاروبار کو خود مقدس سمجھتے ہیں، اس کا بھی طعنہ دینے سے باز نہیں آتے، حالانکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے والد نے ایک مرزائی کی ملازمت (نوکری) کر کے

مرزائی کے دیئے ہوئے پیسوں سے ماسٹر امین کا پیٹ پالا تھا۔

(دیکھئے تجلیات صفدر ۱؍۴۰ کا ابتدائی حصہ از قلم میاں محمد افضل ساہیوال)

راقم الحروف کے تحقیقی مضمون کا مکمل جواب دینے کی بجائے مجہول دیوبندی نے رسالہ شائع کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، البتہ گھمن نے ایک جھوٹی روایت کا جو غلط ترجمہ کیا تھا اس کے دفاع کی ناکام کوشش کی ہے۔ راقم الحروف نے گھمن دیوبندی کو سمجھایا تھا کہ اگر کوئی روایت تراویح کے متعلق ہو تو فرائض کو اس میں شامل نہیں کیا جاتا اور یہ مثال بھی دی تھی کہ تیئس (۲۳) رکعات کی ضعیف روایت کا ترجمہ اس طرح نہیں کیا جاتا کہ چار فرض سولہ تراویح اور تین وتر! تو مجہول دیوبندی نے کچھ اقوال پیش کر کے میری مزید تائید فرما دی اور جس جھوٹی روایت کا گھمن نے غلط ترجمہ کیا تھا اس کے متعلق کسی محدث سے ایک حرف بھی نہ لکھا اور ان شاء اللہ کبھی لکھ بھی نہیں سکے گا۔ کیا ہے کوئی دیوبندی جو گھمن کی جھوٹی روایت کا ترجمہ کسی متفقہ امام سے ثابت کرے کہ اس نے یہ فرمایا ہو: میں بیس تراویح اس لئے پڑھتا ہوں کہ میرے پاس سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے؟ اور یہ تو آلِ دیوبند کی عادت ہے کہ جس مسئلہ میں دلائل جتنے کمزور ہوں گے اس میں جھوٹ بھی اتنا ہی بڑا بولیں گے، مثال کے طور پر الیاس گھمن کے عملی تعاون سے لکھی گئی کتاب سیف حنفی (دیکھئے ص ۱۷) میں امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: ''...ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی سنت ہوا اور اسی پر اجماع امت ہے۔'' (سیف حنفی ص ۵۴) حالانکہ الیاس گھمن کی اپنی تحریر سے بھی یہ ثابت ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع نہیں۔ دیکھئے قافلہ باطل (جلد ۱ شمارہ ۳ ص ۶)

اور آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''...ہاتھ سینے پر باندھے جائیں یا ناف پر؟ ان تمام مسائل میں ائمۂ مجتہدین کا اختلاف محض افضلیت میں ہے، ورنہ یہ تمام طریقے سب کے نزدیک جائز ہیں، لہٰذا ان اختلافات کو حلال و حرام کی حد تک پہنچا کر اُمت میں انتشار پیدا کرنا کسی طرح جائز نہیں'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۸)

قارئین کرام! گھمن نے پہلی روایت میں بھی بددیانتی کی تھی، لیکن دوسری موضوع

روایت میں تو بددیانتی کی انتہا کر دی۔ الیاس گھمن نے دوسری روایت کا ترجمہ اس طرح نقل کیا ہے: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔“ (قافلہ... ج۴ شمارہ۳ ص۶۳)

حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ گھمن نے بددیانتی کرتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا ہے کہ گویا یہ رکعتیں جماعت کے ساتھ پڑھی گئی تھیں، جبکہ گھمن کی نقل کردہ روایت کی ایک سند میں یہ بھی آیا ہے کہ ”في غير جماعة“ یعنی یہ رکعتیں بغیر جماعت کے تھیں۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶)

اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے گھمن کی نقل کردہ روایت کے متعلق لکھا ہے:

”کیونکہ یہ گھر کا واقعہ ہے جو بغیر جماعت کا ہے، اسے عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور...“ (تجلیاتِ صفدر ۳/۲۲۹)

آلِ دیوبند کے ”شہید اور مفتی“ محمد یوسف لدھیانوی نے گھمن کی نقل کردہ روایت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے“ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم ج۲ ص۱۷۱، دوسرا نسخہ ص۴۷۵)

یہی ترجمہ انوار خورشید (نعیم الدین دیوبندی) نے ”حدیث اور اہلحدیث“ صفحہ ۶۳۵ پر کیا ہے، لہٰذا گھمن کا ترجمہ یقیناً غلط ہے۔

ترجمانِ احناف میں لکھا ہوا ہے: ”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بلا جماعت بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ بیہقی“ (ص۶۱)

یاد رہے کہ گھمن کا مذکورہ ترجمہ کتابت کی غلطی نہیں، بلکہ یہی بددیانتی گھمن کے عملی تعاون سے لکھی گئی کتاب: ”سیفِ حنفی“ (ص۱۸۸) میں بھی کی گئی ہے۔ ہمیں ایمان فروشی کا طعنہ دینے والوں کے برعکس دیوبندیوں کے ”امام الاولیاء“ احمد علی لاہوری نے کہا: ”میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہلِ حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔“ (ملفوظاتِ طیبات ص۱۱۵، دوسرا نسخہ ۱۲۶)

تقلیدِ شخصی کی حقیقت آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں

آلِ دیوبند کے نزدیک تقلید صرف مسائل اجتہادیہ میں کی جاتی ہے، چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے'' (تجلیاتِ صفدر ۳/۲۷۶)

آلِ دیوبند کے نزدیک چار ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اور اس پر اجماع ہے۔

چنانچہ سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''چنانچہ چوتھی صدی میں پوری امتِ مسلمہ نے ان چار ائمہ کی تقلید شخصی پر اجماع کر لیا، اور ان کے علاوہ کی تقلید کو ناجائز قرار دیا۔''

(تسہیل ادلہ کاملہ ص ۸۵)

محمد بلال دیوبندی نے اپنے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

''اجماع منعقد ہو گیا اس بات پر کہ چار ائمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہو گی۔ (فتح القدیر بحوالہ فتح المبین ص ۳۷۴، جواہر الفقہ ج ۱ ص ۱۲۲)'' (اطمینان القلوب ص ۱۶)

جواہر الفقہ از محمد شفیع دیوبندی کی جس عبارت سے محمد بلال نے مطلب کشید کیا ہے وہ ہمارے نسخہ میں ۱/۱۳۲، پر ہے۔ واللہ اعلم

آلِ دیوبند کے نزدیک ان چار ائمہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ کی تقلید کی جائے گی، کیونکہ ان علاقوں کے متعلق جہاں احناف کی کثرت ہو، سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''...اور ان علاقوں میں احناف اور فقہ حنفی ہی کی کثرت ہے ظاہر امر ہے کہ اگر ان علاقوں میں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جو منصوص نہیں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے اگر کوئی شخص اکڑ کر گردن نکالتا ہے تو دوسرے ائمہ کرامؒ کی فقہ تو وہاں ہے نہیں اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ وہ من مانی کاروائی کر کے شریعت کے پٹے ہی کو گردن سے اتار پھینکے گا۔ اور اسلام ہی کو خیرباد کہہ دے گا ایسے شخص کے لیے اگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب نہ ہو تو اس

کا اسلام کیسے محفوظ رہے گا۔؟ اور اپنے مقام پر ثابت ہے کہ لاعلمی کے وقت ایسے جاہل کا اہل علم کی طرف رجوع کرنا نص قرآنی سے واجب ہے...'' (الکلام المفید ص ۱۷۷)

یعنی آلِ دیوبند کے علماء کو بھی اگر کوئی اجتہادی مسئلہ پیش آ جائے تو ان پر بھی جاہل کا اطلاق ہوگا۔

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''اور تقلید شخصی کا یہی معنی ہے کہ ایک ہی ہستی اور ذات کو اپنے پیشِ نظر رکھ کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھرا جائے۔'' (الکلام المفید ص ۸۲)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کیلئے کسی ایک مجتہد عالم کو اختیار کیا جائے، اور ہر ایک مسئلہ میں اسی کا قول اختیار کیا جائے، اُسے ''تقلیدِ شخصی'' کہا جاتا ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵)

تقی عثمانی صاحب نے مزید لکھا ہے: ''...انھوں نے بعد میں ایک زبردست انتظامی مصلحت کے تحت ''تقلید'' کی مذکورہ دونوں قسموں میں سے صرف ''تقلید شخصی'' کو عمل کے لئے اختیار فرمالیا، اور یہ فتویٰ دیدیا کہ اب لوگوں کو صرف ''تقلید شخصی'' پر عمل کرنا چاہئے۔ اور کبھی کسی امام اور کبھی کسی امام کی تقلید کے بجائے کسی ایک مجتہد کو معیّن کر کے اسی کے مذہب کی پیروی کرنی چاہئے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۶۱۔۶۲)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے: ''پہلی صورت کو تقلید شخصی کہتے ہیں کہ ایک شخص واحد کا مقلد ہو کر سب ضروریاتِ دین اس سے ہی حل کرے۔'' (تالیفات رشیدیہ ص ۵۱۸)

محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے کہا:

''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ۲/۲۲)

عبدالرشید ارشد دیوبندی نے لکھا ہے کہ نانوتوی نے مولانا محمد حسین بٹالوی (اہلحدیث) سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں۔ صاحبِ ہدایہ اور در مختار کا مقلد نہیں ہوں۔''

(بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۵)

اوکاڑوی نے کہا: ''ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں نہ کہ شاہ ولی اللہ کے۔''

(فتوحاتِ صفدر ۱۳۳/۲)

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''پس اس خودرائی کا ایک ہی علاج تھا کہ نفس کو کسی ایک ماہر شریعت کے فتویٰ پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول ص ۲۳، دوسرا نسخہ حصہ اول ص ۳۴، اضافہ وترمیم شدہ جدید ایڈیشن، تیسرا نسخہ ص ۲۹)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''...اور جو شخص جس امام کا مقلد ہو تو وہ یہ نہ کرے کہ کسی مسئلہ میں کسی ایک امام کی تقلید کرے اور کسی میں کسی کی کیونکہ یہ کاروائی دین کو کھلونا بنا دیگی'' (الکلام المفید ص ۱۷۴)

مزید دیکھئے اطمینان القلوب (ص ۱۶) اور تجلیاتِ صفدر (۵۱/۲)

زرولی خان دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہؒ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وغیرہ'' (احسن المقال ص ۵۳)

محمود حسن صاحب نے بھی لکھا ہے: ''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶، دوسرا نسخہ ص ۴۸۹)

محمود حسن دیوبندی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں تمام حنفیہ کے مقلد نہیں'' (ایضاح الادلہ ص ۴۸۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ہم مسائل منصوصہ میں قال رسول اللہ کذا اور مسائل اجتہادیہ میں قال ابوحنیفہ کذا کہتے ہیں۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۶ ص ۱۵۳)

آلِ دیوبند کے مذکورہ حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ان کے نزدیک صرف امام ابوحنیفہ کے ان اقوال کو جو انھوں نے اجتہاد کر کے بتائے ہیں، تسلیم کرنا

تقلید شخصی ہے اور یہ ان کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی کے اجتہاد کو تسلیم کرنا تقلید نہیں، کیونکہ اگر امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی دوسرے کا اجتہاد تسلیم کرنے کو تقلید کہیں گے تو اجماع کے منکر بن جائیں گے اور اجماع کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے" (تجلیات صفدر ۱/۲۸۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)" (تجلیات صفدر ۶/۱۸۹)

جبکہ اجتہادات تو آلِ دیوبند کے علماء نے بھی کئے ہیں۔

چنانچہ اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: "اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ چارسو برس کے بعد کسی کو اجتہاد کے قابل دماغ نہیں ملا۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ علاوہ ازیں یہ مطلقاً صحیح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر زمانہ میں ہزاروں ایسی جزئیات نئی نئی پیش آتی ہیں جن کا کوئی حکم آئمہ مجتہدین سے منقول نہیں اور علماء خود اجتہاد کر کے ان کا جواب بتلاتے ہیں۔ پس اگر اجتہاد کا باب بالکل بند ہوگیا اور اب کسی کا دماغ اجتہاد کے قابل نہیں ہوسکتا تو کیا ایسے نئے نئے مسائل کا جواب شریعت سے نہیں ملیگا۔ یا ان مسائل کے جواب کے لئے کوئی نیا نبی آسمان سے اترے گا۔ اگر یہی بات ہے تو خدا خیر کرے کہیں قؔ، دؔ، نؔ والے نہ سن لیں کہیں یہ بات ان کے کانوں میں پڑ گئی تو مسیح موعود کے دلائل نبوت کی فہرست میں ایک اور دلیل کا اضافہ کرلیں گے۔ پھر اس آیت کے کیا معنی ہونگے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی تکمیل ہوچکی کہ دروازۂ اجتہاد اگر بالکل بند کر دیا جائے تو پھر شریعت کی تکمیل کس طرح مانی جائیگی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ آئمہ مجتہدین سے کہیں منقول ہے

نئے مسائل کے جوابات پچھلے دنوں میں ایک سوال آیا تھا کہ ہوائی جہاز میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اب بتلایئے کہ اگر اجتہاد بعد چارسو برس کے بالکل جائز نہیں تو اس مسئلہ کا شریعت میں کوئی بھی جواب نہیں۔ پہلے زمانہ میں ہوائی جہاز نہ تھا نہ فقہا اس کو جانتے تھے۔

نہ کوئی حکم لکھا۔ اب ہم لوگ خود اجتہاد کرتے ہیں۔ اور ایسے نئے مسائل کا جواب دیتے ہیں...'' (اشرف الجواب ص ۲۸۰۔۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۵۔۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

محمد یوسف لدھیانوی نے شعرانی کے حوالے سے لکھا ہے:

''بہت سے مسائل ایسے ملیں گے اور ہیں جن کا ذکر موجودہ فقہ حنفی کے عظیم الشان ذخیرہ میں نہیں ملتا'' (قافلہ...جلد نمبر ۴ شمارہ ۳ ص ۱۳)

سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے: ''اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہونگے۔'' (احسن الکلام ۱/۶۳، دوسرا نسخہ ۱/۴۱)

اب ظاہر ہے دیوبندی اپنے ان علماء کے اجتہاد کو تسلیم کرنے سے ان کے مقلد تو نہیں بن جائیں گے، کیونکہ ان کے نزدیک چار ائمہ کے سوا کسی کی بھی تقلید اجماع کی مخالفت ہے۔ اسی طرح اگر اہل حدیث علماء اجتہاد کریں اور عوام اہل حدیث ان کو تسلیم کر لیں تو یہ بھی کوئی تقلید نہیں ہوگی اور علماء اہل حدیث کا اجتہاد کرنا کوئی عجیب و غریب بات نہیں، کیونکہ علمائے دیوبند بھی تو اجتہاد کرتے ہیں جیسا کہ اشرف علی تھانوی اور سرفراز صفدر وغیرہما کے حوالے نقل کئے جا چکے ہیں اور بات علمائے دیوبند کے اجتہاد کی چلی ہے تو یہاں ایک دیوبندی لطیفہ بھی سنتے جائیے۔ عبدالرشید ارشد دیوبندی نے انور شاہ کشمیری دیوبندی کے متعلق لکھا ہے: ''اس سلسلہ میں ایک لطیفہ یاد آیا جو اس مقام کے مناسب حال ہے اور وہ یہ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ایک مناظرہ میں جو حضرت ممدوح اور ایک اہل حدیث کے مابین ہوا۔ اہل حدیث عالم نے پوچھا۔ کیا آپ ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں۔؟ فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳)

تنبیہ: بعض اوقات آلِ دیوبند ہر ایک کو اجتہاد کرنے کا کہتے ہیں، چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہوا ہے: ''پھر اگر مصلی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور حال یہ کہ کوئی موجود بھی نہیں جس سے قبلہ کا رخ پوچھے تو اجتہاد کرے'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۳۹۶ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

آلِ دیوبند کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع کو ماننا تقلید نہیں، جیسا کہ شروع میں

اوکاڑوی کی عبارت سے واضح کیا جا چکا ہے۔ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے:

"اصول دین۔ عقائد اور منصوص احکام میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ صرف تقلید آئمہ کرامؒ پر اکتفاء درست ہے تقلید صرف ان مسائل میں جائز ہے جن پر نصوص قرآن کریم، حدیث شریف اور اقوال حضرات صحابہ کرامؓ سے صراحتہً روشنی نہ پڑتی ہو ایسے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور مجتہد کے اس اجتہاد کو تسلیم کرنا امر مطلوب ہے..."

(الکلام المفید ص ۱۷۲)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: "بفضلہٖ تعالیٰ یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ عقائد اور اصول دین میں تقلید جائز اور درست نہیں ہے اور نہ ہی نصوص قرآن کریم اور صریح و صحیح احادیث اور اجماع امت کے خلاف مسائل میں تقلید جائز ہے تقلید تو ان پیش آمدہ مسائل میں جائز ہے جو نہ تو قرآن کریم سے صراحتہً ثابت ہوں اور نہ احادیث صحیحہ صریحہ سے اور نہ اقوال حضرات صحابہ کرامؓ سے اور حضرات مقلدین کے نزدیک جس امام کی تقلید کی جاتی ہے وہ ان کو ہرگز معصوم بھی نہیں مانتے بلکہ تمام اصول فقہ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ جملہ مذکور ہے المجتھد یخطئ و یصیب" (الکلام المفید ص ۲۳۵)

آلِ دیوبند کے "شیخ الاسلام" ابن ہمام نے لکھا ہے:

"مسئلہ: تقلید اس شخص کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کو کہتے ہیں جس کا قول (چار) دلائل میں سے نہیں ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی طرف رجوع تقلید میں سے نہیں ہے۔"

(تحریر ابن ہمام فی علم الاصول ۳/۴۵۳، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۱۰)

نوٹ: عربی عبارت کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

محمد تقی عثمانی دیوبندی کے بقول: "مشہور حنفی عالم عبدالغنی نابلسی" نے لکھا ہے:

"دراصل تقلید کی ضرورت اُن مسائل میں پڑتی ہے جن میں علماء کا اختلاف رہا ہو"

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۱)

نیز الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے: "جو مسائل قرآن و سنت و اجماع سے ثابت ہیں۔

ان میں قیاس نہیں چلتا۔“ (نمازِ پیغمبر ﷺ ص ۳۰)

آلِ دیوبند کے اصول کے مطابق اجماع کو ماننا تقلید نہیں، اس کی مزید وضاحت ماسٹر امین اوکاڑوی کی عبارت سے پیشِ خدمت ہے، ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”اصحاب صحاح ستہ کا محدث ہونا اجماع امت سے ثابت ہے“ (تجلیات صفدر ۳/ ۳۸۰)

اب ظاہر ہے یہ محدثین تو امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو ثابت ہوا کہ اجماع کو ماننا امام ابوحنیفہ کی تقلید نہیں اور اجماع کے متعلق جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ”یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت اجتماعی طور پر خطاء سے معصوم ہے یعنی پوری امت خطاء اور ضلالت پر اتفاق کر لے ایسا نہیں ہوسکتا ہے اور جب ایسا ہے تو اجماع امت کا ماننا اور اسکا حجت شرعی ہونا ثابت ہوگا۔“ (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۱/ ۳۸۴۔۳۸۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ”اجماع اُمت ایسی چیز ہے جس کو ہم معصوم مانتے ہیں“ (فتوحات صفدر ج ۳ ص ۲۷۳)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”اجماع معصوم ہوتا ہے“ (تجلیاتِ صفدر ۳/ ۴۰۲)

جبکہ ائمۂ مجتہدین کے اجتہاد سے متعلق سرفراز صفدر کی عبارت گزر چکی ہے کہ ان کے اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہوتا ہے، اور تقی عثمانی صاحب نے بھی لکھا ہے: ”اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے۔“ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵)

نیز یہ بھی لکھا ہے: ”مجتہدینِ اُمّت کسی کے نزدیک معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہیں، بلکہ اُن کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے۔“ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۱)

اب یہ بات آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق واضح ہو چکی ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کو ماننا تقلید نہیں بلکہ تقلید صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے اس قول کو جس میں خطاء کا احتمال ہو، ماننے کا نام ہے۔ نیز بعض ایسے مسائل کہ جن میں آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں احادیث موجود ہوں، خواہ متعارض ہی کیوں نہ ہوں، مثلاً مسئلہ رفع یدین اور قراءۃ

خلف الامام، ان میں بھی تقلید نہیں کی جائے گی، کیونکہ منیر احمد منور دیو بندی نے لکھا ہے:

''وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یدین، قراۃ خلف الامام وغیرہ مسائل میں اثبات ونفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں'' (۱۲ مسائل ص ۸۔۹)

رفع یدین کے مسئلہ کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی مسائل منصوصہ متعارضہ میں شمار کیا ہے۔ دیکھئے تجلیاتِ صفدر (۹۱/۶)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''مسئلہ ترک رفع یدین میں احناف تقلید نہیں کرتے بلکہ اس میں احادیث صحیحہ اور صریحہ کی پیروی کرتے ہیں'' (الکلام المفید ص ۲۱۲)

سرفراز صفدر صاحب نے مزید لکھا ہے: ''حالانکہ ترکِ رفع یدین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اور مسئلہ تقلید کے سلسلہ میں احناف کے عدم رفع یدین کے فعل کو جو بالکل غیر متعلق ہے ذکر کر کے جناب میاں صاحبؒ اپنے حواریوں کو یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ احناف ترک رفع یدین میں تقلید کرتے ہیں اور ما بدولت حدیث پر عامل ہیں اس سے زیادہ تعصب اور کیا ہوگا؟ یا ہوسکتا ہے؟ وثانیاً حضرت میاں صاحبؒ کا علمی اور اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ ترک رفع یدین کے منصوص مسئلہ کو تقلید کی بحث میں مثال کے طور پر بھی نہ ذکر کرتے کیونکہ تقلید غیر منصوص مسائل میں ہوتی ہے اور یہ تو صحیح حدیث سے ثابت شدہ مسئلہ ہے'' (الکلام المفید ص ۲۱۵)

اشرف علی تھانوی نے کہا: ''باقی رفع الیدین اور آمین یہ تو غیر مقلدیت نہیں۔''

(ملفوظات ۳۲۵/۲۶)

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''رفع یدین اور ترکِ رفع یدین باجماعِ امت دونوں جائز ہیں۔'' (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم ج ۲ ص ۱۷)

اگر چہ ترکِ رفع یدین کے بارے میں لدھیانوی کی بات بالکل غلط ہے، لیکن الزامی طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک یہ مسئلہ اجماعی ہے تو اجماع آپ کے نزدیک

معصوم ہوتا ہے اور تقلید اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے جن میں خطا کا احتمال ہوتا ہے تو اس طرح بھی یہ ثابت ہوا کہ رفع یدین کا مسئلہ تقلید کا مسئلہ نہیں۔

مذکورہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس مسئلہ کو بعض دیوبندی علماء منصوصہ متعارضہ تسلیم کرتے ہیں اس مسئلہ میں آلِ دیوبند کے امام سرفراز خان صفدر نے سرے سے تقلید کا انکار کر دیا ہے اور اس مسئلہ میں تقلید کرنے والوں کو احناف سے خارج کر دیا ہے۔
الغرض جو مسئلہ ان کے نزدیک منصوصہ متعارضہ ہو وہ اس میں بھی تقلید نہیں کرتے۔

رفع یدین یا ترکِ رفع یدین کا مسئلہ آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں تقلید کا مسئلہ نہیں، اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے مقلد ہیں'' (جزء القرأۃ مترجم ص ۱۷)

اور مسئلہ رفع یدین میں بقولِ اوکاڑوی امام بخاری رحمہ اللہ کا امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف ہے۔ دیکھئے جزء رفع الیدین (مترجم ص ۲۵۱)

قارئین کرام! اس کی ایک دوسری مثال بھی ملاحظہ فرمالیں:

سرفراز صفدر دیوبندی نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر لکھا ہے: ''اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جن آیات اور احادیث کو وہ قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ نص اور قطعیت کے ساتھ ان کے نزدیک بھی اس دعویٰ پر دال نہیں ہیں ورنہ وہ اس مسئلہ کو اجتہادی مسئلہ کبھی نہ کہتے کیونکہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں صراحت نہ ہو اور ان حضرات کا اس مسئلہ کو اجتہادی کہنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صریح، صحیح اور منطوق طور پر ان کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہے جبھی تو یہ مسئلہ ان کے نزدیک اجتہادی ہے لہٰذا آیات واحادیث کو ترک کرنے کا احناف پر الزام اور طعن بالکل بے جا ہے اس لیے کہ بقول ان حضرات کے احناف نے ان دلائل اور احادیث کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ ان کے اس مفہوم اور معنیٰ کو ترک کیا ہے۔ جس کو مجوّزین حضرات اپنے اجتہادی رنگ میں اپناتے ہیں اور اس کے برعکس احناف نصِ قطعی اور صریح وصحیح احادیث سے مقتدی کا وظیفہ ترک القرأت خلف

الامام بتاتے ہیں..." (احسن الکلام ص ۵۹۸ طبع جدید)

مذکورہ عبارت میں سرفراز صفدر صاحب نے قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ کو بھی اجتہادی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور نص قطعی اور صریح وصحیح احادیث پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور بڑی صراحت سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ آلِ دیوبند کے نزدیک تقلید صرف امام ابوحنیفہ کے ان اقوال میں کی جاتی ہے جن کا تعلق اجتہاد سے ہو۔

محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی لکھا ہے: "قرآن وسنت کے قطعی احکام میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید ضروری نہیں سمجھی گئی" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۳)

مسئلۂ قراءت خلف الامام آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں تقلید کا مسئلہ نہیں، اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اوکاڑوی کے بقول امام بخاری رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ (جزء القراءۃ مترجم ص ۱۷)

اور مسئلۂ قراءت خلف الامام میں بقول اوکاڑوی امام بخاری رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ دیکھئے جزء القراءۃ (مترجم ص ۴۵)

قارئین کرام! یہ بات بھی آپ کو بتانا ضروری ہے کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو اس کی وہ بات جو بسند صحیح ثابت نہ ہو تسلیم نہیں کی جائے گی، مثال کے طور پر اگر امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث کہ جن کے متعلق آلِ دیوبند کے "حکیم الاسلام" قاری محمد طیب نے لکھا ہے: "بہر حال امام بخاریؒ کا حافظہ، ان کا اتقان اور ان کا زہد وتقویٰ یہ گو اظہر من الشّمس ہے۔ ساری دنیا اس کو جانتی ہے۔"

(خطبات حکیم الاسلام ۶/۶۷)

اگر امام بخاری رحمہ اللہ بھی کسی تابعی کا قول بغیر سند کے نقل کریں تو سرفراز صفدر صاحب اسے یوں ٹھکراتے ہیں: "امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔" (احسن الکلام ۱/۳۲۷، دوسرا نسخہ ۱/۴۰۳)

نیز دیکھئے احسن الکلام (۲/۱۴۹، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۳)

فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور کوئی بے سند بات قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی'' (خاتمۃ الکلام ص ۱۵۸)

اسی طرح اگر حسن بصری رحمہ اللہ جیسے تابعی کسی ایسے صحابی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کریں جن سے ان کی ملاقات ثابت نہ ہو تو سرفراز صفدر اور ان کے اکابر اسے تسلیم نہیں کرتے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ازالۃ الریب (ص ۲۳۷) نصب الرایہ (۱۲۶/۲) البحر الرائق (۴۰/۲) مستملی (ص ۴۱۶) بذل المجہود (۳۲۹/۲) اور آئینۂ دیوبندیت (ص ۲۱۶۔ ۲۱۸)

قارئین کرام! بدرالدین عینی احناف کے بہت بڑے امام ہیں۔ سرفراز صاحب نے ان کو ''بلند پایہ حنفی فقیہہ، محدث اور شیخ الاسلام'' جیسے القاب سے نوازا ہے۔

دیکھئے ازالۃ الریب (ص ۴۰۸)

اسی بدرالدین عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری (۱۲۶/۱۱ ح ۲۰۱۰) میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے گیارہ رکعات تراویح کو اختیار کیا، تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس قول کو اور ایک دوسرے قول کو یعنی دونوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا:

''مگر یہ دونوں قول بالکل بے سند ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲۳۹/۳)

اب میرا آلِ دیوبند سے یہ سوال ہے کہ کوئی ایک ایسا مسئلہ جس میں امام بخاری نے امام شافعی کی تقلید کی ہو اور آلِ دیوبند نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کی ہو اور وہ مسئلہ نہ قرآن میں ہو، نہ حدیث میں ہو اور نہ اس پر اجماع ہو، امام ابوحنیفہ کا صحیح سند کے ساتھ ایسا قول ہو جس کا تعلق اجتہاد سے ہو اور آلِ دیوبند کا اس قول کے متعلق یہ اقرار ہو کہ اس قول میں خطا کا احتمال موجود ہے۔ آلِ دیوبند کا اس قول پر عمل ہو اور اہلِ حدیث نے اس قول کا انکار کیا ہو، پیش فرمائیں، تاکہ پتا تو چلے کہ کس مسئلے کا نام انھوں نے تقلید شخصی رکھا ہوا ہے۔!!

میں نے صرف ایک مسئلے کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''جن مسائل میں مقلدین نے تقلید کی ہے وہ بے شمار مسائل ہیں'' (الکلام المفید ص ۱۸۱)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اجتہادی مسائل کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار ہے''

(تجلیاتِ صفدر ۵/۱۷۱)

البتہ اہلِ حدیث جس تقلید کی مذمت کرتے ہیں اس کی دس مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن المتبايعين بالخيار في بيعهما ما لم يتفرقا أو يكون البيع خيارًا .))

دکاندار اور گاہک کو اپنے سودے میں (واپسی کا) اختیار ہوتا ہے، جب تک دونوں (بلحاظِ جسم) جدا نہ ہو جائیں یا (ایک دوسرے کو) اختیار (دینے) والا سودا ہو۔ (نافع کہتے ہیں کہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی پسندیدہ چیز خریدنا چاہتے تو اپنے (بیچنے والے) ساتھی سے (بلحاظِ جسم) جدا ہو جاتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کم یجوز الخیار ح ۲۱۰۷ وصحیح مسلم: ۱۵۳۱)

حنفی حضرات یہ مسئلہ نہیں مانتے، جبکہ امام شافعی و محدثین کرام ان صحیح احادیث کی وجہ سے اسی مسئلہ کے قائل و فاعل ہیں۔

محمود حسن دیوبندی نے کہا:

"يترجح مذهبه و قال: الحق و الإنصاف أن الترجيح للشافعي في هذه المسئلة و نحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة والله أعلم "

یعنی: اس (امام شافعی) کا مذہب راجح ہے۔ اور (محمود حسن نے) کہا: حق و انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے، واللہ اعلم (تقریر ترمذی ص ۳۶، نسخہ اخریٰ ص ۳۹)

غور کریں! کس طرح حق و انصاف چھوڑ کر اپنے مزعوم امام کی تقلید کو سینے سے لگا لیا گیا ہے، یہی محمود حسن صاحب صاف صاف اعلان کرتے ہیں:

"لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے"

(ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر ۱۹ مطبوعہ: مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند ۱۳۳۰ھ، دوسرا نسخہ ص ۴۸۹)

آلِ دیوبند کی مستند کتاب "بیس بڑے مسلمان" کے صفحہ ۲۹۸ پر محمود حسن کی کتابوں میں تیسرے نمبر کے تحت لکھا ہوا ہے: "۳ے تقریر ترمذی بزبان عربی: یہ تقریر ترمذی شریف

کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے اور مقبول خاص و عام ہے۔''

اس تقریر کے مرتب کے متعلق سرفراز صفدر صاحب نے لکھا ہے: ''ترمذی کی تقریر کے مرتّب حضرت مولانا نظام الدین صاحب کیرانویؒ ہیں'' (الکلام المفید ص ۲۸۱)

۲: ایک حدیث جس کے مطابق ایسے مقتدی کہ جن کا امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض نماز پڑھیں تو مقتدیوں کی نماز بالکل صحیح ہو جائے گی، حنفیوں کے امام ملا علی قاری سے جب اس کا کوئی مناسب جواب نہ بن سکا تو عاجز آ کر لکھ دیا: '' وعلى قواعد مذهبنا مشكل جدًا '' یعنی ہمارے مذہب کے اصول پر یہ حدیث بہت مشکل ہے۔

(مرقاۃ ۳/۲۸۲، دوسرا نسخہ ۳/۵۲۶)

۳: نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایک عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو اس کے شوہر نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' ألا اشهدوا أن دمها هدر '' سن لو! گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب رسول اللہ ﷺ ح ۴۳۶۱ وسندہ صحیح)

اس حدیث اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ یہی مسلک امام شافعی اور محدثین کرام کا ہے، جبکہ حنفیوں کے نزدیک شاتم الرسول کا ذمہ باقی رہتا ہے۔ دیکھئے الہدایہ (ج ۱ ص ۵۹۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'' و أما أبو حنيفة و أصحابه فقالوا: لا ينتقض العهد بالسب ولا يقتل الذمي بذلك لكن يعزر على إظهار ذلك ... '' إلخ

ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب (شاگردوں و متبعین) نے کہا: (آپ ﷺ کو) گالی دینے سے معاہدہ (ذمہ) نہیں ٹوٹتا اور ذمی کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر وہ یہ حرکت علانیہ کرے تو اسے تعزیر لگے گی... الخ (الصارم المسلول بحوالہ رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵)

اس نازک مسئلے پر ابن نجیم حنفی نے لکھا ہے: '' نعم نفس المؤمن تميل إلى قول

المخالف في مسئلة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب " جی ہاں، گالی کے مسئلے میں مومن کا دل (ہمارے) مخالف کے قول کی طرف مائل ہے، لیکن ہمارے لئے ہمارے مذہب کی اتباع (تقلید) واجب ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۵ ص۱۱۵، ملخصاً از دین میں تقلید کا مسئلہ ص۲۴۔۲۵)

۴: حسین احمد مدنی ٹانڈوی لکھتے ہیں:

"ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت ہو گئے" (تقریر ترمذی اردو ص۳۹۹ مطبوعہ: کتاب خانہ مجیدیہ ملتان)

ارسال: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا ساکت: خاموش

اب دیکھئے وہ لوگ ساکت کیوں ہو گئے تھے؟ کیا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں؟ یقیناً موجود ہے، لیکن انھیں پتا تھا کہ اگر اس مقلد کو حدیث منوائی تو خود بھی دوسری احادیث ماننا پڑیں گی۔

۵: صحیح حدیث میں آیا ہے: ((من أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح)) جس نے صبح کی ایک رکعت، سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی تو اس نے یقیناً صبح (کی نماز) پالی۔ (البخاری:۵۷۹ و مسلم:۶۰۸)

فقہ حنفی اس صحیح حدیث کی مخالف ہے۔ "مفتی" رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے اس مسئلے پر کچھ بحث کر کے لکھا ہے: "غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے۔ معہٰذا ہمارا فتویٰ اور عمل قولِ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔" (ارشاد القاری الی صحیح البخاری ص۴۱۲)

اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی نے کہا ہے: "حدیث باب حنفیہ کے بالکل

خلاف ہے، مختلف مشائخ حنفیہ نے اس کا جواب دینے میں بڑا زور لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شافی جواب نہیں دیا جا سکا، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مسلک پر اس حدیث کو مشکلات میں سے شمار کیا گیا ہے'' (درس ترمذی ۱/۴۳۴)

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی صاحب نے مزید کہا ہے:

''اور اس معاملہ میں تفریق بین الفجر والعصر کے بارے میں حنفیہ کے پاس کوئی نص صریح نہیں، صرف قیاس ہے، اور وہ بھی مضبوط نہیں'' (درس ترمذی ۱/۴۳۹)

۶: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اگر جنازہ مرد کا ہو تو امام میت کے سر کے سامنے کھڑا ہو اور اگر جنازہ عورت کا ہو تو امام، میت کے وسط یعنی درمیان میں کھڑا ہو۔

دیکھئے اشرف الہدایہ (۴۲۹/۲) اور سنن ترمذی (مع العرف الشذی ج ا ص ۲۰۰)

لیکن قیاس کی وجہ سے حدیث کی ایسی تاویل کر کے کہ جو تاویل خود جمیل احمد سکروڈھوی (مدرس دارالعلوم دیوبند) کے نزدیک معتبر تاویل نہیں، یہ فتویٰ دیا گیا کہ جنازہ خواہ مرد کا ہو یا عورت کا امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو۔

تفصیل کے لئے دیکھئے اشرف الہدایہ (۴۲۸/۲۔۴۲۹)

اور مزید ستم یہ کہ محمد بن ''مفتی'' محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے اسی قیاسی اور بے دلیل فتوے کو سنت کا نام دے رکھا ہے۔ دیکھئے گلدستہ سنت (ص ۵۹)

۷: صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے درندے کی کھال بچھا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے نماز پیغمبر ﷺ از محمد الیاس فیصل دیوبندی ص ۲۱۶، اور السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۱/۱)

نوٹ: یہ کتاب محمد ادریس انصاری دیوبندی کی پسند فرمودہ ہے۔ دیکھئے (ص ۲۲)

جبکہ سید مشتاق علی شاہ دیوبندی کی مرتب کردہ کتاب میں کتے کی کھال کے متعلق لکھا ہوا ہے: ''میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب (کتے کی) کھال پاک ہو جاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے۔؟'' (فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۳۰۵)

۸: نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجدۂ سہو اس طرح کیا کہ جب نماز پوری کر لی اور

صرف سلام باقی رہ گیا تو دو سجدے سہو کے کئے اور پھر سلام پھیرا۔

دیکھئے صحیح بخاری مع تفہیم البخاری (۱/ ۵۷۵، ۵۷۸ کتاب السہو)

لیکن آلِ دیوبند کے نزدیک سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ تشہد پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیرا جائے، پھر دو سجدے کئے جائیں۔ اس کے بعد تشہد اور آگے کا درود اور دعا پڑھی جائے، پھر سلام پھیرا جائے۔

دیکھئے تفہیم البخاری (۱/ ۵۷۷) اور بہشتی زیور (حصہ دوم ص ۳۳)

۹: سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''بے شک رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸ کتاب البیوع، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹)

لیکن اس کے برعکس فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ''إذا ذبح کلبه و باع لحمه جاز.''

جب اپنا کتا ذبح کرے اور اس کا گوشت بیچے جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۱۵، اور فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۳۷۲)

۱۰: فقہ حنفی کے اصول کی انتہائی معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے:

''مصراۃ والی حدیث صرف حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ غیر فقیہ ہیں اس لیے ان کی یہ روایت قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہے''

دیکھئے خزائن السنن جلد دوم (ص ۱۰۷، از عبدالقدوس قارن دیوبندی) نور الانوار (ص ۱۸۳) اور اصول شاشی (ص ۷۵)

تنبیہ: بعض دیوبندیوں نے اس بیہودہ اصول کو رد بھی کیا ہوا ہے۔

دیکھئے خزائن السنن (جلد دوم ص ۱۰۷، تالیف عبدالقدوس قارن دیوبندی)

اور اسی بیہودہ قسم کی تقلید کی اہلِ حدیث مذمت کرتے ہیں تو انھیں غیر مقلدین کہہ کر طعنہ دیا جاتا ہے، جبکہ خود سرفراز صفدر نے لکھا ہے:

''ان آیات کریمات میں جس تقلید کی تردید کی گئی ہے وہ ایسی تقلید ہے جو اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مدمقابل ہو ایسی تقلید کے حرام شرک، مذموم اور قبیح ہونے

میں کیا شبہ ہے؟ اور اہلِ اسلام اور اہلِ علم میں کون ایسی تقلید کو جائز قرار دیتا ہے؟ اور ایسے مقلدوں کو کون مسلمان کہتا اور حق پر سمجھتا ہے'' (الکلام المفید ص ۲۹۸)

سرفراز صفدر صاحب نے مزید لکھا ہے: ''کوئی بدبخت اور ضدّی مقلّد دِل میں یہ ٹھان لے کہ میرے امام کے قول کے خلاف اگر قرآن وحدیث سے بھی کوئی دلیل قائم ہو جائے تو میں اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا تو وہ مشرک ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ لا شك فيه لیکن ہوش وحواس صحیح رکھتے ہوئے کون نامراد قصداً وعملاً ایسا کرتا ہے یا کرے گا؟''

(الکلام المفید ص ۳۱۰)

قارئین کرام! ایسی کئی مثالیں اوپر بیان کی جا چکی ہیں کہ اعتراف کے باوجود حق کو ٹھکرایا گیا ہے اور نور الانوار اور اصول شاشی کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بعض حنفیوں نے محض قیاس کی وجہ سے انھیں غیر فقیہ کہہ کر رد کر دیا ہے اور ان حنفیوں کی اس حرکت کو بعض آلِ دیوبند نے بھی غلط سمجھتے ہوئے رد کر دیا ہے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ کون ایسی تقلید کرتا ہے؟ بڑا عجیب وغریب ہے۔ اشرف علی تھانوی کے بقول یہ گندی روش اکثر مقلدین میں پائی جاتی ہے، چنانچہ تھانوی صاحب نے کہا:

''اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرتِ مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں

کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصران چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہلِ ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوی ہوں وہ اس اتفاق سے علٰحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔" (تذکرۃ الرشید ۱/۱۳۱)

اور ایسے مقلدین کے متعلق خود حنفیوں کے علامہ صدر الدین علی بن علی بن ابی العز الحنفی نے لکھا ہے: " فإنه متى اعتقد أنه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هذه الأئمة رضي الله عنهم أجمعين دون الآخرين فقد جعله بمنزلة النبي ﷺ، و ذلك كفر. " پس جب وہ یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں پر ان اماموں میں سے ایک امام کی اتباع واجب ہے، اللہ اُن سب سے راضی ہو، تو اس شخص نے اُس امام کو نبی کے قائم مقام بنا دیا ہے اور یہ کفر ہے۔ (التنبیه علی مشکلات الهدایة ۲/۵٤۲)

تقلید شخصی کے علاوہ تقلید کا لفظ بعض علماء مختلف معنوں میں بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً امام شافعی اور علامہ طحاوی کے نزدیک حدیثِ رسول ﷺ کو تسلیم کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

ابو جعفر الطحاوی، حدیث ماننے کو تقلید کہتے ہیں، مثلاً وہ فرماتے ہیں: " **فذهب قوم إلىٰ هذا الحديث فقلدوه** " پس ایک قوم اس (مرفوع) حدیث کی طرف گئی ہے، پس انھوں نے اس (حدیث) کی تقلید کی ہے۔ (شرح معانی الآثار ۴/۳ کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالحنطۃ متفاضلاً)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " **ولا يقلد أحد دون رسول الله** ﷺ "

اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔

(مختصر المزنی، باب القضاء بحوالہ الرد علی من اخلد الی الارض للسیوطی ص ۱۳۸)

یہاں پر تقلید کا لفظ بطورِ مجاز استعمال کیا گیا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی اور حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک عامی کا مفتی سے سوال کرنا تقلید کہلاتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۴)

تو عرض ہے کہ آلِ دیوبند کے نزدیک بھی یہ دونوں قسم کے اقوال تقلید نہیں کہلاتے،

کیونکہ تمام ثقہ ائمہ مجتہدین بھی حدیث کو مانتے تھے اور آل دیو بند کا اعلان ہے کہ مجتہد مقلد نہیں ہوتا بلکہ تقلید تو جاہل کے لئے ہوتی ہے۔

سرفراز صفدر صاحب نے لکھا ہے: ''اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' (الکلام المفید ص ۲۳۴)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے، اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے'' (تجلیاتِ صفدر ۳/۴۰۷)

اور اسی طرح عامی کا مفتی سے سوال کرنا بھی تقلید نہیں کہلاتا، ورنہ پھر تمام دیوبندی اپنے علماء کے مقلد بن جائیں گے، جبکہ آلِ دیوبند کا اعلان ہے کہ چار ائمہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں بلکہ اجماع کی مخالفت ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ مذکورہ علماء کا تقلید کے لفظ کو استعمال کرنا مجازی طور پر ہے، اور اسی طرح اگر کوئی مفتی اپنے اجتہاد سے کوئی مسئلہ بتائے، جیسا کہ تھانوی صاحب بتایا کرتے تھے تو اسے تسلیم کرنا بھی تقلید نہیں اور آلِ دیوبند کی انتہائی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے:

''أجمع الفقهاء على أن المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد''

یعنی فقہاء کا اجماع ہے کہ مفتی کا اہل اجتہاد میں سے ہونا واجب ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ باب ۱ ص ۳۰۸)

تنبیہ: دین میں تقلید کے مسئلہ کی حقیقت کو جاننے کے لئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب: ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' اور شمارہ الحدیث نمبر ۵۔۶۔۷ میں تقلید کے متعلق شائع ہونے والے مضمون کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

آلِ دیوبند کی کئی عبارتوں سے واضح کیا گیا ہے کہ تقلید شخصی خاص امام ابوحنیفہ کی رائے کو اپنے اوپر نافذ کرنے کا نام ہے، جبکہ خود الیاس گھمن کے رسالہ قافلہ... میں ایک حدیث لکھی ہوئی ہے جس سے ان کے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے، چنانچہ آل دیوبند کے ''شہید اور مفتی'' محمد یوسف نے لکھا ہے: ''حضرت رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے...... جس سے اس مشکلات کے حل کرنے میں پوری رہنمائی ملتی ہے:

عن علي قال قلت یا رسول اللہ ﷺ! ان نزل بنا امر لیس فیه بیان امر و لا نهی فما تامرنی قال شاوروا فیه الفقهاء والعابدین ولا تمضوا فیه رای خاصة. رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحیح. ①

ترجمہ: ''حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں آپ کا کوئی بیان کرنے یا نہ کرنے کا نہ ملتا ہو تو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا کیا جائے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فقہاء و عابدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کریں شخصی رائے کو دخل نہ دیں۔'' (۱) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۸

اس حدیث کریم سے جہاں اجتماعی شورائی فیصلوں کی نہ صرف اہمیت بلکہ فرضیت ثابت ہوئی ساتھ ساتھ اس جماعت کی اہلیت کے شرائط بھی معلوم ہو گئے:

ا:......ایسے اہل علم ہوں کہ تفقہ فی الدین ان کو حاصل ہو۔

۲:......صالح و متقی اور عبادت گزار ہوں '' (قافلہ...جلد نمبر ۴ شمارہ ۳ ص ۱۱)

اس حدیث میں شخصی رائے کو اختیار کرنے سے منع کر کے مشورے کا حکم دیا گیا ہے اور مشورہ لینا کوئی تقلید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ کے تحت مشورہ لینے کا حکم دیا ہے تو کیا نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تقلید کا حکم دیا تھا؟ جبکہ تھانوی صاحب نے کہا:

''پس شاورھم فی الامر سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کیا کریں'' (اشرف الجواب ص ۳۱۶، دوسرا نسخہ ص ۳۰۹)

تھانوی صاحب نے مزید کہا: ''اور ہمارے پاس حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا سے دلیل موجود ہے کہ کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو''

(اشرف الجواب ص ۳۱۶، دوسرا نسخہ ص ۳۰۹)

تنبیہ ضروری: تقلید کے بارے میں آلِ دیوبند کے علماء کا سخت اختلاف ہے، بعض کے نزدیک امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے اور تارکِ تقلید کا اسلام محفوظ نہیں رہ سکتا، جیسا کہ

شروع میں سرفراز صفدر کا قول نقل کیا جا چکا ہے، جبکہ دوسری طرف ان کے ''حکیم الامت'' تھانوی نے کہا: ''ترکِ تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہوگا۔'' (ملفوظات ج۲۶ ص۴۴۷) دوسری جگہ فرمایا: ''ترکِ تقلید پر قیامت میں مواخذہ ہوگا تو نہ کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں'' (ملفوظات ج۲۶ ص۹۵)

کیا قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کلام کے لئے قراۃ کا لفظ بولا جا سکتا ہے؟

۱: صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: ''عن أنس بن مالك قال كتب النبي ﷺ كتاباً او اراد أن يكتب فقيل له انهم لا يقرء ون كتاباً إلا مختوماً فاتخذ خاتماً من فضة نقشه محمد رسول الله ... '' (صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۱/۹۳، درسی نسخہ ۱/۱۵)

اس حدیث میں نبی ﷺ کے سامنے خط پڑھنے کے لئے قراءت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

۲: نیز صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: ''باب القرآء ة والعرض على المحدث...''

(حدیث) پڑھنے اور محدث کے سامنے (حدیث) پیش کرنے کا بیان۔

(صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۱/۹۰، درسی نسخہ ۱/۱۴)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث پڑھنے کے لئے قراءت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۳: نیز صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: ''عن سفيان قال إذا قرأ على المحدث فلا بأس أن يقول حدثني '' یعنی امام سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا جب محدث کے سامنے پڑھا ہوا تو حدثنی کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۱/۹۱، درسی نسخہ ۱/۱۴)

مذکورہ عبارت میں امام سفیان رحمہ اللہ نے حدیث کے لئے قراءت کا لفظ استعمال کیا۔

۴: صاحب ہدایہ نے لکھا ہے: ''رواية انسؓ ان النبى عليه السّلام كان اذا افتتح الصلاة كبر و قرأ سبحانك اللّٰهم و بحمدك الٰى اٰخره ولم يزد علٰى هذا''

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/۲۲ باب صفۃ الصلاۃ، ہدایہ مع فتح القدیر ۱/۲۰۲)

صاحبِ ہدایہ کی نقل کردہ اس حدیث میں سبحانك اللهم کے لئے قراءت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۵: عبدالحئی لکھنوی نے لکھا ہے: ''قد رويت قراة الثنا عن رسول الله ﷺ''

(السعایۃ ۲/۱۶۰)

۶: رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے شاگرد محمود حسین بریلوی نے اپنے بارے میں کہا:

''مولوی عبدالحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر کے درس میں حاضر ہوا کرتا اور جلد اول ترمذی شریف کی قرأت کیا کرتا تھا'' (تذکرۃ الرشید ۱/۹۲)

اس عبارت میں دیوبندی نے حدیث کے لئے قراءت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۷: آل دیوبند کے شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے:

''اختلف المشايخ فيه ، فقال بعضهم : يحمد الله كما في ظاهر الرواية و قال بعضهم : يقرأ "سبحان اللهم" إلى آخره كما فى الصلوات كلها، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة ." (البنایۃ ۳/۲۵۲)

اس عبارت میں امام ابوحنیفہ نے ''**سبحانك اللهم**'' کے لئے قراۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

آلِ دیوبند ایک ضعیف روایت پیش کیا کرتے ہیں کہ (''**من كان له امام فقرأة الامام له قرأة**'' امام کی قراءت ہی مقتدی کی قرأۃ ہے) لہٰذا آلِ دیوبند کے اصول کی روشنی میں مقتدی ''**سبحانك اللهم**'' بھی نہیں پڑھ سکتا۔

بعض اوقات قراءت کا لفظ بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے صحیح بخاری (تفہیم البخاری ۱/ ۳۸۸، درسی نسخہ ۱/ ۱۰۶)

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا شرعی حکم
(آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں)

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۶۱۔۸۶۲)

آلِ دیوبند کی نقل کردہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور نماز کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۴)

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہراً پڑھیں حتیٰ کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔''
(حدیث اور اہلحدیث ص ۸۶۸)

بعض آلِ دیوبند اس حدیث کو موقوف کہتے ہیں لیکن اس حدیث کو ابوبکر غازیپوری نے مرفوع تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے ارمغانِ حق ۲/۱۳۴)

نیز تقی عثمانی نے کہا: ''اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

بعض آلِ دیوبند خود ساختہ فلسفہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ بطورِ دعا پڑھی تھی لیکن انوار خورشید دیوبندی (نعیم الدین) نے تسلیم کر لیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ بطورِ قراءت پڑھی تھی۔ (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۸۷۳)

تنبیہ: آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے جہری نمازوں میں بھی سورۂ فاتحہ کے متعلق لکھا ہے: ''فاتحہ دعا ہے، لیکن مقتدی حکماً دعا خواں ہے اور آمین سے اس کی تصدیق کرتا ہے'' (احسن الکلام ۱/۴۲۲)

اس اقرار کے بعد آلِ دیوبند کا یہ فلسفہ کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ بطورِ دعا پڑھی جا سکتی ہے بطورِ قراءت نہیں، باطل ثابت ہو چکا ہے۔

مذکورہ احادیث کے باوجود آل دیوبند نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا انکار کرتے ہیں اور اکثر آلِ دیوبند اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت سے سوال کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا شرعی حکم بیان کریں کہ فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے یا مستحب ہے وغیرہ

اصل میں آلِ دیوبند اس طرح کے حکم کو شرعی تو کہتے ہیں لیکن اس طرح کے حکم لگاتے اپنی مرضی سے ہیں کیونکہ ایک ہی مسئلہ میں ''شرعی'' حکم لگانے میں آل دیوبند کا آپس میں بہت زیادہ اختلاف ہے تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون دیوبندی بنام دیوبندی (قسط نمبر ۳ آئینۂ دیوبندیت ص ۵۰۱، اور قسط نمبر ۱ آئینۂ دیوبندیت ص ۴۶۸)

دو سجدوں کے درمیان دعا کو بعض آلِ دیوبند مستحب کہتے ہیں۔ (دیکھئے سیف حنفی ص ۳۲۷)

حالانکہ لفظ ''مستحب'' دو سجدوں کے درمیان دعا کے لئے قرآن و حدیث میں بھی نہیں، نہ اس پر آلِ دیوبند کے نزدیک اجماع ہے کیونکہ ان کے مزعوم امام ابوحنیفہ سے اس کی مخالفت مروی ہے۔ (دیکھئے الجامع الصغیر لمحمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی مع النافع الکبیر ۸۸)

ہم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض، واجب اور سنت کہتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک فرض و واجب کا مفہوم ایک ہی ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

سرفراز صفدر دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''علماء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم اگرچہ فرض اور واجب کا فرق کرتے ہیں لیکن دیگر علماء اور فقہاء کے نزدیک فرض و واجب کا ایک ہی مفہوم ہے'' (الکلام المفید ۲۲۸، نیز دیکھئے درس ترمذی از تقی عثمانی ۲/۴۸)

اور فرض و واجب کو سنت کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ عمل سنت سے ثابت ہے۔

آلِ دیوبند کے اکابر بھی اس کے قائل ہیں، چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

''اور نماز کے فرائض چھ ہیں ....اور جو افعال ان کے علاوہ ہیں وہ سنت ہیں قدوری نے سنت کا اطلاق کیا حالانکہ ان افعال میں واجبات بھی شامل ہیں .....اور کتاب میں ان کا سنت نام رکھنا اس لئے ہے کہ ان کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔''

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ج ۲ ص ۴، ۷، ۸ باب صفۃ الصلوٰۃ، ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

آلِ دیوبند کے نزدیک فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۳۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۰ حصہ سوم)

جبکہ آلِ دیوبند کے امام ابوحنیفہ سے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کے لئے لفظ ''واجب'' کی بجائے ''سنت'' کا لفظ منقول ہے۔

آلِ دیوبند کے ''امام'' محمد بن حسن شیبانی (ابن فرقد) کی طرف منسوب ''موطأ'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''**قال محمد السنة ان تقرأ فی الفریضة فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب و سورة ... وهو قول أبي حنیفة**'' محمد بن حسن شیبانی نے کہا سنت یہ ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے ...یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ (موطأ ابن فرقد ص ۸۱ مترجم حدیث نمبر ۱۳۶، دوسرا نسخہ ۱۰۴)

لہٰذا آلِ دیوبند کا اہلِ حدیث پر یہ اعتراض کہ بعض اہلِ حدیث فرض کہتے ہیں، بعض واجب اور بعض سنت خود آلِ دیوبند کا اپنی ہی کتابوں سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ نیز آلِ دیوبند کا فرض و واجب کو دو علیحدہ چیزیں شمار کرنا اور ان کی تعریفات کرنا دونوں ادلہ اربعہ سے بھی ثابت نہیں اور ہم فرض و واجب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور سنت ہم اس لئے کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا ثبوت سنت سے ثابت ہے۔

اب چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں جہاں آلِ دیوبند کی یہ اصطلاحات احادیث میں موجود

الفاظ کے خلاف ہیں:

۱: صدقہ فطر کو آلِ دیوبند واجب کہتے ہیں۔(تعلیم الاسلام ص ۲۵۰، دوسرا نسخہ ص ۱۱۲ حصہ چہارم)

جبکہ صحیح حدیث میں ہے:"**عن ابن عمر قال: فرض النبی ﷺ صدقة الفطر**"

(صحیح بخاری ص ۲۰۵ ج ۱، نماز مسنون ۶۹۲)

ترجمہ: ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا۔

۲: نماز جمعہ کو آلِ دیوبند فرض کہتے ہیں۔(نماز عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۵۲)

نیز منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے:"جمعہ بالاتفاق فرض ہے"

(ایضاً ص ۶۰، حدیث اور اہلحدیث ۷۵۸)

جبکہ انوار خورشید دیوبندی نے جمعہ کے متعلق یوں حدیث نقل کی ہے:

"حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔"

(حدیث اور اہلحدیث ۷۶۹)

۳: غسل جمعہ کو آلِ دیوبند سنت کہتے ہیں۔

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:"جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے"

(حدیث اور اہلحدیث ص ۲۱۴)

جبکہ حدیث میں غسل جمعہ کے لئے حق اور واجب کے الفاظ آئے ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

"**ان رسول اللہ ﷺ قال: غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم**"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۸۷۹، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۹۵۷)

اور حق کے لفظ کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (رقم الحدیث ۸۹۷) صحیح مسلم (رقم الحدیث ۱۹۶۳) اور حدیث اور اہلِ تقلید (۱/ ۲۸۸)

٤: آلِ دیوبند کے ''مولانا'' مقصود احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''ختنہ واجب ہے''

(قافلہ گھسن ج ۳ ص ۳۵ شمارہ ۴)

جبکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ختنہ کے لئے سنت کا لفظ ہے۔

خود مقصود احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''عن ابن عباس الختان سنة''

(قافلہ گھسن ج ۳ ص ۳۴ شمارہ ۴)

٥: مقصود احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''قربانی واجب ہے۔''

(قافلہ گھسن ج ۳ ص ۴۳ شمارہ ۴، نیز دیکھئے بہشتی زیور حصہ تیسرا ص ۳۲ باب قربانی کا بیان مسئلہ نمبر ۱)

جبکہ خود مقصود احمد دیوبندی نے اہلِ حدیث کے قول کہ قربانی سنت ہے، کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اور انکو دھوکا ترجمۃ الباب یا حدیث میں لفظ سنت سے لگا ہے۔ حالانکہ یہ سنت بمعنی واجب ہے۔'' (قافلہ گھسن ج ۳ ص ۴۳۔۴۴ شمارہ ۴)

٦: آلِ دیوبند تشہد کی مقدار بیٹھنے کو فرض کہتے ہیں۔ (تعلیم الاسلام ۱۳۲، دوسرا نسخہ ۳/۹۲)

اور تشہد پڑھنے کو واجب کہتے ہیں۔ (تعلیم الاسلام ۱۴۰، دوسرا نسخہ ۳/۱۰۰، کتاب نماز ص ۶۵)

لیکن حدیث میں تشہد پڑھنے کے لئے فرض کا لفظ آیا ہے۔

''عن ابن مسعود قال: كنا نقول فی الصلاة قبل ان یفرض التشهد السلام على الله السلام على جبرئيل'' الحدیث (نسائی حدیث ۱۲۸۰، دوسرا نسخہ ۱۲۷۸)

یہ حدیث آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔ یاد رہے کہ اس روایت کی سند میں سفیان بن عیینہ طبقۂ ثانیہ کے مدلس ہیں اور آلِ تقلید کے نزدیک طبقہ ثانیہ کی تدلیس مضر نہیں۔

علمائے اہلِ حدیث کے شاذ اقوال کا حکم

(آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں)

اگر کسی بھی عالم کی بات قرآن وسنت کے خلاف ہو تو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی بات رد کر دی جائے گی اور کتاب وسنت کو اختیار کیا جائے گا۔ لیکن آلِ دیوبند چونکہ قرآن وسنت کے ان اصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے اہلِ حدیث علماء کے شاذ اقوال اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں لہٰذا آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق یہ مسئلہ واضح کیا جاتا ہے کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق بھی شاذ اقوال قبول نہیں کئے جا سکتے مثلاً: آلِ دیوبند کے مفسرِ قرآن اور اصولِ فقہ حنفی کی سب سے مشہور کتاب نور الانوار کے مصنف ملا جیون نے آیت: ﴿ واذا قرئ القرآن ﴾ اور آیت: ﴿ فاقرءوا ماتیسر من القرآن ﴾ کو نور الانوار (ص ۱۹۳) میں متعارض قرار دیا اور حدیث کی طرف رجوع کرنے کا کہا تو دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے اس کا جواب یوں دیا: ''بلا شک ملا جیونؒ حنفی تھے۔ لیکن مدار صرف دلائل پر ہے۔ شخصیتوں پر نہیں ہے۔''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۴۵، دوسرا نسخہ ص ۱۸۲)

ایک اور جگہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے مناظر احسن گیلانی دیوبندی کے قول کو قبول کرنے کے بجائے رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پہلے عرض ہو چکا ہے کہ دار ومدار دلائل پر ہے نہ کہ شخصیتوں پر شخصیتیں قابل صد احترام ہیں مگر صحت وسقم کا مبنیٰ دلائل ہیں۔''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۴۷، دوسرا نسخہ ص ۱۸۵)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''پھر بعض فقہاءؒ کی غیر معصوم آراء کو حتمی اور ضروری سمجھ کر تمام احناف کا مسلک بتانا اور پھر اس پر اعتراض کی بنیاد رکھنا محض باطل اور مردود ہے۔ اور اگر بعض نے ایسا لکھا ہے۔ تو اسکو سہو ونسیان پر حمل کرنے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔''

(احسن الکلام جلد ۱ ص ۲۷۱، دوسرا نسخہ ص ۳۳۵)

سرفراز صفدر نے آلِ دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''پھر حاجی صاحبؒ کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے۔ لہٰذا حاجی صاحبؒ کا ذکر کرنا سوالاتِ شرعیہ میں بے جا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۸)'' (راہ سنت ص ۱۶۶)

آلِ دیوبند کے مشہور مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے آپ کو مناظر اہلِ سنت قرار دے کر ایک اہلِ حدیث عالم کے بارے میں لکھا: ''اس کے جواب میں اس نے الزامی طور پر کہا کہ نور الانوار میں حضرت معاویہؓ کو جاہل کہا ہے۔ مناظر اہلِ سُنت نے کہا کہ حاشیہ میں اس کی تردید کر دی گئی ہے وہ تمھیں نظر نہیں آئی تو اُس نے صاف انکار کر دیا کہ یہاں کوئی تردید نہیں نشان لگا کر دو۔ جب نشان لگا کر دیا تو پھر عبارت نظر آئی وہ عبارت اس سے قبل نہ نورستانی کو نظر آئی نہ مناظر صاحب کو جب نشان لگا کر دکھایا تو صمٌّ بکمٌ بن گئے۔

مناظر اہلِ سُنت والجماعت نے سمجھایا کہ ہر قسم کی غلطی سے پاک دنیا میں صرف ایک کتاب ہے جس کا نام قرآن پاک ہے، دوسری کتابوں میں غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن ایک ہوتا ہے غلطی لگنا، ایک ہوتا ہے غلطی کا چل جانا۔ جس طرح تراویح میں قرآن پاک سناتے ہوئے قاری کو غلطی لگ جاتی ہے مگر سامع اُس غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ تو جب غلطی کی اصلاح ہو گئی اور وہ غلطی چلی نہیں تو اب اُس غلطی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے ذاتی طور پر کوئی غلطی ہوئی تو اُس کو شارحین نے چلنے نہیں دیا۔ اب اس اصلاح شدہ غلطی کو بیان کرنا اور اُس کی تردید کا ذکر نہ کرنا یہ بہت بڑا دھوکا ہے....'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۴۶۶)

تنبیہ: اگر ماسٹر امین اوکاڑوی کا بیان سچ ہے تو عرض ہے کہ تردید تو نور الانوار کے شارح نے کی ہے، ملا جیون نے تو بہر حال سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تھی، اس لئے اہلِ اسلام کو چاہئے کہ ایسے ہر شخص سے براءت کا اظہار کریں جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبان درازی کی ہو۔

آلِ دیوبند کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''چنانچہ بہت سے فقہاء حنفیہؒ نے اسی بناء پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترک کر کے دوسرے ائمہ کے قول پر فتوی دیا ہے، مثلاً انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوّت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے، لیکن فقہاء حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے، اسی طرح مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہاءِ حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصّۂ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متأخرین فقہاء حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہاء نے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷، ۱۰۸)

آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنے اصولوں پر غور کریں اور اہلِ حدیث کے خلاف شاذ اقوال (مثلاً وحید الزمان وغیرہ کے اقوال) کہ جن کی بار بار تردید کر دی گئی ہے بلکہ وحید الزمان کے اہلِ حدیث ہونے کی ہی تردید کر دی گئی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو (عدد ۲۳ ص ۳۶۔۴۰، عدد ۴۲ ص ۱۲) پیش کرنے سے احتراز کریں اور اپنے اصولوں کے مطابق دھوکا دینے سے بھی باز آ جائیں۔

جب ''حنفی حضرات'' امام ابوحنیفہ کا قول رد کر کے بھی حنفی کے حنفی رہتے ہیں تو اگر اہلِ حدیث نے اپنے بعض علماء کے شاذ اقوال رد کر دیئے تو آلِ دیوبند کو غصہ کیوں آتا ہے؟!

[اہلِ حدیث اپنے علمائے کرام کا احترام کرتے ہیں لیکن انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔ ایک مشہور اہلِ حدیث عالم علی محمد سعیدی صاحب نے لکھا ہے کہ'' اصول کی بنا پر اہلِ حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج۱ ص ۶) ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۴۰]

حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے امجد سعید دیوبندی نے اپنی کتاب سیف حنفی میں اہلِ حدیث کے خلاف زہر اگلتے ہوئے پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۱ء) کے بارے میں لکھا ہے: "**غیر مقلدین کی بری عادت:**
نام نہاد اہل حدیث حضرات کی عادت ہے کہ ہر ایک ان میں مجتہد ہوتا ہے اور پھر ایسی مجتہدانہ فراست سے کام لیتا ہے کہ بڑے بڑے اللہ والوں پر کیچڑ اُچھال دیتا ہے۔ چنانچہ بہاولپور کے ایک پروفیسر صاحب نے کتاب لکھی جس کا نام "مسئلہ رفع یدین" رکھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ: "میں کہتا ہوں کہ مقلد جاہل ہوتا ہے کوئی بھی ہو۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے بھی جاہلوں کے لئے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے۔ جو عقل والا ہے وہ تقلید کیوں کرے....؟ لیکن آپ نے (یعنی احناف نے) اپنے اندھے اماموں کی تقلید کی۔"....(مسئلہ رفع الیدین ص ۴۰)
اس عبارت کو ایک دفعہ پھر پڑھیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا پروفیسر صاحب نے جو لکھا ہے وہ صحیح ہے....؟ اس عبارت میں پروفیسر صاحب نے جہاں مقلدین کو جاہل کہا ہے وہاں ائمہ مجتہدین کو بھی "اندھے" کے لقب سے نوازا ہے۔ حالانکہ ائمہ مجتہدین، دین کے پھیلانے والے اور قرآن وسنت کے مسائل سے اُمت کو آگاہ کرنے والے ہیں۔" (سیف حنفی ص ۲۸۷۔۲۸۸)

مولانا حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے متعلق اس سے ملتی جلتی بات ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی لکھی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳۴۸/۲)

قارئین کرام! مذکورہ دیوبندیوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کو اندھے کہا

ہے(!!) لیکن حقیقت میں یہ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا گیا ہے۔ یقین جانئے! انھوں نے یہ بات بالکل ہی نہیں کہی بلکہ دیوبندیوں نے بددیانتی کرتے ہوئے ان پر یہ الزام لگادیا ہے۔ امجد سعید نے دو مختلف عبارتوں کو ملا کر یہ مفہوم بنایا ہے حالانکہ یہ کام خود آلِ دیوبند کے نزدیک ظلم ہے۔ دیکھئے فتوحاتِ صفدر (۱/ ۵۶۷)

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا رسالہ ''مسئلہ رفع یدین'' رسائل بہاولپوری (ص ۱۶۹ تا ۲۶۴، دوسرا نسخہ ص ۲۱۹ تا ۳۱۳) میں درج ہے۔

امجد سعید نے ایک عبارت (جو رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۱۸۳ [دوسرا نسخہ ص ۲۳۳ پر ہے) وہاں سے لی ہے جہاں مقلد کو جاہل کہا گیا ہے۔

حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں مقلد کوئی بھی ہو جاہل ہی ہوتا ہے۔ اگر جاہل نہ ہو تو تقلید کیوں کرے۔ تقلید ہے ہی جاہلوں کے لئے اور کرتا بھی جاہل ہی ہے۔ جو علم و عقل والا ہو وہ تقلید کیوں کرے۔'' (رسائل بہاولپوری ص ۱۸۳، دوسرا نسخہ ص ۲۳۳)

تو اس میں تو ناراض ہونے والی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے: ''تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' الخ (الکلام المفید ص ۲۳۴)

جبکہ امجد سعید نے دوسری عبارت جہاں سے لی ہے وہ رسائل بہاولپوری کے صفحہ ۲۰۱ (دوسرا نسخہ ص ۲۵۰۔ ۲۵۱) پر ہے۔ ہم قارئین کی معلومات کے لئے وہ عبارت مکمل نقل کر دیتے ہیں جو انھوں نے مقلدین میں سے افغانی اور نعمانی نام کے دیوبندیوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھی ہے:

''چور اپنی ہیرا پھیری سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ نہ سیدھی بات نہ سیدھی چال۔ بالکل وہی کام آپ کر رہے ہیں۔ سارے رسالے میں آپ نے نہ ہم سے رفع یدین کا ثبوت طلب کیا۔ نہ خود نسخ کا ثبوت دیا۔ روایتوں کے مطالبے میں ہی قریباً آدھا رسالہ بھر دیا۔ حالانکہ اگر یہ ساری روایات ثابت نہ بھی ہوں۔ تو بھی نفس ثبوت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ تو صحاح ستہ کی احادیث سے بھی ثابت ہے پھر کمال یہ ہے کہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اتنی جرات تمہیں

کیسے ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں تمہیں دیکھ کر۔ تم نے جو کہا کہ امام صاحب کے پاس اتنا ذخیرہ تھا کہ چالیس ہزار میں سے آثار چھانٹی اور صندوق بھرے رہتے۔
آپ نے لکھا ہے ''اچھا ان بارہ حضرات کو تو چھوڑیئے۔ کہ ان کی روایت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ یہ آپ کی کس قدر غلط بیانی اور دیدہ دلیری ہے۔ آخر کچھ تو شرمایئے۔ ہم بار بار کہہ رہے ہیں۔ کہ ان بارہ حضرات کی روایت صحیح ابی حنیفہ اور مسند ابی حنیفہ اصلی میں موجود ہیں۔ آپ کہتے ہیں سرے سے وجود ہی نہیں۔ آخر امام صاحب کی کسی حدیث کی کتاب کا کوئی وجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کی تو لٹیا ڈوب گئی۔ اگر ہے تو آخر ان کتابوں میں حدیثیں ہی تو ہیں۔ نکالیے۔ ہم آپ کو ان بارہ کی کیا سب کی روایات دکھا دیں گے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ان حضرات کے اسماء گرامی تو آپ نے شاہ اسماعیل شہید کی اندھی تقلید میں جکڑ بند ہو کر لکھے ہیں'' شکر ہے آپ کو بھی پتہ لگ گیا کہ تقلید اندھی ہوتی ہے۔ اگر صرف تقلید اندھی ہو تو اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ امام اندھا ہو تو خطرہ ہوتا ہے اگر تقلید بھی اندھی ہو اور امام بھی اندھا ہو تو بیڑہ ہی غرق بقول آپ کے ہم نے شاہ شہید کی اندھی تقلید کی لیکن کم از کم سنت رسول سے تو نہیں ہٹے۔ لیکن آپ نے اندھے اماموں کی اندھی تقلید کی۔ تو سنت کے دشمن اور اس کے مٹانے والے بن گئے۔ اسی لئے تو ہم بار بار کہتے ہیں۔ کہ اگر موجودہ حنفی امام صاحب کے ہی مقلد رہتے۔ تو اتنے گمراہ نہ ہوتے۔ **کیونکر اگر تقلید اندھی تھی تو امام صاحب تو اندھے نہ تھے وہ تو بہت دور بین تھے۔** اب جو حنفیوں نے معتزلیوں۔ کلابیوں اور کرامیوں کی تقلید کی۔ ان کو اپنا امام بنایا' تو یہاں تک نوبت آ گئی۔ کہ سنتوں کے دشمن اور بدعتوں کے عاشق بن گئے۔'' (رسائل بہاولپوری ص ۲۰۰۔۲۰۱، دوسرا نسخہ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

قارئین کرام! مذکورہ عبارت سے بالکل واضح ہو گیا کہ حافظ عبداللہ بہاولپوری نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کو اندھا نہیں کہا اور نہ آل دیوبند کے گمراہ کن عقائد ائمہ اربعہ سے ثابت ہیں بلکہ حافظ صاحب نے تو معتزلیوں، کلابیوں اور کرامیوں کو اندھا امام کہا ہے۔
آلِ دیوبند کے عقائد کے لئے دیکھئے: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم''

حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان (قسط نمبر۲)

راقم الحروف کے مضمون ''حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان'' کے جواب میں امجد سعید دیوبندی نے ایک مضمون بنام ''عبداللہ بہاولپوری اور آئمہ اربعہ کی توہین'' لکھا۔ (دیکھئے قافلہ جلد۵ شمارہ۲)

مضمون پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ یہ کسی ذہنی مریض کا کلام ہے۔ ایک تو حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کی وہی عبارت لکھ کر، جو راقم الحروف نے مکمل نقل کر دی تھی، دوبارہ نقل کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ نے ائمہ مجتہدین کی توہین کی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے امجد سعید دیوبندی نے دبی زبان میں اعتراف شکست کرتے ہوئے لکھا: ''یاد رہے کہ ''سیف حنفی'' کا یہ پہلا ایڈیشن ہے پہلے ایڈیشن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں انہیں غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے جو ''الحدیث'' والوں نے ''طنز'' لکھی۔''

(قافلہ جلد۵ شمارہ۲ ص۴۶)

امجد سعید نے مزید لکھا: ''چونکہ کتاب ایک ہی تھی لیکن حوالہ غلطی سے رہ جانے کی وجہ سے دونوں عبارتیں ایک ہی جگہ جمع ہو گئی'' (قافلہ... جلد۵ شمارہ۲ ص۴۷)

امجد سعید نے مزید لکھا: ''بہاولپوری صاحب ائمہ مجتہدین کے بھی خلاف تھے لیکن صراحتاً وہ ائمہ اربعہ کے خلاف بول اور لکھ نہیں سکتے تھے'' (قافلہ... جلد۵ شمارہ۲ ص۴۷)

اب امجد سعید سے کوئی پوچھے کہ جناب! جب آپ نے تسلیم کر لیا کہ مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ ''آئمہ اربعہ کے خلاف صراحتاً بول اور لکھ نہیں سکتے تھے'' تو پھر آپ کے اعتراض کی ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں کیونکہ آپ ہمارے مخالف ہیں اور آپ کے پیشوا امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مخالف کے بے دلیل الزامات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۳۳)

اس کے بعد امجد سعید نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بہاولپوری رحمہ اللہ کی ایک عبارت یوں لکھی: ''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل پر شروع ہوتا ہے امام صاحب کا یہ مسئلہ حدیث کے بھی خلاف ہے اور تعامل صحابہ کے بھی۔ (تقلید کے خوفناک نتائج ص ۹)'' (قافلہ... جلد ۵ شمارہ ۲ ص ۴۷)

امجد سعید نے مذکورہ عبارت کو بیہودہ اور گستاخی قرار دیا۔

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ امام صاحب کے مذکورہ قول کو نہ تو آئمہ ثلاثہ نے قبول کیا، نہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے قبول کیا، نیز علامہ طحاوی اور صاحب درمختار نے بھی قبول نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ادلہ کاملہ (ص ۹۲) اور تجلیات صفدر (۵/ ۸۶)

لیکن بہاولپوری رحمہ اللہ جیسی عبارت آل دیوبند کے اکابر سے ثابت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان رب اغفرلی دو دو دفعہ پڑھتے تھے۔ دیکھئے سنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۳۴ ح ۸۷۴)

اس کے خلاف حنفیہ کے نزدیک ظاہر روایت کی مشہور کتاب ''الجامع الصغیر'' میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ '' وکذلك بین السجدتین یسکت'' اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان سکوت کرے (یعنی دعا نہیں پڑھے گا)'' (ص ۸۸)

اس قول کے بارے میں آل دیوبند کے استاذ العلماء عبدالحئ لکھنوی (حنفی) نے ''النافع الکبیر'' میں لکھا ہے: ''هذا مخالف لما جا في الاخبار الصحاح من زيادة الأدعية فی القومة و بين السجدتين '' یہ قول ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جن میں قومہ اور دو سجدوں کے درمیان دعائیں پڑھنے کا ثبوت ہے۔ (ایضاً)

اور مزیداری کی بات یہ ہے کہ خود امجد سعید نے بھی امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرنے کی بجائے احادیث کی وجہ سے دو سجدوں کے درمیان دعا کو مستحب لکھا ہے۔ (سیف حنفی ص ۳۲۷)

اب امجد سعید کو چاہئے کہ عبدالحئ کو بھی امام ابوحنیفہ کا گستاخ قرار دے۔ نیز امین

اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''حضرت امام بخاریؒ اس قیاس سے حدیث صحیح کی مخالفت فرمارہے ہیں۔'' (جزء القراءۃ مترجم ص ۲۶)

اگر کوئی امام ابوحنیفہ کے قول کو حدیث کے مخالف کہہ دے تو امجد سعید دیوبندی کے نزدیک یہ امام ابوحنیفہ کی گستاخی ہے لیکن سرفراز صفدر نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک فرمان کو اپنے تقلیدی مسلک کے خلاف دیکھا اور سند پر کلام کرنے کی ہمت نہ ہوسکی تو عاجز آکر لکھا: ''اور یہاں تو یہ قول فصاعدًا ، ماتیسر اور مازاد کے مخالف ہے پھر یہ کیسے حجت ہوگا؟'' (احسن الکلام ۲/۳۵ طبع جدید)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ المتوفی ۲۳۵ھ نے ایک سو پچیس مسائل کا ذکر کیا کہ ان میں امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کی مخالفت کی ہے مگر ان کا کہنا درست نہیں۔'' (ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۴۴)

اب امجد سعید کو چاہئے کہ مولانا بہاولپوری رحمہ اللہ کے خلاف زبان درازی سے توبہ کرے یا پھر مذکورہ اقوال کا جواب دے۔ نیز امجد سعید کو چاہئے کہ اوکاڑوی وغیرہ کے گستاخ ہونے کا اعلان کرے۔ امجد سعید دیوبندی نے بہاولپوری رحمہ اللہ کی ایک دو ایسی عبارتیں بھی نقل کی ہیں جو انھوں نے آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں بطور مثال بیان کی ہیں باذوق ''حضرات'' تو بہاولپوری رحمہ اللہ کی مکمل عبارتیں ان کی اصل کتاب سے دیکھ لیں۔

البتہ امجد سعید دیوبندی کے لئے سرفراز صفدر کی قبیح عبارت نقل کئے دیتا ہوں۔ سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''حضرت محمودؒ بن ربیعؓ حضرت عبادہؓ کے داماد تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۳) انھوں نے ان کو یہ بھی نہ فرمایا کہ تم امام کے پیچھے ترک قراءت کے مرتکب ہوئے ہو اور تارکِ قرأت کی نماز باطل اور کالعدم ہے اور من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر لہٰذا میری لختِ جگر کو میرے گھر پہنچا دو اور خود مزے اڑاتے پھرو۔'' (احسن الکلام ۱۵۶۔۱۵۷ جلد ۲)

تنبیہ: امجد سعید نے دعویٰ تو ائمہ اربعہ کے متعلق کیا تھا لیکن ائمہ ثلاثہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہ لکھ سکا۔

ایک ہی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال

اگر کوئی متبعِ سنت آدمی آلِ دیوبند کو کوئی ایسی حدیث سنائے جو ان کے تقلیدی مسلک کے خلاف ہو تو آلِ دیوبند اکثر کہا کرتے ہیں کہ احادیث میں بہت اختلاف ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ نے ایسی احادیث کے مطابق فتوے دیئے ہیں جو بعد والے دور کی ہیں۔

حالانکہ امام ابوحنیفہ نے قاضی ابو یوسف سے فرمایا تھا: ''ویحك یا یعقوب! لا تکتب کل ما تسمع مني فإني قد أری الرأي الیوم وأترکه غدًا و أری الرأي غدًا وأترکه بعد غدٍ'' اے یعقوب (ابو یوسف) تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ج ۱ ص ۶۰۷ ت ۲۴۶۱ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۱۳/۴۲۴، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸۔۳۹)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات سنتا تھا، وہ حفظ وضبط کے ارادے سے لکھ لیتا تھا، مجھے اس بات سے قریش نے منع کیا، انھوں نے کہا کہ آپ نبی اکرم ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ آپ (ﷺ) بشر ہیں، غضب وغصہ اور خوشگواری دونوں حالتوں میں بات کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حدیث لکھنے سے رک گیا، پھر میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ (ﷺ) نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کر، مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق نکلتا ہے۔ (مسند الامام احمد ۲/۱۶۲، سنن ابی داود: ۳۶۴۶، سنن الدارمی: ۴۹۰، المستدرک للحاکم ۱/ ۱۰۵۔۱۰۶، وسندہ صحیح واخرجہ احمد ۲/ ۲۰۷، مسند البزار: ۲۴۸۰، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۵۱۶، معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی: ۱۴۷۲، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/ ۸۴۔۸۵ وسندہ حسن، التقیید

للخطیب: ۸۰ وسندہ حسن، ماہنامہ السنہ جہلم شمارہ نمبر ۲ ص ۶۔۷)

امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے فرمایا: میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھتا تھا، پھر ایک دن اُنھوں نے ایک ہی مسئلے میں پانچ فتوے دے دیئے، جب میں نے یہ دیکھا تو اُنھیں ترک کر دیا اور حدیث (پڑھنے) کے لئے چلا گیا۔ (کتاب السنہ لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۱/ ۲۰۵ ح ۳۱۶ وسندہ صحیح)

اور امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے بھی بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف کیا بلکہ آلِ دیوبند اور آلِ بریلی کے "علامہ" ابن عابدین شامی نے لکھا ہے:

"فحصل المخالفة الصاحبين فی نحو ثلث المذهب" (حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۶۷)

یعنی صاحبین نے تقریباً ایک تہائی مذہب میں مخالفت کی ہے۔

اب آلِ دیوبند کی معتبر کتابوں سے بطور نمونہ امام ابوحنیفہ کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پیشِ خدمت ہیں:

۱) فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق مختلف اقوال:

ایک قول یہ ہے کہ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ کچھ بھی نہ پڑھے یا سبحان اللہ سبحان اللہ ہی کہہ لے تو بھی جائز ہے۔ (موطا ابن فرقد ص ۸۱ مترجم حدیث ۱۳۶، دوسرا نسخہ ص ۱۰۴، ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۲۰۹ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی، ہدایہ مع فتح القدیر ۱/ ۳۲۳، حدیث اور اہلحدیث ص ۳۶۱، تعلیم الاسلام ص ۱۳۵، دوسرا نسخہ ص ۹۵ حصہ سوم، نماز مسنون ص ۲۸۷، تجلیات صفدر ۶/ ۲۵۳، منیۃ المصلی ص ۹۰، چار سو اہم مسائل ص ۳۵، آپکے مسائل اور ان کا حل ۲/ ۲۱۳)

مذکورہ آلِ دیوبند اور ان کے اکابر کے علاوہ بہت سے آلِ دیوبند کے نزدیک آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، لیکن ان سب کے برعکس آلِ دیوبند کے "امام" سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

"**چھٹا اعتراض:** مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی حالانکہ احناف کہتے ہیں کہ اگر پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو۔ تو نماز جائز

ہے۔تو حنفیہ کا عمل بھی حدیث جابرؓ پر نہ ہوا۔ (بمعناہ تحقیق الکلام جلد ٢ ص ٢١٤)

جواب: مبارکپوری صاحبؒ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات کے لیے بعض فقہائے کرامؒ کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں لیکن کیا مولانا کو یہ معلوم نہیں کہ جتنی حدیثیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ان میں ہر ہر حدیث آپ کی فرمودہ نہیں ہے۔اور نہ عملی طور پر آپ سے ثابت ہے، بلکہ ان میں بہت حدیثیں جعلی، خانہ ساز، ضعیف، شاذ، منکر اور معلول وغیرہ سبھی کچھ موجود ہیں۔اسی طرح یہاں بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نہ تو فقہ حنفی کی ہر ہر جزئی امام ابوحنیفہؒ کی فرمودہ ہے اور نہ ہر ہر جزئی قابل عمل ہے اور مجتہد کا مصیب اور مخطی ہونا اس پر مستزاد ہے۔پھر بعض فقہاء کی غیر معصوم آرا کو حتمی اور ضروری سمجھ کر تمام احناف کا مسلک بتانا اور پھر اس پر اعتراض کی بنیاد رکھنا محض باطل اور مردود ہے۔اور اگر بعض نے ایسا لکھا ہے تو اس کو سہو ونسیان پر حمل کرنے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا اور احکام عمد وسہو میں فرق مخفی نہیں ہے۔(دیکھئے بدور الاہلہ ص ٦٧ وغیرہ) لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت منقول ہے کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ ضروری ہے اور اسی روایت کو حافظ ابن ہمامؒ نے پسند کیا اور ترجیح دی ہے (فصل الخطاب ص ٧) اور حضرت شاہ صاحبؒ..... "

(احسن الکلام ج ١ ص ٣٣٤۔٣٣٥، دوسرا نسخہ ٢٧٠۔٢٧١)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آلِ تقلید ابھی تک امام ابوحنیفہ کے دو متضاد اقوال کے بارے میں متفقہ فیصلہ نہیں کر سکے: صحیح یا ضعیف یا پھر ناسخ اور منسوخ کون سا قول ہے۔

نیز محمد بن حسن شیبانی کی ابوحنیفہ سے روایت بھی آل دیوبند کے نزدیک شاید مشکوک ہے۔

٢) نماز ظہر اور عصر کے وقت کے متعلق مختلف اقوال:

سعید احمد پالنپوری اور امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

"اور امام اعظم سے اس سلسلہ میں چار روایتیں منقول ہیں۔

(۱) ظاہرِ روایت میں ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوتا ہے، اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، یہی مفتی بہ قول ہے، علاّمہ کاسانیؒ نے ''بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ یہ قول ظاہر روایت میں صراحۃً مذکور نہیں ہے، امام محمدؒ نے صرف یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل کے بعد (یعنی تیسرے مثل سے) شروع ہوتا ہے، ظہر کا وقت کب ختم ہوتا ہے اس کی تصریح امام محمدؒ نے نہیں کی ہے۔

(۲) امام اعظم کا دوسرا قول وہی ہے جو ائمہٴ ثلثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور صاحب دُرِ مختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اور سید احمد دُحلان شافعیؒ نے خِزَانَةُ المُفتِیین اور فتاویٰ ظہیر یہ سے امام صاحب کا اس قول کی طرف رجوع نقل کیا ہے، مگر ہماری کتابوں میں یہ رجوع ذکر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس قول کو حَسَن بن زیاد لُؤلُؤی کی روایت قرار دیا گیا ہے، اور سَرَخسی نے مبسوط میں اس کو بروایت امام محمدؒ ذکر کیا ہے، اور صاحبِ دُرِّ مختار نے جو اس قول کو مُفتیٰ بہ کہا ہے اس کو علامہ شامی نے رد کیا ہے۔

(۳) امام اعظم سے تیسری روایت یہ ہے کہ مثلِ ثانی مہمل وقت ہے یعنی ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوسرا مثل نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا، یہ اسد بن عمرو کی روایت ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے۔

(۴) اور چوتھا قول عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سے کچھ پہلے ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے، امام کرخیؒ نے اس قول کی تصحیح کی ہے۔''

(ادلہ کاملہ ص۹۲، تجلیات صفدر ۵/۸۶)

۳) امام کے آمین کہنے کے متعلق مختلف اقوال:

ایک قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں۔

(کتاب الآثار ص۲۲، حدیث اور اہلحدیث ص۳۸۰)

دوسرا قول: امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی نے کہا: " فَاَمَّا ابو حنیفۃ فقال یؤمِّنُ مَنْ خَلْفَ الامام ولا یؤمِّن الامام " یعنی ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ امام کے مقتدی آمین کہیں اور امام آمین نہ کہے۔

(موطأ ابن فرقد ص ۱۰۳، دوسرا نسخہ ۸۰۔۸۱ مترجم تحت حدیث: ۱۳۸، خزائن السنن: ۳۳۲، درس ترمذی ۱/۵۱۳)

٤) نماز جنازہ میں امام کے کھڑا ہونے کے متعلق مختلف اقوال:

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے "ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ مرد کے جنازہ کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو۔ کیونکہ حضرت انسؓ نے اسی طرح کیا ہے اور کہا کہ یہی سنت ہے۔" (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۴۲۸)

جبکہ اس کے برعکس ظہور الباری اعظمی دیوبندی نے لکھا ہے: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شواہد کی بنا پر مرد اور عورت دونوں کے لئے سینے کے سامنے امام کے کھڑے ہونے کے لئے کہا ہے۔" (تفہیم البخاری ۱/ ۶۲۱)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کہا: "شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ امام مرد کے جنازے میں سر کے مقابل اور عورت کے جنازے میں وسط میں کھڑا ہوگا، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک شافعیہ کے مطابق، اور امام طحاویؒ نے اس کو ترجیح دی ہے اور اس کو امام ابو یوسفؒ سے بھی روایت کیا ہے۔" (درس ترمذی ۳/ ۳۱۱)

٥) گھوڑے کے جوٹھے پانی کے متعلق مختلف اقوال:

آل دیوبند کے "مفتی" جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے:

"اور گھوڑا نر ہو یا مادہ اس کا جھوٹا صاحبین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت ماکول ہے اور جس کا گوشت ماکول ہو اس کا جھوٹا پاک ہوتا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے چار روایات ہیں

(۱) یہ کہ اس کے علاوہ دوسرے پانی سے وضو کرنا ناپسندیدہ ہے۔

(۲) یہ کہ اس کے گوشت کی طرح اس کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

(۳) یہ کہ سؤر حمار کی طرح مشکوک ہے۔

(۴) یہ کہ پاک ہے" (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۳)

جمیل احمد دیوبندی نے اپنی مرضی سے آخری قول کو صحیح مذہب قرار دیا ہے۔

٦) نبیذ سے وضو کے متعلق تین اقوال ہیں:

جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے:

"مسئلہ یہ ہے کہ نبیذ تمر کے علاوہ دوسرا کوئی پانی موجود نہ ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں تین روایات منقول ہیں

(۱) جامع صغیر اور زیادات میں مذکور ہے کہ نبیذ تمر سے وضو کرے اور تیمّم نہ کرے۔

(۲) امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرنا اور مٹی سے تیمّم کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔...

(۳) نوح ابن ابی مریم اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے کہ تیمّم کرلے اور نبیذ تمر سے وضو نہ کرے۔" (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۴)

نیز تقی عثمانی دیوبندی نے بھی نبیذ کی ایک قسم سے وضو کے متعلق امام ابوحنیفہ کے تین اقوال نقل کئے ہیں۔ کوئی حنفی کسی قول کو ترجیح دیتا ہے تو کوئی کسی اور قول کو۔

تفصیل کے لئے دیکھئے درس ترمذی (۱/۳۲۰)

۷) گدھے کے پسینے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال:

جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: "گدھے کے پسینہ میں حضرت امام اعظمؒ سے تین روایات ہیں

(۱) یہ کہ پاک ہے گدھے کا پسینہ جواز صلوٰۃ کے لئے مانع نہیں ہے

(۲) یہ کہ نجاست خفیفہ ہے۔

(۳) نجاست غلیظہ ہے۔ لیکن روایات مشہورہ کے مطابق پاک ہے لہٰذا ایسے ہی اس کا جھوٹا بھی پاک ہوگا" (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۱)

گدھے کے جوٹھے کے متعلق صاحب ہدایہ نے امام ابوحنیفہ کا صرف ایک ہی قول نقل کیا ہے کہ "گدھے کا جھوٹا ناپاک ہے" (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۲۰۰ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

۸) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کے متعلق مختلف اقوال:

سرفراز صفدر دیوبندی نے کہا ہے:

"حضرت امام ابوحنیفہؒ (و روایة عن احمد بن حنبلؒ) فرماتے ہیں استقبال واستدبار بنیان وصحراً ہر جگہ میں حرام ہے۔" (خزائن السنن ص ۵۶)

سرفراز صفدر نے ہی دوسرا قول یوں بیان کیا ہے: "امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک جیسے کہ ترمذیؒ نقل فرما رہے ہیں کہ استقبال بنیان وصحراً ہر جگہ ناجائز اور استدبار ہر جگہ جائز ہے۔ (امام صاحبؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ بذل المجہود ج ۱ ص ۴ ناقلاً عن العینیؒ)" (خزائن السنن ص ۵۷)

تنبیہ: استقبال سے مراد قبلہ کی طرف منہ کرنا اور استدبار سے مراد پیٹھ کرنا ہے، بنیان سے مراد ہے کسی عمارت یا اوٹ میں اور صحرا سے مراد کھلی جگہ ہے۔

۹) نماز جمعہ کے بعد سنت کی تعداد میں مختلف اقوال:

سرفراز صفدر دیوبندی نے کہا ہے:

"الحاصل جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ہیں۔ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ سے چار رکعت اور امام ابو یوسف سے چھ رکعات منقول ہیں۔ فقہ کی عام کتب میں امام صاحبؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے اور مفتیٰ بہ قول امام ابو یوسفؒ کا قرار دیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ امام صاحبؒ بھی چھ رکعت کے قائل تھے۔ امام صدر الائمۃ المکیؒ مناقب الامام الاعظم ج ۱ ص ۳۴۱ میں اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: قال ابو اسمٰعیل الفارسی رأیت سفیان و مسعرا و ابا حنیفه و مالك بن مغول و زائدة یصلّون بعد الجمعة ستًّا رکعتین و اربعًا ۔ اور اسی طرح امام کردریؒ نے اپنی کتاب مناقب کردری ج ۱ ص ۲۴۴ میں لکھا ہے: دو پہلے چار بعد میں۔" (خزائن السنن ص ۲/۱۷۲، ۲۲۲)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ عام کتب فقہ والے قول کے خلاف سرفراز صفدر دیوبندی نے موفق بن احمد المکی الخوارزمی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی روایت پر اعتماد کیا جو کہ آل دیوبند کے نزدیک انتہائی مجروح راوی ہے۔ محمد نافع دیوبندی نے شاہ عبد العزیز دہلوی سے موفق مکی (اخطب خوارزم) کے بارے میں بطور خلاصہ لکھا ہے:

"اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے...اہلسنت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں اہل سنت کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔" (حدیث ثقلین ص ۱۴۳)

اور محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۸۳) کے حوالے سے لکھا ہے "تمام زیدی شیعوں کو کافر قرار دینا واجب ہے" (قافلہ گھسن جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹)

اگر زیدی شیعہ آلِ دیوبند کی تکفیر سے بچنا چاہتے ہیں تو انھیں امام ابوحنیفہ کے فضائل بیان کرنا ہونگے۔ مثال کے طور پر امام ابن جریج رحمہ اللہ کو آل دیوبند شیعہ، متعہ باز نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں لیکن انھوں نے بقول آلِ دیوبند امام ابوحنیفہ کے حق میں کوئی بات کی تو آل دیوبند سے محدث جلیل کا لقب پایا۔ (دیکھئے مجذوبانہ واویلا ص ۲۸۵)

۱۰) تالاب کا پانی چیک کرنے کے لئے کہ قلیل ہے یا کثیر پانی کو حرکت دینے کا کون سا طریقہ معتبر ہے؟ اس میں امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال ہیں:

آلِ دیوبند کے "مفتی" جمیل احمد نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ترجمہ: اور بڑا تالاب وہ ہے کہ اس کا ایک کنارہ متحرک نہ ہو دوسرے کنارے کو حرکت دینے سے، جب کہ اس کی ایک جانب نجاست پڑ جائے تو دوسری جانب سے وضو جائز ہے کیوں کہ ظاہر یہ ہی ہے کہ نجاست دوسری جانب نہیں پہنچی کیونکہ حرکت دینے کا اثر پھیل جانے میں بہ نسبت نجاست کے اثر کے بڑھا ہوا ہے۔ پھر ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ حرکت دینا وہ معتبر ہے جو نہانے سے ہو، اور یہ ہی ابو یوسف کا قول ہے۔ اور امام صاحبؒ سے یہ بھی

روایت ہے کہ ہاتھ سے حرکت دینا معتبر ہے۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وضو کرنے کے ساتھ حرکت دینا معتبر ہے" (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۱۵۲۔۱۵۳، ترجمہ جمیل احمد سکروڈھوی دیوبندی)

۱۱) آب مستعمل یعنی وہ پانی جس سے وضو کیا گیا ہو پاک یا ناپاک ہونے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے تین مختلف اقوال:

(۱) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: "امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور یہ ہی روایت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ہے کہ آب مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔" (اشرف الہدایہ ۱/۱۶۰)

(۲) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: "پھر حسن بن زیاد کا مذہب یہ ہے کہ آب مستعمل نجس بنجاست غلیظہ ہے اور اس کو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔" (اشرف الہدایہ ۱/۱۶۰)

(۳) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: "اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس بنجاست خفیفہ ہے اور یہ بھی ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے۔" (اشرف الہدایہ ۱/۱۶۰)

۱۲) اگر جنبی کنویں میں غوطہ لگائے، جنبی کے پاک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مختلف اقوال:

جمیل احمد دیوبندی نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ترجمہ: اور جنبی نے جب کنویں کے اندر غوطہ مارا ڈول نکالنے کے لئے، تو ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مرد اپنے حال پر جنبی ہے (کیونکہ پانی کا بدن پر) بہانا نہیں پایا گیا۔ حالانکہ فرض ساقط کرنے کے واسطے ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط ہے اور پانی بھی اپنے حال پر (پاک) ہے کیونکہ دونوں باتیں نہیں ہیں، اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں پاک ہیں، مرد تو اس لئے کہ بہانا شرط نہیں ہے اور پانی، قربت کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں ناپاک ہیں۔ پانی تو اول ملاقات میں بعض اعضاء سے فرض ساقط کر دینے کی وجہ سے، اور مرد باقی اعضاء میں حدث کے باقی رہنے کی وجہ سے۔ اور کہا گیا کہ امام صاحب کے نزدیک مرد کی نجاست آبِ مستعمل کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور امام صاحب ہی سے مروی ہے کہ مرد پاک ہو گیا، اس لئے کہ جدا ہونے سے پہلے پانی کو استعمال کا حکم نہیں

دیا جاتا ہے۔امام صاحب سے یہ روایت سب روایتوں میں سے زیادہ موافق ہے۔"

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۱۶۵)

۱۳) دباغت کے بعد کتے کی کھال پاک یا ناپاک ہونے میں دو مختلف اقوال:

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہوا ہے:

"(الجواب) عام متون میں یہی مذکور ہے کہ خنزیر اور آدمی کی کھال کے سوا سب جانوروں کی کھالیں دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہیں اس کے عموم سے یہی مفاد ہوتا ہے کہ کتے کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے لیکن حضرت حسن کی روایت یہ ہے کہ کتے کی کھال بھی مثلِ خنزیر کے دباغت سے پاک نہیں ہوتی اور اصل اس کی یہ ہے کہ کتے کے بارے میں آئمہ اجتہاد کا اختلاف ہے۔امام شافعیؒ اور حنفیہ میں سے صاحبین اس کو خنزیر کی طرح نجس العین فرماتے ہیں اور امام اعظمؒ سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نجس العین نہیں اور روایت حسن میں ان سے بھی دوسرے ائمہ کے ساتھ موافقت منقول ہے اسی لیے مشائخ حنفیہ کے فتاویٰ اور اختیارات اس بارے میں مختلف ہیں۔"

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۶۳ طبع ۲۰۰۱ء)

قارئین کرام! یہ ایک درجن سے زیادہ اقوال جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، بطورِ نمونہ مشتے از خروارے نقل کیے ہیں لیکن آلِ دیوبند کا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ محمد بن حسن شیبانی، ابو یوسف اور زفر وغیرہ کے تمام اقوال بھی امام ابوحنیفہ کے ہی اقوال ہیں۔

امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: "چنانچہ شامی میں ہی ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔" (تجلیات صفدر ۶/۱۵۹، نیز دیکھئے ترجمان احناف ص ۱۷۸، تحفہ اہل حدیث ۱/۷۰، فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۶۷)

لیکن ان اقوال میں اتنا زیادہ اختلاف ہے کہ ان کو شمار کرنا میرے لئے بہت ہی مشکل ہے۔باذوق حضرات ہدایہ کا ترجمہ اور تشریح یعنی اشرف الہدایہ ہی دیکھ لیں۔

بطورِ نمونہ یہاں صرف ایک مثال نقل کیے دیتا ہوں۔ آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ترجمہ: پھر اگر کنویں میں بکری نے پیشاب کر دیا تو ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک پورا پانی نکالا جائے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کچھ پانی نہ نکالا جائے مگر جبکہ پیشاب پانی پر غالب آ جائے تو پانی مطہر (پاک کرنیوالا) ہونے سے نکل جائے گا۔ اور اس اختلاف کی اصل یہ ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب امام محمد کے نزدیک پاک ہے اور شیخین کے نزدیک ناپاک ہے۔ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیون کو اونٹ کے پیشاب اور دودھ پینے کا حکم کیا۔ اور شیخین کی دلیل یہ حدیث ہیکہ پاکیزگی رکھو پیشاب سے کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔ بغیر تفصیل کے اور اس لئے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب بدبو اور فساد کی جانب مستحیل ہو جاتا ہے پس وہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے مانند ہو گیا۔ اور تاویل اس حدیث کی جو امام محمد نے روایت کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیون کی شفاء بذریعۂ وحی معلوم کی، پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا پیشاب بطور دواء پینا بھی حلال نہیں ہے کیونکہ اس پیشاب میں شفا یقینی نہیں ہے، لہٰذا حرمت سے اعراض نہیں کیا جائے گا اور امام ابویوسف کے نزدیک دوا کے واسطے پینا حلال ہے۔ عرنیین کے قصہ کی وجہ سے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک دوا اور غیر دوا دونوں کے واسطے پینا حلال ہے کیونکہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۱۷۹)

آلِ دیوبند و آلِ بریلی نے بھی امام ابوحنیفہ کو چھوڑا ہے

اگر کوئی اہلِ حدیث کسی حدیث کی وجہ سے کوئی ایسا عمل کرے جو آلِ دیوبند کے نزدیک امام ابوحنیفہ کے قول و فعل کے خلاف ہو تو آل دیوبند اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ قرآن و حدیث کی سمجھ آپ کو زیادہ ہے یا امام ابوحنیفہ کو؟ یہ سوال ان کا اس لئے ہوتا ہے کہ اگر وہ اہلِ حدیث کہے: ''مجھے سمجھ زیادہ ہے'' تو اس کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کیا جا سکے کہ اس نے امام ابوحنیفہ سے بھی بڑا امام ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور اگر وہ اہلِ حدیث کہے: ''سمجھ تو امام ابوحنیفہ کو مجھ سے زیادہ تھی'' تو یہ شور مچانے کا موقع مل سکے کہ پھر تم نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کیوں شروع کر دی ہے؟ یہ سوال ہی چونکہ غلط ہے، اس لئے ہم ذیل میں آلِ دیوبند کے اصولوں کے عین مطابق (ان شاء اللہ) کچھ مثالیں بیان کریں گے، تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ آل دیوبند خود ہی اپنے اس سوال کے جواب سے عاجز ہیں اور دنیا میں بھی شرمندگی ان کا مقدر ہے۔

مجھ سے منڈی بہاؤالدین کے ایک دیوبندی ''عالم'' محمد بلال نے یہ سوال کیا تو میں نے ایسی چند مثالیں بیان کیں جن میں آل دیوبند نے امام ابوحنیفہ کو چھوڑ دیا ہے تو وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور ہکا بکا رہ گیا۔

۱) صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان ((رَبِّ اغْفِرْلِي)) دو دفعہ پڑھتے تھے۔ دیکھئے سنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۳۴ ح ۸۷۴ باب مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ)

اس کے خلاف حنفیہ کے نزدیک ظاہر روایت کی مشہور کتاب ''الجامع الصغیر'' میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ ''و كذلك بين السجدتين يسكت''

اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان سکوت کرے (یعنی دعا نہیں پڑھے گا) (ص ۸۸)

اس قول کے بارے میں عبدالحی لکھنوی (حنفی) نے ''النافع الکبیر'' میں لکھا ہے:

''هذا مخالف لما جاء في الأخبار الصحاح من زيادة الأدعية في القومة و بين السجدتين'' یہ قول ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جن میں قومہ اور دو سجدوں کے درمیان دعائیں پڑھنے کا ثبوت ہے۔ (ایضاً)

آلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے بھی امام ابوحنیفہ کی مخالفت کرتے ہوئے، دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے اور دو طرح کی دعائیں بھی نقل کی ہیں۔ (دیکھئے نماز مسنون ص ۳۶۹۔۳۷۰)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد ابراہیم نے بھی دو سجدوں کے درمیان پڑھنے کے لئے ایک دعا نقل کی ہے۔ (دیکھئے چار سو اہم مسائل ص ۷۲)

آلِ دیوبند کے ''شیخ'' محمد الیاس فیصل دیوبندی نے بھی دو سجدوں کے درمیان پڑھنے کے لئے ایک دعا نقل کی ہے۔ (دیکھئے نماز پیغمبر ﷺ ص ۱۹۱)

امجد سعید دیوبندی نے دو سجدوں کے درمیان دعا کو مستحب قرار دیا۔ (سیف حنفی ص ۳۲۷)

عبدالمعبود نے بھی دو سجدوں کے درمیان دعا نقل کی ہے۔ (نماز کی مکمل کتاب ص ۲۳۳)

الیاس قادری بریلوی نے بھی دو سجدوں کے درمیان دعا کو مستحب کہا۔

(نماز کے احکام (حنفی) ص ۱۸۷)

یہ سب (عبدالحئی لکھنوی، عبدالحمید سواتی، محمد ابراہیم صادق آبادی، محمد الیاس فیصل، امجد سعید اور عبدالمعبود) اس مسئلے میں اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ کے سراسر خلاف ہیں۔

۲) عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''نبی ﷺ نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم (روزے) کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا۔ (ابوداود)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کپڑے کو تر فرما کر اپنے بدن پر لپیٹ لیتے تھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتوی ان کے قول پر نہیں ۱۲ (ردالمحتار ''

(علم الفقہ ص ۴۳۶، دوسرا نسخہ ص ۴۶۸، وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا)

۳) امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام صاحبؒ کا صریح قول تو وہ ہے کہ تعلیم

قرآن پر تنخواہ لینا جائز نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج۵ ص۲۱۵، غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات)

آل دیوبند کے ''مفتی'' تقی عثمانی نے لکھا: ''چنانچہ علمائے احناف نے انہی وجوہ سے بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کا قول چھوڑ دیا ہے، مثلاً استیجار علی تعلیم القرآن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز تھا، لیکن زمانے کے تغیر کی وجہ سے بعد کے فقہاء حنفیہ نے اسے جائز قرار دیا'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص۱۴۱)

نیز بذل المجھود فی حل ابی داود (جلد ۶ ص ۱۱) میں بھی اس بات کی صراحت ہے کہ متاخرین حنفیہ نے ضرورت کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا یہ قول ترک کر دیا ہے۔

اشرف علی تھانوی نے تو یہاں تک کہا:

''نیز اس زمانے میں تو امام صاحب کے مذہب کے موافق سارے علماء جو نوکری تعلیم کی کرتے ہیں حرام خور ثابت ہوتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سب حلال خور ہیں سو اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں ہم امام شافعی کی تقلید کر لیں تو یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا ورنہ غیر مقلدین میں اور ہم میں کیا فرق رہے گا جس مسئلہ میں جس کی چاہی تقلید کر لی۔ یہ تو بالکل نامناسب ہے وہ لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں لوگوں نے حنفیہ کے مذہب کے موافق اس مسئلہ کی بہت تاویلیں کی ہیں لیکن کوئی چسپاں نہیں معلوم ہوتی''

(تقریر ترمذی ص۵۱۳، باب ماجاء فی اخذ الاجر علی التعویذ)

٤) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسی عورت جس کا شوہر گم ہو جائے تو وہ اتنی مدت تک انتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہو جائے تو وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکے گی۔ (دیکھئے الہدایہ ۱/۴۲۳۔ دوسرا نسخہ ۱/۶۰۴، کتاب المفقود، قدوری ص۱۵۵)

امام ابوحنیفہ کے اس قول کے خلاف اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''جس کا شوہر بالکل لاپتہ ہو گیا معلوم نہیں مر گیا یا زندہ ہے تو وہ عورت اپنا دوسرا نکاح نہیں کر سکتی بلکہ انتظار کرتی رہے کہ شاید آ جاوے۔ جب انتظار کرتے کرتے اتنی مدت گزر جائے کہ شوہر کی عمر نوے برس کی ہو جاوے تو اب حکم لگا دینگے کہ وہ مر گیا ہوگا۔ سو اگر وہ

عورت ابھی جوان ہو اور نکاح کرنا چاہے تو شوہر کی عمر نوے برس کی ہونے کے بعد عدت پوری کر کے نکاح کر سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس لاپتہ مرد کے مرنے کا حکم کسی شرعی حاکم نے لگایا ہو۔'' (بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۴ میاں کے لاپتہ ہو جانے کا بیان)

لیکن پھر آل دیوبند نے تھانوی کے مذکورہ فتوے کو بھی چھوڑ دیا اور بہشتی زیور کے اس صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے: ''لیکن آجکل شدت ضرورت کیوجہ سے علماء نے امام مالکؒ صاحبؒ کے مذہب پر فتویٰ دیدیا ہے۔'' (نیز دیکھئے تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۱، از تقی عثمانی)

قارئین کرام! آپ اس بات پر بھی غور کریں کہ یہ کیسا دین ہے جو آہستہ آہستہ بدل رہا ہے حالانکہ وحی کا سلسلہ بہت پہلے بند ہو چکا۔ مزید تفصیل اگلی مثال میں بھی ملاحظہ کریں:

۵) صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت پڑھنا جائز نہیں۔ اس حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے ظہور الباری اعظمی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز کی اقامت کے بعد سنت جائز ہی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بعض ظواہر نے اسی حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص سنتیں پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں فرض کی اقامت ہوگئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن آئمہ اربعہ میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اقامت فرض کے بعد سنت نہ شروع کرنی چاہیے۔ البتہ فجر کی سنتوں کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر نماز شروع ہو چکی ہے اور کم از کم ایک رکعت ملنے کی توقع ہے تو مسجد سے باہر فجر کی دو سنت رکعتوں کو پڑھ لینا چاہئے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق ائمہ اربعہ میں کسی کا بھی مسلک نہیں۔ اس لئے یہ ایک اجتہادی مسئلہ بن گیا۔ چونکہ احادیث میں ہے کہ جس نے ایک رکعت جماعت پالی اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔ غالباً اسی حدیث کے پیشِ نظر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رکعت پالینے کی قید لگائی۔ پھر بعد میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بھی توسیع کر دی اور فرمایا کہ اگر قعدہ اخیرہ میں امام کو پانے کی امید ہو پھر بھی فجر کی سنت پڑھنی چاہیئے۔ اب تک یہ صورت تھی کہ فجر کی یہ سنت مسجد

سے باہر پڑھی جائے لیکن بعد میں مشائخ حنفیہ نے اس میں بھی توسع سے کام لیا اور کہا کہ مسجد کے اندر کسی ایک طرف جماعت سے دور کھڑے ہو کر بھی یہ رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔" (تفہیم البخاری علیٰ صحیح البخاری پارہ ۳ جلد اول ص ۳۴۲)

مذکورہ عبارت کے مطابق آلِ دیوبند دو طرح سے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کرتے ہیں:

۱: امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اقامت کے بعد فجر کی سنتیں مسجد سے باہر پڑھی جائیں، لیکن آلِ دیوبند مسجد کے اندر ہی پڑھتے ہیں۔

۲: امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر کم از کم جماعت کے ساتھ ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو فجر کی سنتیں شروع کی جائیں، لیکن آلِ دیوبند قعدہ اخیرہ ملنے کی امید پر بھی یہ رکعتیں پڑھتے ہیں۔

تنبیہ: بعض آلِ دیوبند نے "مشائخ حنفیہ" کے قول میں بھی توسیع کر رکھی ہے، وہ یہ سنتیں بالکل جماعت کی صف کے پیچھے بھی پڑھ لیتے ہیں۔

٦) آلِ دیوبند کے "شیخ الاسلام" محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

"مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہا حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصہ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہا نے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے۔" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۸)

۷) تقی عثمانی نے لکھا ہے: "انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے، لیکن فقہا حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے... اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷ تا ۱۰۸)

۸) مکہ مکرمہ کے مستقل قیام کے متعلق آلِ دیوبند کے "شیخ الحدیث" محمد زکریا دیوبندی

نے ملا علی قاری حنفی کے حوالے سے لکھا ہے: ''امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ وہاں کے مستقل قیام کو مکروہ فرماتے تھے۔'' (فضائل حج ص ۱۱۰ چھٹی فصل مکہ مکرمہ اور کعبہ شریف کے فضائل میں)

زکریا دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''مُلاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے لحاظ سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اگر وہ ان حالات کو دیکھتے جن کو ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں تو وہ وہاں کے قیام کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے۔ یہ مُلاّ علی قاریؒ مشاہیر علماء میں ہیں 1014ھ میں وفات پائی ہے۔ جب یہ اپنے زمانہ کا یہ حال فرما رہے ہیں تو آج چودھویں صدی کے آخر کا جو حال ہوگا وہ اظہر مِنَ الشّمس ہے۔'' (فضائل حج ص ۱۱۱)

لیکن اس کے باوجود حنفیہ کا فتویٰ امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے، چنانچہ زکریا دیوبندی نے لکھا ہے: ''مُلاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا قیام صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے'' (فضائل حج ص ۱۱۰ چھٹی فصل)

۹) نفلی اعتکاف کے مسئلہ میں بھی آلِ دیوبند نے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ تبلیغی جماعت والے محمد زکریا دیوبندی نے لکھا ہے: ''تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت، نہ ایّام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کر لے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز اور اسی پر فتویٰ ہے اسلیئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیّت کر لیا کرے'' (فضائل اعمال ص ۶۸۵ مکتبہ فیضی لاہور)

۱۰) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے: ''سوال (982) ایک دس سالہ لڑکی کا نکاح لڑکی کے ولی نے ایک سولہ سترہ سال کے نوجوان سے کر دیا تھا۔ نکاح کے دو سال بعد نوجوان مذکور بیمار ہو کر پاگل ہو گیا نوجوان کے وارثوں نے کامل چار سال تک یونانی اور ڈاکٹری، معالجہ اپنی حسب حیثیت کیا۔ لیکن نوجوان کو کچھ آرام نہیں ہوا مجنون کو مجبور ہو کر اس

کو پاگل خانہ بھیجدیا۔ دوڈھائی سال ہوئے پاگل خانہ میں بھیجدیا۔ اب تک حالت بدستور ہے۔ اب لڑکی کا کوئی وارث اور خبر گیراں نہیں ہے۔ اب لڑکی اپنا نکاح خود کسی سے کرسکتی ہے یا نہ؟

الجواب: حنفیہ کے مذہب کے موافق اس لڑکی کے نکاح ثانی کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ دیوانہ کی زوجہ کو اس کے نکاح سے نہ حاکم علیحدہ کرسکتا ہے اور نہ خود دیوانہ کی طلاق معتبر ہوسکتی ہے۔ البتہ موت دیوانہ کی عدت وفات پوری کر کے اس کی زوجہ نکاح ثانی کر سکتی ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ا ص ۵۳۳ دارالاشاعت کراچی، دوسرا نسخہ ص ۵۲۱)

لیکن بعد میں آلِ دیوبند نے اپنے مزعوم ''مذہب حنفی'' کو ترک کردیا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے اسی صفحے کا حاشیہ۔

۱۱) نماز فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ نہ تو یہ سنتیں سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پڑھی جائیں اور نہ سورج طلوع ہونے کی بعد پڑھی جائیں۔ (دیکھئے الہدایہ ج ا ص ۱۵۲، اشرف الہدایہ ۲/ ۲۴۹، باب ادراک الفریضۃ، خزائن السنن ۲/ ۱۵۰)

لیکن انوار خورشید دیوبندی نے ایک ضعیف حدیث کو اپنی دلیل بنا کر اس کا ضعف بتائے بغیر لکھا ہے: ''اگر یہ سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائیں'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۶۲۱۔ ۶۲۲)

۱۲) آل دیوبند کے ''مفتی'' محمد زرولی خان نے لکھا ہے: ''حضرت امام ابوحنیفہؒ سے کتب فقہ۔ اور فتاویٰ معتبرہ میں ستہ شوال کی کراہت منقول ہے''

(احسن المقال فی کراہیۃ ستہ شوال یعنی شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق ص ۳۴)

اس کے بعد زرولی نے کئی کتبِ فقہ کے حوالے دیئے ہیں اور اختصار کے پیش نظر میں یہاں صرف ایک حوالہ نقل کیے دیتا ہوں: ''ھندیہ میں ہے و یکرہ صوم ستة من شوال عند ابی حنیفہؒ متفرقا کان او متتابعا۔ (عالمگیری ج ا ص ۲۰۱)'' (احسن المقال ص ۳۴)

عبارت مذکورہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے، چاہے علیحدہ رکھے جائیں یا اکٹھے رکھے جائیں۔" لیکن اس کے باوجود بے شمار آلِ دیوبند نے امام ابوحنیفہ کے اس قول کو چھوڑ دیا ہے۔اس کے لئے آپ درج ذیل کتابیں دیکھ سکتے ہیں:

بہشتی زیور حصہ سوم (ص ۹ مسئلہ نمبر ۱۳ص ۲۵۱) آلِ دیوبند کے "مفتی" محمد ابراہیم صادق آبادی کی کتاب چار سو اہم مسائل (ص ۱۹۲) اور انوارات صفدر (۱/ ۱۸۶)

۱۳) بریلویوں نے بھی امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ دیا ہے۔

غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے: "احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابوحنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے۔" (شرح صحیح مسلم ۱/ ۴۳)

۱۴) نمازِ جمعہ کی شرائط کے مسئلے میں آلِ دیوبند نے امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ آلِ دیوبند کے "مفتی اعظم" ہند کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: "اور ابوحنیفہ کے قول اور ان سے جو تعریف مصر مروی ہے اس کے موافق تو دہلی و لاہور میں بھی (جمعہ/ از ناقل) جائز نہیں۔" (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۰۶ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان)

۱۵) آلِ دیوبند کے مفسرِ قرآن شبیر احمد عثمانی نے سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ کی تفسیر میں لکھا ہے: "تنبیہ: دودھ چھڑانے کی مدّت جو یہاں دو سال بیان ہوئی ہے باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں اُن کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔جمہور کے نزدیک دو سال ہی ہے۔واللہ اعلم۔"

(تفسیر عثمانی ص ۷۰۷ حاشیہ نمبر ۱۵)

عثمانی صاحب کے اس حسن ظن کہ امام ابوحنیفہ کے "پاس کوئی اور دلیل ہوگی" کے برعکس آلِ دیوبند کے "حکیم الامت" اشرف علی تھانوی نے امام ابوحنیفہ کے مذکورہ قول کی ذرا بھی پروانہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"دو برس کے بعد دودھ پینا بالکل حرام ہے۔" (بہشتی زیور چوتھا حصہ ص ۱۸ مسئلہ نمبر ۱۳)

۱۶) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ”(علامہ شامی فرماتے ہیں کہ احناف نے سترہ مقامات میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اقوال چھوڑ کر امام زفرؒ کے اقوال لیے ہیں ج ۱ص ۶۶)“ (الکلام المفید ص ۳۳۶)

تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ”بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے“ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

تقی عثمانی دیوبندی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ”چنانچہ علمائے احناف نے انہی وجوہ سے بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کا قول چھوڑ دیا ہے“ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۱)

آل دیوبند کے ”امام“ سرفراز خان صفدر نے امام ابوحنیفہ کے استاد حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں لکھا ہے:

”امام بخاریؒ نے حمادؒ کے قول کی سند بیان نہیں کی تو ایسی بے سند بات کا کیا اعتبار ہے؟ علاوہ ازیں اگر حمادؒ کے قول کی سند بھی مل جائے، تب بھی قرآن کریم صحیح احادیث اور آثار صحابہؓ کے مقابلہ میں حمادؒ کے قول کی کیا وقعت ہے؟“ (احسن الکلام ج ۱ص ۳۹۳)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔“ (تجلیات صفدر ۵/۱۱۳)

”مفتی“ جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے: ”ہاں بعض صحابہ کرامؓ سے ایک رکعت پڑھنے کی روایتیں ملتی ہیں مگر یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ جو احادیث مرفوعہ کثیرہ کے مقابلے میں حجت نہیں۔“ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۵۹)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون ”آل دیوبند اور موقوفات صحابہ رضی اللہ عنہم“

(آئینۂ دیوبندیت ص ۲۵)

یعنی آلِ دیوبند کے نزدیک امام ابوحنیفہ کے استاد (جیسا کہ مشہور ہے) حماد بن ابی سلیمان کے قول کی بھی کوئی وقعت نہیں۔

۱۷) امام ابوحنیفہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں مثلاً فارسی میں تکبیر

تحریمہ اور دیگر تکبیرات کہنا جائز ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کے برعکس آلِ دیوبند کے ''امام'' عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے لکھا ہے:

''چوتھا مسئلہ:۔ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح باقی تکبیرات کا غیر عربی میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔؟
جواب:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی اس میں کسی زبان کی تخصیص نہیں کی، ہاں اس میں شک نہیں کہ مخالف سنت کے سبب سے بدعت اور مکروہ ضرور ہوگا بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ سے بھی رجوع کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔'' (علم الفقہ حصہ دوم ص ۲۷۷، طبع اپریل ۲۰۰۳ء)

دیوبندی عالم عبدالشکور لکھنوی نے امام ابوحنیفہ کے جائز قرار دیئے ہوئے فعل کو بدعت اور مکروہ قرار دیا ہے اور اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ کے رجوع سے بھی انکار کیا ہے۔

۱۸) کتے کو بقول آلِ دیوبند امام ابوحنیفہ نجس کہتے ہیں لیکن آلِ دیوبند امام ابوحنیفہ کی یہ بات نہیں مانتے۔ چنانچہ عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے:

''یہ صحیح ہے کہ کتا اور ہاتھی نجس نہیں۔(۱) قاضی ابویوسف اور امام صاحب رحمہما اللہ نجس کہتے ہیں۔'' (علم الفقہ ص ۵۹)

مناظرۂ ٹھل کی حقیقت

مناظرہ فاتحہ خلف الامام مابین اہل حدیث اور دیوبندی حیاتی

یہ مناظرہ ۲۳/مئی ۲۰۱۰ء ضلع جیکب آباد تحصیل ٹھل صوبہ سندھ میں ہوا۔

☆ اہلِ حدیث مناظر حافظ محمد عمر صدیق گوجرانوالہ

☆ دیوبندی مناظر محمد آصف ملتانی

اہلِ حدیث صدر مناظر محمد صدیق رضا

دیوبندی صدر مناظر عبداللہ وڑائچ

مناظرہ ٹھل میں اہلِ حدیث مناظر حافظ محمد عمر صدیق صاحب کے دلائل کا خلاصہ

۱) حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ نے سورۃ طٰہٰ کی آیت: ﴿وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ... ﴾ (۱۳۰) سے تفسیر ماجدی: ص ۶۵۵ کے حوالے سے ثابت کیا کہ ''سَبِّحْ'' سے مراد نماز ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث: ((قَالَ اللّٰهُ حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ)) سے ثابت کیا کہ ''حمد'' سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے اور کہا کہ یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ عام حکم سب کے لئے ہوتا ہے۔

۲) اہلِ حدیث مناظر نے صحیح بخاری سے حدیث پیش کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی'' اور پھر چار علمائے دیوبند کے حوالے سے بتایا کہ اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو مقتدی کے لئے سمجھا ہے۔ اس کے جواب میں دیوبندی مناظر آصف نے کہا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کے راوی سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اکیلے نمازی کے لئے ہے۔ اہلِ حدیث مناظر نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر امام ابوداود رحمہ اللہ سے لے کر امام سفیان تک اس قول کی متصل سند پیش کر دو تو ایک لاکھ روپیہ انعام، پھر دیوبندی مناظر، صحابی کے مقابلے میں ایک امام کا غیر ثابت شدہ قول پیش کرنے کے بعد پورے مناظرے میں

اس کی سند پیش نہ کر سکا۔

نیز اہلِ حدیث مناظر حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ نے ثابت کیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام اور اکیلے نمازی کے لئے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنا لازمی نہیں اور دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب ''رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز'' کے صفحہ نمبر ۱۱۱ سے پڑھ کر سنایا کہ تمھارے ''مفتی'' جمیل نے لکھا ہے: ''ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے، اور وہ بھی وہ حصہ جو نماز پڑھنے والا بسہولت پڑھ سکے۔ کوئی لازمی نہیں کہ وہ سورۃ فاتحہ ہی ہو، کوئی بھی سورہ ہو سکتی ہے۔''

۳) اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق صاحب نے صحیح ابی عوانہ سے حدیث پیش کی جس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز جس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔ میں نے کہا: اگر میں امام کے پیچھے ہوں، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے فارسی! آہستہ بغیر آواز بلند کئے پڑھا کرو۔ دیوبندی مناظر محمد آصف پورے مناظرے میں اس حدیث کو ضعیف ثابت نہ کر سکے۔

٤) اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے موطأ امام مالک سے حدیث پیش کی کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے، ہرگز پوری نہیں۔
(راویٔ حدیث) ابو سائب رحمہ اللہ نے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو دبایا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ اور کہا: یعنی اے فارسی! اسے آہستہ پڑھا کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تقسیم کی گئی نماز میرے اور بندے کے درمیان آدھوں آدھ، آدھی میری اور آدھی اس کی اور میرے بندے نے جو مانگا اسے دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑھا کرو۔
اس حدیث سے بھی ثابت ہوا نبی ﷺ نے مقتدی کو سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔
اس حدیث کو بھی دیوبندی مناظر پورے مناظرے میں ضعیف ثابت نہ کر سکا۔

۵) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب نبی ﷺ نے اپنی نماز کو پورا کیا تو صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم قراءت کرتے ہو جب امام قراءت کرتا ہے؟ صحابہ کرام خاموش رہے، آپ ﷺ نے تین دفعہ پوچھا، کہنے والوں نے کہا: ہم ایسا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کیا کرو اور خاموشی سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھا کرو۔

اس حدیث کو بھی دیوبندی مناظر محمد آصف ضعیف ثابت نہ کر سکا۔

٦) اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق نے حنفی امام علی متقی کی کتاب: کنز العمال سے حدیث پیش کی کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور اسی کتاب سے دکھایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دیوبندی مناظر محمد آصف پورے مناظرے میں اس حدیث کے کسی راوی پر کوئی جرح نہ کر سکے۔ یہ حدیث اہلِ حدیث مناظر نے اپنی پانچویں ٹرم (باری) میں پیش کی اور دیوبندی مناظر کی اس کے بعد پانچویں ٹرم تھی، اس نے اپنی پانچویں اور چھٹی ٹرم میں بھی اس کا کوئی جواب نہ دیا اور پھر ساتویں اور آخری ٹرم میں اپنے ہی ایک مولوی کی کتاب ''معارف السنن'' سے اس کی سند اور متن میں اضطراب ثابت کرنے کی کوشش کی، لیکن اہلِ حدیث مناظر کی پیش کردہ حدیث کی سند اور متن کو زیرِ بحث ہی نہ لائے۔ اس کی وضاحت اہلِ حدیث مناظر نے مناظرے میں ہی کر دی کہ محمد آصف دیوبندی نے کسی محدث کا تبصرہ پیش ہی نہیں کیا بلکہ اپنے مولوی کا تبصرہ پیش کیا اور وہ تبصرہ بھی میری پیش کردہ حدیث پر نہیں ہے۔

تنبیہ: محمد آصف دیوبندی نے علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو ضعیف کہا، لیکن جس حدیث کو محمد عمر صدیق نے پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ علی متقی حنفی امام کی کتاب ہی میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہوا ہے، وہ حدیث ہی اور تھی، بلکہ متعصب

دیوبندی کی کتاب میں بھی اہلِ حدیث مناظر کی پیش کردہ حدیث کی نہ تو سند موجود تھی اور نہ متن تھا۔

البتہ جس حدیث کو محمد آصف دیوبندی نے علامہ البانی کے حوالہ سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی، اس حدیث کو بھی دیوبندیوں کے استاذ العلماء عبدالحئ حنفی سمیت بہت سے علماء اور محدثین نے صحیح یا حسن کہا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: امام ترمذی فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن." "یہ حدیث حسن ہے۔

۲: امام دارقطنی فرماتے ہیں: " هذا إسناد حسن " یہ سند حسن ہے۔

۳: امام بیہقی فرماتے ہیں: " هذا إسناد صحيح " اس کی سند صحیح ہے۔

(کتاب القراءۃ ص ۳۷)

۴: امام ابن حبان نے اسے صحیح ابن حبان میں ذکر کیا ہے۔

۵: امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح ابن خزیمہ میں ذکر کیا ہے۔

۶: امام ابوداود نے بھی اسے صحیح کہا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

" صححه أبو داود و الترمذي و الدارقطني و ابن حبان و البيهقي ."

اس حدیث کو ابوداود، ترمذی، دارقطنی، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔

(التلخيص الحبير ۱/۸۷)

۷: امام خطابی فرماتے ہیں: " إسناده جيد لا مطعن فيه . "

اس کی سند جید ہے جس میں کوئی طعن نہیں۔ (معالم السنن ص ۳۹۰ جلد ۱)

۸: علامہ منذری نے تلخیص السنن (ص ۳۹۰ جلد ۱) میں امام ترمذی کی تحسین نقل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے۔

۹: حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(تہذیب السنن ص ۳۹۰ جلد ۱)

ان کے الفاظ یہ ہیں: " و قد رواه البخاري في كتاب القراءة خلف الإمام و

قال : هو صحيح ووثق ابن إسحاق وأثنى عليه و احتج بحديثه . "

۱۰: امام حاکم نے بھی المستدرک میں اسے " مستقيم الأسناد " کہا ہے۔

۱۱: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:" رجاله ثقات " (الدرایہ ص ۹۴)

اور نتائج الافکار میں فرماتے ہیں:" هذا حديث حسن " (امام الکلام ص ۲۵۸)

۱۲: علامہ ابن علان لکھتے ہیں:" صحيح لا مطعن فيه و ممن صححه الترمذي والدارقطني والحاكم والبيهقي والخطابي وغيرهم " (الفتوحات الربانیہ ۲/۱۹۳)

۱۳: علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:" هذا الحديث جيد " (البدر المنیر ۳/۵۴۸)

۱۴: علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(السیل الجرار ص ۲۱۹ جلد ۱)

۱۵: عبدالحیٔ حنفی لکھتے ہیں:" هو حديث صحيح قوى السند "(سعایۃ ص ۳۰۲ جلد ۲)

اور غیث الغمام (ص ۲۵۶) میں لکھتے ہیں:" حديث عبادة صحيح أو حسن عند جماعة من المحدثين ." ترجمہ: عبادہ کی حدیث محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔ (بحوالہ توضیح الکلام ص ۲۲۲۔۲۲۳)

نیز خیر محمد جالندھری کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے:

" وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں، جیسے موطأ امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود۔ (خیر الاصول ص ۱۱)

اگر ایک حدیث ایک ہی راوی یا مختلف راوی مختلف الفاظ سے بیان کریں تو پھر بھی وہ حدیث مضطرب نہیں ہوتی، مثلاً پہلی وحی کے متعلق جس حدیث میں نبی ﷺ نے جبرائیل سے فرمایا تھا:" ما أنا بقارئٍ "، لیکن اس حدیث کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے:" كيف أقرأُ " اور بعض نے " مَاذَا أقرأُ" ؟

تفصیل کے لئے دیکھئے ازالۃ الریب (ص ۳۱)

اب دیکھئے دیوبندیوں کے "امام" سرفراز صفدر کے نزدیک کوئی روایت بھی مضطرب

نہیں بلکہ دونوں صحیح ہیں۔

چونکہ دیوبندی مناظر نے شرائطِ مناظرہ کی مخالفت کرتے ہوئے آخری ٹرم میں حدیثِ عبادہ رضی اللہ عنہ پر تبصرہ کیا، جبکہ شرائط میں لکھا گیا تھا کہ آخری ٹرم میں کوئی نئی بات پیش نہیں کی جائے گی، بلکہ پہلی باتوں کو دہرایا جائے گا، اس لئے ہم نے بھی الزامی طور پر اس کی آخری ٹرم پر تبصرہ کیا ہے۔

۷) اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق صاحب نے مصنف عبدالرزاق سے حدیث پیش کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی، صحابہ کرام نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پڑھتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام کے پیچھے سوائے سورۃ الفاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو۔

دیوبندی مناظر محمد آصف اس حدیث کو پورے مناظرے میں ضعیف ثابت نہ کر سکے۔

۸) اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق صاحب نے امام بخاری کی کتاب جزء القراءۃ سے عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده کی سند سے حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ کے علاوہ نہ پڑھا کرو۔

دیوبندی مناظر اس حدیث کو بھی پورے مناظرے میں ضعیف ثابت نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل اہلِ حدیث مناظر نے پیش کئے جو ہم نے اختصار کی وجہ سے بیان نہیں کئے۔ مناظرہ ٹھل میں دیوبندی مناظر محمد آصف نے تسلیم کر لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی اجازت دی تھی، لیکن یہ اجازت منسوخ ہے اور منسوخیت پر جو دلائل دیئے ان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

۱) دیوبندی مناظر محمد آصف نے قرآن مجید کی آیت: ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ پیش کر کے کہا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا: یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس کے جواب میں اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے کئی جوابات دیئے،

اُن میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ کتاب القراءۃ سے آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر پیش کی ہے، لیکن اسی کتاب القراءۃ میں لکھا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مقتدی کو سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور پھر کہا: اگر یہ حوالہ غلط ثابت کر دو تو ایک لاکھ روپیہ انعام۔ (حوالہ وڈیو میں دیکھئے کلپ نمبر ۳ وقت ۴۰:۳۲) نیز دیوبندی علماء کی کتابوں سے دکھایا کہ عید کی نماز میں بعد میں آنے والا مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں ایسے وقت بھی کہے گا جب امام قرآن پڑھ رہا ہوگا۔ اگر امام کے قرآن پڑھنے کی موجودگی میں تکبیریں کہہ کر زبان کو حرکت دی جا سکتی ہے تو سورۃ الفاتحہ کیوں نہیں پڑھی جا سکتی؟ اہلِ حدیث مناظر نے دیوبندیوں کی کتاب تجلیاتِ صفدر (۵۲/۵) سے ثابت کیا کہ صحابی اپنی روایت کے خلاف عمل نہیں کر سکتا اور یہ اصول بھی خود دیوبندیوں کا ہے۔

۲) محمد آصف دیوبندی نے ایک حدیث ''وَ اِذَا قَرَأَ فَانْصِتُوْا'' تقریباً ۱۳ مرتبہ پیش کی، اس کے جواب میں اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق نے کہا کہ ''انصات'' یعنی خاموش رہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ سورۃ الفاتحہ نہ پڑھو، کیونکہ نبی ﷺ خاموش رہ کر ''اللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِيْ ... إلخ'' دعا پڑھتے تھے تو ہم خاموش رہ کر سورۃ الفاتحہ کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ نیز یہ بھی بتایا کہ خاموش رہنے کا مطلب صرف نہ پڑھنا ہی نہیں ہوتا، کیونکہ نبی ﷺ نے مقتدی کو نمازِ جمعہ میں ساری نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور دیوبندیوں کی کتاب ''اختلاف امت اور صراطِ مستقیم'' سے ایک حدیث پیش کی کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

ترجمہ: ''پھر مسجد کی طرف نکلا پس نماز پڑھتا رہا جس قدر جی چاہا، اور کسی کو ایذا نہیں دی اور پھر نماز جمعہ ختم ہونے تک خاموش رہا۔'' (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۲۴۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقتدی نے خاموش رہ کر پوری نماز پڑھ لی۔ مقتدی اگر خاموش رہ کر ساری نماز پڑھ سکتا ہے تو سورۃ الفاتحہ کیوں نہیں پڑھ سکتا؟؟؟

دوسرا جواب: اس حدیث کا یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور

اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے حدیث کی کئی کتابوں اور دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر کی کتاب احسن الکلام (۱/۳۱۴ دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸) سے دکھایا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تابعین کو امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور دیوبندیوں کے ''مولانا'' امین اوکاڑوی کی کتاب تجلیات صفدر (۵/۵۲) سے دکھایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے کچھ سنیں اور پھر فتویٰ آپ ﷺ کے خلاف دیں۔

نیز حافظ محمد عمر صدیق صاحب نے ثابت کیا کہ حدیث ﴿وَ اِذَا قَرَأَ فَانْصِتُوْا﴾ یعنی ''جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو۔'' کا مطلب محمد آصف دیوبندی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لیا ہے۔

اس کا جواب پورے مناظرے میں دیوبندی مناظر نے نہیں دیا۔

۳) محمد آصف دیوبندی نے تقریباً دس مرتبہ حدیث ''من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة'' یعنی امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے، پیش کی اور اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے کہا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، جو دیوبندیوں کے نزدیک بڑے معتبر ہیں، متساہل نہیں ہیں۔ اُسی امام حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی تمام سندیں معلول (یعنی ضعیف) ہیں۔ نیز اہلِ حدیث مناظر نے یہ بھی بتایا کہ اس حدیث کے راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (جس دیوبندی کو شک ہو، وہ دیوبندیوں کی کتاب حدیث اور اہلِ حدیث ص ۳۱۷، اور تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۸۰ دیکھ لے۔)

٤) محمد آصف نے تقریباً ۱۲ مرتبہ حدیث ''مالي أنازع القرآن'' یعنی میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کون کرتا ہے، اس کے بعد لوگوں نے جہری نمازوں میں قراءت ترک کر دی، والی روایت پیش کی۔

اس کے جواب میں اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے اس حدیث ''فانتهى الناس عن القراءة'' یعنی لوگوں نے قراءت ترک کر دی، کا جواب یہ دیا کہ تمھارے علامہ شوق نیموی حنفی نے اپنی کتاب آثار السنن (ص ۱۱۲) پر لکھا ہے کہ اس بات پر محدثین کا

اجماع ہے کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث ہی نہیں۔

اس کا جواب دیوبندی مناظر محمد آصف نے پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

اور جن حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ ''میرے ساتھ قرآن میں کون جھگڑا کرتا ہے'' اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے حدیث کی کتاب سنن ابی داود سے دکھایا کہ نبی ﷺ نے مقتدی کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

اس کا جواب دیوبندی مناظر نے پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

۵) محمد آصف نے ایک مرتبہ یہ حدیث پیش کی کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رکوع میں شامل ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمھاری فقہ میں لکھا ہے کہ ''ایک آیت کی مقدار کے برابر قیام کرنا فرض ہے۔'' لیکن اس حدیث میں تو صحابی کے قیام کرنے کا بھی ذکر نہیں۔ عدم ذکر سے عدمِ شئے مستلزم نہیں۔ یعنی جس طرح اس حدیث میں قیام کرنے کا ذکر نہیں تو اس سے قیام کرنے کی نفی نہیں لی جائے گی، اسی طرح اگر سورۃ الفاتحہ کے بغیر پڑھی ہوئی رکعت دوبارہ پڑھنے کا ذکر نہیں تو سورۃ الفاتحہ کی نفی بھی مراد نہیں لی جاسکتی۔ نیز اس حدیث میں ہے کہ صحابی نماز میں چلا تھا اور حنفی فقہ کی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نماز میں چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تو تمھاری فقہ کے مطابق تو صحابی کی نماز باطل ہو گئی تھی۔ اس کا جواب پورے مناظرے میں محمد آصف دیوبندی نے نہیں دیا۔ اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق صاحب نے اس کا ایک جواب یہ بھی دیا کہ دیوبندیوں کے استدلال کے مطابق نبی ﷺ نے رکوع میں ملنے والے صحابی کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا رکوع میں ملنے سے، بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز ہو جاتی ہے۔ تو اسی طرح نماز میں باتوں کی ممانعت کے بعد نبی ﷺ نے نماز میں باتیں کرنے والے صحابی کو بھی نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۳۵) تو دیوبندیوں کے استدلال کے مطابق نماز میں باتیں کرنے والے کی نماز بھی ہو جانی چاہیے۔ اس بات کا جواب بھی دیوبندی مناظر محمد آصف نے پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

۶) محمد آصف دیوبندی نے تقریباً چھ (۶) مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث پیش کی کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نماز کے لئے ایسے وقت تشریف لائے جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت وہاں سے شروع کی جہاں سیدنا ابوبکر صدیق نے ختم کی تھی۔'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بن کر فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی۔ اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ تم نے مقتدی کی فاتحہ کی نفی کرنی تھی اور اب تم نے امام کی فاتحہ کی نفی شروع کر دی ہے۔ اہلِ حدیث مناظر عمر صدیق صاحب نے دیوبندیوں کی کتاب کا حوالہ دے کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تو ظہر کی نماز تھی۔ اس میں تو قراءت بلند آواز سے کی ہی نہیں جاتی۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کیسے پتہ چل گیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہاں تک قراءت کی تھی؟ اور اس حدیث کو بیان کرنے والے ابو اسحاق سبیعی کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا۔

یہ بات تمھاری کتاب تجلیات صفدر (۱۴۳/۳) میں لکھی ہوئی ہے۔

اس سے پہلے اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے اس حدیث کے راوی، صحابی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق دیوبندی مناظر محمد آصف کو بتایا تھا کہ کتاب القراءۃ میں لکھا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور حوالہ غلط ثابت کرنے پر دیوبندیوں کو ایک لاکھ روپے انعام کا چیلنج دیا تھا۔ جس کا انکار پورے مناظرے میں دیوبندی مناظر نے نہیں کیا۔ نیز اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے دیوبندیوں کی کتابوں سے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ دیوبندیوں کے اصولوں کے مطابق کوئی بھی صحابی اپنی حدیث کے خلاف فتویٰ نہیں دے سکتا۔

۷) محمد آصف نے ایک حدیث مصنف عبدالرزاق سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی سند سے پیش کی کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفاء راشدین نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کیا ہے۔'' اس کے جواب میں اہلِ حدیث مناظر نے دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر کی کتاب تفریح الخواطر (ص ۳۶) سے دکھایا کہ اس راوی کے ضعیف ہونے پر محدثین کا

اتفاق (واجماع) ہے۔اور تمھارے ''علامہ'' شوق حنفی نیموی نے آثار السنن (ص ۱۵۷، تحت حدیث ۵۸٦) پر اس راوی کو ضعیف لکھا ہے۔ اس کا جواب دیوبندی مناظر نے پورے مناظرے میں نہیں دیا۔ اور اہلِ حدیث مناظر نے ثابت کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تابعی نے امام کے پیچھے پڑھنے کا پوچھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ پڑھا کرو۔ تو دیوبندی مناظر محمد آصف پورے مناظرے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کو ضعیف ثابت نہیں کر سکا اور اہلِ حدیث مناظر نے ثابت کیا کہ دیوبندی علماء اشرفعلی تھانوی اور عبدالحئ حنفی نے اعتراف کیا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کی کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ (عبدالحئ کے قول کے لئے دیکھئے التعلیق الممجد ص ۱۰۱، دوسرا نسخہ ج ا ص ۴۲۷، اور تھانوی کے قول کے لئے دیکھئے تقریر ترمذی ص ٦٨)

نظام الدین اولیاء اور مخدوم شہاب الدین جو دونوں حنفیوں کے نزدیک بزرگ مانے جاتے ہیں، وہ بھی امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔ ان باتوں کا جواب بھی دیوبندی مناظر محمد آصف پورے مناظرے میں نہ دے سکے۔ اہلِ حدیث مناظر نے ثابت کیا کہ امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستذکار'' میں علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے کی نماز مکمل ہے۔ اس اجماع کا بھی کوئی جواب پورے مناظرے میں دیوبندی مناظر محمد آصف نے نہیں دیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ

اور آخر میں دیوبندی مناظر نے بوکھلا کر اہلِ حدیث کے متعلق کہا کہ یہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر تبرا کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

اس کے جواب میں اہلِ حدیث مناظر محمد عمر صدیق صاحب نے دیوبندیوں کی کتاب تقاریر شیخ الہند (ص ۱۳۳) سے حوالہ دیا کہ ''حنفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ کو سکنیٰ اس لئے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں'' (نعوذ باللہ)

اس گستاخی کا جواب بھی دیوبندی مناظر نے پورے مناظرے میں نہیں دیا۔

[ختم شد]

اہلِ حدیث کی صداقت اور رضوان عزیز کی حماقت

قارئین کرام! حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے قادیانی (مرزائیوں) اور مسعودی فرقہ والوں کی مماثلت ثابت کرنے کے لئے بعض مثالیں بیان کی تھیں۔ (دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۷۹ ص ۴۲)

جس کے بعد ایک دیوبندی رضوان عزیز نے الیاس گھمن دیوبندی کے قافلۂ باطل میں ایک مضمون لکھا۔ (دیکھئے قافلۂ باطل جلد ۵ شمارہ ۱ ص ۹)

جس میں بزعمِ خود اہلِ حدیث کی مذکورہ جماعتوں سے مماثلت ثابت کرنے کے بعد، لکھا ہے: ''تا کہ عامۃ المسلمین ان فرق ہائے ضالہ قادیانیہ، مسعودیہ اور غیر مقلدیہ سے دور رہیں۔'' (قافلۂ باطل جلد ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۸)

قارئین کرام! اس دیوبندی نے اپنی تحریروں میں اہلِ حدیث کے خلاف انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثال کے طور پر:

۱: ''افغان بھگوڑا'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۵، قافلۂ باطل ج ۵ شمارہ: ۱ ص ۹)

۲: ''اب اپنا تھوکا کیوں چاٹ رہے ہو؟؟؟'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

۳: ''بھگوڑوں'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

۴: ''ان کا ناپاک وجود'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۳۹)

۵: ''تو ان فنکاروں نے نیا ٹوپی ڈرامہ کیا'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۴۰)

۶: ''کرائے کے ٹٹو'' (ایضاً)

۷: ''برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرانے لگے'' (ایضاً)

۸: ''غیر مقلد زنبوری طنبوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۰)

۹: ''میراثی'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۳)

۱۰: ''عبداللہ پاگل پوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۲)

۱۱: ''تمہارا اگرو گھنٹال عبداللہ بہاولپوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۶)

۱۲: ''آپ کی کمپنی تو پوری ہوگئی ہے جوتے کھانے سے'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

رضوان عزیز دیوبندی کی مذکورہ باتوں کا جواب تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے علانیہ کہا تھا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ'' یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچاوے۔'' (فتوحات نعمانیہ ص ۸۵۸)

اب اہلِ حدیث کی صداقت اور رضوان عزیز کی حماقت کے لئے چند حوالے پیش خدمت ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''جواب۔ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعۃ سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔دہلی۔''

(کفایت المفتی ۱/۳۲۵ جواب نمبر: ۳۷۰)

''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی نے مزید لکھا ہے:

''غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔'' (کفایت المفتی ۱/۳۲۷ جواب نمبر: ۳۷۳)

اب آلِ دیوبند بتائیں کہ ''مفتی'' مذکور کے فتوے قادیانیوں کے متعلق بھی یہی ہیں؟ یا پھر اہلِ حدیث کی قادیانیوں سے مماثلت ثابت کرنا رضوان عزیز کی حماقت ہے؟

۲: آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عزیز الرحمٰن دیوبندی ''مفتی اول دار العلوم'' دیوبند نے لکھا ہے: ''جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ ہے جیسے مرزائی اور شیعہ غالی اُن سے مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح حرام ہے نکاح نہ ہوگا اور جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ نہیں ہے جیسے غیر مقلد اور نجدی ان سے نکاح سنیہ عورت کا صحیح ہے۔فقط''

(فتاوی دارالعلوم دیوبند مدلل و مکمل، کتاب النکاح، جلد ہشتم ص ۱۸۷، دوسرا نسخہ ص ۱۹۷)

۳: آل دیوبند کے ''شیخ التفسیر، امام الاولیاء'' احمد علی لاہوری دیوبندی نے فرمایا ہے:

''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔'' (ملفوظات طیبات ص ۱۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۶)

۴: آل دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''تقریباً دوسری تیسری صدی میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث۔ اس زمانے سے لیکر آج تک انھی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھتا جاتا رہا۔''

(احسن الفتاویٰ ۱/۳۱۶ مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰)

۵: آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کے حق میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ گو آپ صاحب کیسی ہی بدزبانی سے پیش آویں مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کلمات مُوہم تکفیر و تفسیق ہرگز آپ کی شان میں نہ کہیں گے بلکہ الٹا آپ کے اسلام ہی کا اظہار کریں گے ولنعم ما قیل'' (احسن الکلام ۲/۱۵۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۹)

۶: آلِ دیوبند کے نزدیک اکابر میں سے اور تفسیر حقانی کے مولف عبدالحق دہلوی صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) نے لکھا ہے: ''اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں'' (حقانی عقائد الاسلام ص ۳)

تنبیہ: یہ کتاب ''حقانی عقائد الاسلام'' محمد قاسم نانوتوی، بانی مدرسۂ دیوبند کی پسند فرمودہ ہے۔ (دیکھئے حقانی عقائد الاسلام ص ۲۶۴)

۷: الیاس گھمن دیوبندی کے رسالہ قافلۂ حق کے ایک مضمون نگار محمد اشراف دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہلحدیث بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔'' (قافلہ حق جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ا ص ۴۱)

۸: امین اوکاڑوی دیوبندی کے والد ولی محمد کہ جن کے متعلق اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''والد صاحب پابند صوم وصلاۃ، تہجد گزار اور عابد آدمی تھے۔'' (تجلیات صفدر ۱/۸۵)

امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مقلد باور کرانے کی کوشش کی اور اپنے والد کے بارے میں لکھا: ''روزانہ سے جھگڑا ہوتا کہ نہ تمہاری نماز ہے نہ تمہارا دین ہے اور نہ تمہاری تہجد مقبول ہے اور نہ کوئی اور عبادت۔ والد صاحب فرماتے لڑا نہیں کرتے، تیری نماز بھی ہو جاتی ہے اور ہماری بھی۔'' (تجلیات صفدر ۱/۸۵)

ہماری معلومات کے مطابق اوکاڑوی کے دیوبندی والد کا اس قول سے رجوع ثابت نہیں۔ اوکاڑوی کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کے والد کے نزدیک اہلِ حدیث کی نماز ہو جاتی ہے۔ عرض ہے کہ کیا رضوان عزیز کے نزدیک قادیانیوں کی نماز بھی ہو جاتی ہے؟

۹: آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم پاکستان'' محمد شفیع دیوبندی نے اکٹھی تین طلاق دینے والے ایک شخص کو رجوع کرنے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا: ''مسلمانوں کے ایک مسلک موسومہ بہ اہل حدیث کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوئی، رجوع کر لیا جائے۔''

(ماہنامہ الشریعہ جولائی ۲۰۱۰ء۔ جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۷ ص ۱۴)

۱۰: آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام اور مفتی'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

''مثلاً مشہور اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے...''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۶)

۱۱: ایک اہلِ حدیث عالم فوت ہوئے، اُن کی نماز جنازہ اہلِ حدیث عالم نے پڑھائی اور اس کے پیچھے ایک ''حنفی'' عالم نے نماز جنازہ پڑھی تو آلِ دیوبند سے پوچھا گیا: ''اس حنفی پر کچھ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟'' دیوبندی ''مفتی'' نے جواب دیا: ''یہ فعل ...قابلِ مواخذہ نہیں ہے...تو اس میں اس نماز پڑھنے والے حنفی پر طعن تشنیع بے جا ہے اور ناجائز ہے اور اُس کی تفسیق و تضلیل ناروا ہے۔''

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۳۲۸ جواب سوال نمبر ۵۲۸، دوسرا نسخہ ۱/۳۳۲)

کیا رضوان عزیز دیوبندی اپنے الفاظ کے اندھیرے میں مرزا طاہر و مرزا ناصر و غیرہما

قادیانیوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں؟!

۱۲: آلِ دیوبند کے امام عبدالشکور فاروقی لکھنوی کے نزدیک ایسا امام جس کا مسلک شافعی ہو یا غیر مقلد ہو اور اس ''امام کے کپڑوں میں ایک درم سے زیادہ منی لگی ہو'' تو ''مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہت درست ہے خواہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔''
(علم الفقہ ص ۲۳۰۔۲۳۱، باب جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں)

اب آلِ دیوبند ہی ازراہِ انصاف غور کریں کہ مذکورہ دیوبندیوں کے فتوے یا عبارتیں قادیانیوں کے متعلق بھی یہی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر رضوان عزیز دیوبندی کا اہلِ حدیث کی قادیانیوں کے ساتھ مماثلت ثابت کرنا یقیناً حماقت ہے۔

سرفراز صفدر دیوبندی کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحبؒ اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ کے جنازہ میں نصف کے قریب قریب حنفی حضرات شریک تھے اور...'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۹۰)

سید امین گیلانی دیوبندی نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اہلِ حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے درمیان ہونے والا ایک مکالمہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''رسمی خیریت کے بعد مولانا نے فرمایا شاہ جی یہ تو بتائیں کہ میں نے ہمیشہ قادیانیوں کے خلاف کام کیا۔ تحریریں لکھیں مناظرے کیے مقابلہ کیا۔ ساری زندگی اسی کام میں لگا رہا آپ نے مجھے قادیان کانفرس میں کیوں نہ بلایا۔ مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے آپ نے میری خدمات کا لحاظ نہ کیا اور اس قدر بے توجہی برتی۔ بات بڑی معقول تھی میں نے بھی دل میں مولانا کو اس سوال پر برسرِ حق سمجھا اور خیال کیا دیکھیں شاہ جی کیا وجہ پیش کرتے ہیں۔ مگر شاہ جی کا یہ حال تھا کہ دستی رومال جو ان کے ہاتھ میں تھا اسے دونوں ہاتھوں سے مسلتے رہے اور گردن جھکا کر یہی کہتے رہے حضرت اس بے توجہی پر بہت شرمندہ ہوں بس کچھ صورت حال ہی ایسی تھی کہ میں معافی کا خواستگار ہوں اور پوری جماعت کی طرف سے اس کوتاہی پر معافی چاہتا ہوں آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ اس غلطی کو نظر انداز فرمائیں آپکی اس سلسلہ

میں خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں بس بھول ہوگئی حضرت معاف فرمائیں اس بار بار معافی کی التجا پر حضرت مولانا کے چہرہ پر جو کبیدگی کی سلوٹیں تھیں کھلتی گئی اور آخر چہرہ پر طمانیت وسکون پھر انبساط کی لہر دوڑ گئی۔شاہ جی نے رخصت چاہی دونوں بزرگ کشادہ پیشانی سے بغلگیر ہوئے اور شاہ جی واپس ہوئے۔''

(بخاری کی باتیں، تالیف سید امین گیلانی ص ۱۳۱-۱۳۲)

مسئلہ رفع یدین اور طاق رکعات کے بعد بیٹھنے کے متعلق آلِ دیوبند کی دوغلی پالیسی

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابی ہیں اور اہل سنت کہلانے والے تمام فرقوں کا ان کے صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

انھوں نے نبی ﷺ کا نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت، اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا بیان کیا ہے اور سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی طرح تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲، درسی نسخہ، صحیح بخاری مترجم ظہور الباری ۱/۳۷۴)

آلِ دیوبند رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور اس رفع یدین کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ رفع یدین نبی ﷺ نے ابتدائی دور میں کیا تھا، چنانچہ آلِ دیوبند کے "شیخ" الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے: "رفع یدین کرنے کی روایات ابتدائی دور سے متعلق ہیں پھر ان سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔" (نماز پیمبر ﷺ ص ۱۷۴)

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا طاق رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا بھی بیان کیا ہے۔

اور سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی اپنی بیان کردہ اسی حدیث کے مطابق تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری ۱/۱۱۳ درسی نسخہ، صحیح بخاری مترجم ظہور الباری دیوبندی ۱/۴۱۰، اور خزائن السنن ۲/۱۱۴)

اور آلِ دیوبند طاق رکعت کے بعد بیٹھتے بھی نہیں اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ فعل نبی ﷺ نے اپنی آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے کیا تھا، چنانچہ آلِ دیوبند کے "شیخ" الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے: "چونکہ آخری عمر میں جلسۂ استراحت کرنا ایک ذاتی کیفیت بڑھاپے کی وجہ سے تھا" (نماز پیمبر ﷺ ص ۱۹۴)

آلِ دیوبند کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ صرف بیس روز

نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہیں، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے کہا:

''مالک بن حویرثؓ کل بیس روز تک نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں رہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۸)'' (خزائن السنن ص ۳۵۸)

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے متعلق امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''بلکہ صحیح بخاری ص ۸۸، ص ۹۵، ج ۱ پر صراحت ہے کہ وہ صرف بیس رات آنحضرت ﷺ کے پاس رہے۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۷۵)

آلِ دیوبند کے مناظر اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت مالک بن حویرثؓ وہ صحابی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے پاس کل بیس دن ٹھہرے۔ بیس دن کے بعد وطن واپس گئے اور پھر دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملا۔'' (تحفہ اہل حدیث ص ۱۰۶ حصہ دوم)

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کل بیس روز نبی کریم ﷺ کے پاس رہے ہیں اور انھی بیس دنوں میں انھوں نے نبی ﷺ کو رفع یدین اور جلسہ استراحت کرتے ہوئے دیکھا۔ آلِ دیوبند ایک عمل کو ابتدائی دور کا عمل اور دوسرے عمل کو آخری دور کا عمل کہتے ہیں۔ کیا صرف بیس دنوں میں یہ ممکن ہے؟ کیا نبی ﷺ کی نبوت کا دور صرف بیس دنوں پر مشتمل ہے۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو آلِ دیوبند کو چاہیے کہ پیارے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر غور کر لیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری مترجم ۳/ ۴۳۰ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

آلِ دیوبند اپنے خودساختہ اصولوں کی زد میں!

آلِ دیوبند اپنے مفاد کی خاطر وقتاً فوقتاً خودساختہ اصول بناتے رہتے ہیں لیکن یہ حضرات ایک اصول وضع کر کے ابھی بغلیں بجا رہے ہوتے ہیں کہ یہی اصول دوسری جگہ انھیں منہ چھپانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ زیرِ نظر سطور میں آلِ دیوبند کے کچھ ایسے ہی خودساختہ اصولوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انھوں نے اپنے تئیں اپنے دفاع میں وضع کئے تھے لیکن وہ آلِ دیوبند کی اپنی حقیقت لوگوں کے سامنے واضح کر رہے ہیں۔ مثلاً:

۱) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کے بقول: صحیح بخاری میں چار مقامات پر رفع یدین کی حدیث نقل کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا تھا: ''رواہ حماد بن سلمۃ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ ورواہ ابن طھمان عن ایوب و موسٰی بن عقبۃ مختصرا (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲)'' (تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۴۲۲۔۴۲۳)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے بقول بعض علماءِ اہل حدیث پیر سید بدیع الدین راشدی وغیرہ نے صحیح بخاری کی کتاب الصلاۃ شائع کی تو ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے علمائے اہل حدیث کے خلاف جلی حروف میں لکھا: ''ایک تازہ تحریف'' (تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۴۲۲)

پھر ان الفاظ پر غلط سلط تبصرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''امام کے آخری فیصلہ کا یہی مقصد تھا جو نام نہاد اہل حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے خط کشیدہ عبارت کو عربی متن سے ہی حذف کر دیا (دیکھو کتاب الصلوۃ ص ۲۹۵ حدیث نمبر ۷۰۰)'' (تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۴۲۳)

دوسری طرف خود دیوبندیوں نے ظہور الباری اعظمی فاضل دارالعلوم دیوبند کے ترجمہ اور ماسٹر امین اوکاڑوی کے حاشیہ کے ساتھ جب صحیح بخاری کو شائع کیا تو انھوں نے بھی ان مذکورہ الفاظ کو حذف کر دیا دیکھئے تفہیم البخاری (جلد ۱ ص ۳۷۶ حدیث نمبر ۷۰۲)

اب دیوبندی بتائیں! کہ دیوبندیوں نے تحریف کی ہے یا ماسٹر امین اوکاڑی تحریف کا الزام

لگانے میں جھوٹا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے مسلّم ''امام'' سرفراز خان صفدر گکھڑوی مشہور اہلِ حدیث عالم علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا ایک اعتراض نقل کرتے ہیں: ''اعتراض: مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں (ا) حماد بن سلمہؒ کا آخر عمر میں حافظہ کچھ خراب ہو گیا تھا۔''

(احسن الکلام ج ا ص ۳۰۹، دوسرا نسخہ ا/۳۸۱)

اہلِ حدیث عالم کے اس اعتراض کا جواب سرفراز صاحب یوں دینے کی کوشش کرتے ہیں:

''جواب: یہ اعتراض بھی باطل ہے (ا) تغیر یسیر کا محقق حکم پہلے لکھا جا چکا ہے اور حماد بن سلمہؒ کا ترجمہ بھی نقل کیا جا چکا ہے۔ کہ امام احمدؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص حمادؒ بن سلمہؒ پر اعتراض کرنا چاہتا ہے۔ تو اسکو اس کے اسلام میں متہم سمجھو۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ **فاتهمه على الاسلام...**'' (احسن الکلام ج ا ص ۳۱۰، دوسرا نسخہ ص ۳۸۱۔۳۸۲)

حماد بن سلمہ کے متعلق دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں: ''علامہ ذہبیؒ ان کو الامام، الحافظ، المحدث اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں (تذکرہ ج ا ص ۱۸۹) آخر میں ان کے حافظہ میں معمولی فتور آ گیا تھا (تقریب ص ۱۰۱) لیکن اس سے ان کی حدیث اور روایت پر مطلقاً اثر نہیں پڑتا اس کی مزید تحقیق اپنے مقام پر آئے گی، امام احمدؒ فرماتے ہیں جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ حماد بن سلمہؒ کے حق میں کچھ کہتا ہو تو اس کو منافق سمجھنا (فاتہمہ علی الاسلام) (تذکرہ جلد ا ص ۱۹۰)''

(احسن الکلام ج ا ص ۱۰۸ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ا/۱۳۹)

لیکن سرفراز خان صفدر کے اپنے چہیتے اور پسندیدہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس اصول کی ڈٹ کر مخالفت کی ہے چنانچہ رفع یدین کی ایک صحیح حدیث کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں رفع یدین کا اضافہ صرف اور صرف حماد بن سلمہ نے کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ تھے، مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا (تقریب ص ۸۲) اور کوئی ان کا متابع موجود نہیں۔ پس یہ روایت موقوفاً بھی صحیح نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۸۴)

اب دیوبندی ہی بتائیں! کہ ان کے ''امام'' کے اصول کے مطابق ماسٹر اوکاڑوی کو

منافق سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ یاد رہے کہ حماد بن سلمہ پر اوکاڑوی والا اعتراض دیوبندیوں کے ''معروف عالم'' حبیب اللہ ڈیروی نے بھی کیا ہے۔ (دیکھئے اظہار التحسین ص ۱۶۵)

۳) محمد محمود عالم صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''فائدہ: اس تعریف کے اعتبار سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اقوال وفتاوی حدیث کے حکم میں ہوں گے۔ امام اعظمؒ کے اقوال کا منکر منکر حدیث ہوگا۔'' (قافلۂ حق ج ۱ شمارہ ۲ ص ۱۸۔ ۲۰۰۷ء)

اس اصول کے اعتبار سے اہلِ اسلام میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو منکرِ حدیث ہونے سے بچا ہو، اختصار کے پیشِ نظر صرف امام ابوحنیفہ کے ایک شاگرد اور اس کے مؤید زکریا تبلیغی جماعت والے کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔ چنانچہ جناب زکریا دیوبندی تبلیغی اعتکاف کے متعلق لکھتے ہیں: ''البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں۔ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے''

(فضائل اعمال ص ۶۸۵، فضائل رمضان فصلِ ثالث، تبلیغی نصاب ص ۶۱ ۴، فضائلِ رمضان ص ۵۳)

اب دیوبندی ہی بتائیں! کہ امام ابوحنیفہ کا قول رد کر کے محمد بن حسن شیبانی اور زکریا صاحب دونوں منکر حدیث ہیں یا.....؟

۴) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی اپنی تائید میں طحاوی حنفی سے نقل کرتے ہیں کہ ''سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن ظن رکھتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیں، اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۳)'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر نے کہا:

''اگر ان کے پاس سات مرتبہ کی نسخ یا عدم وجوب کا علم نہ ہوتا تو اپنی روایت کے خلاف کرنا ان کی عدالت اور عدالت پر اثر انداز ہوتا ہے اور....'' (خزائن السنن ۱/ ۱۹۱، ۱۹۲)

لیکن اوکاڑوی کے مربی و محسن اور دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے

دوسری جگہ اپنے اس اصول اور اوکاڑی اصول کی ڈٹ کر مخالفت کی اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت بھی ساقط کردی (نعوذ باللہ) چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ”ہاں جہری نمازوں میں عدم جواز قرأۃ خلف الامام کی ایک دلیل یہ روایت بھی ہے باقی سری نمازوں کے لئے قرآن کریم کی آیت۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث واذا قرأ فانصتوا پہلے بیان ہو چکی ہے۔“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۴۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۸۸)

اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ سرفراز خان صفدر کے نزدیک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث و اذا قرأ فانصتوا بیان کی ہے اور اس سے مراد سری نمازوں میں قراءت کی ممانعت ہے۔ سرفراز صاحب نے اپنی اسی کتاب احسن الکلام میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دو آثار نقل کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سری نمازوں میں قراءت کے قائل و فاعل تھے۔ چنانچہ ایک اثر کے متعلق لکھتے ہیں: ”اصول حدیث اور محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حدیث حسن، جید قوی اور صحیح ہے۔“

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۴ حاشیہ، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ ”صرف ظہر و عصر کی سری نمازوں میں وہ امام کے پیچھے قرأت کے قائل اور اس پر عامل تھے۔ اور وہ دونوں پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ وشیٔ من القرآن کی قرأت کے بھی قائل تھے“

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ترکِ قراءۃ خلف الامام کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا جہاں اور کئی علتیں بیان کیں وہاں ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ یہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے خلاف ہے تو سرفراز خان صفدر نے اس کا جواب یوں دیا:

”جواب: یہ اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ اولا اس لئے کہ مرفوع حدیث کو موقوف اثر کے تابع بنا کر مطلب لینا خلاف اصول ہے وثانیا اس کی بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ کہ اعتبار راوی کی مرفوع حدیث کا ہوتا ہے۔ اس کی اپنی ذاتی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا۔“

(احسن الکلام ج ۱ ص ۲۴۰، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۹۸)

دیوبندی بتائیں! کہ اوکاڑوی اور سرفراز دونوں کے ذکر کردہ اصول کے مطابق خود سرفراز خان صفدر نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت ساقط کی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس نے نہ صرف اوکاڑوی کے اصول کی مخالفت کی بلکہ اوکاڑوی کے اصول کے خلاف اصول بھی لکھا ہے۔

۵) ماسٹر امین اوکاڑوی کے بقول کسی اہل حدیث عالم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ (رضی) کی علامت نہیں لکھی تو ماسٹر امین نے اہل حدیث عالم کے خلاف لکھا:

''ہائے بغض صحابہ۔'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۴۴۹)

اگر سہواً یا نادانستہ رضی اللہ عنہ نہ لکھنا بغض ہوتا ہے تو یہ بغضِ صحابہ دیوبندیوں کے ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی کی کتاب ایضاح الادلہ (مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند ص ۱۷) میں بھی موجود ہے بلکہ خود ماسٹر امین نے تجلیات صفدر (۲/ ۵۸۲) پر اس بغض کا مظاہرہ کیا ہے کہ وہاں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ (رضی) کی علامت نہیں لکھی۔ (سطر نمبر ۱۸)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ان کے شیخ الہند اور ماسٹر امین دونوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بغض رکھتے تھے یا ماسٹر امین اوکاڑوی ایسے حوالے پر بغض کا الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔

۶) ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''تمام اہلِ سنت اجماعِ امت کو دلیل شرعی مانتے آئے ہیں اجماع امت کا مخالف بنصِ کتاب وسنت دوزخی ہے'' (تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۲۸۷)

اور ایک دوسری جگہ اہل حدیث کے خلاف جلی حروف میں لکھا:

''مخالفت اجماع کی تیسری مثال'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۶۱۸)

اس تیسری مثال میں آیت ''واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''ناظرین با تمکین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے، تابعینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا شان نزول نماز ہے، تبع تابعینؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اس پر سلف وخلف کا اجماع نقل فرماتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعین کے اقوال وروایات کو

نظر انداز کر کے ان سب سے منہ موڑ کر چھٹی صدی ہجری کے ایک مفسر امام رازیؒ کے مرجوح قول کو سینے سے لگاتے اور گلے کا ہار بناتے ہیں۔ امام رازی کا قول مرجوح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کو کفار و مشرکین کے بارے میں نازل قرار دینا تفسیر بالرائی اور بدعت سیئہ ہے بلکہ اس آیت مقدسہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے...'' (تجلیات صفدر جلد۳ ص ۶۱۹)

لیکن دیوبندیوں کے ''حکیم الامت'' اشرفعلی تھانوی نے کہا ہے کہ ''میرے نزدیک: اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قراءت فی الصلاۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔'' (الکلام الحسن جلد۲ ص ۲۱۲) اور اشرفعلی تھانوی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''حکم کے مخاطب ظاہر ہے کفار و منکرین ہیں، اور مقصود اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بہ غرض تبلیغ پڑھ کر تم کو سنایا جائے تو اسے توجہ و خاموشی کے ساتھ سنو، تا کہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمھاری سمجھ میں آ جائیں اور تم ایمان لا کر مستحق رحمت ہو جاؤ۔'' (تفسیر ماجدی ص ۳۷۳، دوسرا نسخہ ج۲ ص ۲۶۳)

اب دیوبندی بتائیں! کہ اشرفعلی تھانوی اور عبدالماجد دریا آبادی بدعتی ہیں جو بقولِ اوکاڑوی اجماع کی مخالفت کر کے دوزخی ہوئے ہیں اور انھوں نے آیت مقدسہ کی حقیقت کا انکار کیا ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

تنبیہ: وإذا قرئ القرآن کے بارے میں اوکاڑوی کا دعویٰ اجماع باطل ہے۔ وہ کیسا اجماع ہے جس سے بہت سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ مسلمین مثلاً امام شافعی وغیرہ خارج ہیں؟ تفصیل کے لئے دیکھئے الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہر یہ

۷) ماسٹر امین اوکاڑوی نے غیر مقلد کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ جاہل ہی پیدا ہوتا ہے، جاہل ہی رہتا ہے اور جاہل ہی مرتا ہے۔ وہ ساری عمر کتاب اللہ سے بھی جاہل رہتا ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی۔ اور کتاب و سنت کا علم تو اسے کیا ہوتا۔ اس کو اپنے بارہ میں

بھی علم نہیں ہوتا کہ میں جاہل ہوں۔'' (تجلیات صفدر جلد۴ ص ۲۴۲)

ایک اور جگہ لکھا: ''اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے'' (تجلیات صفدر جلد۴ ص ۳۰۰)

دوسری طرف اشرفعلی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں: ''کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا غیر مقلّد ہونا یقینی ہے۔'' (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات تھانوی ۲۴/۳۳۲)

ائمۂ اربعہ کے بارے میں تھانوی سے پہلے طحطاوی (حنفی) لکھتے ہیں: ''وھم غیر مقلدین''

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۵۱)

اب دیوبندی ہی بتائیں! کہ ماسٹر اوکاڑوی کے مذکورہ فتوے کو وہ امام ابوحنیفہ پر چسپاں کریں گے یا اوکاڑوی کو فتوے لگانے کی وجہ سے جھوٹا کہیں گے یا پھر ان حنفی کہلانے والوں کو کذابین میں شامل کریں گے جنھوں نے امام ابوحنیفہ کو غیر مقلد کہا ہے۔

لطیفہ: ماسٹر اوکاڑوی کے پیشوا اور دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر لکھتے ہیں:

''اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے جو احکام اور دلائل سے ناواقف ہے یا...'' (الکلام المفید ص ۲۳۴)

۸) ماسٹر امین اوکاڑوی کے بھتیجے محمد محمود عالم صفدر دیوبندی نے اہل حدیث کے خلاف ''اصول حدیث'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اُس نے امام ابوحنیفہ کو تابعی سمجھ لیا اور تابعی کے قول کو حدیث سمجھ لیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے: ''فائدہ:۔ اس تعریف کے اعتبار سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اقوال وفتاوی حدیث کے حکم میں ہوں گے امام اعظمؒ کے اقوال کا منکر منکر حدیث ہوگا'' (قافلہ حق جلد ۱ شمارہ نمبر ۲ ص ۱۸)

عرض ہے کہ اگر تابعی کا قول وفتویٰ حدیث کے حکم میں ہے اور اس کا منکر منکر حدیث ہے تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے تابعی کے قول کو حجت تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔'' (تجلیات صفدر جلد۵ ص ۱۱۳)

اب دیوبندی بتائیں! کہ محمود عالم صفدر کے اصول کے مطابق ان کے چچا اور پیشوا ماسٹر امین اوکاڑوی منکر حدیث ہیں یا محمود عالم بذاتِ خود اہل حدیث پر الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔

۹) ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں کہ ''اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے''

نیز لکھتے ہیں: ''اور غیر مقلد پر تعزیز واجب ہے'' (تجلیات صفدر جلد۴ ص ۳۰۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''مسائلِ منصوصہ غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے، نہ تقلید کی، مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا منصوص بھی ہے...'' (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۹۱)

مسائل منصوصہ متعارضہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''مسائل منصوصہ متعارضہ ہوتے ہیں جن میں واضح حکم شرعی قرآن وحدیث میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اجتہاد اور تقلید کی ضرورت پڑتی ہے، مثلاً بعض احادیث میں رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، بعض میں نہ کرنے کا۔'' (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۹۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق جن مسائل میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سب سے پہلی مثال ماسٹر امین نے ترک رفع یدین کی دی ہے لیکن اوکاڑوی کے پیشوا اور دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں کہ ''اولا اس لیے کہ مسئلہ ترکِ رفع یدین میں احناف تقلید نہیں کرتے بلکہ اس میں احادیث صحیحہ اور صریحہ کی پیروی کرتے ہیں...'' (الکلام المفید ص ۲۱۲) اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین نے جس مسئلہ میں سب سے پہلے تقلید پر زور دیا دیوبندیوں کے ''امام وپیشوا'' نے اسی مسئلہ میں تقلید کا انکار کر دیا ہے۔ کیا سرفراز صاحب پر تعزیز واجب ہے یا اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۱۰) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی، فاتحِ قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (اہل حدیث) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''قرآن پاک پر جھوٹ بولنے کے بعد بخاری، مسلم پر بھی جھوٹ بول دیا اور لکھا کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۴۳، فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۹۱)...''

(تجلیات صفدر جلد۲ ص ۲۳۴)

یاد رہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بخاری ومسلم کے ساتھ ان کی شروح بھی کہا ہے اور شروح میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات صراحتاً مذکور ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نے قاری چمن محمد دیوبندی کے ساتھ مناظرہ میں یہ ثابت کیا تھا کہ بخاری کی حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے۔لیکن اگر اوکاڑوی کے نزدیک یہ حوالہ غلط ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے تو اس طرح کے جھوٹ اوکاڑوی اور اس کے پیشواؤں بلکہ دیگر دیوبندیوں نے بھی بول رکھے ہیں مثلاً:

① ماسٹر امین اوکاڑوی خود لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا۔حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔'' (تجلیات صفدر جلد ۴ ص ۲۴۷) تو کیا ابن ترکمانی حنفی کو بھی جھوٹا کہا جائے گا؟

② ماسٹر اوکاڑوی کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام (حنفی) نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ نماز جنازہ کے وقت امام میت کے سامنے کہاں کھڑا ہو؟ یہ لکھا ہے کہ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۳۰، دوسرا نسخہ ص ۸۹)

حالانکہ یہ حوالہ بھی بالکل غلط ہے اور ماسٹر امین کے اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

نوٹ: ہم نے ایسی بہت سی مثالیں جمع کر دی ہیں جن میں دیوبندی مولویوں اور ان کے پیشواؤں نے غلط حوالے دے رکھے ہیں تو کیا دیوبندی ان لوگوں کو جھوٹا کہنے کیلئے تیار ہیں؟ (دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۲۷۲)

۱۱) ابو بلال اسماعیل جھنگوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''حکیم صادق صاحب کے جھوٹ ملاحظہ ہوں۔ یہ ہے صلاۃ الرسول۔ (۱) ص ۱۳۱۔ پر اذان لکھ کر بخاری و مسلم کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ روایت بخاری میں نہیں یہ بخاریؒ پر تہمت ہے'' (تحفہ اہل حدیث جلد ا ص ۹۴)

جمیل احمد نذیری دیوبندی نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز'' کے ص ۴۵ پر اذان لکھ کر بخاری کا حوالہ بھی دیا ہے اور جھنگوی اصول کے مطابق یہ جھوٹ ہے۔

دیوبندی بتائیں! کہ ''مفتی'' جمیل جھوٹا ہے یا جھنگوی الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹا ہے؟

۱۲) حکیم مولانا صادق سیالکوٹی کے بارے میں اسماعیل جھنگوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''(۴) ص ۱۳۵ پر، چار دفعہ اللہ اکبر والی اذان لکھ کر مسلم کا حوالہ دیا ہے۔حالانکہ جھوٹ ہے۔''

(تحفہ اہل حدیث جلد ا ص ۹۴)

دیوبندیوں کے مشہور مناظر منظور نعمانی نے معارف الحدیث میں چار دفعہ اللہ اکبر والی اذان لکھ کر مسلم کا حوالہ دیا ہے (جلد ۳ ص ۱۵۰) تو جھنگوی اصول کے مطابق منظور نعمانی جھوٹے ہوئے۔ اب دیوبندی بتائیں! کہ ان کے نزدیک منظور نعمانی دیوبندی جھوٹے ہیں یا جھنگوی الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹا ہے۔

۱۳) مولانا صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سبیل الرسول ﷺ'' میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث یوں لکھی: ''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یک بارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھی'' (سبیل الرسول ص ۱۸۳)

اس ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں کہ ''تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''یکبارگی'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں۔''

(تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۳۶)

اسی ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''(۳) اسی طرح طلاق ثلاثہ والی روایت کے ترجمے میں یکبارگی کا لفظ بڑھایا ہے۔ جو سیاہ یا سفید جھوٹ ہے۔'' (تحفہ اہل حدیث ص ۹۴، ۹۵ حصہ اول)

مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے یکبارگی کا لفظ بریکٹ میں لکھا ہے اگر حدیث کی وضاحت کیلئے بریکٹ میں کوئی لفظ لکھنا جھوٹ ہے تو یہ جھوٹ ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی بول رکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''تو تو نے (تین طلاقیں اکٹھی دے کر) خدا کی نافرمانی بھی کی اور تیری بیوی بھی تجھ سے جدا ہوگئی (مسلم جلد ا، ص ۴۷۶)'' (تجلیات صفدر جلد ۴ ص ۵۹۸)

ماسٹر اوکاڑوی نے بریکٹ میں ''تین طلاقیں اکٹھی'' کا لفظ لکھ کر اپنے اور جھنگوی کے اصول کے مطابق جھوٹ بولا ہے۔ نیز محمد پالن حقانی (دیوبندی) لکھتے ہیں: ''موطا امام مالک اور بیہقی کی روایت ہے کہ'' سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

گیارہ رکعت جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا اسکو اہل حدیث صاحبوں نے دل جان سے قبول کر لیا اور سنت موکدہ قرار دے دیا اور صحیح مسلم شریف میں اور ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین سمجھا اسکو کیوں نہیں مانتے؟ یہ نفسانیت اور ضد نہیں تو کیا ہے''

(شریعت یا جہالت ص ۲۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۹۸، ۱۹۹)

اوکاڑوی اور جھنگوی کے اصولوں کے مطابق پالن حقانی نے ایک مجلس کا لفظ صحیح مسلم اور ابوداود کے حوالہ سے لکھ کر سیاہ یا سفید جھوٹ بولا ہے۔ پالن حقانی دیوبندی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کو صحیح مسلم کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کو ایک خیال کیا جاتا تھا'' (شریعت یا جہالت ص ۲۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۹۹)

پالن حقانی دیوبندی نے تو ''ایک ساتھ تین طلاقیں'' بغیر بریکٹ کے لکھا ہے جو اوکاڑوی و جھنگوی کے اصولوں کے مطابق سیاہ یا سفید جھوٹ ہے۔

پالن حقانی دیوبندی کی یہ کتاب مولوی زکریا تبلیغی جماعت والے اور دیگر کئی علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب ہے لہٰذا اوکاڑوی و جھنگوی کے اصولوں کے مطابق یہ سب جھوٹے ہیں۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ اوکاڑوی اور جھنگوی کے اصولوں کے مطابق یہ دیوبندی جھوٹے ہیں یا اوکاڑوی اور جھنگوی دونوں الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹے ہیں۔

۱۴) محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''میں اس تصور کو ساری گمراہیوں کی جڑ سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ ہدیٰ اور اکابر امتؒ نے فلاں مسئلہ صحیح نہیں سمجھا۔ اور آج کے کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کی رائے ان اکابر کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول ص ۳۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵)

صحیح مسلم میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

لائے اور فرمایا: میں تمھیں ہاتھ اٹھائے ہوئے، اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (ص ۱۸۱ جلد ا)

اس حدیث سے کسی صحابی، تابعی، ائمہ اربعہ میں سے کسی امام یا ان کے کسی شاگرد یا کسی ایسے محدث نے جس نے احادیث کو باسند جمع کیا ہو، رکوع کے وقت رفع یدین کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا بلکہ محدثین نے اس حدیث سے سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ممانعت مراد لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد تقی عثمانی صاحب اور محمود حسن دیوبندی نے اس حدیث سے رکوع کے وقت رفع یدین کی ممانعت کے استدلال کو مشتبہ اور کمزور قرار دیا۔ دیکھئے درس ترمذی (جلد ۲ ص ۳۶) تقاریر شیخ الہند (ص ۶۵) اور نور العینین (طبع جدید ص ۲۹۸)

ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے رکوع کے وقت رفع یدین کرنا ثابت ہے لیکن نبی ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی رکوع جاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے وقت اس طرح ہاتھ نہیں اٹھائے کہ انھیں نعوذ باللہ شریر گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی جائے۔ لیکن محمد یوسف لدھیانوی، ماسٹر امین اوکاڑوی، انوار خورشید جیسے بہت سے دیوبندی مولویوں نے اس حدیث سے رکوع کے وقت رفع یدین کی ممانعت مراد لی ہے۔ چنانچہ محمد یوسف لدھیانوی نے اس حدیث کو رکوع والے رفع یدین کے خلاف پیش کر کے لکھا ہے:

"...تو اس سے ہر صاحب فہم یہ سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے۔"

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۱۲۸، دوسرا نسخہ ص ۹۳)

نیز اس بات کا انکار کرتے ہوئے کہ یہ حدیث صرف سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ممانعت میں ہے لکھتے ہیں: "یہ مسلّمہ اصول ہے کہ خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔" (ایضاً) محمد یوسف لدھیانوی کے اس اصول کے مطابق تو نماز وتر میں دعائے قنوت اور عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کے وقت جو رفع یدین حنفی اور دیوبندی کرتے ہیں وہ بھی سکون کے منافی ہوگا۔ نیز یوسف لدھیانوی کے اصول کے مطابق صحابہ، تابعین، ائمہ دین تو نعوذ باللہ صاحبِ فہم نہیں ہونگے کہ انھوں نے اس

حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال نہیں کیا۔ لہٰذا محمد یوسف لدھیانوی اور ان کے ساتھی اس حدیث کا ایسا مطلب لینے کی وجہ سے جو صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدیٰ نے نہیں کیا اپنے ہی اصول کے مطابق گمراہ بلکہ گمراہی کی جڑ ہوں گے۔

۱۵) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بارے میں دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر گکھڑوی لکھتے ہیں: ''حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ '' (راہ سنت ص ۳۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''(مگر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سخاویؒ وغیرہ تو متساہل نہیں ہیں۔ صفدر)'' (المسلک المنصور ص ۲۳)

ایک اور جگہ تقلید کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے حافظ ابن حجر کی کتابوں تہذیب التہذیب اور لسان المیزان کی تعریف میں سرفراز صاحب نے یوں لکھا ہے: ''حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب اور لسان وغیرہ موجود ہیں۔ جن کے مطالعہ کرنے سے ہمیں رجال کی توثیق یا تضعیف پر پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔'' (الکلام المفید ص ۴۷)

جبکہ لسان المیزان میں حنفیوں کے امام محمد بن حسن شیبانی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے امام یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے: ''جهمي كذاب '' (لسان المیزان ج ۶ ص ۲۸)

یحییٰ بن معین کے بارے میں سرفراز صاحب حافظ ابن حجر کی کتاب تہذیب کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ابراہیم بن منذرؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو مجتمع دیکھا۔ اس شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کیسے تشریف لائے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:- میں اس شخص کا جنازہ پڑھنے آیا ہوں کیونکہ وہ میری احادیث سے جھوٹ کی نفی کرتا ہے (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۷)'' (طائفہ منصورہ ص ۸۰)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ ''باوجود اس انتہائی شرف و مزیت اور فضیلت کے وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور غالی حنفی تھے'' (طائفہ منصورہ ص ۸۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں کہ ''جرح و تعدیل میں اہل مدینہ کے لئے اہل مدینہ کی رائے، اہل مکہ کیلئے اہل مکہ کی رائے، اہل کوفہ کیلئے اہل کوفہ کی رائے، اور اہل بصرہ کیلئے اہل بصرہ کی

رائے، کو معیار مانا جائے، اسی طرح احناف کیلئے احناف کی رائے، شوافع کیلئے شوافع کی رائے، مالکیوں کیلئے مالکیوں کی رائے، اور حنابلہ کیلئے حنابلہ کی رائے کو قبول کیا جائے، اسے معیار قرار دیا جائے اور اس کے مخالف اقوال کو مخالفین کی جہالت یا مخالفین کے حسد کا کرشمہ قرار دے کر رد کر دیا جائے'' (تجلیات صفدر ج۲ ص ۸۳،۸۴)

ان دیوبندی اصولوں کے مطابق حافظ ابن حجر حافظ الدنیا ہیں، متساہل نہیں ہیں، ان کی کتابوں سے راویوں کی توثیق یا تضعیف کے بارے میں پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے، حنفیوں کی جرح حنفیوں پر معتبر ہوتی ہے، اسے قبول کیا جائے گا۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ محمد بن حسن شیبانی کے بارے میں انھیں اطمینان ہو گیا ہے کہ وہ جہمی کذاب ہیں یا ان کے پیشواؤں کے اصول ہی بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔؟!

۱۶) دیوبندی مولوی اسماعیل محمدی نے ایک کتاب ''تحفہ اہل حدیث'' لکھی ہے جس میں وہ احادیث وضع کرنے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کا بھی مرتکب ہوا، جس کی تفصیل مولانا داود ارشد حفظہ اللہ کی کتاب ''تحفہ حنفیہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب میں چونکہ جھوٹ کی بھرمار تھی اس لئے جھنگوی نے کتاب پر اپنا اصلی نام لکھنے کے بجائے ''ابو بلال جھنگوی'' لکھا۔

جبکہ اسماعیل محمدی کے پیشوا ماسٹر امین اوکاڑوی کسی ایم، اے خان محمدی کے خلاف لکھتے ہیں کہ ''پہلی تحقیق جناب کی یہ ہے کہ اپنا نام چھپالیا۔ کیا والدین نے آپ کا نام یہی رکھا تھا۔ ایم۔ اے۔ خاں محمدی، موت پیدائش کے رجسٹر اور سکول کے سرٹیفکیٹ پر آپ کا یہی نام ہے تو فوٹوسٹیٹ مصدقہ ارسال فرمائیں ورنہ قرآن پاک میں وسوسے ڈال کر چھپ جانے والے کو محمدی نہیں خناس کہتا ہے'' (تجلیات صفدر ج۷ ص ۲۶۹)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق اسماعیل محمدی (جھنگوی) خناس ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟ نیز دیوبندیوں کی کتاب حدیث اور اہل حدیث پر مؤلف کا نام انوار خورشید لکھا ہوا ہے جبکہ اس کا اصلی نام نعیم الدین ہے۔

دیکھئے حیاتی دیوبندیوں کا رسالہ: قافلہ حق (ج ۱ شمارہ نمبر ۳ ص ۴۲ سفرنامہ ابوبکر غازی پوری قسط نمبر ۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق یہ صاحب بھی خناس ہی ٹھہرے۔!!

۱۷) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا وہ اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب بھی ہوگا'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۵۹۰)

دوسری طرف اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے''

(مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات تھانوی ۲۴/۳۳۲، حقیقۃ الالحاد ص ۷۰، از امداد الحق شیبودی)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا ان کے امام اعظم ابوحنیفہ دیوبندیوں کے نزدیک گستاخ و بے ادب تھے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے یا پھر امام ابوحنیفہ کو غیر مقلد کہنے والے دیوبندی جھوٹے ہیں؟

۱۸) دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر لکھتے ہیں:

''محقق نیمویؒ کا نام ظہیر احسن ابوالخیر کنیت اور شوق تخلص تھا آپ مولانا علامہ محمد عبدالحیؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے شاگرد رشید تھے، بڑے پایہ کے محدث اور فقیہ تھے، فن اسماء الرجال پر گہری نظر رکھتے تھے، اور خداداد ذہانت اور فطانت میں قاضی شوکانیؒ سے بھی انکا پایہ بہت بلند تھا مگر افسوس کہ ناپائیدار زندگی نے ساتھ نہ دیا اور ان کی قابلیت کے پورے جوہر ابھی اچھی طرح اجاگر نہ ہوئے تھے کہ ۱۷ر رمضان ۱۳۲۲ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی مشہور کتاب آثار السنن (مع حاشیہ تعلیق الحسن) کو علماء بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور فریق ثانی کی نگاہوں میں وہ کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے ''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۵، حاشیہ، دوسرا نسخہ ۱/۴۰۱)

سرفراز صاحب کے نزدیک اتنے بڑے مصنف کی اتنی اہم کتاب (جو فریق ثانی یعنی اہلِ حدیث کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے) میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب امام فاتحہ پڑھے تو تو بھی فاتحہ پڑھ اور امام سے پہلے پڑھ لے۔ بے شک جب وہ ولا الضالین کہتا ہے، فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین

کے موافق ہوگئی شاید اس کی دعا قبول کی لی جائے۔" (جزء القراءۃ ص ۱۷۲، ترجمہ امین اوکاڑوی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: "إسناده حسن"

(آثار السنن ص ۱۰۶، دوسرا نسخہ ص ۸۹ ح ۳۵۸)

لیکن ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندیوں کے محقق نیموی کی تحسین کے باوجود سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مذاق یوں اڑاتا ہے: "اسی طرح جو فاتحہ امام سے پہلے پڑھ لے، وہ گدھا ہے"

(جزء القراءۃ ص ۱۷۳، ترجمہ امین اوکاڑوی)

اب دیوبندی بتائیں! کہ آثار السنن فریق ثانی کی نگاہوں میں کھٹکتی ہے یا ماسٹر امین کی نگاہ میں بھی کھٹکتی تھی اور یہ بھی بتائیں کہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے مذاق دیوبندیوں کے محقق نیموی کا اڑایا ہے یا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا؟

۱۹) اہلِ حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں "اسی وجہ سے راقم الحروف نے امین اوکاڑوی صاحب کے مضمون کو متن میں رکھ کر مکمل و دندان شکن جواب دیا اور یہ مطالبہ کیا: "اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں اگر وہ انھیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل و کالعدم سمجھا جائے گا"

(امین اوکاڑوی کا تعاقب طبع ۲۰۰۵ء ص ۷۱ مخطوطہ ص ۵۰)

اس مطالبے کا مذاق اڑاتے ہوئے انور اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: "یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے" (ماہنامہ الخیر جلد ۲۳ شمارہ: ۱۰ ص ۲۳)

جبکہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کو للکارتے ہوئے لکھا ہے: "آخران کا غرور توڑنے اور ان کے شیخ الکل کی شیخی کرکری کرنے کیلئے معیار الحق کو متن بنا کر اس کا مفصل رد مولانا ارشاد حسین رام پوری المتوفی ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) نے لکھا۔ اب غیر مقلدین کا فرض تھا کہ وہ بھی اسی طرح انتصار الحق کو متن بنا کر اس کا رد لکھتے، لیکن یہ قرض آج تک غیر مقلدوں کے سر پر باقی ہے۔ کسی غیر مقلد میں اتنی ہمت نہ تھی نہ ہے کہ اس کا جواب اس طرز پر لکھتے۔"

(تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۹۲)

اب دیوبندی بتائیں! کہ انوراوکاڑوی کے اصول کے مطابق ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ مطالبہ شیطانی وسوسہ ہے یا انوراوکاڑوی شیطانی وسوسے کا الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔ نیز یہ بھی بتائیں! کہ ماسٹر امین اپنے ہی اصول کے مطابق مقروض مرا ہے یا الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۲۰) ماسٹر امین اوکاڑوی نے تقلید کی برکات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اسماء رجال کا علم نہایت عظیم الشان علم ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۵۸۵)

پھر لکھا ہے: ''یہ عظیم الشان علم بھی تقلید ہی کی برکت سے قائم دائم ہے'' (ایضاً)

اور مزید لکھا ہے: '' بہر حال راویوں کی جرح وتعدیل کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال واجتہادات کو قبول کرنا اوران پر احکام کو مبنی قرار دینا بھی تقلید شخصی ہے۔'' (ایضاً)

دوسری طرف دیوبندیوں کے ''مولانا'' سعید احمد محدث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''چنانچہ چوتھی صدی میں پوری امتِ مسلمہ نے ان چار ائمہ کی تقلید شخصی پر اجماع کرلیا، اور ان کے علاوہ کی تقلید کو ناجائز قرار دیا۔'' (ادلہ کاملہ ص ۸۵)

ظاہر ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل، ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی ہیں اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین نے اجماع کی مخالفت کی ہے؟ (کیونکہ وہ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال تسلیم کرنے کو بھی تقلید شخصی کہہ رہے ہیں اور دیوبندی محدث صاحب ائمہ اربعہ کی تقلید کے علاوہ کی تقلید کو ناجائز اور اجماع کے مخالف بتارہے ہیں) یا سعید احمد الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۲۱) ماسٹر امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے خلاف جلی حروف میں لکھا:

''مخالفت اجماع کی دوسری مثال غیر مقلدین تین طلاقوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو خطا کار بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں صحابہ کرام کا جو اجماع ہوا ہے، اس سے صرف نظر اور اعراض کرتے ہیں'' (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۶۱۶)

جبکہ دوسری طرف آلِ تقلید کے شمس العلماء شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''حضرت عمرؓ نے فقہ کے جو مسائل بیان کئے ان میں اکثر ایسے ہیں جن میں اور صحابہؓ نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا، اور آئمہ مجتہدین نے ان کی تقلید کی۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنے استقراء سے اِس قسم کے

مسائل کی تعداد کم وبیش ایک ہزار بتاتے ہیں، لیکن بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں دیگر صحابہ نے ان سے اختلاف کیا، ان میں سے بعض مسائل میں جن صحابہؓ نے اختلاف کیا وہی حق پر ہیں۔ مثلاً۔ تیمم جنابت۔ منع تمتع حج۔ طلقات ثلث، وغیرہ میں حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے، دیگر صحابہؓ کا اجتہاد زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے" (الفاروق ص ۳۸۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اجماع کا دعویٰ کرنے میں جھوٹا ہے یا ان کے شمس العلماء شبلی نعمانی اجماع کا انکار اور مخالفت کی وجہ سے جھوٹے اور دوزخی ہیں کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: "اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے" (تجلیات صفدر ج ا ص ۲۸۷)

تنبیہ: سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: "دورِ حاضر کے مشہور اور معتبر مؤرخ مولانا شبلی نعمانیؒ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ ...." (الکلام المفید ص ۲۴۷)

آلِ دیوبند کے "مفتی اعظم" محمد شفیع نے بھی ایک دفعہ اکٹھی تین طلاق کے ایک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ (دیکھئے ماہنامہ الشریعہ جولائی ۲۰۱۰ء، جلد ۲۱ شمارہ ۷ ص ۱۴)

۲۲) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی لکھتے ہیں: "مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ نے جان لیا، اب غیر مقلد کا معنی بھی سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی نہ مجتہد ہو نہ مقلد۔ جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی، لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے۔" (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۷۷)

دوسری طرف دیوبندیوں کے "حکیم الامت" اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں: "امام اعظم ابو حنیفہؒ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے" (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات تھانوی ۲۴/۳۳۲)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا امام ابو حنیفہ ایسے ہی تھے جیسی تعریف غیر مقلد کی ماسٹر امین نے کی ہے یا ماسٹر امین الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔

۲۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا: "فرقہ غیر مقلدین کا بانی عبدالحق بنارسی ہے"

(تجلیات صفدر ج ۳ ص ۶۳۳)

جبکہ دیوبندیوں کے ''حضرت مولانا'' انصر باجوہ لکھتے ہیں: ''نوٹ: یہ مذکورہ اشعار غیر مقلدین کے بانی نواب صدیق حسن خان کے ہیں'' (قافلہ حق ج ۱ شمارہ نمبر ۴ ص ۲۱)

یاد رہے کہ دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر گکھڑوی اپنے قلم سے نواب صدیق حسن خان کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ یاد رہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے اور پکے حنفی تھے جن سے روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے نواب صاحبؒ کو ان سے بیعت ہو کر نقشبندی طریقہ میں منسلک ہونا پڑا'' (طائفہ منصورہ ص ۲۷، ۲۸)

مولانا عبدالحق بنارسی اور نواب صدیق حسن خان سے صدیوں پہلے وفات پانے والے محدث ابن حزمؒ کے بارے میں سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''مشہور محدث ابن حزم ظاہریؒ (غیر مقلد) اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں'' (الکلام المفید ص ۸۰)

تنبیہ: بریکٹوں میں غیر مقلد کا لفظ خود سرفراز صاحب نے ہی لکھا ہے۔

بلکہ خود ماسٹر امین نے امام ابن حزم کو غیر مقلد قرار دیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۵۹۲)

دوسری جگہ لکھا: ''غیر مقلد ابن حزم فرماتے ہیں'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۵۹۵)

کوئی دیوبندی مولانا عبدالحق بنارسی کو غیر مقلدین کا بانی کہہ رہا ہے تو کوئی دیوبندی نواب صدیق حسن خان کو غیر مقلدین کا بانی کہہ رہا ہے اور کوئی دیوبندی نواب صاحب کو نقشبندی کہہ رہا ہے اور ان سے پہلے وفات پانے والے محدث ابن حزم کو بھی غیر مقلد کہہ رہا ہے۔ اب دیوبندی بتائیں! کہ ان دیوبندیوں میں سے جھوٹا کون ہے؟ یا سارے دیوبندی جھوٹ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہیں؟!

۲۴) رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کی ایک صحیح حدیث سنن ابی داود (۷۳۰) وغیرہ کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ انھوں نے یہ حدیث دس صحابہ کرام کی موجودگی میں بیان فرمائی اور ان صحابہ میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی شامل

تھے۔ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس صحیح حدیث کے انکار کے لئے غلط روایتوں کا سہارا لیا اور اپنے ہی اصول کے مطابق اجماع کے مخالف بنے، چنانچہ اپنی تائید میں امام طحاوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''وہ حدیث جو محمد بن عمرو بن عطاء نے روایت کی ہے وہ غیر معروف اور غیر متصل ہے۔ کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ ابوحمید کی مجلس میں ابوقتادہ حاضر تھے، حالانکہ ابوقتادہ بہت عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے (طحاوی ص ۱۷۹ جلد ۱) موسیٰ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوقتادہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں۔ (طحاوی ص ۳۲۴، جلد ۱)'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۹۵)

ماسٹر امین مزید لکھتے ہیں: ''امام ہیثم بن عدی فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (البدایہ والنہایہ ص ۶۸ ج ۸)'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۹۵)

ماسٹر امین کی بیان کردہ روایت کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں۔ اس روایت کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وھو غلط لإجماع أھل التواریخ'' یعنی یہ روایت اہل تاریخ کے نزدیک بالاجماع غلط ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۵۵۸، الحدیث نمبر ۱۸ ص ۲۱)

اور ظاہر ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے اجماع نقل کرنے کے بعد ماسٹر امین نے اس روایت سے استدلال کر کے اجماع کی مخالفت کی ہے بلکہ یہ روایت خود ماسٹر امین کے اپنے اصول کے مطابق بھی اجماع کے خلاف تھی کیونکہ ماسٹر امین اوکاڑوی خود کتاب الآثار سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ اب جنازہ چار ہی تکبیروں سے پڑھا جائے گا'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۵۸۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے تو اپنے اصول کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی اجماع کا مخالف بنا دیا (نعوذ باللہ) کیونکہ ۳۸ھ سے پہلے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔

(دیکھئے الفاروق از شبلی نعمانی ص ۱۸۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

جبکہ اجماع کے مخالف کے متعلق ماسٹر امین نے خود لکھا ہے: ''اجماع امت کا مخالف

بنص کتاب وسنت دوزخی ہے" (تجلیات صفدر ج ا ص ۲۸۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اجماع کی مخالفت کی وجہ سے دوزخی ہے یا الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔

تنبیہ: ماسٹر امین اوکاڑوی کے "امام" ہیثم بن عدی کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کوفي لیس بثقة ، کذاب" (الجرح والتعدیل ۹/ ۸۵، الحدیث حضرو: ۱۸ ص ۲۰)

۲۵) مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "لہٰذا یہ کہنا کہ ابوعوانہؒ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں محض خوش فہمی پر مبنی ہے جس طرح سنن نسائی کو، اور جامع ترمذی کو بعض نے صحیح کہا ہے مگر ان کی تمام روایات صحیح نہیں یا جیسے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان ہیں کہ ان کی بھی تمام تر روایات صحیح نہیں" (توضیح الکلام ۲/ ۲۶۴)

اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں:

"اثری صاحب کو صاف گوئی کی عادت نہیں ورنہ عوام کو صاف طور پر سمجھا دیتے کہ ترمذی اور نسائی صحاح ستہ سے خارج ہیں ان کی سب حدیثیں صحیح نہیں۔" (تجلیات صفدر ۷/ ۹۸)

دوسری طرف دیوبندیوں کے امام سرفراز صاحب بھی ترمذی اور نسائی کی سب حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو صحیح مسلم کی سب حدیثوں کو بھی صحیح نہیں سمجھتے۔ تفصیل کے لئے احسن الکلام جلد ۲ کا مطالعہ کریں بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی بھی کتبِ ستہ مثلاً سنن ابی داود وغیرہ کی تمام حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے۔ مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل (ج ا ص ۱۵۱، ۲۰۳، تحقیق مسئلہ آمین ص ۳۹، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۲۷) وغیرہ بلکہ اوکاڑوی صاحب تو صحیح بخاری کے ثقہ راویوں پر بھی جرح کرتے تھے۔ دیکھئے مجموعہ رسائل (ج ا ص ۲۰۲، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۲۶)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "دس مرتبہ پڑھنے کی روایت نسائی میں ہے وہ بھی ضعیف ہے۔" (تجلیات صفدر ۵/ ۴۸۰)

اب دیوبندی بتائیں! کہ خود ماسٹر صاحب کو اور اُن کے امام سرفراز کو صاف گوئی کی عادت نہیں یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۲۶) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی طحاوی حنفی سے نقل کرتے ہیں کہ ''...حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سات دفعہ دھونے والی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن ظن رکھتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور سنیں اور پھر فتویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیں، اس سے تو آپؓ کی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔ (طحاوی جلد ۱ص ۲۳)'' (تجلیات صفدر ج ۵ص ۵۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر نے کہا:

''اگر ان کے پاس سات مرتبہ کی نسخ یا عدم وجوب کا علم نہ ہوتا تو اپنی روایت کے خلاف کرنا ان کی عدالت اور عدالت پر اثر انداز ہوتا ہے اور....'' (خزائن السنن ۱/۱۹۱، ۱۹۲)

لیکن اوکاڑوی کے مربی و محسن اور دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر نے دوسری جگہ اپنے اس اصول اور اوکاڑوی کی ڈٹ کر مخالفت کی اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت بھی ساقط کر دی (نعوذ باللہ)

چنانچہ سرفراز صفدر نے ما زاد علی الفاتحۃ کی قراءت کو واجب ثابت کرنے کے لئے ایک روایت یوں نقل کی: ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جا کر لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ ان لا صلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب و ما تیسّر'' (موارد الظمآن ص ۱۲۶) ''

اس کے بعد لکھتے ہیں: ''حضرات! فنِ روایت میں اس سے بڑھ کر کسی روایت کی صحت ناممکن ہے فصاعداً اور ما تیسّر کے علاوہ مازاد کی زیادت بھی مروی ہے۔ (جزأ القراءۃ ص ۶۳، کتاب القرأۃ ص ۱۲، مستدرک جلد ۱ ص ۲۳۹ اور سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۳۷ وغیرہ)'' (احسن الکلام ج ۲ص ۱۳ طبع جدید)

مازاد کی زیادت والی جس روایت کا حوالہ سرفراز صفدر نے دیا ہے وہ بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہی روایت ایک اور دیوبندی فقیر اللہ نامی نے اس طرح نقل کی ہے:

''عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم امرہ ان یخرج ینادی فی

الناس ان لا صلوٰۃ الا بقراء ۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد (المستدرك ج ۱ ص ۲۳۹)“

(خاتمۃ الکلام ص ۵۵۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ان دو روایات کو صحیح قرار دے کر دیوبندی علماء نے یہ مطلب لیا ہے کہ فاتحہ سے زائد قراءت بھی ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس صحیح بخاری مع تفہیم البخاری (۱/ ۳۸۷) اور صحیح مسلم (۸۸۳۔۸۸۴) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں صرف فاتحہ کی قراءت ہی ضروری ہے اور فاتحہ سے زائد قراءت صرف بہتر ہے۔ جب اہلِ حدیث علماء نے دیوبندیوں کے دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کے لئے دیوبندی اصول کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول پیش کیا تو سرفراز صفدر سے جب اس قول کی سند پر کلام کرنے کی ہمت نہ ہوسکی تو اس کا جواب یوں دینے کی کوشش کی: ”الغرض ما زاد علی الفاتحہ کی نفی پر صریح، صحیح اور مرفوع روایت موجود نہیں ہے بخلاف اس کے ما زاد، ما تیسر اور فصاعداً کی روایتیں بالاتفاق صحیح صریح اور مرفوع ہیں پھر ان کا انکار محض تعصب ہے۔ ۴۔ مبارکپوری صاحبؒ نے کفایتِ سورۂ فاتحہ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت پیش کی ہے۔ وہ ان کیلئے ہرگز مفیدِ مطلب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ پر موقوف ہے اور کسی مرفوع اور صحیح روایت میں اس قسم کے الفاظ منقول نہیں ہیں“ (احسن الکلام ج ۲ ص ۳۴، ۳۵ طبع جدید)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ ”اور یہاں تو یہ قول فصاعدًا ، ماتیسر اور مازاد کے مخالف ہے پھر یہ کیسے حجت ہوگا؟ (احسن الکلام ج ۲ ص ۳۵ طبع جدید)

قارئین کرام! دیکھئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کو ان ہی کی احادیث کے مخالف بتا کر ان دیوبندیوں نے اپنے ہی اصولوں کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت ساقط کر دی ہے یا نہیں؟ کیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی دیوبندیوں کے نزدیک متعصب تھے؟

نیز محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ”میں اس تصور کو ساری گمراہیوں کی جڑ سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ ہدیٰ اور اکابر امت نے فلاں مسئلہ صحیح نہیں سمجھا۔

اور آج کے کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کی رائے ان اکابر کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔"

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول ص ۳۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵)

اب دیوبندی بتائیں! کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کا مطلب لینے کی وجہ سے سرفراز صفدر، فقیر اللہ اوران کے ہم نوا دیگر دیوبندی گمراہ ہیں یا نہیں؟

۲۷) ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں: "یہی حال ان نام نہاد اہلحدیثوں کا ہے، کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے مطابق ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہو تو اس حدیث کو جھٹلانے میں یہود کو بھی مات کر دیتے ہیں۔ اس حدیث کو پوری قوت سے شہید کر دیتے ہیں۔ یہی حال بالکل یہاں ہوا کہ "تحت السرہ" کا لفظ ان کی خواہش نفس کے خلاف تھا اس لیے باقی روایات میں آیا ان کو ضعیف کہہ کر جھٹلا دیا مگر ابن ابی شیبہ میں "تحت السرہ" کے لفظ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا، ہر جاہل و عالم غیر مقلد اس کے انکار کو ہی اپنا دین وایمان جانتا ہے۔" (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۳۷)

جبکہ دوسری طرف دیوبندیوں کے "شیخ الاسلام مفتی" تقی عثمانی اسی حدیث پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"دلائل احناف:

حنفیہ کی طرف سے سب سے پہلی دلیل حضرت وائل کی مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت ہے: "قال رأیت النبي صلّی اللّٰه علیه وسلّم یضع یمینه علٰی شماله فی الصلاة تحت السرة" لیکن احقر کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اول تو اس لئے کہ اس روایت میں "تحت السرة" کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگرچہ علامہ نیمویؒ نے "آثار السنن" میں "مصنف" کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے، کہ اُن میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے، نیز حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ روایت مضطرب

المتن ہے، کیونکہ بعض میں ''علی صدرہ'' اور بعض میں... ''عند صدرہ'' اور بعض میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ مروی ہیں اور اس شدید اضطراب کی صورت میں کسی کو بھی اس سے استدلال نہ کرنا چاہئے'' (درس ترمذی ج۲ص ۲۳، ۲۴)

اب دیوبندی بتائیں! کہ تقی عثمانی نے ماسٹر امین کی پیش کردہ روایت سے استدلال کا انکار کر کے یہود کو مات کر دیا ہے اور حدیث کو شہید کر دیا ہے یا پھر ماسٹر امین الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۲۸) منیر احمد ملتانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ مسائل جو کتاب وسنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا، مچھر بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح، روزے میں انجکشن وغیرہ۔ (۲) وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یدین، قراءۃ خلف الامام وغیرہ مسائل میں اثبات ونفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں (۳) وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمالات ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ اس میں لفظ قروء جمع ہے قرأ کی۔ قرأ کے معنی لغت میں حیض بھی ہے اور طہر بھی امام شافعی نے طہر والا معنی مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گزاریں جبکہ امام اعظم نے حیض والا معنی مراد لیا ہے یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں۔ غیر مجتہدین کیلئے ضروری ہے کہ وہ مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اس مجتہد کی تقلید کریں جو انکے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے۔ اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے۔ اسکے علاوہ ایسے عمل کرنیکا کوئی دوسرا طریقہ نہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً!'' (۱۲ مسائل ص ۸، ۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰، ۱۱)

جبکہ دوسری طرف دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز صفدر لکھتے ہیں: ''مسئلہ ترک رفع یدین میں احناف تقلید نہیں کرتے بلکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ کی پیروی کرتے ہیں''

(الکلام المفید ص ۲۱۲)

منیر احمد ملتانی نے مسئلہ رفع یدین کو تقلید کا مسئلہ قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ مسئلہ رفع یدین میں تقلید کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً جائز ہے۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا سرفراز صفدر مسئلہ رفع یدین میں تقلید کا انکار کر کے شریعت کا پابند نہیں؟ یا منیر احمد ملتانی الزام لگانے میں جھوٹا ہے کیونکہ سرفراز صفدر میں اجتہاد کی اہلیت نہیں تھی چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''مگر جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اثیم اپنے آپکو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا'' (الکلام المفید ص ٦٧)

۲۹) ایک اہل حدیث عالم محمد ایوب سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتے ہیں کہ ''ان کا فرض تھا کہ وہ کسی حدیث کی صحت اور ضعف دلیل شرعی سے ثابت کرتے اور دلیل شرعی ان کے ہاں صرف اور صرف فرمان خدا اور فرمان رسول ہے۔ جناب ایوب صاحب ابن قیم، ذہبی، ابویعلیٰ، انور شاہ، ابن حبان، خلیل احمد، عینی ابن حجر، ابن قطان، زیلعی، عقیلی وغیرہ کی تقلید کے پٹوں میں بندھا ہوا ہے۔ پہلے ایوب بروزن عیوب کو بتانا چاہیے تھا کہ وہ ان کو خدا مانتا ہے یا رسول۔ ان کے اقوال کو اپنے دلائل سمجھ کر پیش کیا ہے تو وہ اہل حدیث نہ رہا اور اگر بطورِ الزام پیش کیا ہے تو ایک تو جواب تحقیقی نہ رہا دوسرے یہ جہالت ہے کیونکہ ہم نے کب ان کے اقوال ماننے کا التزام کیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۲۰۰، ۲۰۱)

سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالحق بشیر نقشبندی لکھتے ہیں: ''اصول اہل سنت والجماعت کی روشنی میں دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (۱) قرآن حکیم .... (۲) سنت رسول ﷺ .... (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس مجتہد .... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

جبکہ دوسری طرف خود ماسٹر امین ایک حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

''اولاً تو یہ حدیث صحیح یا حسن نہیں کیونکہ اس کی سند کے دو راوی ولید بن جمیع اور عبدالرحمٰن بن

خلاد ہیں امام ابن قطان فرماتے ہیں لا یعرف حالھما (اعلاء السنن ص ۲۴۵ ج ۴)''

(تجلیات صفدر ج ۷ ص ۱۹۸)

اب دیکھئے ماسٹر امین نے ابن قطان (متوفی ۶۲۸ ھ) کے قول کو بطور دلیل پیش کیا ہے تو دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین نے اپنے ہی اصول کے مطابق ابن قطان کا قول اس کو خدا سمجھ کر پیش کیا ہے یا رسول سمجھ کر پیش کیا ہے یا اس نے ابن قطان کے قول کو اجماع کی حیثیت دے رکھی ہے جبکہ خود ماسٹر امین نے ابن قطان کا نام لے کر کہا ہے کہ ''ہم نے کب ان کے اقوال ماننے کا التزام کیا ہے'' اور یہ بھی ماسٹر امین کا قول ہے کہ ''اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے'' (تجلیات صفدر ج ا ص ۲۸۷)

اب ظاہر ہے ابن قطان کا قول ان کے پہلے تین دلائل میں سے تو ہے نہیں، رہی بات قیاس مجتہد کی تو اب دیوبندی بتائیں! کیا ابن قطان ان کے نزدیک مجتہد ہیں یا مقلد؟ کیا اُن کے نزدیک چار مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد) کے بعد کسی اور کی تقلید جائز ہے؟ کیونکہ دیوبندیوں کی کتاب تسہیل ادلہ کاملہ میں لکھا ہوا ہے کہ ''چنانچہ چوتھی صدی میں پوری امت مسلمہ نے ان چار ائمہ کی تقلید شخصی پر اجماع کر لیا، اور ان کے علاوہ کی تقلید کو ناجائز قرار دیا'' (ادلہ کاملہ ص ۸۵)

نیز اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ''متقدمین مجتہدین کی تقلید بایں وجہ ممنوع قرار دی گئی کہ ان کے علوم مدون نہیں ہوے تھے اور نئے مجتہدین کی تقلید اس لیے ناجائز قرار دی گئی کہ وہ نام نہاد مجتہد تھے''

اب دیوبندی بتائیں! کہ ان دیوبندی اصولوں کے مطابق ماسٹر امین نے ابن قطان کو خدا سمجھ رکھا تھا یا رسول یا ابن قطان کے قول کو اجماع امت سمجھ کر اس کا مخالف بھی تھا؟ یا پھر وہ ابن قطان کو مجتہد سمجھ کر اس کی تقلید کر کے، تسہیل ادلہ کاملہ کے اصول کے مطابق اجماع کی مخالفت کرتا تھا اور اجماع کی مخالفت کر کے وہ اپنے ہی اصول کے مطابق دوزخی تھا اور اہل سنت والجماعت سے خارج تھا؟

نوٹ: ماسٹرامین اوکاڑوی نے جن ائمہ اور اپنے ہی علماء کا نام لکھ کر کہا ہے کہ ہم نے کب ان کے اقوال ماننے کا التزام کیا ہے اگر ان ائمہ یا ان جیسے دیگر ائمہ کے اقوال جن کو خود ماسٹر امین اوکاڑوی یا دیگر دیوبندیوں نے اپنی کتابوں میں بطور دلیل پیش کیا ہے، کو شمار کیا جائے تو شاید ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

اور زکریا تبلیغی صاحب نے اعلان کر رکھا ہے کہ ”لیکن مجھ جیسے کم علم کے لیے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے“ (کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۴)

۳۰) ماسٹرامین اوکاڑوی جلی حروف میں لکھتے ہیں:

”غیر مقلدین سے ایک سوال

بعض غیر مقلدین سجدہ کی رفع یدین کو سنت کہتے ہیں ابوحفص عثمانی وغیرہ اور عام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے اس لیے بتایا جائے دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق کتاب وسنت کے مخالف ہے۔“ (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۷۱)

ماسٹرامین اوکاڑوی کے ”شیخ الاسلام“ ابن ہمام لکھتے ہیں: ”فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدىٰ عشرة ركعة بالوتر فی جماعة“ اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۱ ص ۴۰۷، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۹ ص ۴۸)

ماسٹرامین اوکاڑوی اپنے ”شیخ الاسلام“ ابن ہمام کا رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”خود شیخ الاسلام علامہ ابن ہمام فتح القدیر ص ۱۱۵ جلد ۱، ص ۱۴۴ جلد ۱، ص ۱۸۸ جلد ۱۔ میں فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف قرائن وتعامل سے صحیح ہو جاتی ہے پس حدیث ابن عباسؓ کے متعلق علامہ ابن الہمامؒ کا یہ فرمانا ان هذا الاثر ضعيف بابی شيبة ابراهيم بن عثمان متفق على ضعفه مع مخالفة للصحيح جس طرح خلاف تحقیق ہے اسی طرح خود علامہ صاحب کے مسلمات کے بھی خلاف ہے پس آٹھ رکعت کو سنتِ نبوی کہنا صحیح نہیں“

(تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۲۴۵)

اب دیوبندی بتائیں! کہ اوکاڑوی کا لعنتی والا فتویٰ کس پر چسپاں کریں گے؟ کیونکہ ابن ہمام آٹھ رکعت تراویح کو سنت نبوی کہہ رہے ہیں اور اوکاڑوی اس کے سنت ہونے کا منکر ہے۔

نیز خود رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کے متعلق اوکاڑوی لکھتا ہے:

''شاہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے ''والحق عندی فی مثل ذالك ان الكل سنة کہ رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں سنت ہیں۔ کیا آپ نے ترک رفع یدین کو سنت تسلیم کرلیا ہے؟ پھر ان کی رائے ہے کہ رفع یدین کرنے والا مجھے زیادہ پسند ہے نہ کرنے والے سے اور دلیل یہ دی ہے کہ رفع یدین کی احادیث اکثر اور اثبت ہیں مگر یہ کوئی دلیل نہیں''

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۵۱)

اب دیکھئے شاہ ولی اللہ رفع یدین کرنے کو بھی سنت کہہ رہے ہیں لیکن اوکاڑوی اس کا منکر ہے۔ اب دیوبندی بتائیں! کہ اوکاڑوی کا لعنتی والا فتویٰ کس پر چسپاں کریں گے؟

۳۱) اسماعیل جھنگوی دیوبندی کے بقول ''علامہ بدیع الزمان غیر مقلد'' نے امام ترمذی کی ایک عبارت میں لفظ ''غیر واحد'' کا ترجمہ نہیں کیا تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ان صفحات پر غیر واحد کا ترجمہ کئی اور کتنے کرتے گئے۔ لیکن امام ترمذی کی عبارت تارکین رفع یدین صحابہ کرامؓ کی آئی وہاں غیر واحد کا لفظ تھا۔ سرے سے اس کا ترجمہ ہی نہ کیا اور ہضم کر گئے اس کے علاوہ بددیانتی اور کیا ہوسکتی ہے۔'' (تحفہ اہل حدیث حصہ سوم ص ۴۰)

اسماعیل جھنگوی دیوبندی کے بقول علامہ بدیع الزمان تو صرف ایک امام کی عبارت میں سے ایک لفظ کا ترجمہ نہ کرنے کی وجہ سے بددیانت قرار پائے لیکن دوسری طرف دیوبندیوں کے نزدیک ایک ثابت شدہ حدیث کے ترجمے میں دیوبندیوں کے مفسرِ قرآن صوفی عبدالحمید سواتی نے ایک لفظ ''قلس'' کا ترجمہ صرف اس لیے نہ کیا کہ وہ لفظ ''قلس'' ان کے تقلیدی مذہب کے خلاف تھا چنانچہ اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں:

''عن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من اصابه قیءٌ او

رعافٌ او قلسٌ او مذیٌ فلینصرف فلیتوضا (ابن ماجہ ص ۸۵، دارقطنی ج ا ص ۱۵۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قئے آجائے۔ یا نکسیر پھوٹ جائے یا مذی خارج ہو جائے اس کو پلٹ کر وضو کرنا چاہیئے (کہ اس کا وضوء نہیں رہا)'' (نماز مسنون ص ۸۵)

قارئین کرام! حدیث میں چار چیزیں تھیں جبکہ ترجمہ میں تین ہیں۔ لفظ ''قلس'' کا ترجمہ کھٹا ڈکار ہے اور چونکہ دیوبندیوں کے نزدیک کھٹے ڈکار سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لئے اس لفظ کا ترجمہ ہی ہضم کر گئے جو جھنگوی کے اصول کے مطابق بددیانتی ہے۔ اب دیوبندی بتائیں کہ ان کے مفسرِ قرآن بددیانت ہیں یا جھنگوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

تنبیہ: صوفی عبدالحمید سواتی کے علاوہ یہ کارروائی بریلویوں کے ''حکیم الامت مفتی'' احمد یار گجراتی بھی انجام دے چکے ہیں۔

دیکھئے جاء الحق حصہ دوم (ص ۵۹۸ باب خون اور قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔)

۳۲) اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے رفع یدین کی ایک صحیح حدیث کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مجلس میں ابوقتادہ بھی تھے جو ۳۸ ہجری میں فوت ہو چکے تھے تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب یہ مجلس ابوقتادہؓ کی وفات سے بارہ سال بعد قائم ہو رہی ہے تو وہ رفع یدین ثابت کرنے کے لیے قبر سے اٹھ کر کس طرح آگئے؟ یا یہ من گھڑت واقعہ ہے؟''

(تحفہ اہل حدیث حصہ دوم ص ۱۳۱، ۱۳۲)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا: ''یہ مجلس منعقد ہوئی تو مردوں کو قبر سے کیسے بلایا گیا؟''

(جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۶۱)

نیز لکھا: ''مردوں کی قبریں اکھاڑ کر رفع یدین کیلئے ایک مردہ کانفرنس قائم کی گئی'' (ایضاً)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جھنگوی اور اوکاڑوی کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد کوئی شخص دوبارہ قبر سے باہر نہیں آسکتا حالانکہ آلِ دیوبند کی کتابوں سے ثابت ہے کہ ان کے بانی قاسم نانوتوی مرنے کے بعد دو دفعہ

اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

دیکھئے سوانح قاسمی (ج ا ص ۳۳۰۔۳۳۲) ارواح ثلاثہ (ص ۲۱۲ حکایت نمبر ۲۴۷)

دیوبندیوں کے نزدیک اشرفعلی تھانوی کے پردادا صاحب بھی ایک دفعہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ دیکھئے اشرف السوانح (ج ا ص ۱۵)

آلِ دیوبند کے ایک بزرگ نے تو ایک دفعہ قبر سے نکل کر اونٹ ذبح کر دیا تھا۔!

دیکھئے فضائل صدقات (ص ۷۱۲ مکتبہ فیضی)

آلِ دیوبند کی کتابوں میں اس طرح کے اور بھی کئی واقعات موجود ہیں۔

اب دیوبندی بتائیں کہ ان کے بزرگوں کے یہ واقعات جھوٹے ہیں یا جھنگوی اور اوکاڑوی جھوٹے ہیں کیونکہ وہ کسی کے قبر سے اٹھ کر آنے پر طنز کر رہے ہیں۔

ضروری تنبیہ: سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث پر آلِ دیوبند کے تمام اعتراضات کے جوابات حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ماہنامہ الحدیث نمبر ۱۸ (ص ۱۴) اور نور العینین (ص ۲۴۷ طبع جدید) میں دے دیئے ہیں۔ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث (جس کا اسماعیل جھنگوی اور ماسٹر امین اوکاڑی نے مذاق اُڑایا ہے) کو دیوبندیوں کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے نماز مدلل ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۳۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "لیکن زبیر علی زئی صاحب قرآن وحدیث کو کافی نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک دلائل شرعیہ تین ہیں اس لئے لکھتے ہیں کہ:...... "اصل حجت اور دلیل قرآن وحدیث ہے اور اجماع ہے۔" (نور العینین، صفحہ ۱۳۸)" (تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۳۰۷)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے کہ

"اب قرآن، حدیث اور اجماع سے منہ موڑ کر لکھتا ہے :..... "حدیث کی تصحیح وتضعیف میں صرف محدثین کا قول ہی حجت ہے" (نور العینین، ۵۸)" (تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۳۰۸)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اس اصول کے مطابق جو شخص جتنے دلائل شرعیہ کو مانتا ہو، حدیث کو صحیح یا ضعیف بھی ان ہی دلائل سے ثابت کرے ورنہ وہ اپنے دلائل سے منہ موڑنے والا ہوگا۔

دوسری طرف سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ”کتاب وسنّت کے بعد دلائل کی مد میں اجماع کا مرتبہ اور درجہ ہے“ (راہ سنت ص ۲۸)

سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالحق نقشبندی نے لکھا ہے: ”دلائل شرعیہ چار ہیں:

(۱) قرآن حکیم...(۲) سنت رسول اللہ ﷺ...(۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد....

ان ہی دلائل اربعہ کو اصولِ فقہ کہا جاتا ہے۔“ (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

مزید لکھا ہے: ”جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بند رہنے کا پابند ہوتا ہے اور ان سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ مقلد رہتا ہی نہیں“ (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۴)

دیوبندیوں کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان کے دلائل چار ہیں، ان سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ غیر مقلد بن جائیں گے اور ادلۂ اربعہ سے منہ موڑنے والے ہوں گے لیکن سرفراز صفدر نے اہل بدعت کی طرف سے پیش کی گئی ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے:

”فن حدیث کے پیش نظر اس سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ امام ابواللیثؒ اگرچہ ایک بہت بڑے فقیہ ہیں مگر فنِ روایت اور حدیث میں تو حضرات محدثین کرامؒ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ لہٰذا ان کی پیش کردہ روایت کو اسماء الرجال کی کتابوں سے پرکھ کر دیکھیں گے کیونکہ یہی وہ فن ہے جو حدیث کا محافظ ہے۔“ (راہ سنت ص ۲۸۷، طبع سیزدہم ۱۹۸۶ء)

سرفراز خان صفدر نے مزید کہا: ”بلاشک امام محمد بن عابدین شامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کا مقام فقہ میں بہت اُونچا ہے لیکن فنِ حدیث اور روایت میں محدثین ہی کی بات قابل قبول ہوتی ہے جو جرح وتعدیل کے مسلّم امام ہیں“ (بابِ جنت ص ۶۵)

اب دیوبندی بتائیں کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ اور سرفراز صفدر کے اقوال میں کیا فرق ہے نیز کیا ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق سرفراز صفدر نے قرآن وسنت، اجماع اور قیاسِ مجتہد سے منہ موڑ لیا ہے یا اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اپنی تائید میں حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ کا قول

یوں نقل کیا ہے: "واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت اور قیاس شرعی سے انکار ہے۔ کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں انکا ماننا آ گیا"

(الحدیث نمبر ا ص ۴، الحدیث نمبر ۵۲ ص ۱۵)

جبکہ "مفتی" رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

"اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ" (ارشاد القاری ص ۴۱۲) !

۳۴) حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ وزناء کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ)

ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ دیکھئے الرسائل..." (نور الصباح ص ۱۸)

لیکن دوسری طرف حدیث اور اہل حدیث کے مؤلف انوار خورشید دیوبندی نے لکھا:

"حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ..." (حدیث اور اہل حدیث ص ۱۶۵)

چونکہ انوار خورشید نے اپنی کتاب میں چند احادیث کے سوا سند نقل کرنے کا التزام نہیں کیا۔ نہ جانے کتنی روایات میں ابن جریج رحمہ اللہ ہوں گے البتہ چند صفحات کی نشاندہی پیش خدمت ہے جہاں ابن جریج کا نام لے کر اُن کی روایت کو قبول کیا گیا ہے۔

حدیث اور اہل حدیث کے صفحات درج ذیل ہیں:

ص ۱۶۵، ۱۷۲، ۱۹۱، ۲۸۸، ۴۸۰، ۴۹۳، ۵۴۰، ۵۵۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۸۱۷، ۸۵۰، ۸۸۵

اب دیوبندی بتائیں کہ کیا انوار خورشید (نعیم الدین دیوبندی) دھوکے باز ہے یا حبیب اللہ ڈیروی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

نوٹ: حبیب اللہ ڈیروی نے خود بھی ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے نور الصباح ص ۲۲)

۳۵) حبیب اللہ ڈیروی نے لکھا تھا: "ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں

سے متعہ وزنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ)'' (نورالصباح ص ۱۸)

اس عبارت پر رد کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:

''تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبیؒ نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں'' (نورالعینین ص ۴۲)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا رد کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی دام ظلہم نے متعہ کو زنا لکھ دیا تو یہ متعہ باز آپے سے باہر ہو گیا اور کوثری گروپ کے ایک غالی متعصب حنفی کہہ کر زبان درازی شروع کر دی۔ جناب لامذہب صاحب جناب کے ہاں متعہ زنا نہیں تو نکاح ہے....'' (تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۲۵۴)

دوسری طرف دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے بھی ابن جریج کے متعلق لکھا ہے:

''چنانچہ اُنہوں نے نوّے عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا'' (راہ سنت ص ۲۸۷، ۲۸۸)

اب دیوبندی بتائیں! کہ سرفراز صفدر نکاح کا لفظ لکھنے کی وجہ سے متعہ باز ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹا ہے؟

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ پر متعہ کا الزام ثابت نہیں۔ (نورالعینین ص ۴۱) اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ ''حضرت ابن جریجؒ حدیث اور فقہ کے معروف امام ہیں،'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۲)

۳۶) سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے:

''دیگر اہلِ علم انصاف پسند اور طالبِ حق عوام سے گزارش ہے کہ مسند الحمیدی حضرت امام بخاریؒ کے استاد محترم الامام الحافظ الفقیہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر المکیؒ (المتوفیٰ ۲۱۷ھ) کی تالیف ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: الحمیدی عندنا امام وقال ابو حاتمؒ اثبت النّاس فی سفیان بن عیینةؒ (اور یہ روایت بھی انھی کے طریق سے ہے) اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: وقد کان من کبار ائمة الدّین (تذکرۃ جلد ۲ ص ۳،۲) امام ابوحاتمؒ

فرماتے ہیں: وھو رئیس اصحابه وھو ثقة امام ۔امام ابنِ سعدؒ فرماتے ہیں: و کان ثقة کثیر الحدیث ۔امام ابنِ حبانؒ فرماتے ہیں: صاحب سنة و فضل و دین امام حاکمؒ فرماتے ہیں: ثقة مامون ۔ صحیح بخاری میں اُن سے پچھتر روایتیں ہیں (تہذیب التھذیب ج ۵ ص ۲۱۵، ۲۱۶ محصلہ)'' (مجذوبانہ واویلا ص ۳۰۴، ۳۰۵)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اسی حمیدی کے واسطہ سے امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کو حج کے مسائل نہ آتے تھے۔ اسی لیے شیخ کوثریؒ تانیب الخطیب ص ۳۶ پر حمیدی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''شدید التعصب و قاع'' ''بہت متعصب اور الزام تراش تھا۔'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۶۹)

نیز ماسٹر امین کے بقول حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی کے متعلق کہا تھا: ''کوثری گروپ کے ایک غالی متعصب حنفی'' تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ماسٹر امین نے لکھا کہ ''اور کوثری گروپ کے ایک غالی متعصب حنفی کہہ کر زبان درازی شروع کر دی۔''

(تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۲۵۴)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق کوثری نے اور ماسٹر امین نے امام حمیدی رحمہ اللہ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی تھی یا اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔

۳۷) سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے:

''تلبیسانہ انداز اثری صاحب نے ص ۱۵۰ پر احادیث کی تصحیح و تضعیف میں تضاد کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت انتہائی دجل و تلبیس کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ بات تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کتاب پر بحث و طعن کے لیے اس کے قریبی ایڈیشن کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ پچھلے ایڈیشن میں اغلاط یا سقم سے آگاہی کے بعد مؤلف اس کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اور اس کے ہاں معتبر جدید ایڈیشن ہی ہوتا ہے'' (مجذوبانہ واویلا ص ۱۸۷)

لیکن دوسری طرف حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نور العینین کے جواب میں سرور

العینین لکھی تو نور العینین کے قدیم ایڈیشن کو مدنظر رکھا اور اس اصول کے متعلق خود لکھا:
''کتنی زبردست جسارت ہے اور خیانت و تلبیس ہے کہ جو رسالہ منسوخ ہے اس کا مصنف اس عمل سے رجوع کر چکا ہے اس کی تشہیر کی جا رہی ہے'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴)
اب دیوبندی بتائیں! کہ حبیب اللہ ڈیروی نے اپنے اور عبدالقدوس قارن کے اصول کے مطابق انتہائی دجل و تلبیس اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے یا عبدالقدوس قارن الزام لگانے میں جھوٹا ہے۔؟!

۳۸) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اہل رائے کا کام ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔ اور یہ تقلید ہے...'' (تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۱۷۱)
سعید احمد پالنپوری محدث دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ'' چنانچہ چوتھی صدی میں پوری امّتِ مسلمہ نے ان چار ائمہ کی تقلید شخصی پر اجماع کر لیا، اور ان کے علاوہ کی تقلید کو ناجائز قرار دیا۔'' (ادلہ کاملہ ص ۸۵)
اجماع کے متعلق ماسٹر امین نے لکھا: ''اجماع اُمت کا مخالف بنصِّ کتاب و سنت دوزخی ہے''
(تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۲۸۷)
لیکن سرفراز صفدر نے بریلویوں کے خلاف امام حاکم رحمہ اللہ کی کتاب سے ایک حدیث نقل کر کے لکھا: ''(مستدرک جلد ۴ ص ۲۳۸ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)۔'' (راہ سنت ص ۱۴۳)
ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام حاکم کے متعلق لکھا ہے: ''حاکم غالی شیعہ ہے''
(تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۴۱۶)
ماسٹر امین نے حاکم کے متعلق مزید لکھا ہے: ''دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے''
(تجلیات صفدر جلد ۱ ص ۴۱۷)
اب دیوبندی بتائیں! کہ سرفراز صفدر نے دیوبندیوں کے اصولوں کے مطابق حدیث کو صحیح کہنے میں امام حاکم کا قول پیش کر کے نیز ایک ''غالی شیعہ'' اور ''رافضی خبیث'' کی تقلید کر کے اور اجماع امت کی مخالفت کر کے اپنے آپ کو دوزخی بنا لیا ہے یا ماسٹر امین

اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنی تائید میں ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے:

''امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۳۱۵)

ماسٹر امین نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے: ''امام نوویؒ بھی امام شافعیؒ کے مقلد تھے...''

(تجلیات صفدر جلد ۴ ص ۲۲۱)

لہٰذا ماسٹر امین نے اپنے ہی اصول کے مطابق امام نووی رحمہ اللہ کی تقلید کی ہے لیکن سعید احمد پالنپوری کے اصول کے مطابق ائمہ اربعہ کی تقلید پر اجماع ہے، انکے علاوہ کی تقلید ناجائز ہے۔ ان دیوبندی اصولوں کے مطابق ماسٹر امین نے امام نووی کا مقلد بن کر ایک ناجائز کام کیا ہے اور تقلید شخصی کی مخالفت بھی کی اور اجماع کا انکار بھی کیا۔

۳۹) ایک جگہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''میں تو ابن عدی کے امام، امام شافعیؒ کا بھی مقلد نہیں، آپ کو کس نے بتایا کہ میں ابن عدی کا مقلد ہوں۔'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۹۳)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک راوی ''ابو شیبہ'' کی بیان کردہ حدیث کو صحیح ثابت کرنے کیلئے لکھا: ''ابن عدی نے فرمایا له احاديث صالحة وهو خير من ابراهيم بن ابى حية (تہذیب ص ۱۴۵، ج ۱)'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۱۸۳)

ماسٹر نے مزید لکھا ہے: ''...اور ابن عدی کے ہاں ابو شیبہ، ابراہیم بن ابی حیہ (جو کہ ثقہ اور حسن ہے) سے بہتر ہے) اور ابراہیم بن ابی حیہ ثقہ اور حسن الحدیث ہے ونقل عثمان الدارمی عن یحيٰ بن معين انه قال شيخ ثقة كبير (کذا فی اللسان ص ۵۳ ج ۱)

اب ظاہر ہے کہ جو اس سے بہتر ہوگا وہ حسن سے کم نہیں ہوسکتا۔'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۱۸۳)

یہاں ماسٹر امین اوکاڑوی نے ''ابو شیبہ'' کی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ابن عدی کی رائے پیش کی ہے جو ماسٹر امین کے اصول کے مطابق تقلید ہے اور ماسٹر امین نے ابن عدی کی رائے کو مؤثر بنانے کے لئے ائمہ جرح وتعدیل کے طبقات بھی بنائے ہیں لہٰذا لکھا ہے:

''متشددین:۔

شعبہ۔ابوحاتم۔نسائی۔ابن معین۔یحییٰ القطان۔ابن حبان۔ابن جوزی،ابن تیمیہ وغیرہ
متعصبین:۔ جوز جانی۔ذہبی۔بیہقی۔دارقطنی۔خطیب وغیرہ۔
معتدلین:۔ احمد۔ابن عدی وغیرہ۔'' (تجلیات صفدر جلد۳ ص۱۷۶)

یہاں چونکہ ماسٹر امین کو ابن عدی رحمہ اللہ کی ضرورت تھی اور اپنے ہی اصول کے مطابق ابن عدی کی تقلید کرنی تھی اس لئے معتدلین میں ان کا شمار کیا لیکن دوسری جگہ ابن عدی رحمہ اللہ کی بات ماسٹر امین کی طبیعت کے خلاف تھی لہٰذا لکھ دیا:

''ابن عدی جرجانی الشافعی (۳۶۵ھ): یہ نہایت متعصب تھے۔'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص۷۱)

مزید لکھا: ''امام محمد جن کی کتابیں پڑھ کر ابن عدی امام بنا، اسی کے خلاف زبان درازی خوب کی اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا کہ تین سو احادیث میں امام ابوحنیفہ نے خطاء کی ہے''

(تجلیات صفدر جلد۲ ص۷۱)

اب دیوبندی بتائیں کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اپنی کس کس بات میں سچا اور کس کس بات میں جھوٹا ہے؟

۴۰) فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (اہل حدیث) کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''پھر چوتھا جھوٹ ابن خزیمہ پر بولا کہ ابن خزیمہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو صحیح کہا ہے۔'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص۲۳۴)

حالانکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح ابن خزیمہ (ج۱ ص۲۴۳ رقم الحدیث ۴۷۹) میں موجود ہے۔ اگر ماسٹر امین کا مقصد یہ ہے کہ امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ''صحیح'' کا لفظ نہیں لکھا تو عرض ہے کہ آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' تقی عثمانی نے فرمایا: ''چنانچہ اس طبقہ کی کتابوں میں ہر حدیث کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے مؤلف کے نزدیک صحیح ہے، اس طبقہ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطاً، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، المنتقی لابی محمد عبداللہ ابن الجارود، المنتقی للقاسم بن اصبغ، المختارہ لضیاء الدین المقدسی، صحیح ابن السکن،

صحیح ابن العوانہ۔'' (درس ترمذی ج ۱ ص ۶۳)

نیز اشرفعلی تھانوی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا: '' و أورد هذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فانه لا ياتي الابا لصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع '' دیکھئے بوادر النوادر (ص ۱۳۵)

نیز ابن حبان کی ایک حدیث کے متعلق ابن ترکمانی حنفی نے کہا: ''وصححه ابن حبان '' اور اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ (الجوہر النقی ۱/۲۸۴، الحدیث: ۵۰ ص ۲۷)

نیز دیوبندیوں کے ''محدث اور فقیہ'' شوق نیموی نے آثار السنن (ص ۲۳ ح ۴۸) میں صحیح ابن خزیمہ (۱/۱۴۳ ح ۲۸۳) کی ایک حدیث نقل کر کے کہا: ''وصححه ابن خزيمة'' اور اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

حالانکہ وہاں بھی امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح کا لفظ نہیں لکھا۔ فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا صحیح ابن خزیمہ میں کسی حدیث کے ساتھ استدلال کرنا ان کے نزدیک اُس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔'' (خاتمۃ الکلام ص ۳۱۸)

دیوبندیوں کے امام سرفراز خان صفدر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث '' و إذا قرأ فأنصتوا '' کے متعلق لکھا ہے کہ ''...حالانکہ اس حدیث کی ذیل کے آئمہ حدیث تصحیح کرتے ہیں۔ (۱) امام احمد بن حنبلؒ (جوہر النقی جلد ۲ ص ۱۵۷) (۲) امام مسلمؒ (جلد ۱ ص ۱۷۴) (۳) علامہ ابن حزمؒ (محلی جلد ۳ ص ۲۴۰) (۴) امام نسائی (جلد ۱ ص ۱۰۷)...''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۷۲)

حالانکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے مذکورہ صفحے پر صحیح کا لفظ نہیں لکھا۔

اب دیوبندی بتائیں! کیا تقی عثمانی، اشرفعلی تھانوی، شوق نیموی، ابن ترکمانی حنفی، فقیر اللہ دیوبندی اور سرفراز صفدر جھوٹے ہیں یا اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

٤١) دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے بریلویوں کے خلاف اپنی تائید میں، محمد بن سائب کلبی کے متعلق حافظ ابن حجر کا قول یوں نقل کیا ہے: '' حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تمام

ثقہ اہل نقل اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۱۷۸ تا ص ۱۸۱)'' (تنقید متین ص ۱۶۸)

سرفراز نے مزید لکھا ہے: ''... جب کوئی مصنّف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصّہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وُ ہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔'' (تفریح الخواطر ص ۲۹

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (راہ ہدایت ص ۱۳۸)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اجماع اُمت کا مخالف بنصِّ کتاب وسنت دوزخی ہے۔''

(تجلیات صفدر جلد ا ص ۲۸۷)

اوکاڑوی نے مزید کہا: '' آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ج۶ ص ۱۸۹)

ظاہر ہے کہ ان دیوبندی اصولوں کے مطابق جو کوئی بھی کلبی کی روایت کو قبول کرے گا وہ دوزخی اور شیطان ہوگا۔ لیکن دوسری طرف خود ماسٹر امین اوکاڑوی نے کلبی کی روایت کو قبول کیا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

☆ عبدالغنی طارق لدھیانوی نے بھی کلبی کی روایت کو قبول کیا ہے۔
دیکھئے شادی کی پہلی دس راتیں (ص ۸)

☆ دیوبندیوں کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی کلبی کی روایت کو قبول کیا ہے۔
دیکھئے نماز مدلل (ص ۱۲۸)

☆ ''مفتی'' احمد ممتاز دیوبندی نے بھی کلبی کی روایت کو قبول کیا ہے۔ (دیکھئے آٹھ مسائل ص ۱۸)

اب دیوبندی بتائیں کہ اگر کلبی کی روایت کو بریلوی قبول کریں تو انھیں اجماع کا مخالف سمجھا جائے اور اگر دیوبندی حضرات اسی کلبی کی روایت کو قبول کریں تو انھیں بھی اجماع کا مخالف سمجھ کر دوزخی سمجھا جائے یا سرفراز صفدر کو اور ماسٹر امین اوکاڑوی کو متعارض و متناقض اصول بنانے کی وجہ سے جھوٹا سمجھا جائے؟

۴۲) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ،

تابعینؒ، محدثینؒ ومجتہدینؒ کو غیر مقلد کہنا انکی سخت توہین ہے" (تقریظ علی الکلام المفید ص ن)

دوسری طرف اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے فرمایا: "کیونکہ امام اعظمؒ ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔" (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات تھانوی ۲۴/۳۳۲)

ائمہ اربعہ کے بارے میں تھانوی سے پہلے طحطاوی (حنفی) نے لکھا تھا:

"وھم غیر مقلدین" اور وہ غیر مقلد تھے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۵۱)

اب دیوبندی بتائیں کہ کیا ائمہ اربعہ مجتہدین نہیں تھے یا پھر اشرفعلی تھانوی اور طحطاوی نے ائمہ اربعہ کی توہین کی ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۴۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کسی میر صاحب سے یوں مخاطب ہو کر لکھا ہے:

"میر صاحب! آپ نے مضبوط دلائل کا رعب تو بہت ڈالا تھا مگر جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور ﷺ انتقال تک رفع یدین کرتے رہے، وہ بالکل جھوٹی ہے۔ اس کا پہلا راوی متعصب شافعی ہے (طبقاتِ شافعیہ)۔ دوسرا راوی رافضی خبیث (تذکرۃ الحفاظ)۔ تیسرا، پانچواں، چھٹا راوی ان کے حالات ہی نہیں ملتے، اس لئے مجہول ہیں۔ چوتھا عبدالرحمٰن بن قریشی جھوٹی احادیث بنانے سے متہم ہے (میزان الاعتدال ج ۳ / ص ۵۸۲) ساتواں راوی عصمت بن محمد الانصاری جھوٹی احادیث گھڑا کرتا تھا (میزان الاعتدال ج ۳ / ص ۶۸) واہ میر صاحب! یہ ہیں تیرے مضبوط دلائل، حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟ جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔" (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۷۶، ۷۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: "آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)" (تجلیاتِ صفدر ۶/ ۱۸۹)

ماسٹر اوکاڑوی کے بقول میر صاحب نے تو صرف اشارہ کیا تھا۔ لیکن ماسٹر اوکاڑوی نے خود

ترک رفع یدین کے دلائل میں ایک روایت نقل کر کے اس کا حوالہ یوں دیا ہے:

''(مسند الامام الاعظم ص ۵۰)'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۳۰۲)

اس روایت کے ایک راوی سلیمان شاذ کونی کے متعلق دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''محدثین عظامؒ کے ضابطہ پر تو مؤلف خیر الکلام مطمئن نہیں ہیں اور سلیمان شاذ کونی کی لاتوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور یہ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون ہے؟ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فیہ نظر ابن معینؒ نے اس کو حدیث میں جھوٹا کہا ابو حاتمؒ اس کو متروک الحدیث اور نسائیؒ لیس بثقه کہتے ہیں اور صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کان یکذب فی الحدیث کہ حدیث میں جھوٹ کہتا تھا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ شراب پیتا اور بیہودہ حرکتوں میں آلودہ تھا اور نیز فرمایا کہ درب دمیك میں شاذ کونی سے بڑا جھوٹا اور کوئی داخل نہیں ہوا البغویؒ فرماتے ہیں کہ رماہ الائمه بالکذب ائمہ حدیث نے اسکو جھوٹ سے متہم کیا ہے اور امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ کان یضع الحدیث کہ وہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا امام ابو احمد الحاکمؒ اس کو متروک الحدیث اور امام ابن مہدیؒ اس کو خائب اور نامراد کہتے تھے امام عبد الرزاقؒ نے اسکو عدو اللہ، کذاب اور خبیث کہا اور صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ آناً فاناً سندیں گھڑ لیتا تھا اور صالح بن محمدؒ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کذاب اور لونڈے بازی سے متہم تھا (محصلہ لسان المیزان جلد ۳ ص ۸۴ تا ص ۸۷)''

(احسن الکلام جلد ۱ ص ۲۰۴، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۴)

نیز اس روایت کے دیگر بعض راویوں پر بھی محدثین کی شدید جرح موجود ہے۔

اوکاڑوی کی پیش کردہ روایت کا پہلا راوی ابو محمد حارثی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی نے احمد السلیمانی وغیرہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ کذاب اور احادیث گھڑتا تھا۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۹۶)

اسی طرح ماسٹر امین نے تجلیات جلد ۲ ص ۳۵۰ پر ترک رفع یدین کے دلائل میں ایک روایت تفسیر ابن عباسؓ کے حوالہ سے لکھی ہے جس کا ایک راوی محمد بن سائب کلبی ہے

جس کے بارے میں دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے بریلویوں پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابوالنضر ہے۔ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ لیس بشیء ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کردی تھی ابو جزءؒ اور یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ کلبی کافر ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل غلطی سے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ پر وحی نازل کر گئے تھے (معاذ اللہ) امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام علیؒ بن الجنیدؒ، ابو احمد الحاکمؒ اور دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط الاعتبار ہے، ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایات میں جھوٹ بالکل ظاہر ہے، ساجیؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث نہایت کمزور اور غالی شیعہ ہے، امام ابو عبداللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابو صالح سے اُس نے جھوٹی روائتیں بیان کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تمام ثقہ اہل نقل اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۸ تا ص ۱۸۱) امام احمد فرماتے ہیں کہ کلبی کی تفسیر اوّل سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲)'' (تنقید متین ص ۱۶۷۔۱۶۸)

ماسٹر امین کی پیش کردہ اسی روایت کے ایک اور راوی محمد بن مروان (سدی صغیر) کے متعلق سرفراز صفدر نے بریلویوں پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' (اتمام البرہان ص ۴۵۸)

ایسے جھوٹے راویوں کی روایت بیان کرنے والے کے متعلق جو الفاظ خود ماسٹر امین نے کہے ہیں وہ یہ ہیں: ''حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟ جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔" (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۷۶، ۷۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ یہ الفاظ ماسٹر امین اوکاڑوی کے لئے مناسب ہیں یا ماسٹر امین جھوٹا ہے؟!

۴۴) ماسٹر امین اوکاڑوی نے آلِ دیوبند کے مسلّم بزرگ شاہ ولی اللہ دہلوی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: "پھر ان کی رائے ہے کہ رفع یدین کرنے والا مجھے زیادہ پسند ہے نہ کرنے والے سے اور دلیل یہ دی ہے کہ رفع یدین کی احادیث اکثر اور اثبت ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل نہیں" (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۴۵۱)

جبکہ دوسری طرف شاہ ولی اللہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے ایک بریلوی "مفتی" کو مخاطب کر کے لکھا ہے: "مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی......" (باب جنت ص ۴۹)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا ماسٹر امین کے نزدیک شاہ ولی اللہ مسلمان اور دیوبندیوں کے بزرگ نہیں تھے یا سرفراز صفدر کا اصول غلط ہے؟!

۴۵) رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: "حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری" (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)" (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۱۸۹)

مزید لکھا ہے: "اجماعِ اُمت کا مخالف بنصِّ کتاب وسنت دوزخی ہے۔"

(تجلیات صفدر جلد ا ص ۲۸۷)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: "یہ جو لوگ کہتے ہیں بخاری اصح الکتب ہے۔ تحکم لا یجوز تقلید فیه به بالکل ناانصافی کی بات ہے اس کے ماننے کی ضرورت

نہیں ہے۔" (فتوحات صفدر جلد ا ص ۱۳۷، دوسرا نسخہ ۱/۱۵۹)

اب دیوبندی بتائیں! کہ "مفتی" رشید احمد لدھیانوی نے ناانصافی کی بات کی ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کے لئے جو الفاظ لکھے ہیں وہی الفاظ خود ماسٹر اوکاڑوی کے اپنے لئے مناسب ہیں؟!

۴۶) منیر احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے: "بغیر اہلیت اجتہاد کے دعوی اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ عقل مند! " (۱۲ مسائل ص ۸، دوسرا نسخہ ص ۱۰)

سرفراز صفدر دیوبندی نے خود اپنے بارے میں لکھا ہے: "مگر جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اثیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس" (الکلام المفید ص ۶۷)

دوسری طرف سرفراز صفدر نے اپنی ایک اور کتاب احسن الکلام میں خود اپنے بارے میں لکھا ہے: "اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہوں گے۔ ان میں غلطی کا واقع ہونا بہت اغلب ہے، " (احسن الکلام جلد ا ص ۴۱، دوسرا نسخہ ص ۶۳)

اب دیوبندی بتائیں! کہ منیر احمد ملتانی جھوٹا ہے یا اس کا فتویٰ سرفراز صفدر پر چسپاں ہوگا؟!

تنبیہ: اگر کوئی دیوبندی کہے کہ سرفراز صفدر نے اپنے اجتہادات میں غلطی واقع ہونے کا امکان ظاہر کر دیا ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ دیوبندیوں کے "شیخ الاسلام مفتی" محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: "اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ اُن کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے، "

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵)

۴۷) ایک اہلِ حدیث عالم محمد ایوب صاحب سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "ان کا فرض تھا کہ وہ کسی حدیث کی صحت اور ضعف دلیل شرعی سے ثابت کرتے اور دلیل شرعی ان کے ہاں صرف اور صرف فرمان خدا اور فرمان رسول ہے۔"

(تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۲۰۰)

قطع نظر اس سے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک اجماع اور اجتہاد حجت ہے یا نہیں ہم یہاں اس بحث کو نظر انداز کرتے ہیں، البتہ ماسٹر امین کے اصولوں کے مطابق جو شخص جتنے دلائل کا قائل ہوگا حدیث کو صحیح یا ضعیف بھی انھیں دلائل سے ثابت کرنے کا پابند ہوگا۔

سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالحق نقشبندی نے لکھا ہے: ''دلائل شرعیہ چار ہیں۔(۱) قرآن حکیم ...(۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ....(۳) اجماعِ امت (۴) قیاس مجتہد....ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔'' (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

اب دیوبندیوں کو چاہیے تھا کہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق حدیث کو صحیح یا ضعیف بھی اللہ تعالیٰ سے یا پھر رسول اللہ ﷺ سے یا اجماع امت سے یا امام ابوحنیفہ سے ثابت کرتے مگر افسوس! کہ دیوبندی ماسٹر امین کے اصول کی پابندی نہ کر سکے بلکہ خود ماسٹر اوکاڑوی بھی اپنے اصول کی پابندی نہ کر سکا۔

مثال کے طور پر سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث جو عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔اس حدیث کو دیوبندیوں کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے صحیح کہا ہے۔دیکھئے نماز مدلل (ص ۱۳۷،۱۳۸)

اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے ضعیف کہا ہے۔دیکھئے تجلیات صفدر (جلد۲ص ۲۹۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ فیض احمد ملتانی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا اجماع امت سے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا امام ابوحنیفہ کے قول سے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟!

لیکن ماسٹر اوکاڑوی نے چونکہ اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لہٰذا دیوبندی بتائیں کیا اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے یا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے یا اس حدیث کو امام ابوحنیفہ نے ضعیف کہا ہے؟ اگر کسی دیوبندی نے پہلی تین دلیلوں میں سے کسی ایک کا بھی نام لیا تو مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی نہ کوئی بات ضرور ثابت ہو جائے گی:

① اللہ تعالیٰ نے تو اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اوکاڑوی ضعیف کہتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے تو اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فیض احمد ملتانی صحیح کہتا ہے۔

③ نبی ﷺ نے تو اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اوکاڑوی ضعیف کہتا ہے۔

④ نبی ﷺ نے تو اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فیض احمد ملتانی صحیح کہتا ہے۔

⑤ اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے لیکن اوکاڑوی اسے ضعیف کہتا ہے۔

⑥ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے لیکن فیض احمد ملتانی اسے صحیح کہتا ہے۔

اجماع کے متعلق ماسٹر اوکاڑوی کا قول ہے: ''اجماع اُمت کا مخالف بنصِ کتاب وسنت دوزخی ہے۔'' (تجلیات صفدر جلد ا ص ۲۸۷)

اب رہی بات قیاس مجتہد کی، اگر امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو اوکاڑوی نے ضعیف کہہ کر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے اور اگر امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے تو فیض احمد ملتانی نے صحیح کہہ کر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔!

اگر امام ابوحنیفہ نے نہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے نہ ضعیف تو دیوبندی اصولوں کے مطابق چار دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل ہے ہی نہیں کیونکہ سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالحق نقشبندی نے لکھا ہے: ''دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (ا) قرآن حکیم ... (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .... (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس مجتہد.... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

مزید لکھا ہے: ''جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بندر ہنے کا پابند ہوتا ہے۔ اور ان سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ مقلد رہتا ہی نہیں۔'' (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۴)

اب ظاہر ہے فیض احمد ملتانی اور ماسٹر اوکاڑوی دونوں (اگر امام ابوحنیفہ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب نہ کریں تو بھی) دیوبندی اصولوں کے مطابق دلائل اربعہ کے دائرے سے نکل چکے ہیں اور مقلد نہیں رہے ورنہ ایک تو ان دونوں میں سے یقینی طور پر دلائل اربعہ

کے دائرے سے نکل چکا ہے اور مقلد نہیں رہا۔اور تقلید کے ترک کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''دیکھا تقلید چھوڑنے کا بد نتیجہ، سب کچھ گیا، اب ایک چمٹا ہاتھ میں لے لو اور گلی بازار میں چمٹا بجاتے پھرو اور گاتے پھرو۔

مجرد سب سے اعلیٰ ہے نہ جورو ہے نہ سالا ہے'' (تجلیات صفدر جلد ۶ ص ۷۲)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا فیض احمد ملتانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی اس لائق تھے کہ چمٹا بجاتے پھرتے اور گاتے پھرتے یا ماسٹر اوکاڑوی اصول بنانے میں جھوٹا ہے؟!

تنبیہ: اگر کوئی دیوبندی کہے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اور فیض احمد ملتانی دونوں مجتہد تھے دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا ہے۔

تو عرض ہے کہ خود ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔'' (تقریظ علی الکلام المفید ص س)

منیر احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''بغیر اہلیّت اجتہاد دعوی اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔نہ عقل مند!'' (۱۲ مسائل ص ۸، دوسرا نسخہ ص ۱۰)

۴۸) ''مفتی'' جمیل دیوبندی کے بقول کسی رفع یدین کے قائل نے ترک رفع یدین کی ایک روایت پر ایک اعتراض یہ کیا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے تساہلاً حسن کہہ دیا ہے تو ''مفتی'' جمیل نے اس کا جواب یوں دیا: ''اور اگر تساہلاً کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ترمذیؒ جیسا عظیم محدث، حدیث کے متعلق رائے دینے کے معاملے میں انتہائی غیر ذمہ دار واقع تھا۔ یہ امام ترمذیؒ پر وہ الزام ہے جس کا جواب قائلین رفع کے ذمہ ہے۔''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۱۲)

دوسری طرف آل دیوبند کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے کہا: ''اگرچہ ترمذی اس کو حسن کہتے ہیں۔لیکن محمد بن اسحاق کی جس قدر تضعیف کی گئی ہے اس سے... یہ قابل عمل نہ رہی....'' (تقاریر شیخ الہند ص ۶۸)

سنن ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا (ح ۹۹ وقال:

"ھذا حدیث حسن صحیح") اس حدیث کے متعلق تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

"اس حدیث کی تصحیح میں امام ترمذیؒ سے تسامح ہوا ہے،" (درس ترمذی جلد۱ ص۳۳۶)

اسی حدیث کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:"امام ترمذیؒ اس بارے میں متساہل ہیں....." (تجلیات صفدر جلد۲ ص۱۷۶)

اب دیوبندی بتائیں ! کہ محمود حسن، تقی عثمانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ پر وہ الزام لگایا ہے جس کا جواب ان دیوبندیوں کے ذمہ ہے یا "مفتی" جمیل الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟!

۴۹) فقیر اللہ دیوبندی نے ایک راوی جعفر بن میمون کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے:

"امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث "لا صلوٰۃ الخ" کے بارے میں متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ اس کی سند یا متن پر کوئی غبار نہیں ہے یعنی کسی قسم کی کوئی جرح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد اور علامہ منذری رحمہما اللہ بھی اس پر کسی قسم کی جرح سے خاموش ہیں مگر حضرات غیر مقلّدین کی کمین گاہ سے روایتی غیر مقلدانہ تیر ونشتر کے ساتھ اس کے راوی جعفر بن میمون کو نہایت بُری طرح سے مجروح کیا گیا ہے دیکھئے توضیح الکلام ج۱ ص۱۳۰، ۱۳۱" (خاتمۃ الکلام ص۵۵۷)

دوسری طرف ایک راوی نافع بن محمود رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کو بھی حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اور امام ابوداود اور علامہ منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔

چنانچہ فقیر اللہ دیوبندی نے خود لکھا ہے:"بے شک امام حاکم نے نافع بن محمود کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور علامہ ذھبی نے بھی اس کے ساتھ موافقت کی ہے مگر....." (خاتمۃ الکلام ص۴۵۰)

اور اپنی اسی کتاب میں نافع بن محمود کی حدیث پر امام ابوداود اور علامہ منذری کے سکوت کا جواب یوں دیا:"جب نافع کو دوسرے محدثین نے مجہول کہا ہے تو امام ابوداؤد اور علامہ منذری کے سکوت سے اس کی حدیث کا قابلِ عمل ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے....."

(خاتمۃ الکلام ص۴۶۰)

نافع بن محمود کی حدیث فقیر اللہ دیوبندی کے اپنے اصول کے مطابق بھی صحیح تھی اور نافع بن محمود ثقہ تھے لیکن چونکہ نافع بن محمود نے فاتحہ خلف الامام کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس لیے فقیر اللہ دیوبندی نے کہا: ''مگر نافع بن محمود چونکہ مجہول ہے اس لئے یہ موصول طریق بھی ضعیف ہے۔'' (خاتمۃ الکلام ص ۲۴۲)

فقیر اللہ دیوبندی کے اصول کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ نافع بن محمود کی حدیث کو امام حاکم اور علامہ ذہبی صحیح کہتے ہیں اور امام ابوداؤد اور علامہ منذری بھی اس پر جرح سے خاموش ہیں مگر حضرات مقلدین (خصوصاً دیوبندیوں) کی کمین گاہ سے اس راوی نافع بن محمود کو بری طرح مجروح کیا گیا۔

لیکن ہم نے یہاں ایک دلچسپ بات عرض کرنی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ جس چیز کو فقیر اللہ دیوبندی نے غیر مقلدین کی کمین گاہ کہا ہے وہ کیا ہے؟ فقیر اللہ دیوبندی نے توضیح الکلام (ص ۱۳۰، ۱۳۱) دیکھنے کو کہا تھا، جب حوالے کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''علامہ ماردینی حنفیؒ لکھتے ہیں: یہ جعفر بن میمونؒ ہے جس کی کنیت ابوعلیؒ ہے اور ابن معینؒ اور ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی کنیت ابوالعوام ہے۔ ابن حنبلؒ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ابن معینؒ نے کہا ہے وہ کچھ نہیں، اور نسائی نے کہا ہے وہ ثقہ نہیں۔ (الجوہر النقی ص ۳۷ جلد ۲)
بلکہ علامہ عینیؒ حنفی نے تو بڑے جزم سے کہا کہ: مسند میں جو جعفر کا ذکر ہے تو وہ جعفر بن میمونؒ ہے جس میں کلام ہے یہاں تک کہ نسائی نے صراحت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں (عمدۃ القاری ص ۱۴، جلد ۲)'' (توضیح الکلام جلد ۱ ص ۱۳۰، ۱۳۱)

اب دیوبندی بتائیں! کہ وہ علامہ ماردینی حنفی اور علامہ عینی حنفی کی آراء کو کمین گاہ سے روایتی مقلدانہ تیر ونشتر کہیں گے یا فقیر اللہ دیوبندی کو الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹا سمجھیں گے؟!

۵۰) اہلِ حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے

لکھا ہے: ''خیانت نمبر ۳۷

شاہین صاحب مالک بن الحویرث کا شاگرد یہاں ابوقلابہ ہے جو ناصبیت کی طرف مائل تھا (تقریب) یعنی اہل بیت نبوی ﷺ کے مخالف تھا۔ آپ رفع یدین کیلئے کبھی کسی شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں کبھی کسی ناصبی کے پاؤں چاٹتے ہیں:'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۹۳)

لیکن جب ماسٹر امین اوکاڑوی نے ابوقلابہ رحمہ اللہ کا قول اپنی تائید میں نقل کرنا تھا تو بڑی تمیز سے لکھا: ''حضرت ابوقلابہؒ '' (تجلیات صفدر ج ٦ ص ۳۷۱)

سرفراز صفدر نے تقلید کو ثابت کرنے کے لئے ابوقلابہ رحمہ اللہ کی تعریف میں لکھا ہے:

''اسی طرح حضرت عنبسہؒ کا حضرت ابوقلابہؒ کے متعلق اہل شام کو یہ کہنا کہ اے اہل شام! جب تک تم میں حضرت ابوقلابہؒ یا ان جیسے سمجھدار موجود ہیں تو تم خیریت کے ساتھ ہی رہو گے۔ (بخاری ج ۲ ص ٦٦۳، ج ۲ ص ۱۰۱۹، ومسلم ج ۲ ص ۵۷ واللفظ لہ)

اور اس طرح کے دیگر ایسے اٹل دلائل اور براہین ہیں جن سے اغماض نہیں کیا جا سکتا۔''

(الکلام المفید ص ۹۵، ۹٦)

اسی طرح خود دیوبندیوں نے بھی ابوقلابہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی کتابوں میں بطورِ دلیل نقل کیا ہے۔ مثلاً: دیکھئے ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب: مجموعہ رسائل (۱/۳٦) تجلیاتِ صفدر (۲/۳۷ تحقیق مسئلہ قرأت خلف الامام چوتھی حدیث۔) اور فتوحاتِ صفدر (ج ۱ ص ۲۹۷، ۳۱۰)

انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۴۳۸ حدیث نمبر ۴، اور ص ۳۱۸ حدیث نمبر ۱۴، ص ۵۲۳ روایت نمبر ۱۹ اور ص ۷۰۲ حدیث نمبر ۵) میں ابوقلابہ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی دلیل بنایا ہے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق تو انوار خورشید خیانتیں کرنے والا اور ایک ناصبی کے پاؤں چاٹنے والا تھا لیکن ماسٹر امین نے بذاتِ خود اپنے اصول کی مخالفت کرتے ہوئے انوار خورشید کی کتاب کے متعلق کہا: ''مولانا انوار خورشید مدظلہ نے اردو خوان

حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب ”حدیث اور اہل حدیث“ نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔“

(تجلیاتِ صفدر ج ۷ ص ۳۰۴)

مزید لکھا: ”احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی....“ (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۳۰۵)

تو اس طرح ماسٹر امین نے اپنے ہی اصول کے مطابق ایک ناصبی کے پاؤں چاٹنے والے کی تعریف کی۔

لیکن ہم نے تو یہاں ایک دلچسپ بات عرض کر کے دیوبندیوں سے سوال پوچھنا ہے وہ یہ کہ ماسٹر اوکاڑوی کے اصول کے مطابق اگر کوئی شخص اپنے عمل کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی روایت پیش کرے جس کی سند میں کوئی شیعہ راوی ہو تو گویا اس کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ایک روایت (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۳۵۰ تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶، مجموعہ رسائل اوکاڑوی ۱/۱۸۲) نقل کی ہے۔ جس کے ایک راوی محمد بن سائب کلبی کو دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے کافر ثابت کیا ہے۔

دیکھئے ازالۃ الریب (ص ۳۱۴) اور تنقید متین (ص ۱۶۷)

اور دوسرے راوی محمد بن مروان سدی کے متعلق لکھا: ”سدی کذاب اور وضاع ہے“

(اتمام البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز صفدر نے کسی بریلوی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ”آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔“ (اتمام البرہان ص ۴۵۸)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک کافر اور کذاب کی چوکھٹ پر سجدہ کیا تھا یا وہ الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟ نیز سرفراز صفدر کے اصول کے مطابق علمی رسوائی

کا داغ ماسٹر امین کی پیشانی پر ہمیشہ چمکتا رہے گا یا سرفراز صفدر کا اصول ہی باطل ہے؟!

تنبیہ: اصول نمبر ۴۳ میں بھی ماسٹر اوکاڑوی کی بیان کردہ ایک روایت کی حقیقت بیان کی گئی ہے جس میں کلبی اور سدی کے بارے میں دیوبندی حوالے لکھے گئے ہیں، دوبارہ پڑھ لیں۔

۵۱) ماسٹر امین اوکاڑوی نے حکیم صادق سیالکوٹی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ ہے کہ احادیث کا ایک پہلو لے لیا گیا اور دوسرا نظر انداز کر دیا گیا۔'' (تجلیات صفدر ج ۴ ص ۲۵۱)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب (دیکھئے تجلیات صفدر ج ۷ ص ۳۰۴، ۳۰۵) حدیث اور اہلحدیث میں بھی انوار خورشید نے جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا داود ارشد حفظہ اللہ کی کتاب حدیث اور اہل تقلید۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا انوار خورشید نے اوکاڑوی اصول کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ کیا ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۵۲) آلِ دیوبند کے ''رئیس المحققین'' ابوبکر غازیپوری نے لکھا ہے: ''امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں، علما سلف وخلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس و تدریس، شرح و تعلیق، استدلال و استخراج، افادہ و استفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دل چسپی کا محور بنی ہوئی ہے، کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلاشبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا، یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔''

(آئینۂ غیر مقلدیت از غازیپوری ص ۲۰۶، ۲۰۷)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے کسی ''حنفی'' محشی سے نقل کرتے ہوئے کہا:

''انہوں نے لکھا ہے کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں بخاری اصح الکتب ہے تحکم لا یجوز تقلید فیه . بالکل ناانصافی کی بات ہے اسے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۱ ص ۱۳۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۵۹)

اور عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ابھی پتہ چل جائے گا تمہارا اور تمہارے امام بخاری کا'' (شادی کی پہلی دس راتیں ص ۱۸)

ایک اور جگہ لکھا ہے: ''تمہاری بخاری نے تو مجھے شرمسار کیا'' (شادی کی پہلی دس راتیں ص ۱۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اور عبدالغنی شیعہ ہیں یا منکرِ حدیث یا پھر غیر مقلد؟

۵۳) دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''راقم اثیم نے بحمد اللہ تعالیٰ پورے سولہ سال درس نظامی کا مکمل نصاب پڑھا ہے اور پھر اڑتالیس سال سے پڑھا رہا ہے اور درس نظامی کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو کئی کئی بار نہ پڑھائی ہو مگر جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اثیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس...'' (الکلام المفید ص ٦٧)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں، مسائل میں عالم ہیں۔'' (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۲۵۱، دوسرا نسخہ ص ۲۲۱)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''الغرض پیش آمدہ غیر منصوص مسائل میں تا قیامت اجتہاد جاری اور جائز ہے۔'' (الکلام المفید ص ٦٧)

ان دیوبندی اصولوں سے ثابت ہوا کہ اجتہاد تا قیامت جاری رہے گا لیکن کرے گا کون؟ سرفراز صفدر نے تو قسم اٹھا کر اپنے آپ کو نااہل ثابت کر دیا اور ماسٹر امین نے خود اپنے بارے میں کہا ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ دیوبندی عوام اجتہادی مسائل اہل حدیث سے پوچھ لیا کریں یا پھر آل دیوبند کے اصول ہی بے بنیاد اور غلط ہیں؟

۵۴) دیوبندیوں کے "امام" سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: "دیکھیے کہ حضرت ابن عباسؓ ایسے جلیل القدر اور مجتہد صحابی حضرت علیؓ کی کیسی تقلید کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ لم نتجاوزھا۔ ہم حضرت علیؓ کے فتوی سے ذرا بھی تجاوز نہ کریں گے۔"

(الکلام المفید ص ۹۴)

سرفراز صفدر نے اپنی اسی کتاب میں مزید لکھا ہے: "اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے جو احکام اور دلائل سے ناواقف ہے...." (الکلام المفید ص ۲۳۴)

دیکھئے سرفراز صفدر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو مجتہد تسلیم کرنے کے باوجود تقلید کرنے والوں میں شمار کیا اور پھر اپنی اسی کتاب میں لکھ دیا کہ تقلید جاہل ہی کے لئے ہے جبکہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے لفظ جاہل کے متعلق کہا:

"یہ لفظ برا اور بدتمیزی کا ہے۔" (مناظرہ سلانوالی ص ۲۳، فتوحات نعمانیہ ص ۲۳۸)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ ہاں اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید جائز ہے یا نہیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواز کے قائل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ عدم جواز کے۔" (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۴۳۰)

ماسٹر امین اور سرفراز صفدر کے اصولوں کے مطابق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تقلید کی تھی جو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہی نہیں تھی لہٰذا کہنا پڑے گا کہ یہ سب آلِ دیوبند کا صحابہ کرام پر بہتان ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز تقلید کے قائل نہیں تھے۔

نیز دیکھئے "دین میں تقلید کا مسئلہ" (ص ۳۵، ۳۶)

۵۵) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"اور چاروں امام فرماتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے مقتدی کی رکعت پوری شمار ہوتی ہے مگر امام بخاریؒ سب سے الگ ہیں۔ جس طرح چاروں امام فرماتے ہیں کہ اگر عورت سے صحبت کرے تو انزال نہ بھی ہو تو غسل فرض ہے مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں صرف احوط ہے

یعنی احتیاطاً کرے" (جزء القراءۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۲۵)

فضل الرحمٰن دھرم کوٹی دیوبندی نے لکھا ہے: "یعنی جو شخص مذاہب اربعہ کو مرجوح جانے اور مذاہب اربعہ کے برخلاف کسی حدیث کو بزعم خود صحیح سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرے وہ بدعتی اور جہنمی ہے..." (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۳۵۶، ۳۵۷، حاشیہ)

جبکہ دوسری طرف آلِ دیوبند کے "حکیم الاسلام" قاری محمد طیب دیوبندی نے کہا:

"امام بخاریؒ اور ان کی کتاب کی عظمت: امام بخاریؒ کی جلالتِ شان اور جلالتِ قدر سے کون مسلمان ناواقف ہے اہل علم میں کون ہے جو ناواقف ہے۔ ان کی تصنیف یا تالیف صحیح بخاری کی عظمت وجلالت پوری امّت پر واضح ہے۔ امت نے اجتماعی طور پر تلقی بالقبول کی ہے اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے کی شہادت دی ہے اس لئے مولف بھی جلیل القدر، کتاب بھی جلیل القدر، کتاب کا موضوع ہے حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و افعالہ واقوالہ وتقریراتہ

اس لئے موضوع بھی مبارک، مصنف بھی مبارک، تصنیف بھی مبارک، حق تعالیٰ ہم سب کو بھی مبارک بنادے کہ اس کے سلسلے میں ہم سب سامنے آرہے ہیں۔"

(خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۲۴۱)

قاری محمد طیب نے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق مزید کہا: "جہاں تک مصنف کی ذات کا تعلق ہے وہ مسلمانوں کے قلوب میں آفتاب سے زیادہ مرکوز اور روشن ہے۔ کوئی زیادہ تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے اوائل میں سے ہیں, متقدمین میں سے ہیں, امام ہیں، حافظ ہیں اور مصنف ہیں۔ تمام اوصاف کمال جو اہل علم میں ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان میں جمع فرمائی ہیں۔" (خطبات حکیم الاسلام ج ۶ ص ۶۵)

قاری محمد طیب نے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق مزید کہا: "جہاں تک امام کی عظمت اور جلالت کا تعلق ہے۔ حافظہ، عدل واتقان، زہد وتقویٰ اور دیانت وہ اس سے زیادہ مشہور ہے جتنا کہ آفتاب کو ہم دیکھتے ہیں۔ پوری امت نے امام کی تلقی بالقبول کی ہے۔"

(خطبات حکیم الاسلام ج٦ص ٦٥۔٦٦)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے قول کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ نے ائمۂ اربعہ کی مخالفت کی ہے اور دھرم کوٹی کے اصول کے مطابق ائمۂ اربعہ کے مذاہب سے باہر نکلنے والا بدعتی اور جہنمی ہے اور قاری طیب کے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ کی جلالتِ شان اور جلالتِ قدر پر تمام مسلمان نے تلقی بالقبول کی ہے۔

اب دیوبندی ہی بتائیں! کہ کس کی بات صحیح اور کس کی بات غلط ہے؟

٥٦) مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ کے متعلق ایک دیوبندی امجد سعید نے لکھا ہے:

''گوندلوی صاحب کو چاہئے تھا کہ جب انہوں نے ابن خزیمہ کا حوالہ پیش کیا ہے تو ساتھ ہی اس روایت کے آخری الفاظ بھی ذکر کر دیتے تا کہ لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ قول رسول ﷺ نہیں، بلکہ قولِ صحابیؓ ہے۔ جان بوجھ کر قولِ صحابیؓ کو قولِ رسول ﷺ بنانا کفر ہے۔'' (سیف حنفی ص١٦٤)

امجد سعید دیوبندی نے اپنی اسی کتاب میں ایک اور جگہ یوں لکھا ہے:

''دیکھئے یہ بنیادی بات سمجھ لیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔''

(سیف حنفی ص١٩١)

اب دیکھئے امجد سعید دیوبندی ایک جگہ کہہ رہا ہے کہ قولِ صحابی رضی اللہ عنہ کو قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنانا کفر ہے جبکہ دوسری جگہ خود ہی کہہ رہا ہے کہ قولِ صحابی رضی اللہ عنہ، حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی دیوبندی کہے کہ عمل کرنے کے اعتبار سے تو قولِ صحابی رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لیکن قولِ صحابی رضی اللہ عنہ کو قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتانا کفر ہے۔

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا تھا:

''رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا جمعة إلا بخطبة''

(تجلیات صفدر ج٤ص ٢٦٣، صلاۃ الرسول پر ایک نظر ص١٧، مجموعہ رسائل ج٢ص ١٦٩)

اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اوکاڑوی کی اس نقل کردہ روایت کے متعلق لکھا تھا: ”حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیثِ مرفوع کسی کتاب میں بھی نہیں ہے:
والمتهم به الأوكاروي وهو الذى وضعه اس حدیث کو گھڑنے میں اوکاڑوی متہم ہے۔“ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۱۸)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے اس اعتراض کے جواب میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک تابعی کی طرف منسوب قول کو پیش کر کے لکھا ہے: ”جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی حکماً تو اس کا ترجمہ یہی ہوگا کہ آپؐ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔“ (تجلیات صفدر ج ۴ ص ۲۳۴)

اب دیکھئے! صحابی تو کیا اگر تابعی کا قول بھی ماسٹر امین اوکاڑوی کے مفاد میں ہو تو اسے حکماً مرفوع حدیث کہہ کر قولِ رسول ﷺ بنا دینا ـــــ اوکاڑوی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اور خود امجد سعید دیوبندی نے کفریہ اصول لکھا ہے یا پھر امجد سعید دیوبندی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

تنبیہ: مشہور محدث امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے یہی حدیث نقل کی ہے اور آخری الفاظ جن پر امجد سعید دیوبندی کو اعتراض ہے نقل ہی نہیں کیے۔ دیکھئے صحیح ابن حبان (۱۳۹/۳، ۱۴۰ ح ۱۷۸٦)

تو کیا امجد سعید دیوبندی کا فتویٰ امام ابن حبان رحمہ اللہ پر بھی چسپاں کیا جائے گا؟

۵۷) اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے فرضی مکالمہ میں اہل حدیث سے مخاطب ہو کر لکھا ہے:
”اس سے پہلی گفتگو میں جو آپ نے علماء کو غیر معتبر اور غیر نبی کہہ کر ٹھوکریں ماری ہیں، جھوٹا سمجھ کر ہی ایسا کیا ہے۔ اگر سچے ہوتے تو آپ انہیں کیوں چھوڑتے۔“

(تحفۂ اہل حدیث حصہ دوم ص ۱۶)

یہاں تو اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے ایک ایسا اصول لکھ دیا ہے جس کی رو سے آلِ دیوبند کے اکابر بھی جھوٹے قرار پائیں گے۔

مثلاً امجد سعید دیوبندی نے ملاجیون حنفی جو کہ اصول فقہ حنفی کی سب سے مشہور کتاب نور الانوار کے مصنف تھے، کے متعلق لکھا ہے: ''اور ویسے بھی مُلا جیون کا حوالہ ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ دین کا دارومدار دلائل پر ہے شخصیات پر نہیں۔'' (سیف حنفی ص ۱۱۰)

نیز دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۱۴۷) دوسرا نسخہ (ص ۱۸۵)

سرفراز صفدر نے آل دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ کا قول رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''پھر حاجی صاحبؒ کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے۔ لہٰذا حاجی صاحبؒ کا ذکر کرنا سوالاتِ شرعیہ میں بے جا ہے (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۹۸)'' (راہ سنت ص ۱۶۶)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''علامہ شامی فرماتے ہیں کہ احناف نے سترہ مقامات میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اقوال چھوڑ کر ____ امام زفرؒ کے اقوال لیے ہیں ج ۱ ص ۶۶''

(الکلام المفید ص ۳۳۶)

اکابر کے بارے میں امجد سعید دیوبندی نے اپنے ''امام'' سرفراز صفدر کا قول یوں نقل کیا ہے: ''ان اکابر کا اس حدیث کو صحیح، حسن، جید او قوی کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ان کے کہنے سے کوئی کذاب ودجال مجہول ومستور راوی ثقہ ہوسکتا ہے۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۱۶۱)''

(سیف حنفی ص ۱۵۲، نیز دیکھئے احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۱۶)

اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو ۶۲ ص ۱۵ پر مضمون ''دیوبندی بنام دیوبندی'' جس میں آل دیوبند کے بہت سے اقوال باحوالہ پیش کردیئے ہیں۔ اب ظاہر ہے ان متضاد اقوال میں سے ہر قول کو تو آلِ دیوبند قبول نہیں کرسکتے۔

اب آلِ دیوبند ہی بتائیں! کہ انھوں نے خصوصاً حاجی امداد اللہ اور ملا جیون کو جھوٹا سمجھ کر چھوڑا ہے یا پھر اسماعیل جھنگوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''چنانچہ بہت سے فقہاء حنفیہؒ نے اسی بناء پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترک کرکے دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، مثلاً انگور کی

شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے، لیکن فقہاء حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے، اسی طرح مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہاءِ حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصۂ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متأخرین فقہاء حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہاء نے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے،...''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷، ۱۰۸)

۵۸) اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر لکھا ہے:

''سعودیہ والے تمہارے ہیں یا ہمارے ہیں۔''

پھر اپنے اسی دعویٰ پر ایک دلیل یوں نقل کی ہے کہ ''تفسیر عثمانی مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی تفسیر ہے۔ شاہ فہد نے چھاپ کر پوری دنیا میں تقسیم کی ہے۔ اگر تمہارے ہیں تو تمہاری تفسیر تقسیم کرتے۔ دیوبندیوں کی تفسیر کبھی تقسیم نہ کرتے۔''

(تحفہ اہل حدیث ص ۸۴ حصہ اول)

اسماعیل جھنگوی کے اس اصول کو باطل ثابت کرنے کے لئے اہل حدیث عالم مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''الجواب:۔ اولاً:۔ علماء اہل حدیث کی متعدد کتب کو آل سعود نے شائع کیا اور لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم بھی کیا اگر ان کی فہرست بنائی جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ صرف اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر احسن البیان کو سعودی عرب والوں نے لکھوا کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے۔

ثانیاً:۔ بلاشبہ سعودی عرب والوں نے تفسیر عثمانی کو شائع کیا۔ مگر جب علماء اہل حدیث کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ اس تفسیر میں بعض شدید قسم کے غلط و باطل عقائد ہیں بالخصوص

صفات باری تعالیٰ میں تاویل وتحریف کی گئی ہے اور اس کے شروع میں ہی لکھا ہے کہ ''اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔'' (تفسیر عثمانی ص ۲)

اس عبارت میں غیر اللہ سے استعانت کو جائز و صحیح کہا گیا ہے جو شرک کا چور دروازہ ہے۔ الغرض اس وضاحت کے بعد سعودی عرب والوں نے تفسیر عثمانی کی تقسیم بند کر دی۔ اب اگر اس کی اشاعت سعودیہ والوں سے کرادو تو ہم مان جائیں گے۔ مگر یہ کبھی بھی ممکن نہیں۔ ان شاء اللہ'' (تحفہ حنفیہ ص ۴۶۷ تا ۴۶۸)

اب دیوبندی بتائیں! کیا سعودیہ والے اہلِ حدیث کے ساتھ ہیں یا پھر اسماعیل جھنگوی اصول بنانے میں جھوٹا ہے؟

نیز سرفراز صفدر دیوبندی نے ایک بریلوی ''مفتی'' سے مخاطب ہو کر لکھا ہے:

''مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دیوبندی بڑے پکے حنفی ہیں اور نجدی علماء بعض تو حنبلی ہیں اور بعض غیر مقلد ہیں وہ اس مسلک کے اعتبار سے ہمارے بھائی کیسے ہوئے؟''

(باب جنت ص ۱۹۴)

آلِ دیوبند کے ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی کے ترجمۂ قرآن پر سعودی عرب میں پابندی ہے، اس کا اعتراف آلِ دیوبند نے خود بھی کر رکھا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے دیوبندیوں کی کتاب: غیر مقلدین کیا ہیں (ج ۱ ص ۱۷)

اسعد مدنی دیوبندی نے کہا: ''اس وقت مملکتِ سعودیہ سے علمائے دیوبند سے متعلق جس طرح کے غلط اور بے بنیاد مواد پوری دنیا میں پھیلائے جا رہے ہیں اسے دیکھ کر اب ہمارا یہی احساس ہے دانستہ یا نادانستہ طور پر مملکت علمائے دیوبند کے خلاف اس غلط مہم میں شریکِ کار ہے، بلکہ سرپرستی کر رہی ہے جس سے بیزاری اور نفرت کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے''

(غیر مقلدین کیا ہیں ج ۱ص ۳۷)

۵۹) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک اہل حدیث عالم عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے: '' شاہین صاحب نے اگر چہ دعویٰ کیا ہے کہ خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی رفع یدین کی احادیث ہیں لیکن ان کو پیچھے ہٹا کر پہلے نمبر پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سولہ کتابوں کے حوالہ سے پیش کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور ﷺ کے زمانہ میں اصغر القوم تھے (بخاری ج ۱/ص ۱۷) رسول اقدس ﷺ تو مہاجرین و انصار کو آگے کرنے کا حکم دیتے ہیں مگر یہ (شاہین صاحب) ان کے بچوں کو ان سے آگے کر کے حدیثِ رسول کی مخالفت سے ابتداء کر رہے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ص ۴۷۸)

جبکہ دوسری طرف انوار خورشید دیوبندی کا بھی دعویٰ ہے کہ '' ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۴۲۳)

لیکن اس غلط دعوے کے باوجود انوار خورشید دیوبندی نے بھی حدیث اور اہل حدیث کے صفحہ ۳۹۰ تا ص ۳۹۲ پر پہلی چاروں روایات ترک رفع یدین کے ثبوت کے لئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی نقل کی ہیں۔

اور انوار خورشید دیوبندی کی کتاب '' حدیث اور اہل حدیث'' کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: '' مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہ نے اردو خوان حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب '' حدیث اور اہل حدیث'' نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔ چند سالوں میں اس کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔'' (تجلیات صفدر ج ۷ص ۳۰۴، ۳۰۵)

اوکاڑوی نے حدیث اور اہل حدیث کتاب کے متعلق مزید لکھا ہے:

'' احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی'' (تجلیات صفدر ج ۷ص ۳۰۵)

اور ترک قراءت خلف الامام کے لئے انوار خورشید دیوبندی نے حدیث اور اہل حدیث کتاب کے صفحہ ۳۰۵ پر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث پہلے نقل کی ہے اور خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث بعد میں نقل کی ہے۔ اور اسی طرح خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بعد میں نقل کی ہے جبکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت انسؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔''

مزید کہا: ''حضرت انسؓ نے اپنے بچنے میں جو کام کیا بچوں کے ساتھ وہ روایت کیا، لیکن جب وہ بڑے ہو گئے تو صحابہ وتابعین ان کے بچنے کی عادت سے بیزار تھے۔''

(حاشیہ تفہیم البخاری علیٰ صحیح بخاری ج ا ص ۳۷۰ / بچپنے کی جگہ بچنے چھپ گیا ہے)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق انوار خورشید دیوبندی نے بچے کو آگے کر دیا ہے اور خلفاء راشدین کو پیچھے کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کی ہے۔

اب دیوبندی بتائیں! کیا انوار خورشید نے ایسے ہی کیا ہے یا پھر ماسٹر امین الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟!

۶۰) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''...اس کا استاد عکرمہ ہے۔ یہ بھی خارجی تھا۔ اس کو عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادہ ٹٹی خانہ کے پاس باندھ دیتے اور فرماتے یہ کذاب خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (عجیب بات ہے کہ یہ بھی اس نے ابن عباسؓ پر ہی جھوٹ بولا ہے) امام سعید بن المسیب، امام عطاء، امام ابن سیرین رحمہم اللہ سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ خارجی مذہب کا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متشابہات نازل کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حاکم مدینہ نے اس کو طلبی کا حکم دیا تو یہ اپنے خارجی شاگرد داؤد بن الحصین کے پاس روپوش ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶)''

(تجلیات صفدر جلد ۴ص ۶۱۸)

جبکہ نعیم الدین دیوبندی (انوار خورشید) نے حبیب الرحمٰن صدیقی تقلیدی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس کے بعد صدیقی صاحب نے عکرمہؒ کے متعلق بعض ناقدینِ رجال کی جرح نقل کر کے اُن کی ذات پر رکیک حملے کیے ہیں اس کے متعلق ہماری گزارش ہے کہ اگر عکرمہؒ نے لیلۂ مبارکہ سے مرادشب براءت لی ہے تو کوئی جرم نہیں کیا، کیونکہ ان کا شمار جلیل القدر مفسرین میں ہوتا ہے۔

حضرت عکرمہؒ کے حالات اوران کی توثیق

حضرت عکرمہؒ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خصوصی شاگرد ہیں، آپ نے ان کو انتہائی محنت سے تعلیم دی ہے۔

حضرت عکرمہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت جابر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام سے روایت لی ہے۔ (۱)

آپ سے فیض یافتہ لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں حضرت ابراہیم نخعی، ابو الشعثاء، جابر بن زید، امام شعبی، ابواسحٰق سبیعی، ابوالزبیر، قتادہ، سماک بن حرب، عاصم الاحول، حصین بن عبدالرحمٰن، ایوب سختیانی، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ھند، عاصم بن بھدلہ، عبدالکریم الجزری، عبدالرحمٰن بن سلیمان، حمید الطّویل (۲) رحمہم اللہ جیسے اکابر محدثین سرِ فہرست ہیں۔

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں میں نے چالیس سال طلبِ علم میں گزارے۔ (۳)

حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں ''مجھے حضرت جابر بن زیدؒ نے چند مسائل کی فہرست دی اور فرمایا جاؤ عکرمہ سے پوچھ کر آؤ، نیز فرمایا عکرمہ مولی بن عباسؓ بحر العلوم ہیں ان سے مسائل پوچھا کرو۔'' (۴)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں "ہمارے زمانے میں کتاب اللہ کا کوئی عالم عکرمہ سے بڑا باقی نہیں رہا" (۵)

....

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۳۔ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۴۔
(۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۶۔ (۴) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶۔
(۵) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۶۶۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں "تابعین میں چار آدمی سب سے زیادہ عالم تھے، عطاءؒ بن ابی رباح، سعید بن جبیر، عکرمہ اور حسن بصری رحمہم اللہ" (۱)

نیز آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ "تابعین میں تفسیر (قرآن) کو سب سے زیادہ جاننے والے عکرمہ ہیں" (۲)

امام مَرْوَزِی کہتے ہیں "میں نے امام احمدؒ سے پوچھا عکرمہ کی حدیث سے احتجاج کیا جاسکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں کیا جاسکتا ہے۔" (۳)

عثمان دارمیؒ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن معینؒ سے پوچھا کہ آپ کو حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں سے عکرمہؒ زیادہ محبوب ہیں یا عبیداللہ؟ فرمایا: دونوں، میں نے عرض کیا عکرمہؒ اور سعید بن جبیرؒ میں سے کون محبوب ہیں فرمایا دونوں ثقہ ہیں۔" (۴)

جعفر طیالسیؒ یحیٰی بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ عکرمہ اور حماد بن سلمہ کی برائی کر رہا ہے تو اسے اسلام کے بارے میں مُتَّھَم جانو" (۵)

امام عجلیؒ فرماتے ہیں "عکرمہ مکی ہیں اور ثقہ ہیں اور ان پر جو خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے وہ اس سے بری ہیں۔" (۶)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں "ہمارے تمام اصحاب عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں۔" (۷)

امام نسائیؒ فرماتے ہیں "عکرمہ ثقہ ہیں" (۸)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا عکرمہ کیسے ہیں؟ فرمایا: ثقہ ہیں میں نے

....

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۶۶ (۲) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۶۶۔

(۳) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔(۴) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔

(۵) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔(۶) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔

(۷) تہذیب التہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔

(۸) تہذیب ج ۷ص ۲۷۰۔

عرض کیا ان سے احتجاج کیا جا سکتا ہے فرمایا: ہاں جبکہ اُن سے ثقہ راوی روایت کریں۔ [۱]

بعض محدثین نے حضرت عکرمہؒ پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں لیکن محققین علماء نے ان اعتراضات کو پوری تحقیق و تفتیش کے بعد رد کر دیا ہے، اس مسئلہ پر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ہدی الساری مقدمہ فتح الباری'' میں نہایت مبسوط اور کافی شافی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ متعدد ائمہ حدیث نے عکرمہ کے حالات کی تحقیق پر اور ان پر عائد کیے جانے والے اعتراضات کی تفتیش کے لئے مستقل کتابیں لکھیں ہیں جن میں ابن جریر الطبری، امام محمد بن نصر المروزی، ابو عبداللہ ابن مندہؒ، ابو حاتم بن حبان اور ابو عمر بن عبدالبر رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل ہیں۔ [۲]

تقریباً تمام ائمہ حدیث نے آپ سے روایات لی ہیں، حضرت امام بخاریؒ نے جو نقدِ رجال کے معاملہ میں بہت سخت ہیں اور جنہوں نے مشتبہ راویوں تک کو چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی اپنی صحیح میں ان کی روایات نقل کی ہیں، حضرت امام مسلمؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ عکرمہؒ پر طعن کرتے تھے لیکن انہوں نے بھی اپنی صحیح میں عکرمہؒ کی روایت مقروناً ذکر کی ہے، حضرت امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے کہ آپ عکرمہؒ کو ناپسند کرتے تھے لیکن خود آپ نے مؤطا کی کتاب الحج میں عکرمہؒ کی روایت نقل کی ہے، [۳]

صدیقی صاحب پر حیرت ہے کہ انھوں نے خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت عکرمہؒ پر بعض محدثین کی جرحیں نقل کر کے انہیں ایک بھیانک شخص کے روپ میں پیش کر دیا، اور محقق علمائے کرام نے جو ان جرحوں کے جوابات دیئے

ہیں ان سے آنکھیں موندلیں۔'' (شبِ براءت کی فضیلت ص ۸۵تا۸۹)

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے ''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں

....

(۱) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۰۔

(۲) ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری ص ۴۲۵۔ (۳) ہدی الساری ص ۴۳۰۔

پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔''

(تفریح الخواطر ص ۲۹)

اب دیوبندی بتائیں کہ نعیم الدین دیوبندی کی نقل کردہ تمام عبارتیں ماسٹر امین اوکاڑوی پر بھی چسپاں کی جائیں گی یا پھر دیوبندیوں کے نزدیک سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ ہیں۔

۶۱) دیوبندیوں کے پیر مشتاق علی شاہ کی مرتب کردہ کتاب ''ترجمانِ احناف'' الیاس گھمن دیوبندی کے بقول ان (آلِ دیوبند) کے اکابر کی تحریروں کا مجموعہ ہے۔

(دیکھئے فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۰)

اس کتاب: ترجمان احناف میں لکھا ہوا ہے کہ ''**نوٹ**

غیر مقلدین کے سامنے جب ان کے علماء کا کوئی حوالہ پیش کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم ان کو نہیں مانتے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ آپ ان کو کیا نہیں مانتے؟ ۱۔ کیا آپ ان کو انسان نہیں مانتے؟ ۲۔ کیا آپ ان کو مسلمان بھی مانتے ہیں یا نہیں؟ ۳ کیا آپ ان کو عالم نہیں مانتے؟ ۴ یا کیا آپ ان کو متقی پرہیز گار اور حق گو نہیں مانتے؟ آخر آپ ان کو کیا نہیں مانتے؟'' (ترجمان احناف ص ۱۲۰)

بظاہر تو اس دیوبندی نے بڑا مضبوط اعتراض کیا ہے لیکن اس پوری گینگ (Gang) کے ماسٹر یعنی ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایسی بات کہی ہے کہ خود دیوبندی اس اعتراض کی زد میں ہیں، کیونکہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''ہم ابن ابی حاتم کے امام، امام شافعیؒ کو

نہیں مانتے“ (فتوحات صفدر ج ا ص ۱۶۹، دوسرا نسخہ ص ۱۴۶)

ہم دیوبندیوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کو کیا نہیں مانتے؟

① کیا آپ ان کو (اُنھیں) انسان نہیں مانتے؟

② کیا آپ ان کو مسلمان بھی مانتے ہیں یا نہیں؟

③ کیا آپ ان کو عالم نہیں مانتے؟

④ یا کیا آپ ان کو متقی پرہیزگار اور حق گو نہیں مانتے؟

آخر آپ انھیں کیا نہیں مانتے؟

کسی تابعی رحمہ اللہ کا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے سوال اور آلِ دیوبند کا باطل اصول:

آل دیوبند کا ایک خود ساختہ اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کرلے تو آل دیوبند اپنے خود ساختہ اصول کے مطابق سوال کو اعتراض بنا لیتے ہیں اور جواب کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

انوار خورشید دیوبندی نے بحوالہ نسائی (ج ۱ص ۲۱۸) لکھا ہے: ''حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہراً پڑھیں حتیٰ کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۸۶۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے عمل اور وضاحت کے باوجود ایک دیوبندی امجد سعید نے لکھا ہے:

''نماز جنازہ میں قرأت بالجہر بدعت ہے:'' (سیف حنفی ص ۲۶۴)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت طلحہ بن عبداللہؒ کا آپ سے اس طرح سوال کرنا بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی جسکا بالکل اَتہ پتہ نہ تھا۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۸۷۳)

اسی حدیث پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ابن عباس کے قول کا متن بخاری نے مکمل نقل نہیں کیا۔ نسائی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن عباسؓ نے فاتحہ پڑھی تو قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا یہ کیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات صحابہ و تابعین میں کسی کو معلوم نہ تھی کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ سوال

ہمیشہ غیر معروف بات پر ہوتا ہے۔" (تجلیات صفدر ج۴ ص۲۳۱، ۲۳۲)
آل دیوبند نے رفع یدین کی حدیث پر عمل نہ کرنے کے لئے بھی سوال کو بنیاد بنایا ہے۔
انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔
حضرت جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے اُن سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔" (حدیث اور اہل حدیث ص۴۰۸)
[تنبیہ: مذکورہ روایت موضوع ہے لیکن چونکہ آلِ دیوبند نے اسے حجت سمجھا ہے اس لئے سند پر بحث نظر انداز کردی ہے۔]
انوار خورشید دیوبندی نے اس روایت کو صحیح سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے: "مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؒ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؒ کا یہ کہنا "ماھذا" یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے سوال نہ کرتے۔" (حدیث اور اہل حدیث ص۴۲۲)
انوار خورشید دیوبندی نے سوال کو اعتراض بنا لیا اور جواب کی کوئی پروا نہیں کی۔
ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی بلا دلیل لکھا ہے: "بہر حال حج کے موقع پر ان سات شخصوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو ان میں سے حضرت سالم مدنی اور حضرت محارب بن دثار قاضی کوفہ نے سوال کر دیا: ماھذا ؟ (مسند احمد ص۴۵، ج۲، ص۱۴۵، ج۲)
ظاہر ہے کہ ساری نماز میں رفع یدین بوقت رکوع اور بوقت قیام رکعت سوم انوکھی بات

دیکھی۔اسی لئے اس کا سوال کیا،اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین کا بالکل رواج نہ تھا" (تجلیات صفدر ج۲ص ۲۶۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق انوار خورشید نے ایک اور جگہ لکھا ہے:

"انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم" (حدیث اور اہل حدیث ص ۸۴)

اس کے باوجود انوار خورشید اور ماسٹر امین کو نہ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی کوئی پرواہے اور نہ ان کے اس قول کی کوئی پروا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔اگر پرواہے تو رواج کی پرواہے۔

مذکورہ دیوبندیوں کے خودساختہ اصول کے باطل ہونے کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ انوار خورشید کی نقل کردہ روایت میں سیدنا سالم رحمہ اللہ نے تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کے متعلق بھی سوال کیا ہے۔تو کیا تکبیر تحریمہ کی رفع یدین بھی انوکھی بات تھی؟

نیز خود سیدنا سالم رحمہ اللہ بھی رفع یدین کی حدیث پر عمل کرتے تھے۔تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۳۹ص ۳۸،حدیث السراج (۲/۳۴۔۳۵ح ۱۱۵)

صحیح بخاری کی ایک روایت سے بھی آلِ دیوبند کا خودساختہ اصول باطل ثابت ہوتا ہے۔

امام عکرمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے"کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی،انھوں نے (تمام نماز میں) بائیس تکبیریں کہیں اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ شخص بالکل احمق معلوم ہوتا ہے،لیکن ابن عباسؓ نے فرمایا تمھاری ماں تمھیں روئے۔ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے" (تفہیم البخاری ج اص ۳۹۴،ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

آلِ دیوبند کے باطل اصول کے مطابق تو نماز میں بائیس تکبیروں پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور آل دیوبند کے خودساختہ اصول کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ عکرمہ تابعی کا سوال کرنا یہ بتلا رہا ہے کہ بائیس تکبیریں ان کے نزدیک بالکل نئی بات تھی جسکا بالکل اتہ پتہ نہ تھا اور عام صحابہ وتابعین نماز میں بائیس تکبیریں نہیں کہتے تھے۔لیکن آلِ دیوبند کا عمل بھی چونکہ بائیس تکبیریں کہنے کا ہے اس لئے اس حدیث سے آل دیوبند اپنے خودساختہ اصول کے مطابق

استدلال ہرگز نہیں کریں گے۔

اوکاڑوی نے لفظ ''ماھذا'' کو اعتراض کا نام دے کر رفع یدین کو ''انوکھی بات'' کہا، اوکاڑوی کی تردید کے لئے صحیح مسلم کی ایک حدیث درج ذیل ہے:

'' عن أبي سلمة أن أبا هريرة كان يكبر في الصلاة كلما رفع و وضع فقلنا: يا أبا هريرة! ما هذا التكبير؟ فقال: إنها لصلاة رسول الله ﷺ ''

ابوسلمہ کا بیان ہے کہ (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) جھکتے اور اٹھتے وقت ہر نماز میں تکبیر کہتے تھے ہم نے پوچھا یہ تکبیریں کیسی ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی نماز ہے۔

(صحیح مسلم مترجم ۲/۲۰، دوسرا نسخہ ح ۳۹۲ دارالسلام: ۸۷۱)

مذکورہ حدیث میں تکبیرات کیلئے بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے لفظ ''ماھذا'' کے ساتھ سوال کیا گیا۔ کیا تکبیرات کو بھی ''انوکھی بات'' کہہ کر چھوڑ دیا جائے گا؟

اب آل دیوبند کی کتابوں سے آل دیوبند کا اصول باطل ثابت کر دیتے ہیں۔

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے...'' الخ

(حدیث اور اہل حدیث ص ۴۰۴)

اب دیکھئے! علقمہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ہے اور آل دیوبند کے اصول کے مطابق یہ عین اعتراض ہے لہٰذا آل دیوبند کے اصول کے مطابق ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں سب لوگ رفع یدین کرتے تھے اور علقمہ رحمہ اللہ جن کے متعلق انوار خورشید نے لکھا ہے: '' حضرت علقمہ بن قیسؒ جن سے صحابۂ کرام مسائل پوچھتے تھے۔'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۴۲۰)

علقمہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اور آلِ دیوبند کے اصول کے مطابق تابعی جب صحابی پر اعتراض کرے تو صحابی کے فعل اور قول کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے

خواہ وہ اپنے فعل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف ہی منسوب کرے جیسا کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فعل اور جواب کو نظر انداز کیا ہے۔

البتہ ہمارے نزدیک آلِ دیوبند کا اصول ہی باطل ہے اور انوار خورشید کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کردہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

اب دیوبندی ہی اپنے خودساختہ اصولوں کے مطابق بتائیں! کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ترک رفع یدین ایک انوکھی بات تھی اور عام صحابہ وتابعین ترک رفع یدین کو جانتے ہی نہ تھے یا پھر آلِ دیوبند کا اصول ہی باطل ہے۔

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی مکہ کی غلہ منڈی میں ایک دوسرے سے ملے، امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا: (اے کوفیین) تم کو کیا ہوا کہ نماز میں رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے،''

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۷۹)

آل دیوبند کے خودساختہ اصول کے مطابق مکۃ المکرّمہ میں امام ابوحنیفہ کے دور میں سب لوگ رفع یدین کرتے تھے اور ترک رفع یدین کا بالکل رواج نہیں تھا۔

اسی لئے تو امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہوا۔

اب آل دیوبند ہی بتائیں! بات ایسے ہی ہے یا پھر آل دیوبند کا خودساختہ اصول باطل ہے؟

آلِ دیوبند کے غلط حوالے

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے بزعم خود علماء اہل حدیث کے غلط حوالوں کو جھوٹ قرار دیا۔ مثلاً دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۳۴۴)

تو پھر ماسٹر امین کی سوچ رکھنے والے دیوبندیوں نے بھی یہی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ مثلاً دیکھئے تحفہ اہل حدیث (ص ۹۴ حصہ اول)

اس مناسبت سے آلِ دیوبند کے بعض حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر صاحب نے حدیث میں ایک لفظ کا اضافہ کیا تھا تو ایک اہل حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے اس کی نشاندہی کی، تو سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اضافہ شدہ الفاظ کے متعلق لکھا ہے: ''خزائن السنن میں ایک جگہ حدیث کے الفاظ میں شعرک کے الفاظ زائد درج ہو گئے ہیں اس کی اصلاح کی جائے گی۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۱۰)

لیکن اوکاڑوی اصول کے مطابق عبدالقدوس قارن صاحب کو لکھنا چاہئے تھا کہ خزائن السنن میں پہلے جھوٹ لکھ دیا گیا تھا، اب توبہ کرتے ہیں لیکن انھوں نے ایسا نہ لکھ کر اوکاڑوی اصول باطل ثابت کر دیا۔

۲) عبدالقدوس قارن دیوبندی نے سرفراز صفدر صاحب کی وکالت کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھا ہے: ''اثری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں بعض قرآنی آیات غلط درج ہیں۔ یہ اعتراض کسی حد تک بجا ہے کیونکہ کچھ تو کتابت کی اغلاط ہیں اور بعض مقامات میں صحیح طور پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط رہ گئی ہیں۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۲)

اوکاڑوی اصول کے مطابق عبدالقدوس قارن کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ پہلے جتنے بھی

جھوٹ لکھے جا چکے ہیں، ان سے توبہ کر لی جائے گی لیکن انھوں نے ایسا نہ لکھ کر اوکاڑوی اصول کو غلط ثابت کر دیا۔

۳) آلِ دیوبند کی کتاب ''ایضاح الادلہ'' مطبوعہ مراد آباد میں عربی عبارت مع ترجمہ قرآن مجید کی طرف منسوب کی گئی تھی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''ایک ضروری تنبیہ: ''ایضاح الادلہ'' پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی، جس کے صفحات ۳۹۶ ہیں، دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں مولانا سید اصغر حسین صاحب کی تصحیح کے ساتھ مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوئی، جس کے صفحات چار سو ۴۰۰ ہیں۔ (حال ہی میں فاروقی کتب خانہ ''ملتان'' سے اس نسخہ کا عکس شائع ہوا ہے) کتب خانہ فخریہ امروہی دروازہ مراد آباد سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی، جس پر سنِ طباعت درج نہیں، لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ اڈیشن دیوبندی اڈیشن کے بعد کا ہے، اس کے چار سو ۴۱۲ بارہ صفحات ہیں، ــــــ ان سب اڈیشنوں میں ایک آیت کریمہ کی طباعت میں افسوس ناک غلطی ہوئی ہے، عبارت یہ ہے: ''یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور ظاہر ہے کہ اولوالامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء اور جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ تو دیکھ لی، اور یہ آپ حضرات کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اُسی قرآن میں آیتِ مذکورہ بالا معروضۂ احقر بھی ہے۔ (ص ۱۰۳ مطبوعہ مراد آباد)

یہ سبقتِ قلم ہے، جس آیت کا حضرت ؒ نے حوالہ دیا ہے، اس سے مراد یہ آیت ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء آیت ۵۹) چنانچہ قضاءِ قاضی کی بحث میں حضرت نے اسی مدعا پر دوبارہ اس آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے۔ (دیکھئے طبع دیوبند ص ۲۵۶ اور طبع مراد آباد ص ۲۶۹) بہر حال یہ سہو کتابت ہے جو

نہایت افسوس ناک ہے۔'' (تسہیل ادلۂ کاملہ ص ۱۸)

سعید احمد پالنپوری صاحب نے مزید لکھا ہے: ''الغرض یہ افسوس ناک غلطی ہے اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ دیوبند سے حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کی تصحیح کے ساتھ، اور مراد آباد سے فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے حواشی کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی، لیکن آیت کی تصحیح کی طرف توجہ نہیں دی گئی، بلکہ حضرت الاستاذ مولانا فخر الدین صاحب قدس سرُّہ نے ترجمہ بھی جوں کا توں کر دیا۔'' (تسہیل ادلۂ کاملہ ص ۱۹)

اوکاڑوی اصول کے مطابق ان دونوں دیوبندیوں پر جھوٹ بولنے کا فتویٰ لگنا چاہئے تھا، حالانکہ محمود حسن دیوبندی کی یہ بات غلط حوالہ دینے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

٤) ابن ہمام حنفی کا غلط حوالہ:

ماسٹر امین اوکاڑوی کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام حنفی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ نماز جنازہ کے وقت امام میت کے سامنے کہاں کھڑا ہو؟ یہ لکھا ہے کہ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے فتح القدیر ۲/۱۳۰، دوسرا نسخہ ۲/۸۹)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے۔ اب آل دیوبند بتائیں کہ یہ جھوٹ ہے یا نہیں؟

٥) ابن ترکمانی حنفی کا غلط حوالہ:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۴/ ۲۴۷)

٦) آلِ دیوبند کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب دیوبندی کا غلط حوالہ:

قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کہا ہے: ''پھر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ: هذا خليفة الله المهدى، فاسمعوا له واطيعوه. یہ خلیفۃ اللہ مہدی ؑ ہیں ان کی سمع وطاعت کرو...'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۳۲)

لطیفہ: ایسی عبارت کو اوکاڑوی نے قاری طیب کی عبارت سے لاعلمی کی وجہ سے جھوٹ قرار دیا تھا، چنانچہ اوکاڑوی نے (ایک بات کے بارے میں) لکھا ہے: ''یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی''

(تجلیات صفدر ۵/ ۳۵)

۷) آلِ دیوبند کے مناظر منظور مینگل کا غلط حوالہ:

منظور مینگل صاحب نے لکھا ہے: ''نیز صحیحین ہی میں مالک بن حویرث کی رفع بین السجدتین والی روایت ہے۔'' (تحفۃ المناظر ص ۲۲۰)

حالانکہ یہ حوالہ بھی بالکل غلط ہے اور اوکاڑوی اصول پر جھوٹ ہے۔

۸) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی کا غلط حوالہ:

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کہا: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے الّا ان یکون وراء الامام''

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۹۲)

حالانکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں بالکل موجود نہیں۔

۹) انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا:

'' و منھا ما فی ابی داؤد عن علیؓ ان وقت الاشراق من جانب الطلوع مثل بقاء الشمس بعد العصر '' (العرف الشذی ج ۱ ص ۴۴ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العصر)

ایسی کوئی روایت سنن ابی داود میں موجود نہیں ہے۔

۱۰) آلِ دیوبند کے ''مولانا'' فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''وقال ابن عباس ھذہ فی المکتوبہ و الخطبہ'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں ہے۔ (صحیح بخاری۔ جزء القراۃ ص ۴)'' (خاتمۃ الکلام ص ۱۴۱)

حالانکہ یہ عبارت صحیح بخاری میں بالکل موجود نہیں اور فقیر اللہ دیوبندی کا حوالہ غلط ہے

اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۱) عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی نے لکھا ہے: ''(6) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو دونوں رانیں ملا دیا کرو ۱۲ (ابوداؤد)''

(علم الفقہ حصہ دوم ص ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۶ باب نماز کی سنتیں)

عرفِ عام میں ابوداود سے مراد سنن ابی داود ہوتی ہے، لہٰذا یہ حوالہ بھی غلط ہے۔

۱۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: '' آنحضرت ﷺ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے:'' (تجلیات صفدر ۲/۴۰۱)

اس کے بعد نمبر (۲) حدیث کے بارے میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ کر ''موطا محمد'' بھی حوالے کے طور پر لکھا ہوا ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۴۰۱)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایسی کوئی روایت سجدوں کی رفع یدین کے متعلق ''موطا محمد'' میں نہیں، لہٰذا یہ اوکاڑوی کا اپنے ہی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حدیث دہم:

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ كان اذا كبر سكت هنيئه و اذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين سكت هنيئة و اذا قام في الركعة الثانيه لم يسكت وقال الحمدلله رب العالمين (ابوبکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے۔ الحمدللہ رب العالمین'' (تجلیات صفدر ۱۲۵۔۱۲۶ جلد ۳، مجموعہ رسائل ۱۳۸۔۱۳۹ جلد ۳، تحقیق مسئلہ آمین ۲۶۔۲۷)

اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ستمبر ۲۰۰۶ء کو اوکاڑوی کی نقل کردہ اس

روایت کے متعلق لکھا تھا کہ ''یہ روایت ہمیں نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں ملی اور نہ مسند ابن ابی شیبہ میں اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں!'' (الحدیث حضرو نمبر ۲۸ ص ۴۲)

۱۳) الیاس گھمن کے چہیتے محمد عمران صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''حدیث نمبر 4۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ) کی سنن کی پیروی کرو ان کو خوب تھام لو بلکہ ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔

[مشکوۃ ص ۳۰، ابوداود، الترمذی، ابن ماجہ، نسائی]'' (قافلہ...جلد ا شمارہ ۲ ص ۴۰)

حالانکہ نسائی کا حوالہ بالکل غلط ہے اور اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۴) الیاس گھمن کے ''مولانا'' محمد کلیم اللہ نے الیاس گھمن دیوبندی کا قول یوں نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو فقہاء کے حوالے کیا معجم کبیر طبرانی میں موجود ہے حضرت علی نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے جس بارے میں نہ تو کرنے کا حکم ہو اور نا ہی چھوڑنے کا ذکر ہو تو ہم کیا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا تشاورون الفقھاء تم فقہاء سے مشاورت کرو۔''

(قافلہ...جلد نمبر ۶ شمارہ ا ص ۵۳)

حالانکہ یہ روایت المعجم الکبیر للطبرانی میں موجود نہیں۔

۱۵) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری دیوبندی نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز'' میں اذان لکھ کر بخاری کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (ص ۴۵)

اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی نے اس طرح کے حوالے کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تحفہ اہلحدیث حصہ اول ص ۹۴)

لہٰذا نذیری صاحب کا حوالہ غلط ہونے کی وجہ سے جھنگوی اور اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۶) آلِ دیوبند کے مناظر محمد منظور نعمانی نے چار دفعہ اللہ اکبر والی اذان لکھ کر مسلم کا حوالہ

دیا ہے۔ دیکھئے معارف الحدیث (جلد ۳ ص ۱۵۰)

اسمعیل جھنگوی دیوبندی نے اس طرح کے حوالے کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تحفہ اہل حدیث ۱/۹۴)

۱۷) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''اور دوسری وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے ایک بار فرمایا کہ وہ سورت کون سی ہے جس کو دو رکعت میں نہ پڑھا جاوے اور نماز ہو جاوے اور یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ امام کے پیچھے نماز پڑھے۔''

(تقریر ترمذی ص ۶۸ باب ما جاء انہ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب)

تھانوی صاحب کی بیان کردہ روایت کے بارے میں آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عبدالقادر نے لکھا ہے: ''یہ حدیث احقر کو نہیں ملی نہ طرز استدلال سمجھ میں آیا۔''

(تقریر ترمذی ص ۶۸ باب ما جاء انہ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب حاشیہ نمبر ۱)

۱۸۔۱۹) نیز آل دیوبند یا ان کے اکابر نے اور بھی ایسی روایات بیان کی ہیں، جن کے بارے میں خود آل دیوبند کے محققین نے اعتراف کیا ہے کہ ہمیں یہ روایات نہیں ملیں، مثلاً دیکھئے درس ترمذی (۱/۳۷۶ باب ما جاء فی الحائض تتناول الشئ من المسجد)

درس ترمذی (ج ۲ ص ۱۹۵۔۱۹۶، باب ما جاء فی فضل التطوّع ست رکعات بعد المغرب)

آلِ دیوبند کے مزید غلط حوالوں کے لئے دیکھئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون ''پچاس غلطیاں: سہو یا جھوٹ؟'' الحدیث حضرو (نمبر ۶۶ ص ۳۵)

۲۰) سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''اور حضرت الاسود العامریؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع رسول الفجر فلما انصرف رفع یدیہ و دعا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنف ج ص)

میں نے فجر کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔''

(حکم الذکر بالجہر ص ۱۰۷، نماز مسنون ص ۱۰ ۴۱ از صوفی عبدالحمید سواتی)

اس حوالے کو آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد عمر نے غلط قرار دیا ہے۔ (دیکھئے چھپے راز حصہ ۴ ص ۵۳)

۲۱) اشرف علی تھانوی نے کہا ہے: ''علماء حنفیہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ نماز میں اصل ترک ہے یا رفع۔ سو وہ فرماتے ہیں کہ اصل نماز میں سکون ہے اور اس قول کی تائید ہوتی ہے ایک حدیث سے جس کا یہ مضمون ہے کہ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت ہاتھ بھی اٹھایا کرتے تھے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بار یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اثنائے نماز میں تم ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو جیسا کہ گھوڑے اپنی دم کو اٹھا کر دوڑتے ہیں اور آپ نے اس وقت فرمایا اسکنوفی الصلاۃ۔''

(تقریر ترمذی ص ۷۱، باب رفع الیدین عندالرکوع)

جبکہ امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: ''پہلی روایت میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کیا جا رہا ہے جب کہ دوسری دونوں روایتوں میں سلام کرتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرنا اور بات ہے اور ہاتھوں کو اٹھانا دوسری بات ہے۔'' (سیف حنفی ص ۶۹)

اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے امجد سعید نے لکھا ہے: ''اس قسم کی روایتوں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ایک ہی ہیں، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے...؟'' (سیف حنفی ص ۷۰)

تنبیہ: تھانوی صاحب کی بیان کردہ حدیث کے متعلق آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عبدالقادر نے لکھا ہے: ''یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے'' (تقریر ترمذی ص ۷۱)

۲۲) آلِ دیوبند کے ''مولانا'' عبدالمعبود دیوبندی نے لکھا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے:

اللّٰھمَّ اغفرلی ورحمنی و عافنی و اھدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی (صحیح مسلم ج ۱: ۱۹۱۔ بیہقی ج ۲: ۱۲۱)'' (نماز کی مکمل کتاب ص ۲۳۳)

حالانکہ یہ دعا دوسجدوں کی صراحت کے ساتھ صحیح مسلم میں بالکل موجود نہیں اور یہ حوالہ اوکاڑوی اور جھنگوی اصول پر جھوٹ ہے۔

۲۳) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عبدالشکور قاسمی دیوبندی نے لکھا ہے: ''مسئلہ نماز جنازہ کے لئے میت سامنے رکھی ہو اور امام اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ (بخاری ج ا ص ۱۷۷ و مسلم ج ا ص ۳۱۱)'' (کتاب الصلاۃ ص ۱۴۵)

حالانکہ بخاری و مسلم میں سینے کا لفظ اس مسئلہ میں موجود نہیں۔ لہٰذا یہ اوکاڑوی اور جھنگوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۲۴) قاری محمد طیب دیوبندی مہتمم دار العلوم دیوبند نے سنن ابن ماجہ کی ایک ''ضعیف'' روایت کو صحیح بخاری کی طرف منسوب کر کے کہا: ''صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَ نَبِیُّ اللّٰهِ یُرْزَقُ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جا رہا ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ۱۰/۲۲۳، دوسرا نسخہ ۱۰/۳۹۰)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے اور آلِ دیوبند کے اصول پر جھوٹ ہے۔

۲۵) محمد کرم الدین دیوبندی نے لکھا ہے:

''﴿وانحر﴾ کا اظہر اور اشہر معنی یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے، جیسے خشوع خضوع کا طریق ہے۔ ایسا ہی تفاسیر درمنثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات سے یہی معنی لکھا ہے، پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے، دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔''

(آفتاب ہدایت ص ۲۳۹، بحوالہ ضرب حق شمارہ ۳ ص ۱۶۔۱۷)

حالانکہ یہ حوالہ بھی بالکل غلط ہے اور اس کتاب پر سرفراز صفدر دیوبندی کی تقریظ بھی ہے۔

۲۶) انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''عن عائشة أن النبي ﷺ كان إذا صلى سنة الفجر ...(بخاری ج ۱ ص ۱۵۵)''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۶۱۰)

حالانکہ صحیح بخاری کے مذکورہ صفحہ پر ''سنت'' کا لفظ موجود نہیں یعنی انوار صاحب نے ''سنة'' کا لفظ عربی متن میں اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے۔

۲۷) بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے:

"قلنا : كان ـ عليه السلام يقرأ في سبيل الثناء لا على وجه القراءة و قال الترمذی: حديث جابر، و ابن عباس رضي الله عنهما ـ اسناده ليس بقوی"

(النهاية ٣/ ٢٥٢)

حالانکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے نہ تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے، لہٰذا یہ عینی کا وہم ہے۔

۲۸) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واضح ہے۔اذا مس الختان الختان و جب الغسل (مسلم) اور اذا التقى الختانان و غابت الحشفه و جب الغسل انزل اولم ينزل (مسلم)'' (تجلیات صفدر ۶/ ۲۵۷)

حالانکہ یہ حوالہ غلط ہے۔

آلِ دیوبنداور تنقیص آئمہ رحمہم اللہ

[اس مضمون میں تیس (۳۰) سے زیادہ ایسے حوالے پیش کئے گئے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آلِ دیوبند یعنی غالی تقلیدی اور اسلاف بیزار دیوبندیوں نے محدثین کرام (مثلاً امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) بلکہ اپنے بعض علماء کی بھی تنقیص کر رکھی ہے:]

۱) محدثین کرام کی تنقیص:

آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا تبلیغی جماعت والے نے کہا:

''ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں''

(تقریر بخاری ص ۵۱۲، جلد سوم ص ۱۰۴،)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے زکریا صاحب کی اس عبارت کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''نہ تو محدثین نے ظلم کیا ہے اور نہ طحاوی نے کہیں یہ فرمایا ہے کہ ''ہم ظلم برداشت کرتے ہیں''....'' (الحدیث حضرو ۵۰ ص ۲۰)

۲) محدثین کرام کی تنقیص:

سرفراز صفدر دیوبندی صاحب نے محدثین کے متعلق لکھا ہے:

''باوجود اس جزوی اور فروعی اختلاف کے ہمارے لیے وہ قابلِ صد احترام ہیں جہاں انہوں نے سونے کی بوریاں کمائیں مٹھی خاک کی بھی ان میں ڈال دی....''

(احسن الکلام ۲/۱۰۶، دوسرا نسخہ ۲/۱۱۷)

۳) آلِ دیوبند اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تنقیص:

''امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''لطیفہ...امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس حدیث پر اس طرح باب باندھا ہے: **باب جھر المأموم بالتامین** ۔یعنی مقتدی کے بلند آواز سے

آمین کہنے کا بیان، لیکن حدیث میں جہر کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ وہی مثال ہے کہ کسی بھوکے سے پوچھا گیا دو اور دو تو اس نے کہا چار روٹیاں،" (جزء القراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۷۰۔۱۷۱)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: "امام بخاریؒ نے پہلی سند میں حجر بن عنبس لکھا ہے، لیکن اس روایت میں حجر کی ولدیت بیان نہیں کی کیونکہ یہ محمد بن کثیر کی سند میں حجر ابی العنبس ہے (ابوداود ج ا ص ۱۴۱) امام بخاریؒ حجر ابی العنبس کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس وجہ سے شعبہ کی حدیث خفض بھا صوتہ کو رد کر دیتے ہیں۔ جب یہ شعبہ کی سند میں غلط ہے تو یقیناً محمد بن کثیر کی سند میں بھی غلط ہے۔ اس عیب کو چھپانے کے لئے امام بخاریؒ نے صرف حجر لکھا اور حجر ابی العنبس نہیں لکھا۔۔۔" (جزء القراۃ ص ۱۷۱۔ ۱۷۲، مترجم امین اوکاڑوی)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: "مگر امام بخاریؒ نے لفظ بدل کر رکعتین کر دیا۔ یہ بات امام بخاریؒ کو ہرگز زیب نہیں دیتی۔" (جزء القراۃ ص ۲۴۶، مترجم امین اوکاڑوی)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا: "جب امام بخاریؒ کا مسلک ان کے خلاف ہے (سجدوں کی رفع یدین کے مسئلہ میں) تو ان کے نام اپنی تائید میں پیش کرنا یہ قارئین کو مغالطہ میں ڈالنا ہے جو علمی شان کے خلاف ہے۔" (جزء رفع یدین ص ۲۵۴، مترجم امین اوکاڑوی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بعض محدثین کے متعلق لکھا تھا کہ وہ رفع یدین کرتے تھے لیکن اوکاڑوی کے خیال میں وہ محدثین سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے، بقول اوکاڑوی ان محدثین کا عمل امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف تھا۔ اس لئے اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کو مغالطہ ڈالنے والوں میں شمار کیا۔ (نعوذ باللہ)

رفع یدین کی ایک حدیث جو صحیح بخاری (ج ا ص ۱۰۲) میں موجود ہے، اس کا انکار کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: "اور یہ جو دسویں انہوں نے گنی ہے۔ اذا قام من الرکعتین یہ بھی موطا میں نہیں ہے۔ اب یہاں پانچ کو جو دس بنایا گیا ہے اس کا جواب ہمیں دیا جائے۔ مدینے میں پانچ ہے اور بخارے میں جا کر دس ہو گئی ہے۔ مدینے میں امتی کا قول ہے اور بخارے میں جا کر نبی ﷺ کی حدیث بن گئی ہے۔"

(فتوحات صفدر ۱/۱۵۳، دوسرا نسخہ ۱/۱۳۱)

قارئین کرام! آپ نے امام بخاری رحمہ اللہ پر امین اوکاڑوی کے اعتراضات تو پڑھ لئے، اب اوکاڑوی کی دورُخی بھی ملاحظہ فرمالیں:

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حالانکہ آنحضرت ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں ایک یہ بھی شرط فرماتے: ان لا ننازع الامر اھلہ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵) کہ ہم جس فن کے نااہل ہوں اہلِ فن سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ آج ترک تقلید نے لوگوں کو ایسا مادر پدر آزاد کر دیا ہے کہ کوئی منکرِ حدیث امام بخاری کی غلطیاں نکال رہا ہے، کوئی منکرِ فقہ ابوحنیفہ پر برس رہا ہے، کوئی منکر صحابہ ابوبکرؓ پر مشق ستم کر رہا ہے اور سب کی ایک ہی آواز ہے کہ یہ کوئی معصوم تھے؟ ہم کہتے ہیں معصوم تو نہیں تھے مگر اپنے اپنے فن کے ماہر ضرور تھے اور آپ اعتراض کرنے والے نہ معصوم ہیں نہ ماہر، بلکہ محض اناڑی، جیسے ڈاکٹر اگرچہ معصوم نہیں لیکن اسے آپریشن کی اتھارٹی ہے، اب کوئی لوہار آپریشن شروع کر دے تو وہ قانونی مجرم ہے.... اسلامی حکومتوں میں کبھی ایسے نااہلوں کو دین کا پوسٹ مارٹم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۶/۱۹۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کی تعریف میں الیاس گھمن دیوبندی کے رسالہ ''قافلۂ حق'' میں لکھا ہوا ہے: ''امام بخاریؒ م ۲۵۶ھ یہ صحاح ستہ کے مشہور امام و محدث ہیں آئمہؒ نے ان کو ثقہ بالاجماع قرار دیا ہے...'' (قافلہ...جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۳۵)

ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ بہت بڑے محدث ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے مسائل میں ان کی تحقیق بہت کمزور ہوتی ہے اب یہی دیکھئے کہ دونوں حدیثوں کو اشارہ عندالسلام سے متعلق قرار دینا امام بخاری کی نری زبردستی ہے...''

(ارمغان حق ج ۲ ص ۱۷۴)

ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطیاں نکالی ہیں اور امام بخاری کی غلطیاں نکالنے والے پر اوکاڑوی کا فتویٰ بھی آپ پڑھ چکے ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے

ہیں کہ آلِ دیوبند اس امام کا نام تو بتائیں جو امام بخاری رحمہ اللہ جیسا ہو اور اس نے ابوبکر غازیپوری دیوبندی والا معنی بیان کیا ہو۔

ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے خود لکھا ہے: ''...اور غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ امام بخاری جیسا جلیل القدر محدیث اور فن حدیث کا امام جس کی شہرت سے عالم اسلام گونج رہا تھا اور جس کے شاگردوں کی تعداد ہزار ہا ہزار تھی اپنی عمر کے آخر ایام میں بہت بے قیمت اور بے حیثیت ہو گیا تھا...'' (ارمغان حق جلد دوم ص ۲۴۷)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے موٹے قلم سے لکھا ہے: ''حضرت امام بخاریؒ کی بے چینی'' (نور الصباح ص ۱۵۴)

٤) آل دیوبند اور امام مسلم رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام مسلمؒ نے ایک چھلانگ اور لگائی اور ان دو کے ساتھ ایک مسافر صحابی حضرت وائل بن حجرؓ اور تلاش کر لیا۔ لیکن...'' (تجلیات صفدر ۷/۹۴)

٥) آل دیوبند اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی تنقیص:

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام ترمذیؒ نے آئمہ کرام کے مسلک کو خلط ملط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے علامہ عینیؒ جیسا شخص بھی پٹڑی سے اتر گیا ہے...''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۳)

امین اوکاڑوی نے امام ترمذی رحمہ اللہ پر طنز کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امام ترمذیؒ کا کمال:۔

امام ترمذیؒ نے ج ۱/ص ۲۹ پر جہاں یہ راوی کسی دوسرے راوی کا مخالف نہ تھا، اس کا ضعیف ہونا امام مالکؒ اور امام بخاریؒ سے نقل کیا اور اس ضعف کو برقرار رکھا مگر جب یہی راوی رفع یدین کی حدیث میں آ گیا اگر چہ وہ ابن جریج اور کئی سندوں کا مخالف ہے مگر اس حدیث کو حسن صحیح قرار دے دیا۔

جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے'' (جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۴۵)

نااہل اور اہل کے درمیان جھگڑے پر تبصرہ خود اوکاڑوی کے حوالہ سے پہلے نقل کر دیا گیا ہے اور اوکاڑوی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ محدثین کی غلطیاں نااہل منکرینِ حدیث نکالتے ہیں۔

٦) امام احمد بن سعید دارمی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام احمد بن سعید بن صخر دارمی رحمہ اللہ ثقہ امام ہیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں، لیکن امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے۔''

(تجلیات صفدر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۴۰۲، طبع فیصل آباد ۲/ ۳۴۸۔۳۴۹)

حالانکہ امام دارمی رحمہ اللہ کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ثقة حافظ''

(تقریب التہذیب: ۴۶)

اور ان کا مجسمہ فرقے سے ہونا قطعاً ثابت نہیں اور نہ ان کا بدعتی ہونا ثابت ہے۔

۷) امام بیہقی رحمہ اللہ کی تنقیص:

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ''قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیھقی نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا ہے...'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۳۶۔۱۳۷)

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام بیہقی علیہ الرحمۃ کو کیا مصیبت درپیش ہے کہ وہ ان لایعنی اور بے سند باتوں اور تارِ عنکبوت سے معمرؒ کی صحیح روایت کو رد کر کے اصول شکنی کرتے ہیں؟...'' (احسن الکلام ۱/ ۲۸۵، دوسرا نسخہ ۲۲۹)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''اگر امام بیہقیؒ کی طبیعت صحیح حدیث کو نہیں مانتی تو نہ مانے۔ صحیح حدیث کو ماننے والے بھی دنیا میں بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں اور...''

(احسن الکلام ۱/ ۲۹۵، دوسرا نسخہ ص ۲۳۸)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''...امام بیہقیؒ نے امام مسلمؒ کی ایک عبارت میں مغالطہ دینے کی سعی فرمائی ہے۔'' (احسن الکلام ۱/ ۳۵۱، دوسرا نسخہ ص ۲۸۳ حاشیہ)

فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ’’حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب وہ حدیث جس کی بنیاد پر امام بیہقی نے یہ رام کہانی گھڑی ہے...‘‘ (خاتمۃ الکلام ص ۲۹۰)

جبکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

’’هو الحافظ العلامة الثبت ، شيخ الإسلام ‘‘ (سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۳)

سرفراز صفدر نے ایک جگہ لکھا ہے: ’’ایک اور بات اس روایت کے بارے میں امام بیہقیؒ سے نکلی ہے، وہ بھی بہت ہی عجیب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔ اگر کوئی روایت صرف امام بیہقیؒ کے منکر کہنے سے منکر ہو جایا کرتی ہے تو پھر ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔‘‘ (احسن الکلام ۱/۲۹۵، دوسرا نسخہ ص ۲۳۸)

نااہل اور اہل فن کے جھگڑے کے متعلق جو تبصرہ اوکاڑوی دیوبندی نے کیا ہے، اسے فقرہ نمبر ۳ کے تحت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

۸) امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تنقیص:

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ’’خطیب بغدادی عجیب آدمی ہے‘‘ (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۵۳)

محمد ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ’’بعض باتیں تو خطیب بغدادی کی بہت ہی عجیب و غریب ہیں جن سے ان کی دیانت و ثقاہت سخت مجروح ہو جاتی ہے، مثلاً...‘‘ (ارمغان حق ۲/۲۶۷)

جبکہ رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ’’...صاحب کا حافظ ابن عبد البر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے اختلاف کرنا حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا‘‘ (مجلّہ صفدر گجرات عدد ۷ ص ۴۶)

اور آل دیوبند کے لئے کشادہ ہیں راہیں !!!

محمد تقی عثمانی صاحب دیوبندی نے بھی امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تعریف میں کہا ہے: ’’نیز خطیب بغدادیؒ جو سنن ابی داؤد کے اصل راوی ہیں وہ بھی فرماتے ہیں‘‘

(درس ترمذی ۳/ ۳۰۹)

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ”خطیب بغدادیؒ ابوبکر احمدؒ بن علیؒ (المتوفی سن ۴۶۳ ھ) جوالحافظ الکبیر الامام اور محدث الشام والعراق تھے اور علوم حدیث میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۳۱۴)“

(طائفہ منصورہ ص ۱۲۶)

۹) امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تنقیص:

مشہور ثقہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بارے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ”جس سے دارقطنیؒ کی عصبیت و ناانصافی ظاہر ہوتی ہے“ (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۶)

یہ مشہور ثقہ امام ہیں اور سرفراز خان صفدر نے ان کی بیان کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے: ”علامہ ذہبی ان کو الامام شیخ الاسلام اور حافظ زمان لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۳ ص ۱۸۳)“ (احسن الکلام ۱/ ۳۵۶)

اور کوثری نام نہاد حنفی نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کو ”مسکین اندھا“ کہا۔

دیکھئے تانیب الخطیب (اردو ترجمہ از قارن ص ۳۸۵ سطر نمبر ۹)

۱۰) امام ابوعلی الحافظ رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام ابوعلی الحافظ رحمہ اللہ کی روایت سے سرفراز صفدر دیوبندی نے استدلال کیا اور ان کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے لکھا: ”خطیبؒ لکھتے ہیں کہ وہ حفظ اتقان، ورع، مذاکرۂ ائمہ اور کثرت تصنیف میں گوئے سبقت لے گئے تھے (بغدادی جلد ۸ ص ۷۱) ذہبیؒ ان کو الامام، الحافظ اور محدثِ اسلام لکھتے ہیں۔ (تذکرہ جلد ۳ ص ۱۱۰)“ (احسن الکلام ۱/ ۱۳۵، دوسرا نسخہ ۱۰۴)

لیکن اس کے باوجود حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے:

”ابوعلی الحافظ ظالم ہے“ (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۴)

نااہل اور اہل فن کے درمیان جھگڑے کے متعلق جو تبصرہ اوکاڑوی نے کیا ہے، اسے فقرہ نمبر ۳ سے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

۱۱) امام حمیدی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام حمیدی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور مسند حمیدی کے مصنف ہیں۔ آل دیوبند نے مسند حمیدی میں تحریف کر کے رفع یدین کی ایک روایت کو ترکِ رفع یدین کی ''دلیل'' بنالیا ہے، اس لئے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے:

''مسند الحمیدی حضرت امام بخاریؒ کے استاد محترم الامام الحافظ الفقیہ ابو بکر عبداللہ بن الزبیر المکیؒ (المتوفی ۲۱۷ھ) کی تالیف ہے۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۳۰۴)

مزید توثیق کے لئے دیکھئے اسی مجذوبانہ واویلے کا صفحہ نمبر ۳۰۵

لیکن امین اوکاڑوی نے اپنی تائید میں اپنے ہی ایک غالی مقلد ''مُلاں'' کوثری کے حوالے سے امام حمیدی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''اسی لئے شیخ کوثریؒ تانیب الخطیب ص ۳۶ پر حمیدی کے بارے میں فرماتے ہیں: '' شدید التعصب و قاع '' بہت متعصب اور الزام تراش تھا۔'' (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۶۹ جرح و تعدیل)

اوکاڑوی نے اپنے ''ملاں'' کے لئے توشیخ اور ''رح'' کی علامت لکھی، لیکن امام حمیدی رحمہ اللہ کے لئے کچھ بھی نہیں لکھا، بلکہ یہ لکھا ہے کہ ''وہ عبداللہ بن زبیر حمیدی ہے جو احناف سے تعصب رکھتا تھا...'' (تجلیاتِ صفدر ۲/ ۶۹)

قارئین کرام! اس کا فیصلہ آپ خود ہی کر لیں کہ کیا الزام تراش آدمی ثقہ ہو سکتا ہے؟
اور یاد رہے کہ نیموی تقلیدی نے امام عبداللہ بن الزبیر الحمیدی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''ثقة حافظ إمام'' (حاشیہ آثار السنن تحت ح ۳٦ ص ۱۷)

۱۲) امام ابن عدی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ابن عدی جرجانی ... یہ نہایت متعصب تھے ... لیکن امام محمد جن کی کتابیں پڑھ کر ابن عدی امام بنا، اسی کے خلاف زبان درازی خوب کی...''

(تجلیات صفدر ۲/ ۷۱)

لیکن ایک دوسری جگہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول جب اوکاڑوی کی طبیعت کے

مطابق تھا تو اوکاڑوی نے ائمہ جرح وتعدیل کے طبقات بھی بنائے، اور لکھا:

''متشددین:۔
شعبہ۔ابو حاتم۔نسائی۔ابن معین۔یحییٰ القطان۔ابن حبان۔ابن جوزی۔ابن تیمیہ وغیرہ
متعصبین:۔ جوز جانی۔ذہبی۔بیہقی۔دار قطنی۔خطیب وغیرہ
متساہلین:۔ ترمذی، حاکم وغیرہ
معتدلین: احمد۔ابن عدی وغیرہ'' (تجلیات صفدر ۳/۱۷۶)

تنبیہ: ابن فرقد شیبانی پر صرف امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ہی جرح نہیں کی بلکہ اور بھی بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ نمبر ۷

۱۳) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ''ابن حزم جھوٹا ہے'' (فتوحات صفدر ۲/۶۳)

جبکہ اوکاڑوی کے برعکس سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''مشہور محدث ابن حزم ظاہریؒ''

(الکلام المفید ص ۸۰)

اور عبدالستار تونسوی دیوبندی کے نزدیک حافظ ابن حزم کا شمار اہل سنت کے علماء اور بزرگان دین میں ہوتا ہے۔ دیکھئے بے نظیر ولا جواب مناظرہ (ص ۶۳۔۶۴)

۱۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ابن حبان خراسانی (۳۵۴ھ):

یہ اپنوں سے متساہل اور مخالفین پر متشدد تھا۔'' (تجلیات صفدر ۲/۷۱)

ان کے متعلق اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ نبوت کسبی ہے اس لئے بعض لوگ اس کو زندیق کہتے ہیں، احناف کے خلاف سخت متعصب تھا۔''

(تجلیات صفدر ۲/۷۱)

حالانکہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ مشہور ثقہ امام ہیں اور جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ آلِ دیوبند کی کتابیں صحیح ابن حبان کی احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ مشہور دیوبندی

خیر محمد جالندھری نے تو یہاں تک لکھا ہے: ''پہلی قسم: وہ کتابیں جن میں سب احادیث صحیح ہیں جیسے موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن سکن، منتقیٰ ابن جارود۔'' (خیر الاصول فی حدیث رسول ص ۱۱)

ظہور احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام ابن حبانؒ (م: ۳۵۲ھ) امام موصوف مشہور اور جلیل المرتبت محدث ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو ''الحافظ، الامام، اور العلامہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔'' (تلامذہ ص ۴۷۰)

امام ابن حبان رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک غیر ثابت قول امین اوکاڑوی کی خواہشِ نفس کے مطابق تھا تو امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''اور علامہ ابن حبانؒ فرماتے ہیں ھذا حدیث معلل مشہور امام فرمارہے ہیں یہ حدیث معلل ہے۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۵)

اوکاڑوی کی زبانی امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تعریف کے بعد اوکاڑوی ہی کا ایک قول جو اوکاڑوی نے بزعم خود کسی امام کی تنقیص کرنے والوں کے متعلق لکھا ہے، پیشِ خدمت ہے۔ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''...شیعہ اور منکرین حدیث کو خوش کیا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ نہ کتوں کے بھونکنے سے چاند کی چاندنی کم ہوتی ہے اور نہ ہی مکھیوں کے گرنے سے سمندر ناپاک ہوتا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۶۴۱)

۱۵) امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام علی بن عبداللہ المدینی بڑے ثقہ امام ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''علی بن عبداللہ المدینیؒ بصری (۲۳۴ھ) امام سفیان ان کو حیۃ الــــوادی کہتے تھے۔ مسئلہ خلق قرآن میں معتزلہ کا ساتھ دیا۔ کبھی سنی کہلاتے کبھی شیعہ۔ (میزان الاعتدال)'' (تجلیات صفدر ۲/ ۶۸)

جس طرح اوکاڑوی نے ان کا تعارف کرایا ہے، ایک عام مسلمان کے دل میں ان کی محبت کیسے پیدا ہوگی؟ جبکہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے ان کی بیان کردہ حدیث سے استدلال کیا اور انھیں ثقہ ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے:

''علیؒ بن عبداللہؒ بن مدینیؒ (المتوفی ۲۳۴ھ) علامہ ذہبیؒ ان کو حافظ العصر قدوہ اور من ارباب ھذا الشان لکھتے تھے۔ (تذکرہ جلد۲ص ۱۵)

امام نسائیؒ فرماتے ہیں وہ ثقہ مامون اور احد الائمہ فی الحدیث تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ص ۳۵۶)'' (احسن الکلام ا/ ۲۲۷ دوسرا نسخہ ج ا ص ۱۹۰)

۱۶) مشہور محدث حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی دیوبندی نے مستدرک کے مصنف حاکم رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ا/ ۴۱۶)

اوکاڑوی نے امام حاکم رحمہ اللہ کے متعلق مزید لکھا ہے: ''دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ا/ ۴۱۷)

لیکن آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی صاحب نے حاکم رحمہ اللہ کے متعلق کہا: ''بعض حضرات نے ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں'' (درس ترمذی ا/ ۶۴)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''یہ وہی امام ہیں جن کو الحاکم کہتے ہیں اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرہ ۳/ ۲۲۷)'' (احسن الکلام ا/ ۱۰۴، حاشیہ، دوسرا نسخہ ا/ ۱۳۴-۱۳۵ حاشیہ)

بلکہ خود اوکاڑوی نے دورُخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امام ابوعبداللہ الحاکم الحافظ الکبیر امام المحدثین، امام اہل الحدیث فی عصرہ العارف بہ حق معرفتہ (تذکرہ ج ۳ص ۲۳۱، احسن الکلام)'' (تجلیات صفدر ۵/ ۱۶۲)

امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/ ۱۰۹) میں امام حاکم رحمہ اللہ کا شمار اہلِ سنت میں کیا ہے۔

۱۷) امام عکرمہ رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام عکرمہ رحمہ اللہ کے متعلق محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ بھی خارجی ہے ابن عباسؓ پر جھوٹ بولتا ہے۔'' (تحفہ اہلحدیث حصہ سوم ص ۶۵)

اوکاڑوی کی جرح کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۴/ ۶۱۸)

جھنگوی مذکور کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تقریب التہذیب لکھا ہے: ''عکرمہ ثقہ تھے (ایضاً ص ۲۶۸)'' (احسن الکلام ۱/۳۱۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۲)

محمد زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ مشہور علماء میں ہیں... اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بحرُ الاُمّہ اور حبر الامّہ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہؒ ہیں۔'' (تبلیغی نصاب ص ۱۷۲، حکایات صحابہ ص ۱۷۲، گیارہواں باب حکایت نمبر ۱۵، فضائل اعمال ص ۱۷۲، فضائل اعمال مکتبہ فیضی ص ۱۷۵)

نیز آل دیوبند کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کے مولف انوار خورشید (اصلی نام نعیم الدین ہے) کی کتاب ''شب برات کی فضیلت'' (ص ۸۵ تا ۸۹) سے آئینۂ دیوبندیت میں ص ۳۶۱۔۳۶۵ پر امام عکرمہ رحمہ اللہ کے مفصل حالات ذکر کئے گئے ہیں۔ نعیم الدین دیوبندی کی عبارت سے اسماعیل جھنگوی اور اوکاڑوی جیسے لوگوں کا بہترین رد ہوتا ہے۔

۱۸) امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تنقیص:

یہ مشہور ثقہ امام ہیں۔ مسند احمد کی ہر حدیث کے راوی ہیں، لیکن عبدالقدوس قارن دیوبندی نے محمد بن زاہد کوثری (نام نہاد حنفی) کا قول بغیر کسی تردید کے یوں نقل کیا ہے:

''میں کہتا ہوں پہلی سند میں عبداللہ بن احمد ہے جو ان گپوں کا راوی ہے جو اس نے کتاب میں نقل کی ہیں جس کا نام اس نے السنہ رکھا ہے۔'' (ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عادلانہ دفاع ص ۲۸۳)

نیز کوثری (نام نہاد حنفی) نے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب، کتاب السنۃ کو کتاب الزیغ (گمراہی کی کتاب) قرار دیا۔ (دیکھئے مقالات کوثری ص ۳۲۴ طبع ایچ ایم سعید کمپنی)

جبکہ امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ کو سرفراز صفدر دیوبندی نے امام تسلیم کیا اور ان کے بارے میں لکھا ہے: ''علامہ ذہبیؒ ان کو الامام الحافظ اور الحجۃ لکھتے ہیں۔'' (احسن الکلام ۱/ ۲۸۸)

۱۹) امام نافع بن محمود المقدسی رحمہ اللہ کی گستاخی:

امام نافع بن محمود رحمہ اللہ ثقہ امام اور مشہور تابعی ہیں، ان کے بارے میں اہلِ حدیث

عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''امام نافع بن محمود رحمہ اللہ کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ابن حبان (کتاب الثقات ۵/۴۷۰)
انھوں نے نافع کو مشہور علماء میں ذکر کیا۔ (مشاہیر علماء الامصار ص ۱۱۷ رقم ۹۰۷)

۲: ذہبی قال: ثقۃ. (الکاشف ۳/۱۷۴)

۳: دارقطنی قال: ثقۃ. (سنن دارقطنی ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۴: بیہقی قال: ثقۃ. (کتاب القراءت ص ۶۴ ح ۱۲۱)

۵: ابن حزم قال: ثقۃ. (المحلی ۳/۲۴۱۔۲۴۲ مسئلہ ۳۶۰)''

(الحدیث حضرو ۹۷ ص ۵۰)

اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے آل دیوبند کی گستاخی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اب دل تھام کر آلِ دیوبند کا ایک حوالہ پڑھ لیں، جس کے نقل کرنے سے قلم کانپ رہا ہے:

الیاس گھمن کے چہیتے آصف لاہوری کی موجودگی میں اس کے ساتھ سفید ٹوپی والے دیوبندی نے ایک اہل حدیث طالب علم شعیب سے کہا: ''اور اسی طریقے سے مکحول اور نافع وہ مجہول ہے ان کا کوئی اتا پتا اِی کوئی نہیں حلال زادے تھے حرام زادے تھے کون تھے جھوٹے کذاب تھے کسی اسماء الرجال کی کتابوں میں سے کسی میں اس کا کوئی اتا پتا ملتا ہی نہیں'' حوالے کے لئے دیکھئے دیوبندیوں کی ویب سائٹ:

www.alittehaad.org

(ویڈیو مناظرے کے تحت تلاش کریں: فاتحہ خلف الامام پر آصف لاہوری کا شعیب سے مباحثہ)'' (الحدیث حضرو ۹۷ ص ۴۹)

تنبیہ: سفید ٹوپی والے دیوبندی مولوی کا نام ثناء اللہ ہے اور اہل حدیث طالب علم کا نام سہیل ہے جو کہ الحدیث میں غلطی سے شعیب چھپ گیا تھا۔

۲۰) امام مکحول رحمہ اللہ کی گستاخی:

ثناء اللہ لاہوری دیوبندی نے آصف لاہوری دیوبندی کی موجودگی میں امام مکحول رحمہ اللہ کی جو گستاخی کی ہے وہ نمبر ۱۹ کے تحت نقل کر دی گئی ہے۔

اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تقریباً تیس (۳۰) محدثین سے باحوالہ امام مکحول شامی رحمہ اللہ کی توثیق بیان کی ہے جو الحدیث حضرو ۷۹ ص ۴۰ تا ۴۸ پر چھپ چکی ہے۔ نیز آل دیوبند کے علماء اور ان کے اکابر نے بھی امام مکحول رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے:

۱: موطأ ابن فرقد مترجم ص ۱۱۰ روایت نمبر ۲۰۷ باب نمبر ۵۹ (تجلیات صفدر ۵/۱۰۲)

۲: ترجمان احناف (ص ۸۳)

۳: درس ترمذی (۲/۳۱۴) از تقی عثمانی صاحب دیوبندی

۴: انوار خورشید دیوبندی نے امام مکحول رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ''حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں...'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۴۴)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے اپنی تائید میں شعرانی کا قول یوں لکھا ہے:

''امام صاحب حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے مگر تابعین سے جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور یہ شہادتِ رسول اکرم ﷺ خیر القرون میں داخل ہیں مثلاً اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مکحول، حسن بصری اور ان کے درجہ کے راوی رضی اللہ عنہم اجمعین تو جس قدر راوی امام صاحبؒ اور رسول خدا ﷺ کے درمیان ہیں وہ سب ثقہ اور عادل ہیں اور عالم اور خیار ناس میں سے ہیں، نہ ان میں کوئی کاذب (جھوٹا) ہے اور نہ ہی دروغ گوئی سے متہم، اور کیا چیز مانع ہے تم کو ان حضرات کی عدالت کے اعتراف سے جن سے احکام دینیہ حاصل کرنے میں ابوحنیفہ جیسا شخص راضی ہے...'' (تجلیات صفدر ۳/۵۶۵)

آلِ دیوبند کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے''

(دیکھئے تفریح الخواطر ص ۲۹، اور فتوحات صفدر ۲/۸۴ حاشیہ)

آج سے تقریباً ایک سال پہلے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے امام مکحول رحمہ اللہ اور امام نافع رحمہ اللہ کی گستاخی کرنے والے دیوبندی ٹولے خصوصاً ثناء اللہ دیوبندی کے متعلق لکھا تھا: ''سنو گستاخیاں کرنے والو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو ورنہ سوچ لو کہ اللہ کے دربار میں کیا جواب دو گے؟! و ما علینا إلا البلاغ ۱۸/ دسمبر ۲۰۱۱ء''

(الحدیث حضرو ۷۹ ص ۵۰ دسمبر ۲۰۱۰ء)

الیاس گھمن دیوبندی کے رسالہ ''قافلۂ حق'' میں بھی امام مکحول کا تعارف ایک مجتہد کے طور پر کرایا گیا ہے۔ (دیکھئے قافلۂ حق جلد ۳ شمارہ ۴ ص ۱۱، اور جلد ۵ شمارہ ۲ ص ۱۶)

نیز دیکھئے تجلیات صفدر (۶/ ۱۱۵)

۲۱) علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے بارے میں محمد اسمٰعیل سنبھلی دیوبندی کا قول مشتاق علی شاہ دیوبندی نے یوں نقل کیا ہے: ''چونکہ کتاب منتظم دفتر اغلاط ہے تاوقتیکہ روایات منقولہ کو معتبر سند سے معترض ثابت نہ کریں ہرگز جرح قابل اعتبار نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نہ مؤلف قابل وثوق ہیں اور نہ ان کی کتاب۔'' (ترجمان احناف ص ۲۹۸)

۲۲) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام ابن خزیمہ مشہور ثقہ امام ہیں، صحیح ابن خزیمہ کے مصنف ہیں اور صحیح ابن خزیمہ کی تمام احادیث خیر محمد جالندھری دیوبندی کے نزدیک صحیح ہیں۔ (دیکھئے خیر الاصول فی حدیث رسول ص ۱۱)

سرفراز صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام الائمہ ابن خزیمہؒ المتوفی ۳۱۱ھ''

(احسن الکلام ۱/ ۱۸۰، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۴۳)

نیز سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''حضرت امام ابن خزیمہ (ابوبکر محمدؒ بن اسحاقؒ جو الحافظ الکبیر امام الائمۃ شیخ الاسلام تھے المتوفی ۳۱۱ھ تذکرہ ج ۲ ص ۲۵۹)'' (الکلام المفید ص ۱۱۰)

لیکن نام نہاد حنفی محمد بن زاہد کوثری نے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب ''کتاب

التوحید'' کو کتاب الشرک قرار دیا۔ نعوذ باللہ

کوثری کے الفاظ یہ ہیں: ''و لهذين الكتابين ثالث في مجلد ضخيم يسميه مؤلفه ابن خزيمة كتاب التوحيد وهو عند محققي أهل العلم كتاب الشرك "

اوران دو کتابوں کے ساتھ تیسری کتاب بڑی جلد میں ہے اور اسے اس کا مصنف کتاب التوحید کہتا ہے اور وہ محققینِ اہلِ علم (؟؟) کے نزدیک کتاب الشرک ہے۔

(مقالات ص ۳۳۰ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۴۰۹ طبع المکتبہ الازہریہ)

۲۳) امام ابوالشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ کی تنقیص:

امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانی رحمہ اللہ کے بارے میں آلِ دیوبند کے ''علامہ'' کوثری نے لکھا ہے: ''و قد ضعفه بلديه الحافظ العسال بحق "

''اور اس کو اس کے ہم وطن الحافظ العسال نے ضعیف کہا ہے۔''

(تانیب الکوثری ص ۴۹، ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۱۵۳)

کوثری کی اس تنقیص اور جھوٹ پر رد کرتے ہوئے اہلِ حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''امام ابوالشیخ پر حافظ العسال کی جرح کا ثبوت کسی کتاب میں نہیں ہے، اسے کوثری نے بذاتِ خود گھڑا ہے۔ ہم تمام کوثری پارٹی اور عبدالقدوس قارن وغیرہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ''امام'' کوثری کو کذب و افترا سے بچانے کے لئے اس جرح کا مستند حوالہ پیش کریں ورنہ یاد رکھیں کہ جھوٹوں کا حشر جھوٹوں کے ساتھ ہی ہوگا، المرء مع من احب

مکتبہ الحرم المکی کے مدیر اور مکہ مکرمہ کی مجلس شوریٰ کے رکن سلیمان الصنیع نے بذاتِ خود کوثری مذکور سے مصر میں اس کے گھر میں ملاقات کی اور ابوالشیخ پر عسال کی جرح کے حوالے کا بار بار مطالبہ کیا مگر کوثری نے مذکورہ حوالہ بالکل پیش نہیں کیا۔ شیخ سلیمان الصنیع فرماتے ہیں: ''و الذي يظهر لي أن الرجل يرتجل الكذب " إلخ اور میرے سامنے یہی ظاہر ہے کہ یہ آدمی (کوثری) فی البدیہ جھوٹ بولتا ہے۔ (حاشیہ طلیعۃ التنکیل ص ۳۴)

جھوٹ اورافترا والے کوثری کے بارے میں محمد یوسف بنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''هو محتاط متثبت فی النقل ''وہ محتاط ہے(اور) نقل میں ثبت (ثقہ) ہے (مقدمہ مقالات الکوثری ص ز) سبحان اللہ! '' (مقالات جلد اص ۴۴۷، از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ)

حالانکہ امام ابوالشیخ الاصبہانی اہل سنت کے مشہور ثقہ وصادق اماموں میں سے ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۲۷۶۔۲۸۰) وتذکرۃ الحفاظ (۳/ ۹۴۵۔۹۴۷) وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں۔

امام ابن مردویہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''ثقة مأمون ''

ابوالقاسم السوذرجانی نے کہا: ''هو أحد عباد الله الصالحين ، ثقة مأمون ''

(النبلاء ۱۶/ ۲۷۸، الحدیث حضرو نمبر ۸ ص ۹)

۲٤) حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تنقیص:

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں بھی آل دیوبند نے دوغلی پالیسی اختیار کررکھی ہے۔ سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اکثر اہلِ بدعت حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتے ہیں مگر حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ ان کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں:

كانا من اكابر اهل السنة والجماعة و من اولياء هذه الامة ـ

کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ دونوں اہل سنت والجماعت کے اکابر میں اور اس امت کے اولیاء میں تھے۔ (جمع الوسائل ج ا ص ۲۰۸ طبع مصر) اور حافظ ابن القیمؒ کی تعریف کرتے کرتے امام جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ء پھولے نہیں سماتے (بغية الوعاة)''

(راہ سنت ص ۱۸۷، باب جنت ص ۲۹)

لیکن ایک دوسری جگہ ان کی تعریف کے ساتھ تنقیص کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حافظ ابن تیمیہؒ بلا شبہ علمی طور پر بڑی شخصیت کے مالک ہیں مگر ان کی طبیعت میں شدت اور حدت بھی بے پناہ تھی جب وہ اپنی شدت پر اُتر آتے ہیں تو انہیں بخاری ومسلم کی صحیح

روایت حسبت علَیّ بتطلیقة بھی نظر نہیں آتی اور وہ حالت حیض میں دی گئی طلاق سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں...'' (تسکین الصدور ص ۳۵۸)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو بہت سے آل دیوبند نے شیخ الاسلام بھی کہا ہے۔ مثلاً:

۱: امین اوکاڑوی (تجلیات صفدر ۶/۲۱، ۷/۱۶۲، ۳/۱۰۵، از بشیر احمد قادری دیوبندی)

۲: محمود عالم صفدر اوکاڑوی (قافلہ... ج۱ ص شمارہ۴ ص ۸)

۳: ابوبکر غازیپوری (ارمغان حق ۲/۳۱۰)

۴: سرفراز خان صفدر (احسن الکلام جلد ۱ ص ۹۴، ۱۶۵)

لیکن آل دیوبند کے ''علامہ'' کوثری نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں توہین کرتے ہوئے لکھا ہے:

''و مع هذا كله ان كان هو لا يزال يعد شيخ الاسلام فعلى الاسلام سلام''

اور اگر اس سب کچھ کے ساتھ اسے شیخ الاسلام کہا جاتا ہے تو (ایسے) اسلام پر سلام!

(الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۸۹)

۲۵) حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی تنقیص:

نمبر ۲۴ کے تحت آپ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی تعریف تو ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن آل دیوبند کے چہیتے محمد حسن سنبھلی نے لکھا ہے: ''خلفاء هذه الملة اربعة ابن تيمية و ابن القيم والشوكاني والنواب صديق فيقولون ثلاثة رابعهم كلبهم ...''

(دیکھئے نظم الفرائد ص ۱۰۲ طبع لکھنو، مقلدین ائمہ کی عدالت میں از مولانا محمد یحییٰ گوندلوی ص ۱۷۴-۱۷۵)

اس عبارت میں حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ کی توہین کی گئی ہے، نیز ان کی تنقیص کے بارے میں دوسرے حوالے بھی موجود ہیں۔

۲۶) امام ابن جریج رحمہ اللہ کی تنقیص:

اہل حدیث عالم مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مناظرے کے دوران امین اوکاڑوی نے امام ابن جریج رحمہ اللہ کے بارے میں کہا: ''دوسرا راوی ہے ابن جریج یہ وہ

ہے کہ میزان میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں نوے عورتوں سے متعہ کیا۔ میں حیران ہوں کہ حضرت کے پاس ایسے راوی رکھے ہیں" (فتوحات صفدر ۱/۳۶۳، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۶)

امام ابن جریج رحمہ اللہ کے متعلق امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ کہا: "اس نے مکہ میں رہ کر متعہ بھی کیا تھا اب یہ متعہ والوں کے پاس جاتے ہیں جو رات کو سوتے وقت ایک چھٹانک تیل ...ڈالتا تھا قوت باہ کے لئے۔ دیکھو اب کتنا اچھا آدمی ڈھونڈا ہے۔ اس میں اس کا تو کچھ نہیں بنتا لیکن یہ پتہ چل گیا کہ شیعہ ہیں کیونکہ وہیں جاتے ہیں۔ بھاگ بھاگ کر متعہ والوں کے پاس ہی جاتے ہیں۔" (فتوحات صفدر ۱/ ۱۹۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۹)

ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے کہا: "...ایک متعہ کرنے والے کی چوکھٹ چاٹ رہے ہیں۔ آہ! یہ کتنا بڑا المیہ تھا کہ قرآن وحدیث کو متعہ خانے کے دروازے پر ذبح کیا جارہا ہے۔" (فتوحات صفدر ۲/ ۲۰۰)

تناقض کی وادی میں غوطہ زن ہو کر اوکاڑوی نے ابن جریج رحمہ اللہ کی تعریف بھی کی ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۴/ ۱۲)

خود اوکاڑوی اور دوسرے دیوبندیوں نے امام ابن جریج رحمہ اللہ کی احادیث اپنی کتابوں میں نقل کر کے ان سے استدلال کیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۵۶۶۔۵۶۸

مشہور دیوبندی محمد تقی عثمانی نے ابن جریج کی تعریف میں کہا:

"حضرت ابن جریج ؒ حدیث اور فقہ کے معروف امام ہیں" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۲)

انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: "حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ" (حدیث اور اہل حدیث ص ۱۶۵)

آل دیوبند کے "مفتی" محمد رضوان نے لکھا ہے:

"امام بخاری کے استاد الاستاد امام عبدالرزاق (المتوفی ۲۱۱ھ) حضرت ابن جریج رحمہ اللہ (المتوفی ۱۵۰ھ) سے روایت کرتے ہیں..."

نیز محمد رضوان نے ابن جریج پر تدلیس کا اعتراض کرنے والوں کو بھی ''تعصب پرست معترضین'' قرار دیا اور ابن جریج کی روایت رد کرنے والوں کے بارے میں لکھا:

''...یہ سلسلہ دین وایمان کے لئے بڑا خطرناک ہے۔'' (مرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت ص ۱۵)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اپنے والد سرفراز خان صفدر کے متعلق لکھا ہے:

''حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام ابنِ جریجؒ کے بارہ میں کوئی گستاخی نہیں کی بلکہ انتہائی احوط الفاظ استعمال کیے ہیں۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۱۱۹)

تنبیہ: امام ابن جریج رحمہ اللہ کے بارے میں نوے عورتوں سے متعہ والی بات بے سند ہونے کی وجہ سے ثابت ہی نہیں۔ اگر کسی بے سند روایت سے امام ابوحنیفہ کی تنقیص ہوتی ہو تو آلِ دیوبند کے اکابر اس کو رد کر دیتے ہیں، چنانچہ کوثری نام نہاد حنفی نے لکھا ہے: ''اور بے شک عبدالصمد کے باپ عبدالوارث نے ابوحنیفہؒ سے براہ راست یہ نہیں سنا تو درمیان میں انقطاع ہے اور اس نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کس نے اس سے ذکر کیا؟ اور نہ اس نے اس کا ذکر کیا کہ اس نے کس سے سنا ہے؟ اور نہ یہ بیان کیا کہ خود اس واقعہ میں موجود تھا۔ تو اس جیسی بات ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے۔'' (ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۲۱۵)

آل دیوبند کو چاہئے کہ پہلے نوے عورتوں سے متعہ والے قول کی سند پیش کریں؟

اور پھر یہ بتائیں کہ آل دیوبند نے امام ابن جریج رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث اور اقوال سے کیوں استدلال کیا ہے؟

رہا مطلقاً جوازِ متعہ والی بات تو امام ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اشھدوا انی قد رجعت عنھا'' گواہ رہو کہ میں نے اس (متعۃ النکاح) سے رجوع کر لیا ہے۔

(مسند ابی عوانہ طبع جدیدہ ۲/ ۲۷۹ ح ۳۳۱۴ وسندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی امام الربیع بن سبرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''ما مات ابن عباس حتی رجع عن ھذہ الفتیا'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فوت ہونے سے پہلے اس (متعۃ النکاح کے) فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔'' (مسند ابی عوانہ طبعہ جدیدہ ۲/ ۲۷۳ ح ۳۲۸۴ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

ان دونوں اقوال کی وجہ سے نہ تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رفیع شان میں کسی نااہل کو اعتراض کرنا چاہئے اور نہ ہی امام ابن جریج رحمہ اللہ پر اعتراض کرنا چاہئے کیونکہ رجوع کرنا تو کوئی بُری بات نہیں۔ باقی رہا اوکاڑوی جیسے لوگوں کا امام ابن جریج رحمہ اللہ کو شیعہ کہنا تو اس کے لئے عرض ہے کہ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''اب اٹھائیں سیر و رجال کی کتابیں کیا کسی اہل سنت امام نے امام ابن جریج کو شیعہ قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔''

(مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ٦١)

لیکن الحمدللہ کوئی دیوبندی میری معلومات کے مطابق ان کا یہ مطالبہ پورا نہ کرسکا۔

امام ابن جریج رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے معروف راوی ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''**أحد الأعلام الثقات، يدلس وهو في نفسه مجمع على ثقته إلخ** . وہ ثقات واعلام میں سے ایک تھے، تدلیس کرتے تھے، فی نفسہ ان کی توثیق پر اجماع ہے۔ (میزان الاعتدال ٢/ ٦٥٩ ت ٥٢٢٧ بعلامۃ: صح)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''محدث جلیل ابن جریجؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا: **رحمه الله قد ذهب معه علم كثير** ۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ٢٨٥)

٢٧) امام عقیلی رحمہ اللہ کی تنقیص:

آل دیوبند کے ''علامہ'' کوثری کی عبارت عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اپنی تائید میں اس طرح لکھی ہے: ''مگر اس کی سند میں العقیلی ہے اور یہ نقصانی متعصب ہے۔''

(ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ٣٥٢)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''ہم نہ تو خطیبؒ جیسے آدمی پر اور نہ ہی العقیلی جیسے آدمی پر اعتماد کرسکتے ہیں۔'' (ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ٣٧٧)

٢٨) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تنقیص:

امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ''اور آج ''بلوغ المرام'' جو ایک غیر مقلد کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس کا ایک صفحہ پڑھ کر لوگ تقلید سے آزاد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔''

(ماہنامہ الخیر ج ۱۴ شمارہ ۹ رمضان ۱۴۱۷ھ فروری ۱۹۹۷ء ص ۴۸)

یہ بات حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ بلوغ المرام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے جنھیں اوکاڑوی نے غیر مقلد کہا ہے اور اوکاڑوی نے غیر مقلد کے بارے میں لکھا ہے: ’’اس لئے جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب بھی ہوگا‘‘

(تجلیات صفدر ۳/ ۵۹۰)

عبدالغفار دیوبندی نے لکھا ہے: ’’یہ حافظ ابن حجر کا اپنا گمان ہے جو بلا دلیل ہے کیا امام بخاریؒ م ۲۵۶ نے حافظ ابن حجر م ۸۵۲ھ کو ٹیلی فون کیا تھا کہ آپ کو اجازت ہے ھشیم و محمد بن فضیل کو حصین بن نمیر کا متابع قرار دینا اور شعبہ کے طریق کو ذکر نہ کرنا...‘‘

(قافلہ...جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۴۵)

عبدالغفار دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ’’کیا امام بخاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کو ٹیلفون پر اختیار و اجازت نامہ دیا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے داؤد بن عبدالرحمٰن العطارؒ کی مروی حدیث کو متابعۃً قرار دینا جبکہ امام بخاری کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ یہ ہے کہ جو راوی و روایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جو راوی و روایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے کما صرح فی البخاری ج ۲ ص ۸۲۸ و ص ۱۱۰۰ ط کراتشی و ص ۴۷۴ رقم ۶۲۶ ط الریاض فلھذا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ہوں یا علی زئی...ہو امام بخاریؒ کے مقابلے میں ان کی بات بلا دلیل باطل و مردود ہے‘‘ (قافلہ...جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۴۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تنقیص سے قطع نظر عرض ہے کہ چنی گوٹھ کے بہتان تراش نے اصالۃً و متابعۃً والی جو بات امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے اور صحیح بخاری کے صفحات کا حوالہ دیا ہے وہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ مذکور نہیں کہ پہلے روایت اصالۃً ہوگی اور بعد میں متابعۃً ہوگی ، لہٰذا عبدالغفار نے عبارت مذکورہ میں امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

دوسری طرف آلِ دیوبند کے ’’امام‘‘ سرفراز صفدر نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تعریف

میں لکھا ہے: ”حافظ الدنیا امام ابن حجرؒ “(راہ سنت ص ۳۹)

دوسری جگہ لکھا ہے: ”(مگر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سخاوی وغیرہ تو متساہل نہیں ہیں۔ صفدر)“ (المسلک المنصور ص ۲۳)

محمد زکریا تبلیغی جماعت والے نے کہا: ”حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ“ (تقریر بخاری ۱/۴۴)

مزید معلومات کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۶۳۰

۲۹) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی تنقیص:

اگر امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی بات آلِ دیوبند کی طبیعت کے موافق ہو تو ان کی تعریف کرتے ہیں، چنانچہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۳۶ھ)

امام اسحاقؒ بن راہویہؒ: علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ حافظ کبیر عالم نیشاپور بلکہ جملہ اہل مشرق کے شیخ تھے۔ محدث ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ ان سے بڑا کوئی حافظ دیکھنے میں نہیں آیا۔ ابو حاتمؒ کا بیان ہے کہ ان کے اتقان اور اصابت رائے پر آفرین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ (تذکرہ جلد۲ صفحہ ۱۹)

امام ابن خزیمہؒ کا بیان ہے اگر وہ تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو وہ یقیناً ان کے علم اور فقہ کا اقرار کرتے۔ امام احمدؒ ان کو امام من ائمۃ المسلمین کہتے ہیں۔ (بغدادی جلدی ۶ ص ۳۵۰) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اپنے زمانے میں فقہ، علم اور حفظ میں یکتا تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ا ص ۲۱۷) سعیدؒ بن ذویبؒ کا بیان ہے کہ وہ عدیم النظیر تھے۔ (بغدادی جلد ۶ ص ۳۵۰)“ (احسن الکلام ج ا ص ۶۵، دوسرا نسخہ ص ۹۱)

یہ تو تھی تعریف ہی تعریف اور جب انھی امام اسحاق بن راہویہ کی بات آلِ دیوبند کے خلاف ہوئی تو ان کی تنقیص کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا:

”میں نے کہا کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۶۱ھ اور وفات شعبان ۲۳۸ ھ میں ہوئی۔ ان کے شاگرد امام بیہقی ہیں جو ان کی وفات سے

۱۴۶ سال بعد پیدا ہوئے اور استاد عقبہ بن عامرؓ ہیں جو تقریباً ۶۰ھ میں ان کی پیدائش سے ۱۰۱ سال قبل وصال فرما چکے تھے۔ اب یہ تو اس سند کا حال ہے، متن کو کس طرح بگاڑا گیا۔ طبرانی کی روایت جو ضعیف سند سے ہے اس میں ایک انگلی کے اشارے پر ایک نیکی کا وعدہ تھا۔ اب دیکھا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دس بنیں گی تو رفع یدین پر دس نیکیاں ملیں گی۔ اب وہ کون سی رفع یدین پر نیکیاں ملیں گی، تو چونکہ اسحاق اور بیہقی شافعی ہیں انہوں نے رکوع کا ذکر ملا دیا۔ جبکہ اصل روایت میں نہ رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ رکوع کا۔ اگر اسحاق کو یہ حق ہے تو شیعہ کو بھی حق ہے کہ دونوں سجدوں کی چار رفع یدین اور ہر رکعت کی ابتداء کی رفع یدین ملا لیں اور چار رکعت نماز میں پوری ۲۸۰ نیکیاں کما لیں اور غیر مقلد بیچارے منہ ہی تکتے رہ جائیں۔" (تجلیات صفدر ج۴ ص۱۳۲)

اوکاڑوی نے مزید توہین کرتے ہوئے لکھا: "اسحاق تو متن کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں۔ جیسے اوپر والی روایت میں انھوں نے کیا۔" (تجلیات صفدر ج۴ ص۱۳۴)

اگر یہی عبارت کسی دیوبندی کے بارے میں لکھی جائے مثلاً: "سرفراز خان صفدر دیوبندی حدیث کے متن کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھال لیا کرتے تھے" تو شاید اسے آلِ دیوبند گستاخی قرار دیں گے؟! واللہ اعلم

۳۰) طحاوی کی تنقیص:

آل دیوبند کے "مفتی" محمود حسن گنگوہی نے کہا: "امام طحاوی اپنی لڑکی کو املا کراتے تھے ایک روز املاء کراتے ہوئے فرمایا جامعنا ھم یعنی ہم نے اس سے اجماع (اتفاق) کر لیا۔ لڑکی کے چہرہ پر اس کو سن کر مسکراہٹ طاری ہوئی اس کا ذہن جماع کی طرف گیا۔ امام نے دیکھ لیا پھر کچھ املاء کرانے کے بعد املاء کرایا۔ جامعونا انہوں نے ہم سے اجماع کر لیا لڑکی کے چہرہ پر پھر مسکراہٹ آئی۔ امام نے دیکھ لیا اس سے ان کو بیحد افسوس و ملال ہوا کہ حالات کیسے خراب ہو چلے، ماحول کا کیسا اثر ہے کہ ان الفاظ سے ذہن کسی اور طرف بھی جاتا ہے حتیٰ کہ اسی صدمہ سے ان کا انتقال ہو گیا" (ملفوظات فقیہ الامت قسط ۷ ص۱۰۲، جلد دوم)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے گنگوہی مذکور کے مذکورہ بالا بیان پر یوں تبصرہ کیا ہے:

''یہ سارا بیان امام طحاوی اور ان کی لڑکی پر تہمت ہے جسے محمود حسن گنگوہی نے گھڑا ہے۔''

(الحدیث حضرو ۵۰ ص ۳۲)

یہ تو قارئین خود ہی فیصلہ کریں گے کہ اس جھوٹے واقعہ میں طحاوی اور اس کی بیٹی کی کس قدر توہین ہے۔

۳۱) عینی حنفی کی تنقیص:

بعض اوقات آل دیوبند نادان دوست کا کردار ادا کرتے ہوئے ایسے علماء کی بھی تنقیص کر جاتے ہیں جنھیں خود حنفی باور کراتے ہیں۔ مثال کے طور پر بدر الدین عینی حنفی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات تراویح مع وتر والی روایت دو سندوں سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''منها ما اخرجه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه من طريقين صحيحين'' (نخب الافکار جلد ۵ ص ۱۰۳، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۲۷۷)

لیکن امین اوکاڑوی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''پس یہ روایت مضطرب ہوئی جو ضعیف کی قسم ہے۔ پس اس کو صحیح کہنا دھوکا ہے۔''

(تجلیات صفدر ۴/۲۸۱)

یہ فیصلہ تو آل دیوبند خود ہی کریں کہ بدر الدین عینی نے دھوکا دیا ہے یا انھیں دھوکا دینے والا کہہ کر اوکاڑوی نے ان کی توہین کی ہے؟!

آل دیو بند کے مجروح راوی اور دوغلی پالیسیاں

مولانا عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ (مشہور اہل حدیث عالم) نے امام حاکم رحمہ اللہ اور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث سے استدلال کیا تو امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم رحمہ اللہ کو شیعہ قرار دیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۴۸۹/۲)

اور ابو قلابہ رحمہ اللہ کو ناصبی قرار دے کر لکھا ہے: ''آپ رفع یدین کے لئے کبھی کسی شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں کبھی کسی ناصبی کے پاؤں چاٹتے ہیں'' (تجلیات صفدر ۴۹۳/۲)

لیکن آل دیوبند بلکہ خود امین اوکاڑوی نے بھی ان مذکورہ دونوں ائمہ کی احادیث اپنی کتابوں میں لکھیں اور ان سے استدلال کیا، لہٰذا اوکاڑوی اصول کے مطابق امین اوکاڑوی اور دیگر آل دیوبند نے کبھی تو شیعہ کی چوکھٹ کو سجدے کئے اور کبھی ناصبی کے پاؤں چاٹے۔

ذیل میں راقم الحروف ان شاء اللہ ایسے تیس (۳۰) سے زیادہ راویوں کی نشاندہی کرے گا، جن کی بیان کردہ روایات اگر آل دیوبند کی طبیعت کے مطابق ہوں تو قبول کر لیتے ہیں اور اگر طبیعت کے خلاف ہوں تو انھی راویوں پر جرح کر کے ان کی روایات رد کر دیتے ہیں۔ مَیں بطورِ نمونہ چند راویوں کا تفصیل سے ذکر کروں گا، پھر اختصار کے پیشِ نظر جہاں آل دیوبند نے روایت قبول کی ہوگی یا تعریف کی ہوگی وہاں حوالہ لکھ دوں گا اور جہاں روایت رد کی ہوگی، وہاں ''حوالہ'' لکھ دوں گا۔ باذوق حضرات اصل حوالوں کی خود ہی مراجعت کر لیں۔

۱) محمد بن جابر یمامی:

اس کی روایت سے آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۴۰۳ بحوالہ بیہقی، دار قطنی) تجلیات صفدر (۳۰۶/۲) آٹھ مسائل (ص ۴۱۔ ۴۲) تجلیات صفدر (۱۳۶/۴) رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۸۲، از جمیل احمد نذیری)

تنبیہ: جمیل احمد نذیری نے دو بڑے جرم کئے ہیں:

۱: محمد بن جابر کی روایت بحوالہ دار قطنی ، بیہقی و ہیثمی نقل کی ہے لیکن تینوں علماء نے اس راوی پر جو جرح کی اسے چھپا لیا ہے۔

۲: نذیری نے یہ لکھا ہے کہ "محمد بن جابر یمامیؒ کی یہ روایت ان کے نابینا ہونے سے پہلے کی ہے۔لہٰذا ہر قسم کے اختلاط سے محفوظ ہے"

حالانکہ نذیری کی بات بالکل بے دلیل اور کالا جھوٹ ہے۔

یاد رہے کہ محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راوی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۲)

لیکن اسی راوی نے جب کہا کہ ابو حنیفہ نے اس کی کتابیں چوری کر لی تھیں تو عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اس پر یوں جرح نقل کی: "پھر اس روایت میں محمد بن جابر الیمامی الاعمیٰ ہے جس کے بارہ میں امام احمد نے کہا کہ اس سے صرف وہی آدمی حدیث بیان کرے گا جو اس سے بھی زیادہ شریر ہوگا اور ابن معینؒ اور نسائیؒ نے اس کو ضعیف کہا۔"

(ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۲۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا ہے: "اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ضعیف ہے۔کیونکہ اس کی سند میں محمد بن جابر اور ایوب بن عتبہ ہیں۔علامہ الحازمیؒ کتاب الاعتبار ص ۴۴ میں لکھتے ہیں ضعیفان عند اھل العلم بالحدیث اور امام بیہقیؒ سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۳ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جابر متروک ہے تو ایسی ضعیف روایت سے صحیح روایت کی نسخ کا کیا معنیٰ؟" (خزائن السنن ص ۱۷۳)

زیلعی حنفی نے بھی محمد بن جابر کو ضعیف کہا۔(نصب الرایہ ۱/۶۱)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے بھی محمد بن جابر کو ضعیف کہا۔(دیکھئے بذل المجہود ۱/۱۱۱)

] ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی نے مسِ ذکر سے وضو ٹوٹنے والی حدیث کی وجہ سے محمد بن جابر پر جرح کی۔(دَ پیغمبر خدا ﷺ مونځ ص ۵۲، یہ کتاب پشتو میں ہے)

اور اسی کتاب میں ترکِ رفع یدین کے مسئلے میں اسی محمد بن جابر کی ''توثیق'' نقل کی۔ (ص ۲۹۴)

یہ دوغلی پالیسی کی انتہا ہے۔]

۲) سلیمان شاذ کونی:

آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان ایک مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے سلیمان بن داود شاذ کونی کی طرف منسوب ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۳۰۲، ۲/۴۲۳) درس ترمذی (۲/۴۴)

جبکہ سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرات محدثین عظامؒ کے ضابطہ پر تو مؤلف خیر الکلام مطمئن نہیں ہیں اور سلیمان شاذ کونی کی لاتوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور یہ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون ہے؟ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فیہ نظر ابن معینؒ نے اس کو حدیث میں جھوٹا کہا۔ ابو حاتمؒ اس کو متروک الحدیث اور نسائیؒ لیس بثقہ کہتے ہیں اور صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کان یکذب فی الحدیث کہ حدیث میں جھوٹ کہتا تھا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ شراب پیتا اور بیہودہ حرکتوں میں آلودہ تھا اور نیز فرمایا کہ درب دمیک میں شاذ کونی سے بڑا جھوٹا اور کوئی داخل نہیں ہوا بغویؒ فرماتے ہیں کہ رماہ الائمۃ بالکذب آئمہ حدیث نے اس کو جھوٹ سے متہم کیا ہے اور امام یحییٰؒ بن معینؒ فرماتے ہیں کان یضع الحدیث کہ وہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا۔ امام ابواحمد الحاکمؒ اس کو متروک الحدیث اور امام ابن مہدیؒ اس کو خائب اور نامراد کہتے تھے۔ امام عبدالرزاقؒ نے اس کو عدو اللہ کذاب اور خبیث کہا اور صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ آناً فاناً سندیں گھڑ لیتا تھا اور صالحؒ بن محمدؒ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کذاب اور لونڈے بازی سے متہم تھا۔ (محصلہ لسان المیزان جلد۳ ص ۸۴ تا ۸۷)'' (احسن الکلام ۱/۲۰۴، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۴)

۳) محمد بن سائب کلبی اور محمد بن مروان السدی:

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے:

''کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابوالنضر ہے۔ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ لیس بشیٔ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں امام یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کردی تھی ابوجزءؒ اور یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ کلبی کافر ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل غلطی سے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ پر وحی نازل کر گئے تھے (معاذ اللہ) امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام علیؒ بن الجنیدؒ، ابواحمد الحاکمؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط الاعتبار ہے، ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایات میں جھوٹ بالکل ظاہر ہے، ساجیؒ کہتے ہیں کہ متروک الحدیث نہایت کمزور اور غالی شیعہ ہے، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابوصالح سے اس نے جھوٹی روائتیں بیان کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تمام ثقہ اہل نقل اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۱۷۸ تا ۱۸۱) **امام احمد فرماتے ہیں کہ کلبی کی تفسیر اول سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں** (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲)'' (تنقید متین ص ۱۶۷۔۱۶۸، نیز دیکھئے ازالۃ الریب ص ۳۱۴)

تنبیہ: کلبی کی طرف منسوب تفسیر (تنویر المقباس) کلبی تک بھی باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ نیچے والی سند میں کئی راوی مجروح یا مجہول ہیں۔ مثلاً: محمد بن مروان السدی کذاب، عمار بن عبدالمجید الہروی، ابوعبید اللہ محمود بن محمد الرازی، ابوعبداللہ، المأمور الہروی، عبداللہ بن المأمور۔ (دیکھئے تنویر المقباس ص ۲)

محمد بن مروان سدی:

سرفراز صفدر دیوبندی نے سُدی کی روایت پیش کرنے والے ایک بریلوی کے خلاف لکھا ہے: ''آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔''

(اتمام البرہان ص ۴۵۸، مزید جرح کے لئے دیکھئے تفریح الخواطر ص ۷۷، ازالۃ الریب ص ۳۱۶)

لیکن ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے جس کی سند میں یہ دونوں یعنی کلبی اور محمد بن مروان سدی موجود ہیں، امین اوکاڑوی دیوبندی نے استدلال کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/ ۳۵۰)

عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔

دیکھئے شادی کی پہلی دس راتیں (ص ۸)

آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی استدلال کیا۔

دیکھئے نماز مدلل (ص ۱۲۸)

آل دیوبند کے ''مفتی'' احمد ممتاز نے بھی استدلال کیا۔ (دیکھئے آٹھ مسائل ص ۱۸)

امجد سعید دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (دیکھئے سیف حنفی ص ۵۷)

الیاس گھمن دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (نماز اہل السنۃ والجماعۃ ص ۶۷)

یہ من گھڑت تفسیر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی، اس کا اعتراف احمد رضا بریلوی اور تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے فتاویٰ رضویہ (۲۹/ ۳۹۶) فتاویٰ عثمانی (۱/ ۲۱۵) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۸۹ ص ۱۰ تا ۱۱)

تنبیہ: تنویر المقباس نامی جعلی تفسیر محمد بن مروان السدی سے بھی باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ اس سے نیچے والی سند میں مجروح و مجہول راوی ہیں۔

۴) محمد بن حمید الرازی:

مسئلہ تراویح کے متعلق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت کا راوی ہے۔

۱: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۶۳۵) بحوالہ تاریخ جرجان (ص ۲۷۵)

۲: امین اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں استدلال کیا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۷ سطر ۷)

۳: الیاس گھمن دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

دیکھئے ''قافلہ حق'' (جلد نمبر ۴ شمارہ ۳ ص ۶۲ سطر نمبر ۱۰)

امین اوکاڑوی نے مسئلہ طلاق میں بھی اس کی روایت سے استدلال کیا۔
دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۶۰۱ سطر ۸)

نیز مسئلہ طلاق میں ہی اسماعیل جھنگوی نے تحفہ اہل حدیث (ص ۹۰۔۸۹) میں اور سرفراز صفدر نے عمدۃ الاثاث (ص ۶۹) میں اس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

لیکن اسی راوی کی روایت اپنے خلاف ہونے کی صورت میں امین اوکاڑوی نے اس پر شدید جرح کی۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۲۲۴، ۷/۴۹۳)

آل دیوبند کے ''مفتی'' جمیل نذیری نے بھی شدید جرح کی۔ دیکھئے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۳۰۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۲۰۴۔۲۰۵

سرفراز صفدر نے بھی اسے کذاب تسلیم کیا۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۸)

۵) جبارہ بن مغلس:

امین اوکاڑوی نے رفع یدین کو بدعت ثابت کرنے کے لئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت بحوالہ ابن عدی نقل کی ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۲۷۳ سطر ۲۰)

انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۵۸۸) میں بھی اس کی روایت اپنی تائید میں نقل کی ہے، لیکن دوسری طرف سرفراز صفدر کی جرح کے لئے دیکھئے احسن الکلام (۲/ ۵۷، دوسرا نسخہ ۲/۶۳)

٦) یزید بن ابی زیاد:

آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں اس کی روایت سے اس استدلال کرتے ہیں۔
دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (۳/ ۳۹۷)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں، نیز دیگر بھی بہت سے دیوبندیوں نے اس کی روایت اپنی کتابوں میں بطور دلیل پیش کی ہے۔ مثلاً تقی عثمانی نے درس ترمذی (۲/ ۳۱) فیض احمد ملتانی نے نماز مدلل (ص ۱۳۰۔۱۳۱ حوالہ ۲۹۷) جمیل احمد

نذیری نے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۸۳) اور عبد الحمید سواتی نے نماز مسنون (ص ۳۴۷)میں، لیکن اشرف علی تھانوی نے جرح کی ہے۔

(دیکھئے نشر الطیب ...ص ۲۴۴)

''نماز پیغمبر ﷺ'' کے مصنف الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

''زیلعی فرماتے ہیں اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔'' (ص ۸۵)

کیونکہ روایت جرابوں پر مسح سے متعلق تھی جو دیوبندی مسلک کے خلاف تھی۔

امین اوکاڑوی نے بھی یزید بن ابی زیاد کی روایت کو رد کرنے کے لئے لکھا ہے:

''طبرانی کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اس نے وھماً یہاں جوربین کا لفظ ذکر کیا ہے''

(تجلیات صفدر ۲/ ۱۸۶)

الیاس گھمن کے چہیتے عبد اللہ معتصم نے یزید بن ابی زیاد کی روایت کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ حدیث بھی بطور حجت پیش نہیں کی جا سکی اس لئے کہ امام زیلعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۱۸۶-۱۸۵)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یزید ضعیف تھا۔ آخری عمر میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا (تقریب ج ۲ ص ۳۶۵)'' (قافلہ...جلد ۶ شمارہ ۱ ص ۲۵)

عینی حنفی نے لکھا ہے: ''قلت :یزید بن أبي زیاد ضعیف '' میں نے کہا: یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ۴/ ۳۷۷)

[علی بن محمد حقانی سندھی دیوبندی نے جرابوں پر مسح کے سلسلے میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف کہا۔ (نبوی نماز مدلل سندھی ص ۱۶۹، یہ کتاب سندھی زبان میں ہے)

اور اسی کتاب میں ترکِ رفع یدین کی بحث میں اسی یزید بن ابی زیاد کو ثقہ اور سچا قرار دیا۔ (ص ۳۵۵)

دوغلی اور دورُخی کی یہ انتہا ہے۔]

۷) عمر بن ہارون:

۱: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۶۳۵ بحوالہ تاریخ جرجان ص ۲۷۵)

۲: اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۷ سطر ۷)

۳: الیاس گھمن دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔

(قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۳ ص ۶۲ سطر ۱۰)

لیکن دوسری طرف چونکہ اس کی روایت مخالف تھی تو امین اوکاڑوی نے اس روایت کو انتہائی ضعیف قرار دیا اور یوں جرح نقل کی: ''علامہ ذہبی اس حدیث کے راوی عمر بن ہارون کے بارے میں فرماتے ہیں اجمعوا علی ضعفہ وقال النسائی متروک (تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)'' (تجلیات صفدر ۴/ ۴۳۴)

مزید جرح کے لئے دیکھئے (نصب الرایہ ۱/ ۳۵۱، ۳۵۵، ۴/ ۲۷۳)

۸) محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ:

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ۷/ ۳۹۷)

تقی عثمانی نے ضعیف قرار دیا۔ (درس ترمذی ۲/ ۳۲)

مزید جرح کے لئے دیکھئے ادلہ کاملہ (ص ۴۲) تجلیات صفدر (۳/ ۱۴۷، ۴/ ۴۵۳)

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے بھی محمد ابن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار دیا۔ دیکھئے فیض الباری (۳/ ۱۶۸)

امین اوکاڑوی نے بھی ضعیف کہا۔ (مجموعہ رسائل ۲/ ۱۶۴ نمبر ۳۹، تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۰)

یاد رہے کہ کتابت کی غلطی سے لیلیٰ یعلیٰ بن گیا ہے۔

علامہ طحاوی نے بھی کہا: ''مضطرب الحفظ جدًا'' (مشکل الآثار ۳/ ۲۲۶)

۹) ام یحییٰ:

ام یحییٰ کی ایک روایت سے انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص۴۷۹ عورت و مرد کی نماز میں فرق)

امجد سعید دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (سیف حنفی ص۲۱۴)

اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں استدلال کیا۔ (تجلیات صفدر ۳/۳۵۰، مجموعہ رسائل ۱/۳۲۲)

لیکن دوسرے مقام پر ام یحییٰ کی روایت کو رد کرنے کے لئے اوکاڑوی نے ''مجہولہ'' قرار دیا۔ (تجلیات صفدر ۲/۲۲۶، مجموعہ رسائل ۱/۳۴۶)

سرفراز صفدر نے بھی ''مجہولہ'' کہا۔ (خزائن السنن ص ۳۳۸)

سعید احمد پالنپوری نے لکھا ہے: ''ام یحییٰ مجہول ہیں'' (ایضاح الادلۃ مع حاشیہ جدیدہ ص۹۴)

۱۰) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم:

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءت خلف الامام میں استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۸)

لیکن سرفراز صفدر نے اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق نقل کیا۔

(تفریح الخواطر ص ۳۵)

مزید جرح کے لئے دیکھئے آثار السنن (ص ۱۵۷) اور نصب الرایہ (۴/۱۳۰)

۱۱) عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی:

انوار خورشید دیوبندی نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۷۷)

اس پر آل دیوبند اور ان کے اکابر کی جرح کے لئے دیکھئے السعایہ (۲/۱۵۶) آثار السنن (ص ۷۷، دوسرا نسخہ ۹۱)، بذل المجہود (۲/۲۳) فتح الملہم (۲/۴۰) معارف السنن (۲/۴۴۴) درس ترمذی (۲/۲۴)

توضیح السنن (۱/۵۵۶) اور ادلہ کاملہ (ص ۵۵)

انور شاہ کشمیری نے کہا: ''ان الواسطی ضعیف متفق علی ضعفه''

(العرف الشذی ۱/ ۷۶ سطر ۲۸)

۱۲) لیث بن ابی سلیم:

نماز وتر کی رفع یدین ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کا غلط ترجمہ کر کے (دیکھئے جزء رفع یدین مترجم از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ص ۱۰۰) آل دیوبند استدلال کرتے ہیں۔ انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۵۸۱) میں استدلال کیا۔ سرفراز صفدر نے خزائن السنن (ص ۴۱۶) میں استدلال کیا اور روایت کو صحیح بھی کہا۔

آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا اور روایت کو صحیح کہا۔ (نماز مدلل ص ۱۸۰)

لیکن جب اس کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف دیکھی تو سرفراز صفدر دیوبندی نے شدید جرح کر کے ضعیف ثابت کیا۔ (احسن الکلام ۱/ ۱۲۸، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۴۰)

تقی عثمانی نے درس ترمذی (۱/ ۲۳۳) میں، امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۵/ ۵۹) میں اور فقیر اللہ نے خاتمۃ الکلام (ص ۱۰۱) میں ضعیف قرار دیا۔

نیز دیکھئے نصب الرایہ (۳/ ۹۶ سطر آخری)

۱۳) کثیر بن عبداللہ بن عمرو العوفی:

انوار خورشید نے ترک رفع یدین کے مسئلے میں استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ۱۱/ ۳۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی استدلال کیا۔ (راہ سنت ص ۱۱۲ سطر ۱۱ تا ۱۲)

لیکن آل دیوبند کے پیر مشتاق نے نہایت ضعیف قرار دے کر جرح نقل کی ہے۔

(ترجمان احناف ص ۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی جرح کی۔ (خزائن السنن ص ۴۳۱)

۱۴) عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی:

آلِ دیوبند کے پیر مشتاق علی شاہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

''اعتراض تشہد کے بعد اگر جان بوجھ کر گوز مارے یا بات چیت کرے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔

جواب تمہارا یہ اعتراض ہدایہ پر نہیں۔ امام اعظم پر نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ پر ہے کیونکہ اس مسئلہ کی سند حدیث میں موجود ہے۔'' (فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ۲۶۱)

اس کے بعد مشتاق علی شاہ دیوبندی نے ص ۲۶۲ پر ایک روایت پیش کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی راوی ہے۔

سرفراز صفدر نے (خزائن السنن ص ۶۱) میں اور تقی عثمانی دیوبندی نے (درس ترمذی ۱/۲۶۰) پر ضعیف قرار دیا۔

۱۵) ابراہیم بن عثمان واسطی:

آلِ دیوبند مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۶۳۵)

اسی مسئلہ میں الیاس گھمن دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (قافلہ حق جلد ۴ شمارہ ۳ ص ۶۳)

لیکن نماز جنازہ میں سورت پڑھنے کی ایک روایت میں بھی یہی راوی ہے، لہٰذا محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ''یہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

(درس ترمذی ۳/۳۰۴)

اس راوی پر مزید جرح کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۲۰۶۔۲۰۸

۱۶۔۱۷) یحییٰ بن یعلیٰ الاسلمی اور ابو فروہ یزید بن سنان:

نماز جنازہ کی تکبیرات میں ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت سے انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا ہے اور اس سند میں یہ دونوں راوی موجود ہیں۔ (حدیث اور اہلحدیث ۸۵۷)

لیکن تقی عثمانی دیو بندی صاحب نے ان دونوں راویوں کو ضعیف تسلیم کیا۔
دیکھئے درس ترمذی (۳/۳۴۱)

۱۸) فضل بن السکن:

انوار خورشید نے نماز جنازہ کی تکبیرات میں ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب، اس راوی کی روایت سے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۸۵۷)

تقی عثمانی دیو بندی نے اس راوی کو مجہول قرار دیا۔ (درس ترمذی ۳/۳۴۲)

۱۹) حجاج بن ارطاۃ:

دہری اقامت کے مسئلہ میں انوار خورشید دیو بندی نے اس کی روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۶۵ روایت نمبر ۱۶)

اور اسی راوی کے بارے میں عبد القدوس دیو بندی نے اپنے ''علامہ'' کوثری کا کلام یوں نقل کیا ہے: ''لوگوں کے سامنے ڈھینگیں مارنے والا تھا'' (ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۳۶۳)

حبیب اللہ ڈیروی دیو بندی نے اپنی کتاب نور الصباح میں حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث قرار دیا۔ (ص ۲۲۴)

اور اسی کتاب میں اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت پیش کر کے اسے صحیح حدیث قرار دیا۔ (نور الصباح ص ۱۶۷۔۱۶۸)

۲۰) ابن لہیعہ:

ان کی روایت سے انوار خورشید دیو بندی نے میمون مکی کی روایت میں مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ۴۱۰)

منیر احمد منور نے نماز عیدین کی تکبیرات میں رفع یدین کے مسئلہ میں استدلال کیا۔

(نماز عیدین کا حنفی تحقیقی جائزہ ص ۳۳)

امین اوکاڑوی نے مسئلہ تقلید میں ایک روایت کا غلط ترجمہ کر کے استدلال کیا۔

(فتوحات صفدر ۱/ ۲۶۵)

لیکن جب اس کی روایت نماز عیدین میں بارہ (۱۲) تکبیرات کے مسئلہ میں یعنی دیوبندی مذہب کے مخالف تھی تو منیر احمد منور نے اپنی مذکور کتاب میں ہی اسے ضعیف قرار دیا۔ (نماز عیدین کا حنفی تحقیقی جائزہ ص ۲۳)

تقی عثمانی نے (درس ترمذی ۲/ ۳۱۴) میں، محمود عالم اوکاڑوی نے (فتوحات صفدر ۱/ ۲۶۵ حاشیہ) میں اور امین اوکاڑوی نے جزء رفع یدین (مترجم ص ۳۵۲) میں ضعیف قرار دیا۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے امین اوکاڑوی کے متضاد اقوال نقل کئے دیتا ہوں:

امین اوکاڑوی نے ایک جگہ لکھا ہے: ''یہ سند بالکل ضعیف ہے کیونکہ عبداللہ بن لہیعہ راوی ضعیف ہے'' (جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۳۰۵)

امین اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''اور ابن لہیعہ حسن الحدیث ہیں'' (تجلیات صفدر ۴/ ۱۴۰)

۲۱) محمد بن اسحاق بن یسار:

جمہور کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۱۷ ص ۱۸)

محمد بن اسحاق کی روایات سے استدلال یا تعدیل کے لئے دیکھئے درس ترمذی (۳/ ۴۳۲، ۱/ ۲۷۴) حدیث اور اہلحدیث (۸۶۱) معارف الحدیث (۳/ ۱۵۳) تقلید کی شرعی حیثیت (ص ۱۴۵) فضائل اعمال (ص ۵۰۳) تجلیات صفدر (۵/ ۳۲۹) سیف حنفی از امجد سعید (ص ۳۱۴) نماز مدلل (ص ۷۸) نماز پیغمبر ﷺ (ص ۱۰۵)

محمد بن اسحاق کی روایات کے رد یا جرح کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر (۳/ ۲۲۳) احسن الکلام (۲/ ۷۷) اور سیف حنفی (ص ۱۵۷، از امجد سعید)

۲۲) ابو اسحاق السبیعی:

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءۃ خلف الامام میں استدلال کیا۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۲۲)

روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ سرفراز صفدر نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (احسن الکلام ۱/۲۴۴، دوسرا نسخہ ۱/۳۰۳، دسویں حدیث)

لیکن ان کی ایک روایت کسی بریلوی نے "یا محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواز پر پیش کی تو نور محمد تونسوی دیوبندی نے تدلیس کی جرح کر کے اس روایت کو رد کر دیا۔

دیکھئے حقیقی نظریات صحابہؓ (ص ۳۵۔۳۹)

امین اوکاڑوی نے بھی جرح کی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۱۴۳)

نیز محمود عالم (ننھے اوکاڑوی) نے بھی جرح کی ہے۔

دیکھئے فتوحات صفدر (۱/ ۳۵۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۲۱ حاشیہ)

۲۳) سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن روایت سے استدلال:

آل دیوبند نے مسئلہ ترک رفع یدین میں سفیان کی مدلّس (معنعن) روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۹۴)

دوسری طرف اس کی روایت مخالف ہونے کی صورت میں مدلس ہونے کا ذکر کیا۔

دیکھئے درس ترمذی (۱/ ۵۲۱) خزائن السنن (۳۲۷) مجموعہ رسائل (۳/ ۳۳۱) تجلیات صفدر (۵/ ۴۷۰) تجلیات صفدر (۴/ ۱۱۴، طبع فیصل آباد) اور الجوہر النقی (۴/ ۲۶۲، ۸/ ۲۶۲)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۲۲۸)

۲۴) مکحول الشامی رحمہ اللہ:

کئی آلِ دیوبند نے امام مکحول کی روایت سے استدلال کیا یا ان کی تعریف کی۔ (دیکھئے درس ترمذی ۲/۳۱۴، تجلیات صفدر ۳/ ۵۶۵، ۵/ ۱۰۲، ۶/ ۱۱۵، حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۲، حدیث اور اہل حدیث ص ۸۴۴)

لیکن دوسری طرف الیاس گھمن کے چہیتے آصف لاہوری کے معاون مناظر نے مکحول رحمہ اللہ کی روایت بھی رد کر دی اور گندی گالی بھی دی۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو ۷۹ ص ۴۹)

معاون مناظر کا نام "ثناء اللہ" دیوبندی ہے۔ (صح)

۲۵) اسامہ بن زید لیثی:

اسامہ بن زید لیثی جمہور کے نزدیک ثقہ راوی ہیں اور اسامہ بن زید العدوی ضعیف ہے۔ امین اوکاڑوی نے اپنے ایک مخالف کے خلاف لکھا ہے: ''ایک حدیث کا انکار کرنے کے لئے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ احادیث نبویہ کے انکار کا یہ طریقہ ابھی تک منکرین حدیث کو بھی نہیں سوجھا کہ جہاں عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ کا لفظ آجائے وہاں عبداللہ بن مسعودؓ کی بجائے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی قرار دے کر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں۔'' (تجلیات صفدر ۳/۳۹۱)

اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''...ایک حدیث کا انکار کرنے کے شوق میں اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی بنایا، یہ محض سینہ زوری ہے۔ کاش! احناف کی ضد میں یہ رسول دشمنی سے احتراز کرتے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۵۰۲)

سرفراز صفدر نے بھی اسامہ بن زید لیثی کی روایت کو صحیح کہا۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۴۴)

سرفراز صفدر نے اسامہ بن زید لیثی کے بارے میں کہا:

''اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی'' (اخفاء الذکر ص ۶۶)

لیکن اسی راوی کی روایت جب دیوبندی مسلک کے خلاف تھی تو سرفراز صفدر نے رد کرنے کے لئے اس پر جرح نقل کی ہے۔

(دیکھئے احسن الکلام ۲/۱۴۹۔۱۵۰، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۳، مسئلہ قربانی ص ۳۶)

اب آل دیوبند کو چاہئے جرح کرنے والے دیوبندیوں پر بھی اوکاڑوی کے فتوے چسپاں کریں۔

۲۶) ابوجعفر الرازی:

مسئلہ تراویح میں انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۶۳۷۔۶۳۸ روایت نمبر ۹)

الیاس گھمن نے مسئلہ تراویح میں استدلال کیا۔ (قافلہ... جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۶۳)

لیکن زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے نے ضعیف کہا۔(اوجز المسالک ۲/۱۲۳)

سرفراز صفدر دیوبندی نے بھی ضعیف کہا۔ (احسن الکلام ۲/۱۴۲، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۵)

مزید جرح کے لئے دیکھئے آل دیوبند اور ان کے اکابر کے اقوال۔

(آئینۂ دیوبندیت ص ۲۰۹۔۲۱۰)

۲۷) امام ابن جریج رحمہ اللہ:

ان کے بارے میں بھی آل دیوبند کی پالیسی دوغلی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو(نمبر ۸۵ص ۳۶ تا ۳۸)

نیز سرفراز صفدر صاحب نے بھی ابن جریج رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

(سماع موتی ص ۲۹۴)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نورالصباح کے مقدمے میں ابن جریج پر سخت جرح کی۔ (طبع دوم ص ۱۸)

اور دوسری جگہ اسی ابن جریج کی روایت کو بطورِ حجت پیش کیا۔ (ص ۲۲)

بلکہ لکھا: ''ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے...'' (نورالصباح ص ۲۲۲)

یہ دوغلی پالیسی کی انتہا ہے۔

۲۸) امام حاکم رحمہ اللہ:

سرفراز صفدر نے انہیں ثقہ ثابت کیا۔(احسن الکلام ۱/۱۰۴، دوسرا نسخہ ۱/۱۳۴)

ان کی ایک روایت مخالف ہونے کی صورت میں امین اوکاڑوی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ''حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۶)

دوسری جگہ امام حاکم رحمہ اللہ کی کنیت کا حوالہ دے کر لکھا ہے:

''دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۷)

لیکن خود امین اوکاڑوی نے امام حاکم رحمہ اللہ کی روایات اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔

دیکھئے تجلیات صفدر(۳/۳۵۶۔۳۵۷، ۵/۱۳۹، ۲/۵۸۷، ۳/۳۷)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بریلویوں کے خلاف اپنی کتاب ''راہ سنت'' میں امام حاکم رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ان کے حوالے پیش خدمت ہیں:

راہ سنت (ص ۱۵، ۲۴، ۲۵، ۳۳، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۷۳، ۱۱۵، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۵۹، ۲۹۹، ۳۰۱)

نیز دیکھئے مجذوبانہ واویلا (ص ۱۸۳)

۲۹) قاضی شریک الکوفی:

امین اوکاڑوی نے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت جس کی سند میں قاضی شریک ہیں، سے استدلال کیا۔ (تجلیات صفدر ۲/۲۹۲)

فیض احمد ملتانی دیوبندی نے ''سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے'' کے مسئلہ میں استدلال کیا۔ (نماز مدلل ص ۱۴۲)

آل دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نے اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۲۴)

صوفی عبدالحمید صواتی نے اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (نماز مسنون ص ۳۶۰)

انوار خورشید دیوبندی نے اس کی روایت پیش کی۔ (حدیث اور اہلحدیث ۴۵۱ روایت نمبر ۲)

مسئلہ ترک رفع یدین میں آل دیوبند کے ''مفتی'' احمد ممتاز نے استدلال کیا۔

(آٹھ مسائل ص ۳۹ روایت نمبر ۹)

لیکن دوسری طرف سرفراز صفدر نے ان کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے شدید جرح کی ہے۔ (احسن الکلام ۲/ ۱۲۸، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۴۰)

امجد سعید دیوبندی نے قاضی شریک کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے لکھا ہے: ''قاضی شریک صرف متکلم فیہ نہیں بلکہ مردود اور غیر مقبول بھی ہے''

(سیف حنفی ص ۱۱۶)

۳۰) امام ابوقلابہ رحمہ اللہ:

سرفراز صفدر نے نماز کسوف کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی دلیل کے طور پر سب سے

پہلے ابو قلابہ رحمہ اللہ کی روایت پیش کی۔ دیکھئے خزائن السنن (ص ۴۴۴) اور الکلام المفید (ص ۹۵) میں بھی ان کی تعریف کی ہے۔

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءۃ خلف الامام میں امام ابو قلابہ رحمہ اللہ کی روایت پیش کی ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۱۸ روایت نمبر ۴۱)

نیز سجدہ سہو کے مسئلہ میں بھی روایت پیش کی ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۷۰۲ روایت نمبر ۵)

بلکہ خود اوکاڑوی نے ان کی روایات پیش کی ہیں۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۲۷ چوتھی حدیث، فتوحات صفدر ۱/ ۲۹۷، ۳۱۰)

امام ابو قلابہ کی بات جب اوکاڑوی کی خواہشِ نفس کے مطابق تھی تو اوکاڑوی نے لکھا:

''حضرت ابو قلابہؒ '' (تجلیات صفدر ۶/ ۳۷۱)

ابو بکر غازیپوری نے لکھا ہے: ''ابو قلابہ محدث بصرہ... مشہور محدث بڑے زاہد''

(ارمغان ۱/ ۲۴۶)

قارئین کرام شروع میں بحوالہ نقل کر دیا گیا ہے کہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ابو قلابہ رحمہ اللہ کی روایات پیش کرنے کی وجہ سے اہل حدیث کو شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے والا اور ناصبیوں کے پاؤں چاٹنے والے کہا تھا، لیکن خود یہ ان دونوں ائمہ کرام کی احادیث پیش کرتے ہیں اور بہت سے محدثین کے ساتھ ان کا یہی رویہ ہے جیسا کہ آپ باحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''یہی حال ان نام نہاد اہلحدیثوں کا ہے، کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے مطابق ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہو تو اس حدیث کو جھٹلانے میں یہود کو بھی مات کر دیتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۳۷)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ اوکاڑوی کے تبصرے کے مصداق آل دیوبند اور خود اوکاڑوی ہے۔

اوکاڑوی کے مذکورہ تبصرے پر تبصرے کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۳۲۲۔۳۲۳

راویوں کے بارے میں آل دیوبند کے یہ (۳۰) تیس متضاد اقوال مشتے ازخروارے پیش کیے گئے ہیں ورنہ آل دیوبند کے اس طرح کے متضاد اقوال کی فہرست بہت طویل ہے، مثلاً: **عمرو بن شعیب کی روایت سے استدلال:** آل دیوبند کے ''مولانا'' منیر احمد منور نے ''داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار'' کے مسئلہ میں سب سے پہلے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایت پیش کی ہے۔ (داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار ص ۱۲)

سرفراز صفدر نے بھی عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایات کو صحیح تسلیم کیا اور استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے خزائن السنن حاشیہ ص ۱۱۱، ص ۱۷۷، سطر نمبر ا جامع المسانید کی روایت)

امین اوکاڑوی نے اپنے ہی کسی دیوبندی کو سمجھاتے ہوئے لکھا ہے:

''رہے عمرو بن شعیبؒ تو ان سے امام صاحب رحمہ اللہ نے مسند میں حدیث لی ہے پھر آپ کو اعتراض زیب نہیں دیتا۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۴۶۰، تعویزات کی ایک کتاب پر تبصرہ)

لیکن بقول اوکاڑوی جب ان کی روایت سرفراز صفدر کی خواہش نفس کے خلاف تھی تو انہوں نے بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر ان کو ضعیف اور مرسل قرار دیا۔

دیکھئے احسن الکلام (۱/ ۱۶۹۔۱۷۰، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۱۱۔۲۱۲)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب اظہار التحسین میں ابراہیم بن ابی اللیث (ایک راوی) کو کذاب اور وضاع قرار دیا۔ (ص ۱۴۴)

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ اسے بڑے ثقہ راویوں میں بھی شمار کیا۔

(اظہار التحسین ص ۱۵۰، دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتأمین ص ۶۵)

میں اپنے مضمون کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ بعض اوقات آلِ دیوبند ثقہ راویوں پر غیر ثابت جرح اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کو بھی (جنھیں یہ لوگ حضرت حضرت کہتے ہوئے نہیں تھکتے) نادان دوست کا کردار ادا کرتے ہوئے دنیا کے سامنے شرمندہ اور رسوا کر دیتے ہیں۔ مثلاً: امین اوکاڑوی دیوبندی نے رفع یدین کی بحث میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی مشرح بن ھاعان پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”....کہ وہ (مشرح) حجاج کے اس لشکر میں تھا جس نے خانہ کعبہ شریف کا محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر منجنیق سے پتھر پھینکے بلکہ آتشیں گولوں سے خانہ کعبہ شریف کے پردوں کو بھی جلا دیا (تھذیب ص ۱۵۵، ج ۱)....
اس لئے غیر مقلد صحابہ کرام کے دشمنوں اور کعبہ پاک کے دشمنوں کی روایات لیتے ہیں۔“

(تجلیات صفدر ج ۴ ص ۱۳۱۔۱۳۲)

مشرح کے خلاف یہ واقعہ جعلی اور بے اصل ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۸۳، طبع جدید)

لیکن مسئلہ ختم نبوت میں مشرح بن ھاعان کی ایک منفرد روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۶ وقال: حسن غریب)

مذکور حدیث کو آلِ دیوبند کے ”محدث کبیر“ بدر عالم میرٹھی نے اپنی دلیل کے طور پر نقل کیا۔

(دیکھئے ختمِ نبوت ص ۵۵)

آلِ دیوبند کے ”مفتی“ اور ”شہید“ محمد یوسف لدھیانوی نے بھی اپنی دلیل کے طور پر نقل کیا۔ (دیکھئے عقیدہ ختم نبوت مندرجہ تحفۂ قادیانیت ص ۲۹ ج ۱)

لہٰذا اوکاڑوی کے نزدیک یہ دونوں (میرٹھی اور لدھیانوی) صحابہ کرام کے دشمن ثابت ہو گئے۔!

آلِ دیوبند کے فرضی سوالات کے اصولی جوابات

الیاس گھمن دیوبندی کے ایک چہیتے اور ان کے ''مولانا'' ناصر امین قاسم دیوبندی نے گھمن صاحب کے قافلۂ باطل (جلد۴ شمارہ نمبر۳ ص۴۴) پر ایک مضمون بعنوان: ''کیا فرماتے ہیں ......؟'' لکھا۔ اس مضمون میں اس دیوبندی نے اہلِ حدیث علماء سے تیرہ (۱۳) سوالات کا جواب صرف قرآن اور صحیح حدیث سے طلب کیا اور اس کے بعد اسی دیوبندی کا دوسرا مضمون ''مولانا'' کے لاحقہ کے بغیر بعنوان: ''مدعیان قرآن وحدیث کہاں ہیں؟'' شائع ہوا، جس میں اس (ناصر امین قاسم دیوبندی) نے دس (۱۰) سوالات علمائے اہلِ حدیث سے پوچھ کر یہ مطالبہ کیا کہ ''مندرجہ بالا مسائل کو قرآن اور حدیث صحیح صریح کی روشنی میں حل فرمائیں بندہ تا قیامت منتظر رہے گا۔'' (دیکھئے قافلۂ باطل جلد نمبر۵ شمارہ نمبر۱ ص۳۶)

ناصر امین قاسم دیوبندی کے مطالبے میں اگر ''روشنی'' کے لفظ پر غور کیا جائے تو اس دیوبندی کے مطالبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل سرے سے دینِ اسلام میں موجود ہی نہیں (!) ورنہ پھر ''روشنی'' کا لفظ کم از کم بے معنی ضرور ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اسی لئے ہر مجتہد کا اعلان یہی ہوتا ہے کہ **القیاس مظهر لا مثبت**۔ کہ قیاس سے کتاب وسنت کی تہہ میں پوشیدہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوئی حکم از خود گھڑ کر اللہ ورسول ﷺ کے ذمہ نہیں لگایا جاتا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۱۴ا۶)

باقی رہے آلِ دیوبند کے فرضی مسائل اور اُن کے جوابات تو عرض ہے کہ یہ مسائل جب کسی اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو پیش آئیں گے تو علماءِ اہلِ حدیث ان شاء اللہ سائل کو مایوس نہیں کریں گے، کیونکہ ان کا کہنا ہے:

''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے۔''

اسی عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے خود محدث غازی پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا''

(ابراء اہل الحدیث والقرآن ممافی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان ص ۳۲، القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۱۷)

مشہور اہلِ حدیث عالم اور شیخ الشیوخ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اہلحدیث کے اصول کتاب وسنت، اجماع اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں، یعنی جب کسی ایک صحابی کا قول ہو اور اس کا کوئی مخالف نہ ہو، اگر اختلاف ہو تو ان میں سے جو قول کتاب و سنت کی طرف زیادہ قریب ہو، اس پر عمل کیا جائے اور اس پر کسی عمل، رائے یا قیاس کو مقدم نہ سمجھا جائے، اور بوقت ضرورت قیاس پر عمل کیا جائے۔ قیاس میں اپنے سے اُعلم پر اعتماد کرنا جائز ہے، یہی مسلک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، دیگر ائمہ اور اہل حدیث کا ہے۔''

(الاصلاح حصہ اول ص ۱۳۵)

تنبیہ: اگر سطحی مطالعہ کرنے والے کسی دیوبندی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ جب اہلِ حدیث مسلک کی حقیقت یہ ہے تو پھر یہ کن کا قول ہے: ''أوّل من قاس إبلیس''؟

تو اس کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی کے بقول یہ قول کسی صحابی سے تو ثابت نہیں البتہ یہ ''امام جعفر صادقؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) کا قول ہے دراسات اللبیب ص ۳۴۷ طبع قدیم) اور مسند دارمی ص ۳۶ طبع ہند میں۔ حضرت محمدؒ بن سیرینؒ اور مطرؒ سے بھی منقول ہے.... اس لیے کہ اس قیاس سے نص کے مقابلہ میں قیاس مراد ہے'' (دیکھئے الکلام المفید ص ۱۳۳)

یاد رہے کہ ''أوّل من قاس إبلیس'' کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔

الیاس گھمن اینڈ کمپنی کے لئے عرض ہے کہ آپ انتظار کرنا چھوڑ دیں اور تھانہ بھون (بھارت) چلے جائیں، جہاں آلِ دیوبند کے ''حکیم الامت جناب'' اشرفعلی تھانوی کی قبر ہے اور سماع موتی کے تو آپ قائل ہیں (دیکھئے سماع موتی اور خزائن السنن وغیرہما) اور اس

کے بھی قائل ہیں کہ قبر والے دوبارہ اس دنیا میں آسکتے ہیں۔

(دیکھئے ارواح ثلاثہ ص ۲۱۲ حکایت ۲۴۷، اشرف السوانح ص ۱۵ جلد ا، سوانح قاسمی ۱/۳۳۲)

اور پھر تھانوی صاحب سے اپنے مسلک کی روشنی میں یہ سوالات کریں، کیونکہ اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے: ''اللہ ورسولؐ نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتا دیں۔ اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۱۔ باب عقیدوں کا بیان۔ عقیدہ نمبر ۲۲)

اشرف علی تھانوی نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے:

''میں نہ صاحبِ کرامت ہوں اور نہ صاحبِ کشف۔ نہ صاحبِ تعریف ہوں اور نہ عامل۔ صرف اللہ اور رسولؐ کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۰۵)

نیز تھانوی نے کہا: ''کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو'' (اشرف الجواب ص ۳۱۶، دوسرا نسخہ ص ۳۰۹)

مشورے کا معنی رائے بھی ہوتا ہے۔ دیکھئے علمی اردو لغت (ص ۸۰۴)

اگر بہشتی زیور والی عبارت کسی اہلِ حدیث عالم کی ہوتی تو عین ممکن ہے کہ آلِ دیوبند فرضی باتیں بنا بنا کر خوب مذاق اڑاتے۔!!

الیاس گھمن اینڈ کمپنی کو اگر تھانوی صاحب کے عقیدے سے اتفاق نہیں تو ناصر امین قاسم دیوبندی کے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات امام ابوحنیفہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کر دیں، کیونکہ آل دیوبند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۲۸۸)

رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے:

''مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

اور محمود حسن دیوبندی نے لکھا ہے: ''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶، دوسرا نسخہ ۴۸۹)

آلِ دیوبند کے مفتی زرولی خان نے لکھا ہے:

''امام ابوحنیفہؒ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی'' (احسن المقال ص ۵۴)

بانیٔ ''دارالعلوم'' دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے کہا: ''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہیۓ۔ یہ بات مجھ پر حجت نہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب در مختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ۲/۲۲)

اگر آلِ دیوبند اپنے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات اپنی ہی شرائط کے مطابق اپنے امام ابوحنیفہ کے صحیح صریح اقوال سے نہ پیش کر سکیں تو پیارے نبی ﷺ کے اس فرمان پر غور کر لیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری ۳/۴۳۰ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

آلِ دیوبند کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اگر ان کا مقصد ان سوالات سے یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں تو دین نامکمل ہے(!!!) اور فقہ حنفی میں دین مکمل ہے تو اپنے دیوبندی عالم انور شاہ کشمیری کا اعلان سن لیں، انور شاہ کشمیری نے کہا: ''جو یہ خیال کرتا ہے کہ سارا دین فقہ میں ہے اس سے باہر کچھ بھی نہیں وہ راہ صواب سے ہٹا ہوا ہے۔''

(دیکھئے فیض الباری جلد ۲ ص ۱۰)

تنبیہ: اصل عربی عبارت کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

اور قافلۂ باطل میں بغیر کسی تردید کے لکھا ہوا ہے: ''تاہم بہت سے مسائل ایسے ملیں گے اور ہیں جن کا ذکر موجودہ فقہ حنفی کے عظیم الشان ذخیرہ میں نہیں ملتا ہے اور...''

(قافلۂ حق یعنی قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۱۳)

اگر کسی دیوبندی کا یہ گمان ہو کہ ''جب فقہ حنفی میں بہت سے مسائل کا حل موجود نہیں تو پھر ہمارے علماءِ دیوبند اجتہاد سے ایسے مسائل کا حل بیان کر دیں گے'' تو یہ بھی مشکل ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو

گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔''

(تقریظ علی الکلام المفید ص س، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۳/ ۴۱۲)

اور امین اوکاڑوی نے یہ بھی علانیہ کہا تھا کہ ''ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں، مسائل میں عالم ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۲۵۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۲۱)

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مجتہد کتاب وسنت سے نئے پیش آمدہ مسائل اخذ کر سکتا ہے لیکن مقلد نہیں کر سکتا۔'' (تجلیات صفدر ۳/ ۴۴۴)

اور آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اثیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس'' (الکلام المفید ص ۶۷)

آلِ دیوبند اہلِ حدیث علماء کا اجتہاد کرنے کی وجہ سے مذاق اڑاتے رہتے ہیں، لیکن چونکہ فقہ حنفی میں بہت سے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل موجود نہیں، اس لئے آلِ دیوبند مناظروں میں علمائے اہل حدیث کے سامنے اتنا بوکھلا جاتے ہیں کہ اجتہاد کے قائل اور تقلید کے منکر بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر عبدالرشید ارشد دیوبندی کے بقول جب انور شاہ کشمیری دیوبندی سے مناظرہ کے دوران میں: ''اہل حدیث عالم نے پوچھا۔ کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔؟ فرمایا نہیں میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں''

(بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳ مصنف عبدالرشید ارشد دیوبندی)

کیا قافلۂ باطل والے اور موجودہ دور کے دوسرے دیوبندی ''علماء'' میں سے ہر ''عالم'' یہ اعلان کرنے کے لئے تیار ہے کہ ''میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔''؟ اگر تیار ہیں تو بسم اللہ کیجئے!!

آلِ دیوبند اور صحیح بخاری

۱) سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں'' (احسن الکلام ۱/ ۱۸۷، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۳۴)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اور لیکن امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ صرف وہی حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں انھوں نے اپنے اساتذہ سے بحث و مناظرہ کیا ہوتا ہے اور جس کے بیان کرنے اور تصحیح پر ان سب کا اجماع ہو چکا ہے'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۳۴)'' (احسن الکلام ۱/ ۲۰۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۵۶)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''تمام امت کا اتفاق ہے کہ بخاری کی تمام حدیثیں صحیح ہیں'' (تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۰۷)

۲) دیوبندی تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا صاحب نے فرمایا ہے:

''ساری روایاتِ بخاری صحیح ہیں اگر کسی نے کلام کیا ہے تو غلط کیا ہے'' (تقریر بخاری ص ۳۵۶)

۳) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''صحیح بخاری و مسلم میں تمام احادیث صحیح ہیں۔'' (ارشاد القاری ص ۴۶)

رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے: '' حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری'' (احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ۶/ ۱۸۹)

٤) آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی نے فرمایا ہے: ''جہاں تک صحیحین اور موطأ کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ انکی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں،''

(درس ترمذی ۱/ ۶۳)

۵) آلِ دیوبند کے "حکیم الاسلام" قاری محمد طیب نے فرمایا ہے: "بالآخر امت کا اجماع ہوگیا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے۔" (خطبات حکیم الاسلام ۶/ ۶۷)

نیز مزید فرمایا: "صحیح بخاری درحقیقت کتاب الرسولؐ ہے۔" (خطبات حکیم الاسلام ۵/ ۲۳۳)

۶) رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا: "بخاری اَصح الکتب ہے۔" (تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷)

دوسری جگہ لکھا ہے: "ہم نے بخاری اصح الکتب پر اعتماد کیا ہے۔" (تالیفات رشیدیہ ۳۴۳)

۷) محمد اسماعیل سنبھلی دیوبندی نے لکھا ہے: "دنیا جانتی ہے کہ صحیح بخاری ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ کتب حدیث میں اصح الکتب مانی گئی ہے اور اس پر دنیا کا اتفاق ہے"

(تقلید آئمہ اور مقام ابی حنیفہ ص ۱۴۲، ترجمان احناف ص ۲۸۴)

۸) ابوبکر غازیپوری جو آلِ دیوبند کے "رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام" ہیں، نے لکھا ہے: "امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف وخلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس وتدریس، شرح وتعلیق، استدلال واستخراج، افادہ واستفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دل چسپی کا محور بنی ہوئی ہے، کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلا شبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا یا منکرینِ حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔" (آئینہ غیر مقلدیت ص ۲۰۶)

تنبیہ: غیر مقلدین سے مراد اگر اہلِ حدیث ہیں تو غازیپوری کی بات غلط ہے۔
دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۵۸۵

غازیپوری نے مزید لکھا ہے: "امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا یہی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں حدیثوں میں سے منتخب مجموعہ تیار کر دیا ہے جس کو امت میں تلقی وقبول عام حاصل ہوا اور احادیث کی موجودہ کتابوں میں سے امت نے اس کو سب سے صحیح کتاب قرار دیا۔" (ارمغان حق ۲/ ۲۹۱)

۹) آلِ دیوبند کے نزدیک انتہائی معتبر بزرگ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے لکھا ہے:
''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں، کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲ ترجمہ عبدالحق حقانی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا محمد ادریس ظفر حفظہ اللہ کی کتاب ''صحیح بخاری اور امام بخاری احناف کی نظر میں''

۱۰) محمد عمر قریشی حیاتی دیوبندی نے اپنی تائید میں لکھا ہے: ''...علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اتفق علماء الشرق و الغرب علی انه لیس بعد کتاب اللّٰہ تعالٰی اصح من صحیحی البخاری و مسلم ... والجمهور علٰی ترجیح البخاری علی مسلم عمدۃ القاری جلد [۱] صفحہ [۲۴]
مشرق و مغرب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے قرآن کے بعد صحیح بخاری و مسلم سے بڑھ کر صحیح کتاب کوئی نہیں جمہور علماء امت نے صحیح بخاری کو مسلم پر ترجیح دی ہے۔''

(عادلانہ جواب ص ۹۴)

قریشی نے مزید لکھا ہے: ''حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔
اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتر ان الی مصنفیهما وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین. حجۃ اللہ البالغۃ [۱۳۴]
صحیح بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل روایات قطعی طور پر صحیح ہیں اور دونوں کتب کی سند ان کے مصنفین تک متواتر ہے۔ نیز جو ان کی توہین کرے گا وہ بدعتی ہے اور غیر مسلموں کی راہ اختیار کرنے والا ہے۔'' (عادلانہ جواب ص ۹۵)

نوٹ: اس کتاب پر بیس پچیس علمائے دیوبند کی تقاریظ بھی ہیں۔

۱۱) محمد اسحاق ملتانی دیوبندی نے صحیح بخاری اور امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہیں اور ان کی تعظیم اور ان کی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی۔'' (شمع رسالت کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات ص ۲۳۴)

محمد اسحاق دیوبندی نے مزید لکھا ہے:

''بے شک کلام اللہ کے بعد ''صحیح بخاری'' ہی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب ہے۔''

(شمع رسالت... ص ۲۷۴)

آلِ دیوبند کے نزدیک مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں

۱) آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے فرمایا ہے: ''مُدلِّس راوی عَن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یہ یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷، تدریب الراوی ص ۱۴۴)'' (خزائن السنن ص ۱)

۲) امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حالانکہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں بلکہ سماع پر محمول ہوتی ہے (نووی شرح مسلم ص ۱۸)'' (تجلیات صفدر ۳/ ۲۳۶)

۳) عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''محدثین کرامؒ کا متفقہ نظریہ کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۴۷)

۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اور مدلس جو روایت عن سے کرے، وہ منقطع ہوتی ہے''
(تجلیات صفدر ۲/ ۱۷۹)

۵) آلِ دیوبند کے ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور امام نوویؒ فرماتے ہیں: قد اتفقوا علی اَن المدلّس لا یحتج بعنعنتِهِ (محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ تدلیس کرنے والا راوی اگر لفظ عن سے روایت بیان کرے تو اس سے استدلال درست نہیں)'' (ایضاح الادلہ ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

محمود حسن صاحب نے مزید فرمایا ہے: ''اور حکم مدلّس کا یہ ہے کہ اگر حدّثنا کر کے بیان کرے تو مان لو۔ اگر عن سے بیان کرے تو نہ مانو۔ اور یہاں یہ روایت انھوں نے عَن سے بیان کی لہٰذا معتبر نہیں۔'' (تقاریر شیخ الہند ص ۳۵۔۳۶)

۶) سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوتا۔''
(احسن الکلام ۲/ ۱۲۷، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۱۴)

مزید معلومات کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۱/ ۳۹۷، ۲/ ۲۷۹) نمازِ پیغمبر ﷺ (ص ۸۵) جزرفع الیدین و جزالقراۃ مترجم اوکاڑوی (۷۲، ۱۸۵، ۳۱۸، ۲۸۹)

۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''تیسرا راوی ابوالزبیر ہے جو پرلے درجہ کا مدلس ہے اور یہاں وہ عن سے روایت کرتا ہے، اس لئے حدیث صحیح نہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۸)

آلِ دیوبند اور بے سند بات

۱) محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہے۔ کوئی بات بے سندِ متصل لائق اعتبار نہیں'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۰۶)

۲) سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے: ''اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔''

(احسن الکلام ۱/ ۳۲۷، دوسرا نسخہ ۱/ ۴۰۳)

سرفراز صاحب نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے حمادؒ کے قول کی سند بیان نہیں کی تو ایسی بے سند بات کا کیا اعتبار؟'' (احسن الکلام ۱/ ۳۱۹، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۹۳)

نیز دیکھئے احسن الکلام (۲/ ۱۴۹، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۶۳)

۳) محمد حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔'' (اظہار التحسین ص ۷۳ طبع ۱۹۸۲ء، بحوالہ القول المتین ص ۷۱)

۴) آلِ دیوبند کے ''مولانا'' فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور کوئی بے سند بات قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی'' (خاتمۃ الکلام ص ۱۵۸)

۵) علامہ بدر الدین عینی کے متعلق سرفراز صاحب نے لکھا ہے: ''بلند پایہ حنفی فقیہ، محدث اور شیخ الاسلام'' (ازالۃ الریب ص ۴۰۸)

اسی بدر الدین عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری (۱۱/ ۱۲۶ ح ۲۰۱۰) میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے گیارہ رکعات تراویح کو اختیار کیا، تو ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے اس قول کو اور ایک دوسرے قول کو یعنی دونوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا:

''یہ دونوں قول بالکل بے سند ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۳/ ۲۳۹)

۶) غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے: ''امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند

ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ۱/۵۱۱)

۷) محمد عباس رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ''...کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں ہوتی'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

۸) غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ''بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔'' (ترکِ رفع یدین ص ۴۳۴)

۹) شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کہا:

''اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔'' (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵ [ہمارا نسخہ ص ۵۵۲] بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۵۸۵ ج ۵)

یہ وہ عبارت ہے، جس کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے'' (فتاویٰ رضویہ ۵/ ۵۸۵)

قارئین کرام! مذکورہ تقلیدیوں سے شاید یہ غلطی ہوگئی ہے، کیونکہ انھیں لکھنا تو یہ چاہئے تھا: اگر کوئی روایت ہماری طبیعت کے مطابق ہو تو سند کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر خلاف ہو تو بلا سند قابل قبول نہیں، کیونکہ جس شخص کو بھی ان سے واسطہ پڑا ہو وہ بخوبی ان کی اس روش سے واقف ہوگا، جیسا کہ یہ لوگ امام جریج رحمہ اللہ کے متعلق نوے عورتوں سے متعہ والی بے سند بات کو بہت اچھالتے ہیں لیکن اگر کسی بے سند روایت سے امام ابوحنیفہ کی تنقیص ہوتی ہو تو رد کر دیتے ہیں مثال کے طور پر عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اپنے ''علامہ'' کوثری کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے: ''اور بے شک عبدالصمد کے باپ عبدالوارث نے ابوحنیفہؒ سے براہ راست یہ نہیں سنا تو درمیان میں انقطاع ہے اور اس نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کس نے اس سے ذکر کیا؟ اور نہ اس کا ذکر کیا کہ اس نے کس سے سنا ہے؟ اور نہ یہ بیان کیا کہ وہ خود اس واقعہ میں موجود تھا۔ تو اس جیسی بات ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے۔''

(ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع ص ۲۱۵)

آلِ دیوبند اور شاذ روایت یا اقوال

آلِ دیوبند کے نزدیک بھی شاذ روایت یا شاذ اقوال قابل ترک ہوتے ہیں۔

۱) سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور شاذ روایت خود متروک اور نا قابلِ احتجاج ہوگی۔ (دیکھئے توجیہ النظر ص ۲۳۱ وغیرہ)''

(راہ سنت ص ۴۹)

۲) امین اوکاڑوی کے نزدیک شاذ روایت پیش کرنے کا ''انجام منہ کالا ہے۔''

تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۶۱۶)

۳) امین اوکاڑوی کے ایک کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ شاذ روایت پیش کرنا پادری اور پنڈت کا کام ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۲۲۶)

٤) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''پس تم شاذ حدیثوں سے بچو...'' (تجلیات صفدر ۲/۲۷۱)

۵) امین اوکاڑوی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی روایت بھی شاذ ہوسکتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۱۷۵)

٦) امین اوکاڑوی نے ایک جھوٹا الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے:

''افسوس غیر مقلدین نے احناف کی ضد میں ان احادیث پر عمل چھوڑ رکھا ہے جن پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور شاذ روایات کو اپنا مشن بنالیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۵/۱۲۱۔۱۲۲)

۷) محمود عالم اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''شاذ اقوال پیش کرنا جہالت ہے''

(فتوحات صفدر ۳/۳۹۰)

نیز دیکھئے اختلاف امت اور صراط مستقیم (۲/۴۳)

آلِ دیوبند کا غیر مقلد قرار دیئے ہوئے علماء کو رحمہ اللہ کہنا

الیاس گھمن کے رسالہ قافلہ... کے ایک لکھاری اور آلِ دیوبند کے ''مولانا'' محمد عاطف معاویہ نے لکھا ہے: ''جبکہ غزنوی صاحب امام اعظمؒ کو رحمہ اللہ کہہ کر دعا دے رہے ہیں۔ کیا کسی غلط عقیدہ والے شخص کو ''رحمہ اللہ'' کہہ سکتے ہیں؟؟؟''

(قافلہ گھمن جلد ۶ شمارہ ا ص ۳۰)

اس مناسبت سے آلِ دیوبند کے بعض حوالے پیشِ خدمت ہیں:

ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''مولانا سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ'' (ارمغان حق ا/۳۰۲)

نیز لکھا ہے: ''مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ'' (ارمغان حق ا/۳۰۳)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''مشہور اہل حدیث عالم حضرت علّامہ نواب صدیق حسن خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۸، ۱۵۹)

نیز لکھا ہے: ''مشہور اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۶، ۵)

سرفراز صفدر دیوبندی نے نواب وحید الزمان حیدر آبادی کے نام کے ساتھ بھی ''ؒ'' کی علامت لکھی ہے۔ دیکھئے المسلک المنصور (ص ۸۰ حاشیہ) الکلام المفید (ص ۲۷۹) اور خزائن السنن (ص ۴۹۶)

الیاس فیصل دیوبندی نے نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن خان پر ''ؒ'' یعنی رحمۃ اللہ علیہ کی علامت لگائی ہے۔ دیکھئے نماز پیغمبر ﷺ (ص ۹۲)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے بھی نواب وحید الزمان پر ''ؒ'' کی علامت لگائی ہے۔ (مجذوبانہ واویلا ص ۱۱۹)

دیگر علمائے دیوبند کے حوالوں کے لئے دیکھئے راہِ سنت از سرفراز خان صفدر (ص ۳۲،۳۴، ۳۵، ۳۸، ۶۰) خزائن السنن از سرفراز صفدر (ص ۸، ۵۹،۶۲، ۶۷، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۲۵، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۸۶، ۱۹۲، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۷، ۲۲۰،۲۲۲، ۲۲۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۷۰، ۲۷۶، ۲۸۱، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۶) اور احسن الکلام طبع جدید از سرفراز صفدر (ص ۳۸، ۷۳،۹۴، ۹۷، ۱۵۶، ۱۶۳ وغیرہ)

سرفراز صفدر کی دوسری کتابوں میں بھی یہی صورت حال ہے۔

آلِ دیوبند کے ''مولانا'' عبدالحمید نعمانی نے لکھا ہے: ''مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ'' (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/۱۲۹)

نیز لکھا ہے: ''مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ'' (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/۱۳۱)

عبدالحمید نعمانی دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''لیکن غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سے مسائل میں اختلاف کے باوجود بہت زیادہ احترام کرتا ہوں، اور ان کی وسیع المطالعہ (خاص طور سے علم حدیث کے تعلق سے) ہونے میں کوئی شبہ نہیں وہ کوئی بے تحقیق روایت نقل نہیں کر سکتے ہیں'' (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/۱۴۰)

امجد سعید دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے والد امام عبدالجبار غزنویؒ جو غیر مقلدوں کے بڑے بزرگ گزرے ہیں...'' (سیف حنفی ص ۲۱۸)

آلِ دیوبند اور وہابی

بعض جدید دیوبندی ''علماء'' اہلِ حدیث پر طنز کرنے کے لئے انہیں وہابی کہتے ہیں، لیکن قدیم دیوبندی ''علماء'' اپنے آپ کو وہابی کہتے تھے۔

۱) آل دیوبند کے مناظر محمد منظور نعمانی نے کہا: ''اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔'' (سوانح محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۰)

۲) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔'' (اشرف السوانح ۱/۴۵، دوسرا نسخہ ۱/۴۸)

۳) تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا دیوبندی نے کہا:

''مولوی صاحب! میں تم سے بڑا وہابی ہوں۔'' (سوانح محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۲)

٤) اشرف علی تھانوی نے کہا تھا: ''ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں بھی غلو نہ فرماتے کیونکہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکے میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان گندی کریں اس لئے اپنے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں'' (ملفوظات تھانوی ۲/۲۵۰ ملفوظ نمبر ۳۶۲)

آلِ دیوبند اور انگریز

آلِ دیوبند میں اکثریت کی یہ عادت ہے کہ جب ان کے کسی غلط مسئلہ کی نشاندہی کی جاتی ہے تو اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو غیر مقلد کہہ کر کہتے ہیں کہ انگریز کے دور سے پہلے کوئی غیر مقلد دنیا میں موجود نہیں تھا، تو اس کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کا یہ جھوٹ ہے اور اس کا رد خود ان کی اپنی کتابوں سے ہی ثابت ہے۔

امین اوکاڑوی دیوبندی نے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کو غیر مقلد کہا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۵۹۲، ۵۹۵)

سرفراز صفدر دیوبندی نے بھی لکھا ہے:

''مشہور محدث ابن حزمؒ (غیر مقلد) اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں'' (الکلام المفید ص ۸۰)

تنبیہ: بریکٹوں میں غیر مقلد کا لفظ خود سرفراز صاحب نے ہی لکھا ہے۔

جبکہ امین اوکاڑوی نے ابن حزم کو اہل سنت تسلیم کرتے ہوئے ان کی وفات ۴۵۷ھ لکھی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۱۰۹)

دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''محمد حیات سندھی، محمد فاخر الٰہ آبادی اور مبارک پوری نے اس کو تحریف نہیں، سہو کاتب کہا تھا، جو ان کا وہم تھا۔ جبکہ ان تین غیر مقلدوں کے علاوہ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نے اسکو سہو کاتب بھی نہیں کہا۔''

(تجلیات صفدر ۲/۲۴۳)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''محمد حیات سندھی کی وفات ۱۱۶۳ھ میں ہے''

(تجلیات صفدر ۲/۲۳۸)

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اور نہ ہی محمد فاخر الٰہ آبادی حنفی تھا، اس کی وفات ۱۱۶۴ھ میں ہے'' (تجلیات صفدر ۲/۲۳۸)

باقرار امین اوکاڑوی، محمد حیات سندھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۶۳ھ) نے تقلید کے خلاف ایک رسالہ "الایقاف علی سبب اختلاف" لکھا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۵۱)

نیز امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۵/ ۳۵۵) میں بھی محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کو "غیر مقلد" کہا ہے۔

محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا تھا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۵۲)

اس رسالہ کا نام "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور" ہے۔ دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (۱/ ۴۲۶، مؤلف مولانا داؤد ارشد حفظہ اللہ) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (۳۷ص ۶۵)

ان کی دیگر تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

شرح الترغیب والترہیب (دو جلدیں)، شرح الاربعین لملا علی قاری، تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلاۃ والسلام، شرح الحکم العطائیہ، الایقاف علی سبب الاختلاف، تحفۃ المحبین شرح الاربعین للنووی، رسالہ فی النہی من عشق صور المرد والنسوان اور رسالہ فی ابطال الضرائح وغیرہ۔ دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۳۷ ص ۶۴) نیز ان کے ایک اور رسالہ کا نام "درۃ فی اظہار غش نقد الصرۃ" ہے۔ دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (۱/ ۴۲۷)

محمد فاخر الہ آبادی جنھیں امین اوکاڑوی نے غیر مقلد لکھا ہے ان کی تصانیف یہ ہیں:

نور السنۃ، قرۃ العینین در اثبات رفع یدین، رسالہ نجاتیہ وغیرہ

(دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۲۷ ص ۶۵، الحدیث حضرو نمبر ۶ ص ۳۶)

نیز ۱۱۴۱ھ سے پہلے وفات پانے والے شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ بھی سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے، تقلید نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۴/ ۵۰۔۵۲)

ایک دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

"حالانکہ یہ ابوالحسن سندھی غیر مقلد تھا..." (تجلیات صفدر ۶/۴۴)

نیز حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تقریباً سو (۱۰۰) کے قریب محدثین کا ذکر باحوالہ کیا ہے جو تقلید نہیں کرتے تھے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۵۷ص ۲۹۔۴۸، نمبر ۶۷ص ۱۳۔۳۲)

قارئین کرام! تقلید نہ کرنے والوں کے مذکورہ حوالے پاک و ہند (برِصغیر) میں انگریز کے دور سے پہلے کے ہیں کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”19 ستمبر 1857 کو انگریز دہلی پر قابض ہوا“ (تجلیات صفدر ۶/۵۰۳)

اور محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۵۰ء میں وفات پائی یعنی انگریز کے دور سے ایک سو سات (۱۰۷) سال پہلے وفات پائی۔

نیز امین اوکاڑوی کے بقول شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کے اردو تراجم پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے کئے تھے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۶/۴۹۹)

اور شاہ رفیع الدین کی پیدائش ہی ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۴۹ء میں ہوئی۔ (دیکھئے رودِ کوثر ص ۵۹۶)

اور شاہ عبدالقادر کی پیدائش ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔ (دیکھئے رودِ کوثر ص ۵۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کرنے والے ان صاحبان میں سے ایک کی عمر مولانا محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ایک سال سے بھی کم تھی اور دوسرے صاحب تو تقریباً چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

قارئین کرام! ساری حقیقت آپ کے سامنے ہے، لیکن اس کے باوجود پروپیگنڈا کرنے والے اور دورُخی پالیسی رکھنے والے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”انگریز کے دور سے پہلے پورے بارہ سو سال تک غیر مقلدین کا کوئی اخبار یا رسالہ نہ تھا“

(تجلیات صفدر ۶/۵۰۲)

یعنی پہلے امین اوکاڑوی نے خود ہی محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کو غیر مقلد کہا اور ان کی طرف سے ردِ تقلید اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں لکھے گئے رسالوں کا ذکر کیا اور ان

کی وفات ۱۱۶۳ھ یعنی ۱۷۵۰ء تسلیم کی اور خود ہی لکھا کہ انگریز ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قابض ہوا۔ نیز ۱۱۶۳ھ کے بعد پیدا ہونے والے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کو بھی انگریز کے دور سے پہلے کا ترجمہ قرار دیا اور پھر خود ہی یہ کہا کہ غیر مقلدین کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی رسالہ نہیں تھا۔

قارئین کرام! اب ہم آپ کو تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے کسی مسلمان کہلانے والے انسان کا مسلک ''دیوبندی مسلک'' نہیں تھا، لیکن آل دیوبند نے اپنے لئے دیوبندی مسلک کا لفظ استعمال کیا۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دیہات کی زندگی تھی اور میرا بچپن۔ سوال یہ تھا کہ اسے قرآن پاک کی تعلیم دلائی جائے، گاؤں میں ایک مسجد تھی جس میں تقریباً ہر جمعہ جھگڑا ہوتا۔ بریلوی حضرات چاہتے تھے کہ یہاں ہمارا امام مسجد مقرر ہو اور غیر مقلدین چاہتے تھے کہ ہمارا امام مقرر ہو، اور ہمارا **دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا نہ کسی گنتی میں نہ شمار میں۔**''

(تجلیات صفدر ۱/۷۹)

مدرسہ ''دارالعلوم'' دیوبند بھی انگریز کے دور میں بنایا گیا۔ چنانچہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء کو... رکھی گئی'' (تجلیات صفدر ۶/۵۴۱، نیز دیکھئے باب جنت ص ۳۲، از سرفراز صفدر دیوبندی)

اور یہ عین انگریزی دور تھا جیسا کہ خود اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر قابض ہوا، یعنی انگریزی دور حکومت کے دس سال بعد ''دارالعلوم'' دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

محمد ظفیر الدین ''مفتی دارالعلوم'' دیوبند نے لکھا ہے: ''دارالعلوم دیوبند انگریزی دور حکومت کا سب سے پہلا اسلامی مدرسہ ہے، جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مشورہ اور مقامی علماء کے تعاون سے قائم ہوا،'' (اشرف الجواب ص ۵)

اب انگریز اور آلِ دیوبند کے متعلق چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''سید محمد نذیر حسین محدث دھلوی نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ۴/ ۱۷۹، از قلم سید محمد میاں دیوبندی، انگریز کے باغی مسلمان ص ۲۹۳، از قلم جانباز مرزا)

اس وقت دیوبندی ''علماء'' خانقاہوں اور مدارس میں روپوش تھے، کسی نے بھی جہاد کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ وہ اس کے برعکس انگریزوں کی فوج میں خضر علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے!؟ ''

۱) دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے ایک دن کہا:

''لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریز کی صف میں پا رہا ہوں''

(حاشیہ سوانح قاسمی ۲/ ۱۰۳، حاشیہ علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴/ ۲۸۰)

اور گنج مرادآبادی کے بارے میں اشرف علی تھانوی نے کہا: ''بہت بڑے عالم''

(ملفوظات تھانوی ۲۴/ ۲۵۴)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''یہ یاد رہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ... پکے حنفی تھے'' (طائفہ منصورہ ص ۲۷)

۲) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے ''امام ربانی'' رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب، نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے یا ہٹنے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہو گیا...'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۴۔۷۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شاملی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب ''باغیوں'' کے ہاتھوں مارے گئے۔

میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

۳) ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں عاشق الٰہی دیوبندی نے لکھا ہے:

"جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیونکی سرکوبی شروع کی تو..." (تذکرۃ الرشید ج۱ص ۷۶)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا۔!

۴) اشرفعلی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریز کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

"محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے..." (ملفوظات حکیم الامت ج۶ ص ۵۵، ملفوظ: ۱۰۷، دوسرا نسخہ ج۶ ص ۱۰۲)

۵) محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ

"۱۴۴۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسل اور وفادار ہے۔" (تحریک شیخ الہند ص ۴۴۹)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ "وفادار ہے" تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

۶) محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

"۲۲/ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلّہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے"

(کتاب: "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۵۰)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے ۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا'' (محمد احسن نانوتوی ص ۵۱)

۷) پی سی پگاٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

''مجھ کو آج مدرسۂ عربیہ دیوبند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی...میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں ۔ پی سی پگاٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور ۶/ اپریل ۱۸۹۷ء'' (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴۹)

کیا خیال ہے؟ پگاٹ صاحب کتنا چندہ دے کر گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

۸) ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی سے سنئے، ایوب قادری صاحب نے لکھا ہے: ''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے...'' (محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

۹) عبیداللہ سندھی دیوبندی نے اپنے ایک خط میں مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھا:

''مالکانِ مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں'' (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۳۵۸)

۱۰) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی جو تذکرۃ الرشید اور تذکرۃ الخلیل وغیرہ کتابوں کے مصنف ہیں، نیز ''قافلۂ حق'' جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۶۴، اور امجد سعید دیوبندی کی کتاب ''سیف حنفی'' ص ۱۴۔۱۵ میں انکی روایت پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اسی میرٹھی صاحب کے بارے میں عبدالقدوس قارن دیوبندی اور قارن کے والد سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے بڑی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ''برطانیہ کے وفادار اور خیرخواہ تھے'' (ایضاح سنت ص ۱۱۱، اظہار العیب ص ۱۰۴)

۱۱) دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں لطیف اللہ (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سو روپے ماہانہ پر ملازم تھے۔'' (انفاس امدادیہ ص ۱۰۸، حاشیہ نمبر ۱۱)

مملوک علی ''دہلی کے عربک کالج میں سرکاری مدرس تھے'' (سوانح قاسمی ۲۲۲/۱)

محمد انوار الحسن شیرکوٹی دیوبندی لکھتے ہیں: ''دہلی کالج کے تمام انگریز، پرنسپل ان کی قدر کرتے اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔''

(سیرت یعقوب و مملوک ص ۳۳)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپئے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کو انعام دیا تھا؟

۱۲) حفظ الرحمٰن دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔'' (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے ''علامہ عثمانی'' دیوبندی صاحب نے فرمایا: ''دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے...'' (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہو گیا تھا کیونکہ تھانوی صاحب خود

فرماتے ہیں: ''تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۳)

۱۳) قاری محمد طیب دیوبندی نے مدرسۂ دیوبند کے بنیادی ''حضرات'' کے بارے میں لکھا ہے: ''پھر جس میں اکثریت ایسے حضرات کی تھی جو تارک الدنیا اور مسجد نشین بزرگ تھے، جنہیں سیاسیات سے تو بجائے خود، عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔'' الخ (حاشیہ سوانح قاسمی ۲/ ۲۴۶۔ ۲۴۷)

۱۴) اشرف علی تھانوی کے ''چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو (جو بریلی مینوسپلٹی کے سکریٹری کے معزز عہدہ پر بمشاہرہ پانچ سو روپیہ ملازم تھے) تعلیم انگریزی کیلئے منتخب فرمالیا...'' (دیکھئے اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۱ باب دوم شرف نسب)

حسین احمد مدنی دیوبندی نے اشرف علی تھانوی کے بھائی کے بارے میں لکھا ہے:

''محکمہ سی، آئی، ڈی میں بڑے عہدیدار آخیر تک رہے''

(حوالے کے لئے دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۱۶)

تھانوی کا بھائی انگریزوں کی انٹیلی جنس (یعنی سی آئی ڈی) کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔

نیز دیکھئے شوٹائم کراچی (اپریل ۱۹۸۸ء ص ۱۳۱)

شورش کاشمیری نے لکھا ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ برطانوی عملداری میں سی۔ آئی۔ ڈی کے ہندوستانی اہل کار قوم فروشی اور ملک دشمنی کی شرمناک تصویروں کا البم تھے!''

(پسِ دیوارِ زنداں ص ۴۱۶)

۱۵) دیوبندی ''مفتی'' محمد سعید خان نے کہا: ''دارالعلوم دیوبند کی جو پہلی تعمیر ہوئی ہے اس کے لیے ضروری اراضی بانی دارالعلوم کو انگریزی حکومت نے عطا کی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی تاسیس میں انگریزی حکومت کے کارندے بھی شریک تھے۔''

(ماہنامہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر: ۱۴ ص ۲۰)

تنبیہ: محمد سعید خان کے حوالے کے بارے میں زاہد حسین رشیدی کی تردید کی یہاں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

١٦) حسین احمد مدنی نے اشرف علی تھانوی کا جھوٹا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے:

"البتہ تحریک آزادی ہند میں ان کی رائے خلاف تھی، نہ انہوں نے کوئی مخبری کی اور نہ ان کو انگریزوں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے کی کبھی نوبت آئی، ہاں مولانا مرحوم کے بھائی، محکمہ سی، آئی، ڈی میں بڑے عہدیدار آخیر تک رہے ان کا نام مظہر علی ہے، انہوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں ہے۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ج ٢ ص ٣١٩)

اپنے مخالفین کی طرف سے پیش کئے گئے بعض حوالہ جات سے پریشان ہو کر دبی زبان میں اعتراف شکست کرتے ہوئے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے:

"بعض علماء سے انگریز کی حمایت میں کچھ الفاظ موجود ہیں مگر وہ توریہ کے طور پر ہیں"

(ایضاح سنت ص ١١٤)

اب آلِ دیوبند سے کوئی پوچھے کہ جب تمھارے اپنے گھر کی کیفیت یہ ہے تو پھر دوسروں کو طعنہ کیوں دیتے ہو؟!

آلِ دیوبند اور ننگے سر نماز

۱) آلِ دیوبند کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے:

''مسئلہ۲: برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (بہشتی زیور گیارہواں حصہ ۱۷۱ کتب خانہ عزیز، دوسرا نسخہ حصہ گیارہواں ص ٦٦، جن چیزوں سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے)

۲) آلِ دیوبند کے ''امام'' عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے لکھا ہے: ''نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے...٦۔ برہنہ سر نماز پڑھنا ہاں اگر اپنا تذلل اور خشوع ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (علم الفقہ ص ۲۵۴، دوسرا نسخہ ص ۲٦۷)

۳) آلِ دیوبند کے ''مفسر قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے:

''ننگے سر نماز پڑھنا:

برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (شرح نقایہ ج ۱ ص ۹۵، کبیری ۳۴۸)

اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ہو تو پھر مکروہ نہیں۔'' (نماز مسنون ص ۵۰۴)

احمد رضا خان بریلوی سے بھی جب سوال کیا گیا کہ ''کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ، کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔''

تو احمد رضا خان نے جواب دیا: ''**الجواب**:۔ اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی أعلَمَ'' (احکام شریعت ص ۱۵۱، دوسرا نسخہ حصہ اول ص ۷۳، تیسرا نسخہ ص ۱۳۰)

آلِ دیوبند کے ''مولانا'' عبیداللہ سندھی ''ہمیشہ ننگے سر رہتے تھے'' (بیس بڑے مسلمان ص ۴۱۱)

نیز دیکھئے درمختار (۱/۴۷۴) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۴/۹۴) اور ہدیۃ المسلمین (ح ۱۰)

آلِ دیوبند اور گھوڑا

گھوڑے کی حلت کے بارے میں فقہ حنفی میں لکھا ہوا ہے: ''وقیل ان ابا حنیفة رجع عن حرمته قبل موته بثلاثة أیام و علیه الفتوی'' اور کہا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے گھوڑے کی تحریم سے رجوع کر لیا اور اسی پر فتویٰ ہے۔
(در مختار علی ہامش رد المحتار ص ۳۰۵ ج ۶ کتاب الذبائح، دوسرا نسخہ ۲۱۴/۵، در مختار ۱۹۱/۴ کتاب الذبائح بحوالہ حقیقت الفقہ ص ۳۵۳)

گھوڑے کو حلال کہنے والے قول کا ذکر آلِ دیوبند کے مناظر محمد منظور نعمانی نے اس طرح کیا ہے: ''لیکن فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آخر میں امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے قول کی طرف رجوع فرما لیا تھا اور جواز کے قائل ہو گئے تھے۔'' (معارف الحدیث ج ۶ ص ۲۱۶، باب کھانے پینے کے آداب)

اور صاحب ہدایہ نے آلِ دیوبند کے ''صاحبین'' یعنی قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے: ''اور گھوڑے کا جھوٹا صاحبین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ صاحبین کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا ہے''
(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲۰۳/۱ ترجمہ جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دار العلوم دیوبند)

نیز دیکھئے ہدایہ مع فتح القدیر (۴۲۰/۸)

اور حلال جانوروں کے پیشاب کے متعلق لکھا ہے: ''اور امام محمدؒ کے نزدیک دوا، اور غیر دوا دونوں کے واسطے پینا حلال ہے کیونکہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔''
(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱۷۹/۱ ترجمہ جمیل احمد مدرس دار العلوم دیوبند)

آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند'' محمد کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے: ''آدمی اور حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔ جیسے گائے، بکری، کبوتر، فاختہ، گھوڑا''

(تعلیم الاسلام ص ۵۹، دوسرا نسخہ ص ۳۹ حصہ دوم)

آلِ دیوبند کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''گھوڑے کا کھانا جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔'' (بہشتی زیور، تیسرا حصہ ص ۵۱، حلال وحرام چیزوں کا بیان مسئلہ نمبر ۲)

اشرف علی تھانوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''گھوڑی کا دودھ حلال اور پاک ہے کیونکہ گھوڑا حلال ہے مصلحۃً ممنوع ہے۔'' (بہشتی زیور نواں حصہ ص ۱۱۲ مسئلہ ۱۳، طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم)

تھانوی صاحب نے کوئی مصلحت لکھی نہیں۔ تھانوی صاحب حکیم بھی تھے اور ہوسکتا ہے کہ مصلحت ان کے نزدیک یہ ہو کہ جو نسخہ انہوں نے بہشتی زیور میں یوں لکھا ہے:

''چند متفرق نسخے تلہ مقوی اعصاب اور ( )..... چیونٹے بڑے بڑے سات عدد قبرستان میں سے لائیں ایک ایک کو مار کر فوراً دو تولہ روغنِ چنبیلی خالص میں ڈالتے جائیں پھر شیشی میں کر کے کاگ مضبوط لگا کر ایک دن رات بکری کی مینگنوں میں دفن کریں پھر نکال کر خوب رگڑیں کہ چیونٹے تیل میں حل ہو جائیں پھر نیم گرم ملیں۔ ترکیب ملنے کی یہ ہے کہ پہلے..... ( ) پندرہ بیس روز ایسا ہی کریں۔'' (بہشتی زیور حصہ گیارواں ص ۷۸۷، مدنی اصلی بہشتی گوہر)

شاید حکیم صاحب کی تحقیق میں یہ نسخہ آزماتے وقت گھوڑے کا گوشت الرجی وغیرہ کرتا ہو۔

تنبیہ: بریکٹوں میں کچھ الفاظ حذف کر کے نقطے (.....) لگا دیئے ہیں، کیونکہ تھانوی صاحب کے (غیر مہذب) الفاظ ہمارے منہج کے خلاف تھے۔

بریلویوں کے ''شیخ الحدیث'' غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی لکھا ہے:

''صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ کراہت تنزیہی بھی اس بناء پر تھی کہ جہاد میں گھوڑوں کی ضرورت پڑتی تھی اور اب جبکہ ٹینک توپ، ٹرک، جیپ، کا دور ہے اور گھوڑوں کی جہاد میں مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ تو اب امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بھی گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے۔''

(شرح صحیح مسلم ص ۱۰۴ ج ۶، از غلام رسول سعیدی بریلوی)

آل دیوبند کی ''پاک'' اشیاء

آلِ دیوبند کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ حدیث سے کہتے ہیں: تمھارے نزدیک فلاں چیز پاک ہے، لہٰذا تم اسے کھاؤ۔

ایسے شرارتی قسم کے لوگوں کے لئے آل دیوبند کی کتابوں سے چند حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: '' کتّا، بندر، بلّی شیر وغیرہ جن کی کھال بنانے سے پاک ہو جاتی ہے بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے چاہے بنائی ہو یا بے بنائی ہو۔ البتہ ذبح کرنے سے انکا گوشت پاک نہیں ہوتا اور ان کا کھانا درست نہیں۔''

(بہشتی زیور ص ۵۴ حصہ اول مسئلہ نمبر ۲۳، کس پانی سے وضو کرنا اور نہانا درست ہے)

۲) اشرف علی تھانوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''مسئلہ ۱۰: سوائے خنزیر کے تمام وہ جانور جن میں دم سائل ہو خواہ ان کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام با قاعدہ ذبح کرنے سے سب پاک ہو جاتے ہیں یعنی تمام اجزا ان کے گوشت چربی آنتیں، اوجھ سنگدانہ، پتہ، اعصاب سب طاہر ہو جاتے ہیں سوائے خون کے''

(بہشتی زیور ص ۱۱۱ حصہ نواں طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم تاج بہشتی زیور۔ حیوان کا بیان)

یاد رہے کہ آل دیوبند کا اصول ہے کہ آخری بات قابل اخذ اور معتبر ہوتی ہے اور پہلی مردود۔ (عمدۃ الاثاث ص ۱۱۴)

حرام جانوروں کی کھال تو پہلے بھی تھانوی صاحب کے نزدیک پاک ہوتی تھی بعد میں بھی پاک رہی البتہ گوشت کو جو ناپاک کہا تھا اس سے رجوع کر کے پاک قرار دے دیا۔

۳) اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''مرغی بطخ مرغابی کے سوا حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، گوریا یعنی چڑیا یا مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔''

(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۲ مسئلہ نمبر ۵، نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

آل دیوبند کے مفتی محمد ابراہیم نے بھی لکھا ہے: ''فضا میں اڑنے والے حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے۔'' (چارسواہم مسائل ص ۱۷)

۴) امین اوکاڑوی کے بقول فرج خارج اور فرج داخل کی درمیانی جگہ کے پسینے کے پاک ہونے پر آل دیوبند کا اتفاق ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۵/۱۹۳)

۵) آلِ دیوبند کے امام عبدالشکور فاروقی لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: (۴) جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ تو اس کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔'' (علم الفقہ ص ۷۶، استنجا کا طریقہ)

٦) ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے جمیل احمد دیوبندی مدرس دار العلوم دیوبند نے حلال جانوروں کے پیشاب کے متعلق لکھا ہے: ''اور امام محمدؒ کے نزدیک دوا اور غیر دوا دونوں کے واسطے پینا حلال ہے کیونکہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔'' (اشرف الہدایہ ۱/۱۷۹)

۷) عام طور پر آلِ دیوبند کہا کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ حق پر ہیں اس لئے آلِ دیوبند کے لئے ایک حوالہ پیشِ خدمت ہے:

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فرمایا ہے:

''منی کی نجاست وطہارت کے بارے میں اختلاف ہے اس میں حضرات صحابہ کے دور سے اختلاف چلا آرہا ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور آئمہ میں سے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک منی طاہر ہے'' (درس ترمذی ج ۱ ص ۳۴۶)

آلِ دیوبند کے ''مولانا'' میر محمد میرٹھی نے لکھا ہے: ''رینٹھ سنک اگرچہ طبعاً مکروہ ہے پر شرعاً ناپاک نہیں'' (فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۸۳)

آلِ دیوبند کے مفتی جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دار العلوم دیوبند لکھا ہے:

''صاحب ہدایہ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے اور یہ ضابطہ امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز حدث یعنی ناقض وضو نہ ہو وہ ناپاک بھی نہیں ہوگی چنانچہ تے قلیل اور

دم غیر سائل نجس نہیں ہوگا کیونکہ یہ ناقض وضو نہیں ہے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔“

(اشرف الہدایہ ۱/۱۱۸)

نیز صاحب ہدایہ نے لکھا ہے: ”اور اختلاف اس بلغم میں ہے جو جوف معدہ سے چڑھ کر (قے ہوا ہو) اور رہا وہ جو سَر سے اتر کر (قے ہوا) تو وہ بالاتفاق غیر ناقض ہے۔ اس لئے کہ سَر نجاست کی جگہ نہیں ہے۔“ (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۱۱۹، ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

یعنی سر سے اترنے والا بلغم آل دیوبند کے نزدیک بالاتفاق پاک ہے۔

یہ مضمون ایسے دیوبندیوں کی نصیحت کے لئے لکھا گیا ہے جن کا یہ خیال ہے کہ ہر پاک چیز کھائی جاسکتی ہے۔

۸) عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”گدھی کا دودھ پاک ہے مگر اس کا کھانا درست نہیں۔ (عالمگیری)“ (علم الفقہ ص ۶۰، دوسرا نسخہ ص ۵۳)

۹) عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”منہ بھر قے سے کم قے پاک ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۲۸)“ (علم الفقہ ص ۶۰، دوسرا نسخہ ۵۳)

۱۰) عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”سانپ کی کینچلی پاک ہے۔ (عالمگیری)“

(علم الفقہ ص ۶۰، دوسرا نسخہ ۵۳)

۱۱) عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی نے لکھا ہے: ”کپڑے سے منی کھرچ دی جائے تو کپڑا پاک ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کپڑا پانی میں بھیگ جائے یا پانی میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہ ہوگا۔“ (علم الفقہ ص ۵۲ باب نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول)

۱۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہوا ہے: ”دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۹۰ جلد ۱ سوال نمبر ۱۷۷، دوسرا نسخہ ص ۱۷۲)

۱۳) عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”سور کے سوا تمام جانوروں کے سینگ، بال، ہڈی، پٹھے، کھر، دانت یعنی وہ شے جن میں خون نہیں سرایت کرتا پاک ہے بشرطیکہ جسم کی رطوبت اس پر نہ ہو، خواہ یہ چیزیں مردہ جانوروں کی ہوں یا مذبوح کی۔ (شامی صفحہ

۱۵۱)" (علم الفقہ ص ۶۰، دوسرا نسخہ ص ۵۳)

۱۴) آلِ دیوبند کے "مولانا" میر محمد میرٹھی نے لکھا ہے:

"آدمی کا تھوک و بلغم اور ناک کا رینٹھ و سنک پاک ہے۔"

(فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۵۷)

آلِ دیوبند اور کوا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أن رسول اللّٰه ﷺ قال: ((خمس من الدواب من قتلهن وهو محرم فلا جناح عليه: العقرب و الفأرة و الكلب العقور و الغراب و الحدأة.))"

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں اگر ان کو کوئی حالت احرام میں بھی مار دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں: (۱) بچھو (۲) چوہا (۳) کاٹنے والا کتا (۴) کوا (۵) اور چیل۔

(صحیح بخاری ۱/ ۲۴۶ ح ۳۳۱۵، صحیح مسلم ۱/ ۳۸۱ ح ۱۱۹۹)

راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " من يأكل الغراب؟ وقد سماه رسول الله ﷺ فاسقاً، والله! ما هو من الطيبات."

کون شخص کوا کھائے گا؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے! اللہ کی قسم ہے کہ یہ حلال جانوروں میں سے نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۳۱۷، ابن ماجہ: ۳۲۴۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "عن النبي ﷺ قال: ((خمس فواسق يقتلن في الحرم: الفأرة و العقرب و الحدأة و الغراب و الكلب العقور.))"

نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور بدذات ہیں جن کو حالت احرام میں بھی مار سکتے ہیں۔ چوہا، بچھو، چیل، کاٹنے والا کتا اور کوا۔ (صحیح بخاری: ۲۴۶، ۴۶۷، صحیح مسلم ۱/ ۳۸۱، تفہیم البخاری ۱/ ۸۳۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: "أني لأعجب من يأكل الغراب؟ و قد أذن رسول اللّٰه ﷺ في قتله للمحرم وسماه فاسقاً و اللّٰه! ما هو من الطيبات." مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کوا کھاتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حالت احرام میں بھی قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ اللہ کی قسم ہے کہ کوا حلال پرندوں میں سے نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۳۱۷)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:
" من یأکله بعد قول رسول اللہ ﷺ: فاسقًا ." یعنی کوے کو کون کھائے گا؟
رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بعد کہ یہ فاسق ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۴۱ ح ۳۲۴۹)

لیکن اس کے باوجود آلِ دیوبند کے "امام ربانی" رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے ایک سوال کا درج ذیل جواب لکھا ہے: "حلال کوا کھانا

سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

جواب: ثواب ہوگا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۳۷ مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، تالیفات رشیدیہ ص ۴۸۹)

تنبیہ: سلانوالی (ضلع سرگودھا) کے عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ سلانوالی میں دیوبندیوں نے کوؤں کی دیگ پکائی تھی اور کوے کھائے تھے۔

آلِ دیوبند سے گزارش ہے کہ اس قصے کی صحیح صورت الحال واضح کریں۔!!

دیوبندی بنام دیوبندی

ایک دیوبندی مقلد محمد یوسف نے ایک کتاب ''غیر مقلد بنام غیر مقلد'' لکھ کر یہ تاثر پیش کیا ہے کہ اہلِ حدیث کے درمیان اختلاف ہے لہٰذا یہ حق پر نہیں ۔ !

اپنی اس کتاب میں مقلد محمد یوسف نے بڑی خیانتیں کی ہیں جن کی تفصیل اور جواب کے لئے دیکھئے مولانا عبدالرؤوف سندھو حفظہ اللہ کی کتاب ''احناف کی چند کتب پر ایک نظر''

میرے اس مضمون ''دیوبندی بنام دیوبندی'' لکھنے کا مقصد اُن دیوبندی مقلدین کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مقلدینِ دیوبند کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتحاد ہی اتحاد ہے۔! سبحان اللہ

دیوبندی اختلافات، تعارضات اور تناقضات کی تفصیل بے حد طویل ہے لیکن فی الحال سرِ دست تینتیس (۳۳) حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) علامہ دمیری نے اپنی کتاب ''حیاۃ الحیوان'' میں جھینگے کو سمک (مچھلی) کی ایک قسم قرار دیا ہے اور محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

''اسی بناء پر بعض علماءِ ہند اس کی حلت کے قائل ہیں، جن میں حضرت تھانویؒ بھی داخل ہیں، چنانچہ انھوں نے ''امداد الفتاویٰ'' میں اس کی اجازت دی ہے...''

(درس ترمذی ج ۱ ص ۲۸۳)

معلوم ہوا کہ اشرفعلی تھانوی کے نزدیک جھینگا حلال ہے۔

دوسری طرف تقی عثمانی نے جھینگے کے بارے میں کہا:

''ان وجوہ کی بناء پر راجح یہی ہے کہ وہ مچھلی نہیں ہے، لہٰذا اسے کھانا درست نہیں...''

(درس ترمذی ج ۱ ص ۲۸۴)

تنبیہ: وارث سرہندی ایم اے (اردو لغت کے ماہر) لکھتے ہیں:

''جھینگا: ایک قسم کی چھوٹی مچھلی'' (علمی اردو لغت ص ۵۶۶)

۲) اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا:

''عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔''

(الکلام الحسن جلد دوم ص ۱۰۵، ملفوظات حکیم الامت طبع جدید ج ۲۶ ص ۲۲۶)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

① تھانوی ــــــ عید کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

② گنگوہی ــــــ کے نزدیک عید کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔

۳) تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''کپڑے کے وہ باریک موزے جو ثخین نہ ہوں، لیکن ان کے تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ جنہیں فقہاء رقیق منعل کہتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہائے حنفیہ کا کچھ اختلاف رہا ہے۔ اس مسئلہ میں حضرت والد صاحبؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ ان پر مسح جائز نہیں (جس کے تفصیلی دلائل کے لئے والد صاحبؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو فتاوی دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکا ہے) لیکن حضرت مدنیؒ کا رجحان جواز کی طرف تھا۔ اس مسئلہ پر زبانی گفتگو تو کئی بار ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔'' الخ (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ تقی عثمانی کے والد ''مفتی'' محمد شفیع مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں سمجھتے تھے اور حسین احمد مدنی ٹانڈوی اسی مسح کو جائز سمجھتے تھے بلکہ بقایا عبارت سے ثابت ہے کہ وہ اس جواز پر خود عمل بھی کرتے تھے۔

ایک کے نزدیک جائز اور دوسرے کے نزدیک ناجائز!

۴) رات کی نماز اور تراویح کے بارے میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

''والمختار عندي أنهما واحد'' اور میرے نزدیک مختار (راجح اور قابلِ اختیار) یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نماز ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰)

اس کے مقابلے میں جمیل احمد نذیری (دیوبندی) نے لکھا ہے:

"لیکن ہمارے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔"

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۳۳۰)

۵) بیس رکعات تراویح والی روایت کے بارے میں انور شاہ کاشمیری نے کہا:

"وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف و على ضعفه اتفاق"

اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور ان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

"قلت سنده حسن و تلقته الأمّة بالقبول فهو صحيح .

یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور اُمت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لئے یہ صحیح ہے۔" (تحقیق مسئلہ تراویح ص ۱۵، مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲۳، تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۰۶، ۳۰۷)

۶) مغرب کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:

"سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی اذان جب ہوتی ہے تو اس وقت دو رکعت نماز نفل پڑھنا جائز اور مباح ہے، البتہ سنت یا مستحب نہیں، اس لئے جمہور کا عمل اس پر نہیں رہا، البتہ پڑھنے والے پر نکیر نہ کیا جاوے..." (نماز مسنون کلاں ص ۵۵۶)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"الغرض پہلے اباحت تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔" (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۶۲۰) !

تنبیہ: سواتی "جمہور کا عمل" سے مراد آلِ دیوبند کے جمہور کا عمل ہے۔ واللہ اعلم

۷) محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ الکوفی کے بارے میں انور شاہ کشمیری نے کہا:

"وقد جربت منه التغيير في المتون والأسانيد فهو ضعيف عندي ، كما ذهب إليه الجمهور "اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ وہ متون اور اسانید میں تبدیلی کرتا تھا

لہٰذا وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

کشمیری کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے:

''محمد بن ابی لیلیٰ ؒ پر اگرچہ بعض محدثین ؒ نے خراب حافظہ کی وجہ سے جرح کی ہے تاہم پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہیں....'' (نور الصباح ص ۱۶۴، طبع دوم ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء)

۸) رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے: ''رفع یدین منسوخ ہے۔'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۱۹۸)

اس کے مقابلے میں عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''رکوع جاتے وقت اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کر لے تو جائز ہے۔'' (نماز مسنون کلاں ص ۳۴۹)

نذیری کے مقابلے میں انور شاہ کاشمیری نے لکھا یا لکھوایا ہے:

''وليعلم أن الرفع متواتر اسناداً و عملاً لا يشك فيه ولم ينسخ ولا حرف منه و إنما بقي الكلام في الأفضلية ''اور جاننا چاہئے کہ رفع یدین سند اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور نہ یہ منسوخ ہوا ہے اور نہ اس میں سے کوئی حرف منسوخ ہوا ہے، کلام تو صرف افضلیت میں باقی ہے۔ (نیل الفرقدین ص ۲۲)

۹) تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ اُٹھانے سے ممانعت والی حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ اس حدیث کو رکوع والے رفع یدین کے خلاف پیش کر کے محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے کہ

''مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہٰذا ہمیں آنجناب ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۱۶۸)

الیاس فیصل کے مقابلے میں محمود حسن دیوبندی (اسیر مالٹا، دیوبندی شیخ الہند) نے کہا:

''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں۔ کیونکہ وہ سلام

کے بارہ میں ہے....'' (تقاریر شیخ الہند ص ۶۵، الورد الشذی ص ۶۳)

محمد تقی عثمانی نے کہا:

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے....''

(درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶)

۱۰) محمد بن اسحاق بن یسار کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء))

جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔

اس حدیث کو نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے خلاف پیش کر کے جمیل احمد نذیری نے لکھا ہے:

''چونکہ نماز جنازہ اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دعاء ہے نماز نہیں، اس لئے نماز کی طرح اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے...'' (رسولِ اکرم ﷺ طریقۂ نماز ص ۳۶۵)

نیز دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۲ ص ۵۷۷)

اور دیوبندیوں کی کتاب ''حدیث اور اہلِ حدیث'' (ص ۸۶۱)

ان سب کے مقابلے میں محمد تقی عثمانی نے کہا ہے:

''حنفیہ کی دلیل میں عموماً ابوداؤد کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے: ''عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول :إذا صليتم على الميّت فأخلصوا له الدعاء''

لیکن اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کا مطلب اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا ہے نہ یہ کہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔'' (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

۱۱) فرض نماز مثلاً ظہر اور عصر وغیرہما کی آخری دو رکعتوں کے بارے میں محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے لکھا: ''فرائض کی آخری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت میں قراءت ضروری نہیں صرف تین تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم یا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی) کی مقدار قیام فرض ہے اور اس دوران سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مستحب ہے۔'' (چار سو اہم مسائل ص ۳۵)

نیز دیکھئے حدیث اور اہل حدیث (ص ۳۶۱)

اور اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

"اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست ہے" (بہشتی زیور ص ۱۶۳، حصہ دوم ۱۹، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان مسئلہ نمبر ۱۷)

ان دونوں کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

"لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ ضروری ہے۔ اور اسی روایت کو حافظ ابن ہمامؒ نے پسند کیا اور ترجیح دی ہے (فصل الخطاب ص ۷) اور حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن ہمامؒ اور علامہ بدرالدین عینیؒ (وغیرہ) نے ثم افعل ذلك فى صلاتك كلها کی حدیث سے پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے (فیض الباری جلد ۲ ص ۲۰۰) اور نیز علامہ سندھی حنفیؒ (المتوفی ۱۱۴۰ھ) اسی حدیث سے ہر ایک رکعت میں وجوب سورۂ فاتحہ پر احتجاج کرتے ہیں (سندھیؒ علی البخاری جلد ۱ ص ۹۵) اور اسی طرح دیگر محققین علماء احناف بھی پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔"

(احسن الکلام ج ۱ ص ۱۷۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵)

لیکن ماسٹر امین اوکاڑوی نے ان مذکورہ دیوبندیوں کے خلاف لکھا ہے:

"ہم فاتحہ کو فرض کی تیسری، چوتھی رکعت میں سنت کہتے ہیں" (تجلیات صفدر ج ۶ ص ۲۵۳)

نیز دیکھئے صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کی کتاب: نماز مسنون (ص ۲۸۷)

تنبیہ: ان دیوبندی عبارات سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کو واجب، سنت یا مستحب کہنا تقلید کا مسئلہ ہرگز نہیں بلکہ اجتہادی مسئلہ ہے اور دیوبندی علماء یہ کہنے کے باوجود کہ ہم میں اجتہاد کی اہلیت نہیں (دیکھئے الکلام المفید ص ۶۷) اجتہاد کرنے سے باز نہیں آتے۔

نیز دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۱۴۱، دوسرا نسخہ ص ۶۳)

۱۲) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''محمدؒ بن اسحاق'' کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۷۷)

سرفراز خان صفدر کے مقابلے میں محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''سیرت اور مغازی کے امام ہیں۔ جمہور علماء نے ان کی توثیق کی ہے۔'' (سیرۃ المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۶)

یہاں بطورِ فائدہ دو اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

① تبلیغی نصاب (ص ۵۹۵، فضائل ذکر ص ۱۱۷) اور فضائل اعمال (ص ۴۸۷ مکتبہ فیضی ص ۵۰۳) میں محمد بن اسحاق کو ثقہ اور مدلس لکھا ہوا ہے۔ یاد رہے کہ قابلِ حجت اور قابلِ اعتماد راوی کو ثقہ کہتے ہیں۔

② احکام میں محمد بن اسحاق کی روایات کو دیوبندی ''علماء'' نے حجت سمجھا اور قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے درس ترمذی (ج ۱ ص ۲۷۴، ۲۷۵) نمازِ پیغمبر (ص ۱۰۵) رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طریقۂ نماز (ص ۳۶۴) حدیث اور اہل حدیث (ص ۸۶۱) تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۵۷۷)

۱۳) سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مشہور شاگرد اور صحیح بخاری کے راوی امام عکرمہ کے بارے میں ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ خارجی بھی ہے ابن عباسؓ پر جھوٹ بولتا ہے۔'' (تحفہ اہلحدیث حصہ سوم ص ۶۵)

جھنگوی مذکور کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تقریب التہذیب لکھا ہے: ''عکرمہؒ ثقہ تھے (ایضاً ص ۲۶۸)'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۸۲ حاشیہ)

زکریا تبلیغی دیوبندی نے کہا:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ مشہور علماء میں سے ہیں.... اسی چیز کا اثر

تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بَحرُ الْاُمَّة اور حبر الأمّة کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہؒ ہیں۔" (تبلیغی نصاب ص ۱۷۲، حکایات صحابہ ص ۱۷۲، گیارہواں باب حکایت نمبر ۱۵، فضائلِ اعمال ص ۱۷۲، مکتبہ فیضی ص ۱۷۵)

۱۴) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تہذیب التہذیب اور بطورِ اقرار لکھا ہے:

"ابراہیم بن سعد کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور حجت کہتے ہیں امام عجلیؒ اور ابو حاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقات مسلمین میں تھے اور ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے روایتیں کی ہیں..."

(باب جنت بجواب راہِ جنت ص ۲۳۸)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ "سند کا تیسرا راوی ابراہیم بن سعد ایک گویا تھا۔ تجلیات میں کاتب کی غلطی سے سعد بن ابراہیم چھپ گیا۔ جس پر موصوف کو شور مچانے کا موقع مل گیا۔ موصوف فرمائیں گے کہ گانے بجانے سے راوی کی عدالت مجروح ہوتی ہے یا نہیں۔" (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۲۰۱)

۱۵) امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر حافظہ کی خرابی والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

"یہ اعتراض بھی باطل ہے" (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۸۱)

سرفراز خان کے مقابلے میں حماد بن سلمہ مذکور کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"وہ اگرچہ ثقہ تھے، مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا (تقریب ص ۸۲) اور کوئی ان کا متابع موجود نہیں۔ پس یہ روایت موقوفاً بھی صحیح نہیں۔"

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۱۶) قرآن مجید کی آیت: ﴿و اذا قرئ القرآن﴾ إلخ کے بارے میں اوکاڑوی کی تجلیات میں لکھا ہوا ہے: "امام رازی کا قول مرجوح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین

کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کو کفار و مشرکین کے بارے میں نازل قرار دینا تفسیر بالرائی اور بدعت سیئہ ہے بلکہ اس آیت مقدسہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔" (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۶۱۹)

دوسری طرف "حکیم الامت" نامی کتاب کے مصنف اور اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی نے علانیہ لکھا ہے کہ "حکم کے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار و منکرین ہیں"

(تفسیر ماجدی جلد ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی، دوسرا نسخہ ص ۳۷۴)

نیز دیکھئے ملفوظات تھانوی: الکلام الحسن (ج ۲ ص ۲۱۲)

۱۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ابراہیم بن عثمان کی ایک روایت کی سند کے بارے میں جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے: "اس کے سلسلۂ سند میں بھی ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان موجود ہے۔" (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۳۰۴)

جبکہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ: بڑے نیک اور دیندار شخص تھے یہ صاحبِ مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ہیں اپنے زمانہ میں واسط کے قاضی تھے، نہایت عادل تھے۔"

(تجلیات صفدر ج ۳ ص ۱۷۳)

۱۸) انوار خورشید (دراصل محمد نعیم الدین دیوبندی، مالک مکتبہ قاسمیہ لاہور/ بحوالہ حدیث اور اہل تقلید ج ۱ ص ۲۹) نے لکھا ہے:

"فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔" (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۷۴)

اس کے مقابلے میں رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے:

"نماز کے بعد اجتماعی دعاء کا مروجہ طریقہ بالاجماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔ دعاء بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، الا ان یدعو احیانا لحاجة خاصة." (نماز کے بعد دعاء ص ۱۹)

۱۹) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''شب برات کی پندرھویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے'' (بہشتی زیور ص۲۵۱، مطبوعہ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ لاہور حصہ سوم ص۹ مسئلہ نمبر۱۳)

محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے۔

دیکھئے چار سو اہم مسائل ص۱۹۲

سرفراز صفدر نے بھی شوال کے روزوں کے متعلق کہا کہ ''صحیح حدیث سے ثابت ہیں''

(طائفہ منصورہ ص۱۴۷)

اس کے مقابلے میں آلِ دیوبند کے ''مفتی'' زرولی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب ''احسن المقال فی کراہیۃ ستہ شوال'' یعنی شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی ''تحقیق'' لکھی ہے۔

تنبیہ: زرولی کے جواب کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۵۱ ص۴۲ تا ۴۶

۲۰) فیض احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے:

''تیسری رکعت کیطرف اُٹھتے وقت رفع یدین: امام بخاریؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے۔ ''باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین'' دو رکعت کے بعد اُٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔ پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں۔ جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی۔ (۳۱۹) اِنَّ ابنَ عُمَرَؓ کَانَ ... وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ رَفَعَ یَدَیْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَؓ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج۱ ص۱۰۲، طبع اصح المطابع، ابوداؤد) حضرت ابن عمرؓ.... جب دو (۲) رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اسکو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان کیا ہے۔

نیز یہ رفع یدین (۳۲۰) حضرت ابو حُمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور (۳۲۱) حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (ابوداود باب افتتاح الصلوٰۃ)''

(نماز مدلل ص ۱۳۷، ۱۳۸)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوع تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۲ ص ۲۶۷) وغیرہ۔

اور سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح تسلیم کرنے کے بجائے ضعیف کہا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۹۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امین اوکاڑوی نے اعلان کیا:

''پس اصول حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۶۴)

۲۱) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''مسئلہ ۱۰: سوائے خنزیر کے تمام وہ جانور جن میں دم سائل ہو خواہ ان کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام باقاعدہ ذبح کرنے سے سب پاک ہو جاتے ہیں یعنی تمام اجزا اُن کے گوشت چربی آنتیں، اوجھ سنگدانہ، پتہ اعصاب سب طاہر ہو جاتے ہیں سوائے خون کے یعنی دمِ مسفوح کے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خارجی استعمال ان کا ہر طرح درست ہو جاتا ہے جیسے سر پر باندھنا وغیرہ ہاں کھانا درست نہیں سوائے حلال جانوروں کے اس مسئلہ سے اطبّا بہت کام لے سکتے ہیں۔'' (بہشتی زیور ص ۸۵۵، حصہ نہم ص ۱۱۷، طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ، حیوان کا بیان)

اس کے مقابلے میں مشتاق علی شاہ دیوبندی نے اپنی کتبِ فقہ سے نقل کر کے لکھا ہے:

''صحیح یہی ہے کہ گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا...

درمختار ص ۲۴ میں ہے: لا یطھر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ھذا اصح ما یفتی بہ غیر ماکول مذبوح کا گوشت اکثر کے نزدیک پاک نہیں ہوتا یہ اصح ہے جس کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔'' (ترجمان احناف ص ۳۵۵، ۳۵۶، نزل الابرار پر ایک نظر ص ۱۹، ۲۰)

۲۲) مستدرک الحاکم کے مصنف امام ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری) کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۴۱۶)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

"دوسرا راوی ابو عبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے" (تجلیات صفدرج ۱ص ۴۱۷)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی دیو بندی نے کہا:

"بعض حضرات نے اُن پر تشیع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں" (درسِ ترمذی ج ۱ص ۶۴)

سرفراز خان صفدر دیو بندی نے لکھا ہے:

"یہ وہی امام ہیں، جن کو الحاکم کہتے ہیں۔ اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرہ ۳/۲۲۷)"

(احسن الکلام ج ۱ص ۱۰۴، حاشیہ، دوسرا نسخہ ج ۱ص ۱۳۴، ۱۳۵، حاشیہ)

۲۳) انوار خورشید (قلمی نام) دیو بندی نے "طہارت کے بغیر قرآنِ پاک کو چھونا جائز نہیں" باب باندھ کر سب سے پہلے آیت: ﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ پیش کی ہے۔

دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۲۲۹)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی نے کہا:

"واضح رہے کہ جمہور کے مسلک پر آیتِ قرآنی "لا یمسہ الا المطھّرون" سے استدلال کرنا ضعیف ہے، کیونکہ وہاں "مطھّرون" سے مراد فرشتے ہیں، البتہ اس آیت کو تائید کے طور پر ضرور پیش کیا جا سکتا ہے" (درسِ ترمذی ج ۱ص ۳۹۰)

۲۴) صحیح بخاری کی ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"یصلّی أربعًا" "آپ (ﷺ) چار رکعتیں پڑھتے تھے.. الخ

اس کے بارے میں جمیل احمد نذیری نے کہا: "اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے..." الخ (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۹۶)

جبکہ انور شاہ کاشمیری نے کہا:

"ولا دلیل فیہ للحنفیة فی مسألة أفضلیة الأربع فإن الإنصاف خیر الأوصاف وذلك لأن الأربع ھذہ لم تکن بسلام واحد... "اور حنفیہ کے لئے چار کی افضلیت کے بارے میں اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ انصاف بہترین صفت ہے، یہ اس طرح

کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے نہیں ہوتی تھیں ۔الخ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۱)

۲۵) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام الدرداء رحمہا اللہ (ثقة فقيهة ، توفيت ۸۱ھ) کے ایک دینی عمل والی روایت کا ذکر کر کے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔'' (مجموعہ رسائل طبع جون ۱۹۹۳ء ج ۲ ص ۹۹، سبیل الرسول پر ایک نظر، تجلیات صفدر ۵/۱۱۳)

اس اوکاڑوی اصول کے مقابلے میں ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے کہ ''قول التابعي الكبير حجة عندنا'' اور ہمارے نزدیک بڑے تابعی کا قول حجت ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۹۱ تحت ح ۶۷۴)

۲۶) اشرفعلی تھانوی سے غیر مقلد کا لفظ استعمال کر کے اہلِ حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو تھانوی نے جواب دیا: ''نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہو گئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳ جواب سوال نمبر ۲۹۸)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۷)

۲۷) بقولِ ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی کسی ''غ'' نے کہا:

''اہل سنت اور اہل حدیث ایک شئے ہے ان کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔''

اس کا جواب دیتے ہوئے جھنگوی مذکور نے لکھا ہے: ''پیارے ان کو ایک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ان دو کے درمیان بعد المشرقین ہے۔'' (تحفۂ اہلحدیث حصہ اول ص ۵۰)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔فقط'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

۲۸) امام بخاری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''نیز امام بخاری امام شافعی

کے مقلد ہیں جیسا کہ طبقات الشافعیہ اور الحطہ سے ثابت ہے...'' (جزء القراءۃ بتحریفات الاوکاڑوی ص ۱۷، تجلیات صفدر مطبوعہ جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد، جنوری ۲۰۰۰ء ج ۳ ص ۳۸)

اس کے مقابلے میں ایک دیوبندی نے کہا:

''حقیقت یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے تراجم وابواب میں جو بالغ نظری پائی جاتی ہے اس کے پیشِ نظر ان کو کسی فقہی مسلک کا پابند نہیں کیا جاسکتا، وہ کسی مسلک کے متبع نہ تھے بلکہ خود ایک مجتہد کی شان رکھتے تھے۔'' (مقدمہ فضل الباری ج ۱ ص ۶۴)

نیز دیکھئے العرف الشذی (ج ۱ ص ۲) ومقدمہ فیض الباری (۵۸/۱)

۲۹) سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نمازِ جنازہ میں یہ سنت ہے کہ تکبیر کہی جائے پھر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے...الخ

اس کے بارے میں ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور اس سے بھی استدلال تب درست ہوگا کہ لفظ ''السنۃ'' سے سنت نبوی مراد لی جائے۔ اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے سنت نبوی مراد ہے۔ جیسا کہ یہ بات تفصیل سے گذر چکی تو یہ صرف صحابی کا قول رہ گیا....'' الخ (کیا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ ص ۱۵)

دوسری طرف محمد تقی عثمانی نے کہا:

''اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

محمد ولی دیوبندی کی مخالفت کرتے ہوئے ابو بکر غازیپوری دیوبندی نے روایت مذکورہ کو مرفوع تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے ارمغان حق ۱۳۴/۲)

۳۰) رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا:

''بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۸، تالیفاتِ رشیدیہ ص ۴۱۰)

اس کے مقابلے میں فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھا ہوا ہے کہ

"بذریعہ منی آرڈر بھیج دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مہتمم صاحب کو لکھ دیوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔" (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۱۰۱، جواب سوال نمبر ۱۴۰)

۳۱) محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے:

"اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہوئی" (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۸۶ ج ۱، دوسرا نسخہ ص ۸۴)

دوسری طرف اشرفعلی تھانوی نے کہا:

"۱۲ ربیع الاول کو وفات کی تاریخ مقرر کرنی کسی طرح درست نہیں کیونکہ حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ ذوالحجہ جمعہ کو ہوا اور دوشنبہ کو انتقال ہوا جو ۱۲ تاریخ کسی طرح نہیں بنتی"

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۲۰۳)

۳۲) ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سری نمازوں میں نبی ﷺ بعض آیتیں جہراً پڑھ لیتے تھے۔ اشرفعلی تھانوی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: "اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے" (تقریر ترمذی از تھانوی ص ۷۱)

لیکن دوسری طرف فقیر اللہ دیوبندی نے کہا: "اگرچہ ذاتی طور پر مجھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نسبت مؤلف احسن الکلام محدث العصر علامہ محمد سرفراز صفدر مدظلہ العالی کا لطیف استدلال جو انہوں نے اپنے حسن ذوق کی بنا پر کیا ہے زیادہ پسند ہے کہ نماز کی حالت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافتِ طبع مزید لطیف ہو جاتی تھی اور آپ امورِ حسیّہ سے بڑھ کر امورِ معنویہ تک کو محسوس کرنے لگتے تھے" (خاتمۃ الکلام ص ۳۰۲)

سرفراز صفدر کے بقول تو نبی ﷺ کو مقتدی کا بھی علم ہوتا تھا کہ وہ نماز میں کیا کر رہا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۳۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶)

تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کو اپنے بارے میں خبر نہیں ہوتی تھی۔ (معاذ اللہ)

جبکہ سرفراز وغیرہ کے نزدیک آپ کو نماز کی حالت میں بھی مقتدیوں کا علم ہوتا تھا۔

تنبیہ: ہمارے نزدیک تھانوی کی درج بالا عبارت گستاخی ہے۔

۳۲) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ﷺ رکوع سے سر اُٹھاتے تو سمع اللّٰہ لمن حمدہ ، ربنا لك الحمد کہتے، یعنی تسمیع اور تحمید دونوں ذکر کہتے، دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لك الحمد کہو، یہاں آپ نے تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے خلاف ہے۔ ہم نے دونوں میں تطبیق دی کہ دونوں ذکروں کو جمع کرنا اکیلے نمازی کے لئے ہے اور تقسیم امام اور مقتدی کے لئے ہے (اصولِ کرخی صفحہ ۸۴، ۸۵) '' (تجلیات صفدر ج ۶ ص ۳۶۱)

مفتی جمیل احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے: '' رکوع مکمل کرنے کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر امام ہو تو صرف اتنا ہی کہے اور مقتدی کہیں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے۔'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۲۲)

لیکن ان دونوں دیوبندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دیوبندیوں کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے لکھا ہے: '' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ۔ امام اور منفرد تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسمیع و تحمید دونوں کہیں ۔لیکن مقتدی صرف تحمید کہے...'' (نماز مدلل ص ۱۴۱)

ماسٹر امین اور مفتی جمیل دونوں کے نزدیک امام ربنا لک الحمد نہیں کہے گا لیکن فیض احمد ملتانی دیوبندی کے نزدیک امام ربنا لک الحمد بھی کہے گا۔

یہ تینتیس (۳۳) اختلافات مُشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ دیوبندیوں کے اندرونی اختلافات کی فہرست بہت طویل ہے مثلاً:

۱: حیاتیوں اور مماتیوں کا شدید اختلاف جس میں بعض ایک دوسرے پر فتوے بھی لگاتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۷ ص ۱۶۳) خطباتِ صفدر (۱/ ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۸۰)

۲: سماعِ موتیٰ اور عدمِ سماعِ موتیٰ کا اختلاف

۳: لاؤڈ سپیکر پر اذان اور نماز جائز ہے یا ناجائز کا اختلاف

۴: عورتوں کا تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنا یا نہ نکلنا

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں بلکہ بہت سے دیوبندی ''علماء'' کی اپنی تحریروں کے درمیان اختلاف اور تعارض موجود ہے مثلاً:

۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

''مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دوسو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے...''

(مجموعہ رسائل مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۱ء ج۱ص ۲۶۵ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹)

اور دوسرے مقام پر خود اوکاڑوی مذکور نے لکھا: ''میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو۔'' (مجموعہ رسائل ج۱ص ۱۵۶، تحقیق مسئلہ آمین ص ۴۴)

۲: جمیل احمد نذیری نے رفع یدین کے مسئلے کی بحث میں لکھا:

''اولاً غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب نہیں، ان کی طرف غلط منسوب ہے۔''

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۲۰)

اور اسی کتاب میں تراویح کی بحث میں نذیری نے لکھا ہے:

''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ، امام غزالیؒ ، شاہ ولی اللہؒ سے بھی بیس رکعتیں ہی منقول ہیں۔

(دیکھئے غنیۃ الطالبین ج۲ص ۱۰، ۱۱، احیاء العلوم ج۱ص ۲۰۸، حجۃ اللہ البالغہ ج۲ص ۶۷)

ان سب حضرات نے بیس رکعات کو ہی سنت قرار دیا ہے'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۳۲۰)

۳: علی محمد حقانی دیوبندی نے سندھی زبان میں جرابوں پر مسح کے مسئلے میں یزید بن ابی زیاد (راوی) پر جرح کرتے ہوئے جو لکھا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

زیلعی نے فرمایا: اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اسے ضعیف لکھا ہے الخ (نبوی نماز سندھی پہلا حصہ ص ۱۶۹)

آگے اسی کتاب میں ترک رفع یدین کے بارے میں علی محمد حقانی نے یزید بن ابی زیاد

کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے جو لکھا اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:
یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے مگر وہ ثقہ ہیں، امام مسلم نے فرمایا: وہ سچے ہیں الخ (نبوی نماز ص ۳۵۵)

۴: محمد الیاس دیوبندی نے جرابوں پر مسح کی ایک روایت پر درج ذیل جرح کی:
''اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے۔ اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۸۵)

دوسری طرف اسی کتاب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد میں پیدا ہونے والے اعمش کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۲۵۵)

جن لوگوں کے اپنے درمیان اور خود اپنی تحریرات میں زبردست اختلافات ہیں، وہ اہلِ حدیث کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔

ایک دیوبندی اسماعیل جھنگوی نے اہلِ حدیث علماء کے (بزعم خود) متضاد اقوال نقل کر کے لکھا ہے: ''ان دونوں میں سے کس کو اہلِ حدیث سمجھ کر اُس کے ساتھ ملوں اور کس کو بے ایمان کہہ کر چھوڑوں'' (تحفہ اہلِ حدیث حصہ سوم ص ۲۸)

دیکھتے ہیں کہ اسماعیل جھنگوی اپنے ''علماء'' میں سے کس کو دیوبندی سمجھتا ہے اور کس کس کو بے ایمان؟

اشرفعلی تھانوی نے کہا:
''مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء وکثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت ومنازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق واتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق واختلاف دونوں جگہہ ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱)

رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مگر دُنیا میں صرف غیر مقلدین ہی کا فرقہ ایسا ہے جس

کے افراد میں اختلاف رائے نہیں پایا جاتا، ان کے کسی بڑے نے ایک بات کہدی اور دوسرے تمام غیر مقلدین نے اسے بلا چوں و چرا تسلیم کرلیا۔'' (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۴۰۷، ۴۰۸)

فائدہ: ایک حنفی ''فقیہ'' ابو اللیث سمرقندی نے ''مختلف الروایۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن مبارک کی تحقیق سے چار بڑی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں سمرقندی نے امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف و محمد بن حسن الشیبانی کے درمیان اور دوسرے اماموں کے درمیان بہت سے اختلافات کا ذکر کیا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ نے فرمایا: امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور ربنا لک الحمد نہ کہے۔ جب کہ قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے کہا: امام دونوں کہے گا۔ (دیکھئے مختلف الروایۃ ج ا ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۲)

دیوبندی بنام دیوبندی

(قسط:۲)

آلِ دیوبند کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی اہل حدیث یعنی اہل سنت کوئی ایسی حدیث پیش کرتا ہے جو دیوبندیوں کے خلاف ہوتی ہے تو یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اگر آپ لوگوں کا عمل حدیث کے مطابق ہے تو پھر آپ کے علماء میں بعض مسائل میں اختلاف کیوں ہوا؟ اور تقلید کا یہ فائدہ بتاتے ہیں کہ یہ آپس کے اختلافات سے بچاتی ہے۔

آلِ دیوبند کے اس مغالطے کو دور کرنے کے لئے راقم الحروف نے ایک مضمون ''دیوبندی بنام دیوبندی'' لکھا، جس کی پہلی قسط آئینۂ دیوبندیت ص ۴۶۳ تا ۴۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اب اس مضمون کی دوسری قسط پیشِ خدمت ہے:

۱) حکیم ظل الرحمٰن (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''Relaxation کی ایک مثال بیان کر دوں۔ یہ جناب مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ ہے۔ ایک انگریز عیسائی جوڑے نے جس کو اسلام قبول کیے ہوئے دس بارہ سال ہی ہوئے تھے، اپنی بیوی کو تین طلاقیں بہ یک وقت دے دیں۔ تمام علما نے حلالہ کا فتویٰ دیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس میں مفتی محمد شفیع صاحب آئے ہوئے ہیں، ان سے رجوع کرو۔ وہ مفتی صاحب کے پاس گیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ صبح کو اپنے تمام واقعات لکھ کر لے آؤ۔ وہ صبح آئے۔ مفتی صاحب نے دوسرے مفتی صاحبان کو جو تشریف رکھتے تھے، وہ کاغذ دکھایا۔ سب نے حلالہ کا فتویٰ دیا۔ جناب مفتی صاحب نے اس پر فتویٰ تحریر کیا:

''مسلمانوں کے ایک مسلک موسومہ بہ اہل حدیث کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوئی، رجوع کر لیا جائے۔''

وہ چلے گئے اور رجوع کر لیا۔ جب وہ چلے گئے تو مفتی صاحب نے فرمایا: ''اگر اس وقت میں یہ فتویٰ نہ دیتا تو یہ جوڑا پھر عیسائی ہو جاتا کہ جس اسلام میں میری ایک ذرا سی غلطی کی تلافی ممکن نہیں ہے، وہ مذہب صحیح نہیں ہو سکتا۔''

مفتی کفایت اللہ صاحب کی کفایت المفتی میں فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص اہل حدیث سے فتویٰ لے کر رجوع کر لے تو اسے مطعون کرنا جائز نہیں ہے۔ خود مفتی صاحب نے بہت سے فتاویٰ مالکی مسلک پر دیے ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ ہمارے اکابر میں تو اس قدر وسعت فکر تھی اور ہم ہیں کہ ذرا ذرا سی باتوں پر فتوے دے رہے ہیں۔''

(ماہنامہ الشریعہ جولائی ۲۰۱۰ء جلد ۲۱ شمارہ: ۷ ص ۱۴)

قارئین کرام! دیوبندیوں کے مفتی اعظم پاکستان اور مفتی اعظم ہند کے برعکس امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حرام کاری کا ایک دلال مجھے کہنے لگا اصل بات تو یہی ہے کہ وہ عورت حرام ہے۔ لیکن اگر فتویٰ نہ بھی دیں تو بھی لوگ اسی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ ہم فتویٰ دے کر کچھ فیس لے لیتے ہیں۔ میں نے کہا اگر تم حکم شرعی بدل کر فتویٰ نہ دیتے وہ پھر اکٹھے رہتے تو یقیناً گنہگار ہوتے اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر ہی گناہ کرتے۔ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا گناہ ہی ہے مگر آپ کے فتویٰ کے بعد وہ ساری عمر کے گناہ کو حلال سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جس سے ایمان ہی رخصت ہو جاتا ہے'' (تجلیات صفدر ۴/ ۶۲۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے جس کو حرام کاری کا دلال کہا ہے، اس کا نام چھپانے میں کیا حکمت تھی؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے اکٹھی تین طلاق کو ایک شمار کرنے والوں کے متعلق مزید لکھا:

''یہود کے احبار رہبان کی طرح خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کر کے ان لوگوں نے شریعت کے حرام کو حلال کر رکھا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۶۲۷)

۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔'' (تقریظ علی الکلام المفید ص س، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۳/ ۴۱۲)

اشرفعلی تھانوی نے کہا: ''اب ہم لوگ خود اجتہاد کرتے ہیں''

(اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶)

سرفراز خان صفدر نے بھی لکھا ہے: ''اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہوں گے'' (احسن الکلام ۱/۶۳، دوسرا نسخہ ۱/۴۱)

جبکہ دوسری طرف عبدالرشید ارشد دیوبندی نے انور شاہ کشمیری کے متعلق لکھا ہے:

''ایک مناظرہ میں جو حضرت ممدوح اور ایک اہل حدیث کے مابین ہوا۔ اہل حدیث عالم نے پوچھا۔ کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی تجلیات میں لکھا ہوا ہے: ''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے''

(تجلیات صفدر ۵/۴۴)

۳) دیوبندیوں کے ''مولانا'' سخی داد دیوبندی نے تعویزات لٹکانے کو ناجائز، حرام اور شرک حقیقی قرار دیا اور اس مسئلہ پر ایک کتاب ''تعویزات کے متعلق صاف صاف باتیں'' لکھی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۴ ص ۴۳۶، ۴۴۷، ۴۵۸، ۴۵۹)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی کے نزدیک تعویزات جائز ہیں، ان میں شرک کی ہوا بھی نہیں۔ دیکھئے تجلیات صفدر کے مذکورہ صفحات۔ نیز امین اوکاڑوی نے دوسرے دیوبندی سے مخاطب ہو کر لکھا ہے: ''... جب تجربہ سے ان میں شفاء ثابت ہونا امت میں تواتر سے ثابت ہے اور اس کے مضمون میں نہ شرک فی الذات ہوا اور نہ شرک فی الصفات تو آخر اس کو حرام کہنا یہود کے احبار و رہبان کی طرح شریعت سازی نہیں؟''

(تجلیات صفدر ۴/۴۵۹)

٤) یزید کے متعلق امین اوکاڑوی اور ابوریحان عبدالغفور دیوبندی کے درمیان سخت اختلاف تھا اور اوکاڑوی کے نزدیک یزید کا فاسق ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے جبکہ ابوریحان

عبدالغفور کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۵۶۴/۱)

ابوریحان عبدالغفور دیوبندی سے مخاطب ہو کر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''جناب نے بہت نوازش فرمائی کہ غیر مقلدین کے بارہ میں تو اس عاجز کے مضامین کو محققانہ ارشاد فرمایا، لیکن یزید کے بارہ میں مجھے امام باڑہ کا ذاکر بنا ڈالا۔''

(تجلیات صفدر ۵۶۳/۱)

نیز محمد یوسف بنوری دیوبندی کے شاگرد اور جامعہ یوسفیہ کے مہتمم محمد امین دیوبندی نے امین اوکاڑوی کے متعلق لکھا ہے: ''مولانا اوکاڑوی صاحب کے مضمون میں یزید کے بارے میں سنیت وحنفیت سے زیادہ رفض وتشیع کی ترجمانی کی گئی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۵۸۰/۱)

۵) قرآن مجید کی آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ کے متعلق امین اوکاڑوی نے کہا:

''یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے'' (فتوحات صفدر ۹۹/۳)

اوکاڑوی کے برعکس سرفراز صفدر دیوبندی نے آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ کے متعلق لکھا: ''آیت مکی ہے'' اس کے بعد امام ابن جریر رحمہ اللہ کا قول سرفراز صفدر دیوبندی نے اپنی تائید میں لکھا کہ ''آیت مذکورہ بالاتفاق مکی ہے۔'' (احسن الکلام ۱۴۰/۱، دوسرا نسخہ ۱۷۶/۱)

ظفر احمد عثمانی دیوبندی نے بھی اس آیت کے متعلق لکھا ہے:

''یہ آیت بالاتفاق مکی ہے'' (فاتحۃ الکلام ص ۲۲)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کہا: ''یہ آیت مکی ہے'' (درس ترمذی ۸۷/۲)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''کیونکہ اعراف باتفاق محدثین ومفسرین کے مکی ہے اور یہ آیت بھی مکیہ ہے کسی نے اس کو مکیہ ہونے سے استثناء نہیں کیا نہ کسی نے اس کو مَدَنیہ لکھا'' (سبیل الرشاد ص ۱۲، تالیفات رشیدیہ ص ۵۱۰)

رشید احمد گنگوہی کو کیا معلوم تھا کہ ابھی اوکاڑوی جیسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جو اس آیت کو مدینہ میں ''نازل ہوئی'' قرار دیں گے۔

۶) قبروں پر مراقبہ کرنے کے بارہ میں دیوبندیوں کے مشہور بزرگ اور مفسر قرآن صوفی

عبدالحمید سواتی اور اُن کے بھائی سرفراز صفدر جو کہ دیوبندیوں کے ''امام اہلسنت'' ہیں، کے درمیان سخت اختلاف تھا۔

سرفراز صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی نے لکھا ہے: ''تصوف کا عملی رنگ بھی صوفی صاحب پر غالب تھا جس کی ایک جھلک میں نے یہ دیکھی کہ لاہور کے ایک سفر میں، جس میں وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے، وہ حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف حضرت گنج بخشؒ کی قبر پر مراقب ہوئے اور کافی دیر مراقبہ کی کیفیت میں رہے۔ اس کے بعد وہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار پر گئے اور وہاں بھی ان کی قبر پر مراقبہ کیا۔ پھر ایک بار گجرات گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں انہوں نے حضرت شاہ دولہؒ کی قبر پر مراقبہ کیا، مگر سب سے دلچسپ صورت حال دیوبند کے سفر میں پیش آئی۔...

حضرت صوفی صاحبؒ کا شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ساتھ شاگردی کے ساتھ ساتھ بیعت کا تعلق بھی تھا، وہ تو قبر کو دیکھ کر سیدھے وہاں پہنچے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ اب منظر یہ تھا کہ حضرت صوفی صاحبؒ مراقبہ میں بیٹھے ہیں، حضرت والد صاحب مدظلہ تھوڑے فاصلے پر کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں اور میں درمیان میں کھڑا ہوں۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں بھی چچا جان کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ جاؤں، مگر پیچھے کھڑے والد صاحب سے ڈر بھی رہا ہوں۔ تھوڑی دیر گزری تو حضرت والد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ ''اٹھا ایس بدعتی نو، جھنڈ مار کے بہہ گیا اے۔'' (اس بدعتی کو اٹھاؤ، یہ کیا چادر میں سر دے کر بیٹھ گیا ہے)۔ اب میں انہیں کیا اٹھاتا کہ میرا تو خود جی ان کے ساتھ بیٹھنے کو چاہ رہا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کم وبیش دس بارہ منٹ تسلی سے مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ پھر اٹھے اور کہا کہ ''چلیں، آپ کو ہر کام بدعت نظر آتا ہے۔'' اور پھر ہم تینوں کوئی اور بات کیے بغیر اگلی منزل کی طرف چل پڑے۔'' (الشریعہ خصوصی اشاعت بیاد سرفراز صفدر ص ۲۴۵ تا ۲۴۶)

۷) سرفراز صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی دیوبندی اور سرفراز صفدر کے استاد اور دیوبندیوں کے ''مفتی'' عبدالواحد دیوبندی نماز تراویح، وتر اور نفلوں کے بعد اجتماعی دعا کے قائل بھی

تھے اور ان کا معمول بھی یہی تھا، لیکن سرفراز صفدر دیوبندی کے نزدیک یہ کام صریح بدعت ہے۔ چنانچہ زاہد الراشدی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت والد صاحبؒ نماز تراویح کے بعد، وتر کے بعد یا نفلوں کے بعد کسی موقع پر بھی اجتماعی دعا کے قائل نہیں تھے اور اسے بدعت کہتے تھے۔ میں بھی جب تک گکھڑ میں رہا، یہی معمول رہا، مگر جب گوجرانوالہ کی جامع مسجد میں قرآن کریم سنانا شروع کیا تو وہاں دعا کا معمول تھا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ حضرت والد صاحبؒ کے استاد تھے۔ ان سے پوچھا تو فرمایا کہ آخر میں ایک دعا ضرور ہونی چاہیے، تراویح کے بعد یا وتروں کے بعد یا نفلوں کے بعد۔ میں نے تینوں سے فراغت کے بعد یعنی نفلوں کے بعد ایک اجتماعی دعا کا معمول بنالیا جو حضرت والد صاحبؒ کے نزدیک صریح بدعت تھی۔ حضرت والد صاحبؒ کو پتہ چلا تو پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے استاد محترمؒ سے اجازت لے لی ہے۔ اس سلسلے میں لطیفہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد جب میری جگہ عزیزم حافظ محمد عمار خان ناصر سلمہ نے قرآن کریم سنانا شروع کیا تو اس نے دادا محترم کے فتویٰ پر عمل شروع کر دیا اور نوافل کے بعد دعا مانگنا ترک کر دی۔ میں ان دنوں عمرے پر گیا ہوا تھا۔ نمازیوں میں خلفشار پیدا ہو گیا اور میری واپسی تک اچھی خاصی گہما گہمی ہو گئی۔ میں نے واپس آ کر صورت حال دیکھی تو اس مسئلہ پر نمازیوں سے مستقل خطاب کیا کہ عمار خان ناصر اگر تراویح یا نوافل کے بعد دعا نہیں مانگتا تو یہ اس کے دادا محترمؒ کے فتویٰ کے مطابق ہے، اور میں مانگتا ہوں تو اپنے دادا استاد کے فتویٰ کے مطابق مانگتا ہوں، یہ بھی درست ہے۔ اس لیے وہ نماز پڑھائے گا تو دعا نہیں مانگے گا اور میں پڑھاؤں گا تو دعا مانگوں گا۔ اس میں کسی کو اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ بعض دوستوں نے کہا آپ عمار خان ناصر کو حکماً کہیں کہ وہ دعا ضرور مانگا کرے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ایسے معاملات میں حکم اور جبر کو درست نہیں سمجھتا اور وہ بھی مولانا سرفراز خان کا خون ہے، بات صرف دلیل کی سنے گا۔ حکم کی بات شاید اس پر اثر انداز نہ ہو۔'' (الشریعہ خصوصی اشاعت بیادسرفراز صفدر ص ۲۵۴)

۸) سرفراز صفدر دیوبندی اور اس کے پیر حسین علی دیوبندی کا رفع سبابہ کے بارہ میں

اختلاف تھا، چنانچہ سرفراز صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی نے سرفراز صفدر کے متعلق لکھا ہے:

''ان کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا حسین علیؒ سے تھا جو تشہد میں رفع سبابہ کے قائل نہیں تھے، مگر حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم ان کے سامنے رفع سبابہ ''ٹکا کے'' کرتے تھے اور ایک دفعہ انہوں نے اپنے شیخ سے اس پر بحث بھی کی۔''

(الشریعہ خصوصی اشاعت بیادِ سرفراز صفدر ص ۲۵۳)

۹) نمازِ عید سے قبل تقریر کرنے کے بارہ میں زاہد الراشدی دیوبندی اور صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کا سرفراز صفدر دیوبندی سے اختلاف تھا۔ زاہد الراشدی اور صوفی عبدالحمید سواتی کا عید سے قبل تقریر کرنے کا معمول تھا، لیکن سرفراز صفدر کے نزدیک یہ کام بدعت تھا۔ چنانچہ زاہد الراشدی دیوبندی نے سرفراز صفدر دیوبندی کے متعلق لکھا ہے: ''وہ نمازِ عید سے قبل تقریر کو بدعت کہتے تھے اور زندگی میں کبھی نہیں کی۔ ان کا معمول تھا کہ عید گاہ میں جاتے ہی نماز پڑھاتے، پھر خطبہ پڑھتے اور اس کے بعد ٹھیٹھ پنجابی میں گھنٹہ پون گھنٹہ خطاب کرتے تھے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ان کا معمول یہی رہا ہے، جب کہ حضرت صوفی صاحبؒ سمیت ہم سب کا معمول عید سے پہلے تقریر کرنے کا ہے جو حضرت والد صاحبؒ کے علم میں تھا اور وہ کبھی کبھی ہمیں کہتے بھی تھے کہ یہ بدعت ہے، لیکن بات کبھی اس سے آگے نہیں بڑھی۔ ابھی اسی سال عیدالاضحیٰ کی بات ہے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو نمازِ عید کے وقت کا تذکرہ چھڑ گیا۔ میں نے بتایا کہ میں نے اتنے وقت پر عید پڑھائی ہے۔ فرمایا، بہت دیر سے پڑھائی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم نے پہلے تقریر بھی کرنا ہوتی ہے۔ فرمانے لگے، یہ بدعت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نماز کے بعد تقریر سنتا کوئی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مروان بن الحکمؒ نے بھی یہی عذر پیش کیا تھا۔ میں نے گزارش کی، اس نے عربی خطبہ کے بارے میں کہا تھا اور ہم عربی خطبہ نماز کے بعد ہی پڑھتے ہیں۔ فرمانے لگے، لوگ تقریر کو بھی خطبہ کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ بس ہمارا اتنی ہی مکالمہ ہوا۔ اس کے بعد گفتگو کا رخ کسی اور طرف ہو گیا۔'' (الشریعہ خصوصی اشاعت بیادِ سرفراز صفدر ص ۲۵۳۔۲۵۴)

۱۰) زاہدالراشدی دیوبندی اوراس کے پیر عبیداللہ انور دیوبندی کا سرفراز صفدر دیوبندی سے ذکر بالجہر کے بارہ میں سخت اختلاف تھا۔ چنانچہ زاہدالراشدی دیوبندی نے اپنے والد سرفراز صفدر دیوبندی کے متعلق لکھا ہے: ''حضرت والد محترمؒ نقشبندی سلسلہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ سے بیعت اور مجاز تھے اور میرا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے تھا جو قادری راشدی سلسلہ کے شیخ تھے۔ ان کے ہاں مجلس ذکر ہوتی تھی اور اس میں ذکر بالجہر بھی ہوتا تھا۔ حضرت والد محترمؒ کے نزدیک اجتماعی طور پر ذکر بالجہر بدعت شمار ہوتا ہے اور اس مسئلہ پر ان کی مستقل کتاب بھی ہے۔ وہ ذکر میں جہر کو بعض شرائط کے ساتھ تعلیماً تو جائز کہتے تھے، مگر اس کے مستقل معمول کو وہ درست نہیں سمجھتے تھے۔ میرا معمول یہ تھا کہ جب تک حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ حیات رہے، ان کی مجلس ذکر میں شرکت کے لیے شیرانوالہ لاہور بھی جاتا رہا اور وہ گوجرانوالہ میں کبھی تشریف لاتے تو یہاں بھی ان کی مجلس ذکر میں شریک ہوتا تھا۔ ایک بار اتفاق سے گکھڑ کی کسی مسجد میں حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ تشریف لائے اور مجلس ذکر ہوئی تو میں بھی شریک ہوا۔ اس سے ایک روز بعد اس مسئلہ پر حضرت والد محترمؒ سے میرا درج ذیل مکالمہ ہو گیا:

انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ''تم بھی ہو ہو کرنے گئے تھے؟''

میں نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا کہ ''سر بھی ہلاتے رہے ہو؟''

میں نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا تو فرمایا کہ ''تم نے میری کتاب نہیں پڑھی؟''

میں نے عرض کیا کہ ''پڑھی ہے'' تو فرمایا کہ پھر تمہارا کیا خیال ہے؟

ظاہر بات ہے کہ میں ان سے کسی مباحثہ یا مناظرہ کی گستاخی نہیں کر سکتا تھا، اس لیے میں نے بات ٹالنے کے لیے یہ عرض کر دیا کہ '' آپ نقشبندی ہیں، ہم قادری ہیں۔ نقشبندیوں کے ہاں ذکر میں جہر نہیں ہے اور قادری جہر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''بڑے بے وقوف ہو۔ کیا میں نے کتاب اس لیے لکھی ہے؟''

میں نے اس بحث کو آگے نہیں بڑھانا تھا، اس لیے پہلی بات کو ہی دوبارہ عرض کر کے

خاموش ہو گیا اور حضرت والد محترم نے بھی خاموشی اختیار فرمالی اور پھر کبھی اس موضوع پر مجھ سے کچھ نہیں فرمایا۔'' (الشریعہ خصوصی اشاعت بیاد سرفراز صفدر ص ۲۵۴۔۲۵۵)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اور خلیفہ کی بیعت کے علاوہ پیری مریدی والی بیعت انسان کو بدعتی بنادیتی ہے۔اور پھر وہ کسی کی نصیحت بھی بہت کم قبول کرتا ہے۔

نیز سرفراز صفدر کے پوتے عمار خان نے لکھا ہے: ''عم مکرم مولانا عزیز الرحمٰن شاہد کی روایت ہے کہ ایک موقع پر نماز فجر کے درس میں انھوں نے ذکر کی اجتماعی مجالس کے ''بدعت'' ہونے کا مسئلہ واضح کیا۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور تو اہتمام کے ساتھ اجتماعی مجالس ذکر منعقد کرتے ہیں۔ ابا جی نے کہا کہ ہم نے کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے، مولانا عبید اللہ انور کا نہیں۔''

(الشریعہ خصوصی اشاعت بیاد سرفراز صفدر ص ۳۶۷)

۱۱) بریلوی فرقہ کی تکفیر کے بارہ میں بھی زاہد الراشدی دیوبندی کا اپنے والد سرفراز صفدر دیوبندی سے اختلاف تھا۔ چنانچہ زاہد الراشدی دیوبندی نے لکھا ہے:

''مجھے بریلوی حضرات کی عمومی تکفیر میں تردد رہا ہے جواب بھی ہے۔ میرا موقف یہ ہے کہ علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر وغیرہ مسائل میں جو حضرات ایسی تاویل کر لیتے ہیں جو کفر کے دائرہ سے نکال سکتی ہو تو ان کے عقیدہ کو کفر کے دائرے میں شامل کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ تعبیر کی گمراہی قرار دیا جا سکتا ہے، البتہ جو شخص کسی تاویل کے بغیر صراحتاً شرکیہ عقیدہ کا اظہار کرتا ہے، اس کا معاملہ مختلف ہے۔ حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ایک بار علم ہوا تو انھوں نے مجھ سے اس مسئلہ پر باقاعدہ گفتگو کی، مگر کوئی دباؤ ڈالنے کی بجائے دلیل کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی اور علم غیب کے مسئلہ پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے فتاویٰ مجھے پڑھائے، مگر وہ پڑھنے کے بعد بھی میں نے حضرت والد محترمؒ سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص ایسی تعبیر اختیار کرتا ہے جو اس کو کفر کے دائرہ سے نکالتی ہو تو اس کو کفر کے فتوے سے بچانا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ہماری یہ گفتگو اس سے

آ گے نہیں بڑھی اور اس کے بعد حضرت والد محترمؒ نے اس مسئلہ پر کبھی مجھ سے بات نہیں کی۔ (الشریعہ خصوصی اشاعت بیادسرفراز صفدر ص ۲۵۴)

۱۲) دلائل شریعہ کے متعلق امین اوکاڑوی دیوبندی اور رشید احمد لدھیانوی دیوبندی کا اختلاف تھا، چنانچہ امین اوکاڑوی نے کہا: ''میں نے اپنے دلائل بیان کر دیئے ہیں کہ میں چار دلائل مانتا ہوں۔ نمبر ا۔ کتاب اللہ۔ نمبر ۲ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ نمبر ۳ اجماع امت۔ نمبر ۴ قیاس۔'' (فتوحات صفدر ۲۸۱/۳)

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۲۸۸)

رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے: ''اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

۱۳) امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ کے بارہ میں حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی اور امین اوکاڑوی دیوبندی کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ کے خلاف اگر کوئی معقول اور سچے اعتراضات مل سکتے تو بے چارے نعیم بن حماد کو خدا کے نبی پر جھوٹ بولنے کا کبیرہ گناہ اپنے سر نہ لینا پڑتا اور نہ جھوٹی کہانیاں گھڑنی پڑتیں۔''

(تجلیات صفدر ۶۳۶/۱)

دوسری طرف حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے نعیم بن حماد کی سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''(شرح معانی الآثار ج:۱ص:۱۳۲ واسنادہ قوی)''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ ج ۱ ص ۴۵۷)

حبیب الرحمٰن دیوبندی نے امام نعیم بن حماد کی روایت پیش کی ہے اور امین اوکاڑوی نے کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۴۲۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۸۸/۱)

محمد اسمٰعیل سنبھلی نے نعیم بن حماد کو معتبر اور ثقہ راوی تسلیم کیا۔ (ترجمان احناف ص ۲۷۱)

۱۴) محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے متعلق امین اوکاڑوی کا حسین احمد دیوبندی، انور شاہ کشمیری اور محمود عالم صفدر اوکاڑوی سے زبردست اختلاف ہے۔ چنانچہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ...''

(تجلیات صفدر ۳/۴۴۶، ۲/۳۷)

دوسری طرف حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا... الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔''

(شہاب ثاقب ص ۴۲، دوسرا نسخہ ۲۲۱)

انور شاہ کشمیری نے کہا: '' أما محمد بن عبدالوهاب النجدی فإنه کان رجلا بلیدًا قلیل العلم فکان یتسارع إلی الحکم بالکفر" یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی نہایت بے وقوف اور کم علم شخص تھا اور وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت تیز تھا۔

(دیکھئے فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۰۔۱۷۱)

محمود عالم اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''محمد بن عبدالوہاب کے صلاح و مشورہ سے حرمین کی جانب چڑھائی کی اور ایک نیا مذہب آزادی اسلام کے پردے میں بغرض ملک گیری ظاہر کیا، اور بذریعہ اعلان عمل بالسنہ کے تمام مقابر شہدا، و مزارات اولیاء کرام کو منہدم کر کے ان مسلمانوں پر جہاد کا حکم جاری کر دیا جو حرمین میں رہائش پذیر تھے، اور ان کے مال کی لوٹ اور قتل کو جائز رکھا اور ان پر بڑا ظلم کیا۔'' (انوارات صفدر ۱/۱۱۵)

۱۵) صحیح ابن حبان کی تمام احادیث کے صحیح ہونے یا نہ ہونے پر امین اوکاڑوی اور خیر محمد جالندھری دیوبندی کے درمیان اختلاف تھا۔

امین اوکاڑوی نے بعض احادیث (مثلاً فإنه لا صلوة لمن لم یقرأ بها والی حدیث) کو ضعیف لکھا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۹۴)

حالانکہ یہ حدیث صحیح ابن حبان میں موجود ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۱۷۸۵

لیکن دوسری طرف خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے: ''پہلی قسم: وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں جیسے مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود۔'' (خیر الاصول فی حدیث رسول ص ۱۱)

۱۶) مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک تحریف شدہ حدیث جو کہ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور اس میں ''تحت السرۃ'' کا اضافہ ہے، دیوبندیوں کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی کے نزدیک اس حدیث سے کسی کو بھی استدلال نہ کرنا چاہیے۔

(درس ترمذی ۲/۲۴)

لیکن امین اوکاڑوی کے نزدیک اس سے استدلال بالکل صحیح ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۲۸ تا ۲۴۶)

بلکہ اسی روایت پر بحث کرتے ہوئے جو کہ تقی عثمانی دیوبندی کے نزدیک بھی مشکوک ہے، ماسٹر امین نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر لکھا ہے: ''لیکن اس طرح انکار حدیث کر کے یہ اپنی ہی دنیا اور دین بگاڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین''

(تجلیات صفدر ۲/۲۴۶)

۱۷) رفع یدین سے متعلق ایک حدیث کے الفاظ ''**كان لا يفعل ذالك فى السجود**'' کے ترجمہ میں امین اوکاڑوی اور ظہور الباری دیوبندی کا اختلاف ہے۔

ظہور الباری دیوبندی نے ان الفاظ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''یہ رفع یدین سجدہ میں جاتے وقت نہیں کرتے تھے'' (تفہیم البخاری علی صحیح البخاری ۱/۳۷۴)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی نے ظہور الباری کی مخالفت کرتے ہوئے، ان الفاظ کا ایسا ترجمہ کیا جو شاید امین اوکاڑوی سے پہلے کسی مسلمان نے بھی نہ کیا ہو۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''**كان لا يفعل ذلك فى السجود** کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جب سجدہ میں ہوتے تو ہاتھ اوپر نہ اٹھاتے (بلکہ زمین پر رکھتے) اس سے سجدوں کو جانے سے پہلے اور سجدوں سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کی نفی نہیں نکلتی۔''

(جزء رفع الیدین تحریفات اوکاڑوی ص ۲۷۱)

تنبیہ: بریکٹوں والے الفاظ بھی اوکاڑوی کے ہیں۔

۱۸) عبدالستار تونسوی دیوبندی کے بقول حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ اجماعی ہے۔ اور اس کا منکر اہل السنہ والجماعۃ سے خارج، بدعتی اور معتزلی گمراہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ (دیکھئے قافلۂ باطل ج ۳ شمارہ ۴ ص ۶۵)

جبکہ مشہور حیاتی دیوبندی ابوبکر غازیپوری نے حیات انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کے متعلق لکھا ہے: ''یہ مسئلہ کافی اختلافی ہے'' (ارمغانِ حق ۱/۳۰۷)

ابوبکر غازیپوری حیاتی دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''آخر میں ایک بات یہ بھی یاد رکھئے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ مدار ایمان نہیں ہے کہ بلا اس عقیدہ کے کسی کے ایمان میں نقصان ہوگا، اس لئے اس بارے میں بہت زیادہ بحث ومباحثہ سے بچنا چاہئے، عموماً اس طرح کی بحثوں میں زیادہ پڑنے سے آدمی اعتدال کی راہ سے بھٹک جاتا ہے، اگر کوئی حیات انبیاء کا قائل نہیں ہے تو یہ اس کا معاملہ ہے'' (ارمغان حق ۱/۳۰۷)

۱۹) اشرفعلی تھانوی کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے: ''ایک صاحب نے عرض کیا کہ تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل، عرض کیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائیگا؟ فرمایا کہ: اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائیگا وہ اتباع کہلاتا ہے۔'' (ملفوظات ج ۳ ص ۱۵۳، ملفوظ: ۲۲۸)

لیکن اس کے برعکس امین اوکاڑوی نے کہا: ''تقلید کا معنی پیروی ہوتا ہے۔ تابعداری ہوتا ہے کسی کا حکم ماننا ہوتا ہے۔ یہی اطاعت کا معنی ہے اور یہی اتباع کا معنی ہے۔''

(فتوحات صفدر ۱/۲۴۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۱۷)

اور دوسری جگہ بھی اوکاڑوی نے اتباع کا معنی تقلید کیا ہے۔ دیکھئے فتوحاتِ صفدر (۳۴/۳)

۲۰) الیاس گھمن کے رسالہ قافلۂ باطل کے ایک مضمون نگار کا نام محمد عمران سلفی ہے اور ایک کا نام محمد رب نواز سلفی ہے۔ (دیکھئے قافلۂ باطل جلد ۲ ص ۱۷ شمارہ ۲، قافلہ باطل جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۲۳)

جبکہ قافلۂ باطل کے ایک اور مضمون نگار محمود عالم صفدر دیوبندی نے سلفی نام کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے: ''(یاد رہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سلفی نہیں کہلایا کرتے تھے۔ بلکہ کشاف اصطلاحات الفنون میں ذکر ہے کہ شیعوں کے ایک فرقہ کا نام سلفیہ ہے۔ تاریخ مذاہب اسلام ص ۳۰۲'' (فتوحات صفدر ۲/ ۲۱۸)

حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' **السلفي ... هذه النسبة الى السلف و انتحال مذهبم على ما سمعت** '' سلفی ... جیسا کہ میں نے سنا ہے: یہ سلف اور ان کے مذہب (مسلک) اختیار کرنے کی طرف نسبت ہے۔ (الانساب ج ۳ ص ۲۷۳، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۳۴)

۲۱) انور شاہ کشمیری دیوبندی اور یوسف بنوری دیوبندی نے سنن نسائی میں ایک حدیث شعبہ عن قتادہ کے طریق کو غلط و تصحیف قرار دیا، ان کے برعکس چنی گوٹھ والے عبدالغفار دیوبندی نے ان کے اقوال کو گمان فاسد کہہ کر رد کر دیا۔ (دیکھئے قافلہ باطل ج ۲ شمارہ ۲ ص ۴۶)

۲۲) دیوبندیوں کے ''مولانا'' عزیز الرحمٰن ہزاروی حیاتی دیوبندی نے ایک رسالہ بنام ''اکابر کا مسلک و مشرب'' لکھا جو دیوبندیوں کے ''مولانا'' عبدالحفیظ مکی صاحب کے مقدمہ اور دیوبندیوں کے ''مولانا'' مفتی حبیب اللہ صاحب کے حاشیہ کے ساتھ چھپا ہے اور اس رسالہ میں بریلویوں کو فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت تسلیم کیا گیا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۱/ ۴۹۷)

جبکہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے اس رسالہ سے بہت زیادہ پریشان ہو کر لکھا ہے:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور دوائی اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے۔ اس رسالہ مسلک و مشرب کا اثر ملک میں کیا ہوا؟ بریلویوں نے تو رسالہ پڑھ کر یہ تاثر لیا کہ ایک صدی تک علمائے دیوبند ہمارے عقائد و اعمال کی تردید کرتے رہے۔ آج دیوبندیوں نے مان لیا کہ میلاد و عرس کو بدعت کہنا تشدد تھا، غلو تھا۔ جس طرح ان کو سو سال تک بدعت کہنے کے بعد اب مستحب بلکہ سنت کہنے لگے ہیں اسی طرح یہ باقی مسائل میں بھی عنقریب حق کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھر رہا ہو گا کہ جب ان حضرات نے ان

کی بدعات کو جواز واستحباب کا درجہ دیا تو کتنے بریلوی علماء ان کے ساتھ ملے۔ تو جواب نفی میں ہے کہ کوئی بھی نہیں۔ بلکہ بعض بریلوی علماء نے تو بڑا روکھا جواب دیا کہ صرف میلاد یا عرس کرنے سے ہمارا تمہارے ساتھ اتحاد نہیں ہوسکتا جب تک اپنے اکابر کو کافر نہ کہو۔

سچ ہے: نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مماتی لوگوں کے ہاتھ ایک ہتھیار آ گیا۔ وہ لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ کہتے تھے کہ مماتی دیوبندی نہیں۔ اب دیوبندیوں سے کٹ کر بریلویوں سے کون ملے ہیں۔ کتنے نوجوان اس رسالے کو پڑھ کر مماتی اور غیر مقلدین بن رہے ہیں اور دیوبندیوں میں اس کا اثر کیا ہوا؟ خود حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کے خلفاء اور متوسلین پریشان ہیں۔ وہ خود بھی اس رسالہ سے اظہار بیزاری فرما رہے ہیں اور دوسرے علماء کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرو۔ ایک نئی گروہ بندی پیدا ہوگئی ہے۔ بریلویوں کا اتحاد تو نصیب دشمناں ہے' اپنوں میں سخت پھوٹ پڑ گئی ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ا ص ۵۰۴۔۵۰۵)

۲۳) ''اقرابها يا فارسي في نفسك '' ان الفاظ کا معنی دیوبندیوں کے عقیدہ کے امام خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے اس طرح کیا ہے: ''[اقرابها] اي بام القرآن [يا فارسي في نفسك] سرًا غير جهرًا . '' یعنی آہستہ پڑھ بلند آواز سے نہ پڑھ۔

(بذل المجہود ج۵ ص ۳۹ ح ۸۲۱، آئینۂ دیوبندیت ص ۱۶۹)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے عقیدہ کے امام کی مخالفت کرتے ہوئے ان الفاظ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''اے فارسی! اسے دل میں سوچ لیا کرو'' (جزء القراۃ ص ۸۰)

۲۴) رشید احمد لدھیانوی دیوبندی حیاتی کے متعلق محمد اسلم شیخوپوری حیاتی دیوبندی نے لکھا ہے: ''فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی مدظلہ العالی''

(چار سو اہم مسائل از محمد ابراہیم صادق آبادی ص ۵)

لیکن دوسری طرف نذیر الحق نقشبندی دیوبندی حیاتی نے رشید احمد لدھیانوی کو ''گستاخِ رسول'' لکھا ہے۔ (زہریلے تیر ص ۷۔۸، عرض حال)

نیز مدرسہ تحفیظ القرآن والعلوم الشرعیہ عیدگاہ صادق آباد کے مہتمم عبدالغفور دیوبندی حیاتی نے رشید احمد لدھیانوی کو نبی ﷺ کی کھلی توہین وتذلیل کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ دیکھئے زہریلے تیر (ص ۱۴، از عبدالغفور دیوبندی حیاتی)

۲۵) محمود عالم صفدر اوکاڑوی کے ''شیخ العرب والعجم شیخ المناظرین، مناظر اعظم'' عبدالستار تونسوی کے نزدیک حافظ ابن حزم کا شمار اہل سنت کے علماء اور بزرگان دین میں ہوتا ہے۔ دیکھئے بے نظیر ولاجواب مناظرہ (ص ۶۳)

نیز عبدالستار تونسوی دیوبندی نے علامہ نووی اور حافظ ابن حزم کے فتاویٰ پیش کر کے ایک شیعہ مناظر سے کہا: ''مولوی اسمٰعیل صاحب! ان فتاوی اہل سنت پر نظر نہیں پڑتی؟''

(بے نظیر ولاجواب مناظرہ ص ۶۴)

لیکن اس کے برعکس امین اوکاڑوی نے کہا: ''ابن حزم جھوٹا ہے'' (فتوحات صفدر ۲/ ۶۳)

اور یہ بھی کہا: ''ابن حزم تو ہمارا ہے ہی نہیں'' (ایضاً)

۲۶) انوار خورشید دیوبندی نے ایک من گھڑت روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۸)

لیکن دوسری طرف آل دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے کہا:

''اب رہا یہ امر کہ مقتدیوں کو جو قراۃ خلف الامام سے منع کیا جاتا ہے تو اس باب میں کوئی حدیث نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منع ثابت ہو۔'' (تقریر ترمذی ص ۶۸)

۲۷) الیاس گھمن کے عملی تعاون سے لکھی گئی کتاب ''سیف حنفی'' میں امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: ''چنانچہ فقہائے کرام نے بھینس اور گائے کی علت میں جب غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ بھینس اور گائے میں ''جگالی'' کر کے کھانے والی مشترکہ علت پائی جاتی ہے، اس لئے فقہائے امت نے بھینس کو گائے پر قیاس کرتے ہوئے حلال قرار دیا۔'' (سیف حنفی ص ۲۵)

لیکن اس کے برعکس آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم پاکستان'' محمد شفیع نے لکھا ہے:

''اس جملہ میں اس خاص معاہدہ کا بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے اونٹ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ کو حلال کر دیا ہے۔ ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔'' (معارف القرآن ۱۳/۳)

ان دونوں دیوبندیوں کے فتوؤں میں واضح تضاد ہے، کیونکہ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہو اس میں خطاء کا احتمال نہیں ہو سکتا، جبکہ تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''اور ائمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵)

تنبیہ: آل دیوبند کے نزدیک قیاس اور اجتہاد ایک ہی چیز ہے۔

(دیکھئے غیر مقلدین کیا ہیں؟ ج ۱ ص ۳۶۵)

نیز سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''علامہ آلوسیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے معنیٰ کا حاصل جیسا کہ امام عسکریؒ نے صراحت کی ہے یہ ہے کہ تم اس چیز کو حلال و حرام مت کہو جس کی حلّت و حرمت خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحقؐ سے ثابت نہ ہو ورنہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہنے والے ہو جاؤ گے۔'' (راہ سنت ص ۱۳۴)

۲۸) امین اوکاڑوی نے کہا: ''آخر تقلید شخصی پر اجماع ہو گیا تو چوتھی صدی سے چودھویں صدی تک پوری اسلامی دنیا میں قابل ذکر دو فرقے رہ گئے، ایک شیعہ، ایک اہل سنت والجماعت'' (فتوحات صفدر ۱/۸۴)

دوسری طرف اشرفعلی تھانوی نے کہا: ''یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصران چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا'' (تذکرۃ الرشید ۱/۱۳۱)

۲۹) اہل حدیث کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین کی زبان قلم پر تو

غلطی سے بھی حق نہیں آتا۔'' (تجلیات صفدر ۷/۶۶)

لیکن اس کے برعکس امین اوکاڑوی کے پیرومرشد احمد علی لاہوری دیوبندی نے کہا:
''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں''

(ملفوظات طیبات ص ۱۲۶، یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین مرتب محمد عثمان غنی، دوسرا نسخہ ص 115)

۳۰) رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے: ''احادیث جہر آمین ورفع الیدین وغیرہ میں صحیح ہیں۔''

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۱۴۹، تالیفات رشیدیہ ص ۵۳۲)

جبکہ اوکاڑوی نے گنگوہی کے برعکس لکھا ہے: ''جن دو چار ضعیف اور کمزور روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے ان میں سے صرف اتنا ہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی وقت آمین بلند آواز سے کہی۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۴۸)

۳۱) دیوبندی ''مفتی'' محمد شفیع سے پوچھا گیا کہ ''جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو تو اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''ایسے شخص کی امامت فی نفسہ تو جائز ہے مگر چونکہ اس زمانہ میں جو لوگ ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں کرتے اور بزعم خود حدیث پر عمل کرنے کے مدعی ہیں اُن کے بعض افعال ایسے ہیں جو مفسد صلوٰۃ ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ ڈھیلے سے استنجاء نہیں کرتے اور اس زمانہ میں قطرہ کا آنا عموماً یقینی ہو گیا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے پاجامے اکثر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ اُن کی امامت سے احتراز چاہئے فقط۔'' (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۱۳۳۔۱۳۴)

اس فتوے سے معلوم ہوا کہ تارکِ تقلید اور اہلِ حدیث کے پیچھے دیوبندیوں کی نماز فی نفسہ جائز ہے، رہا یہ کہ بعض اہلِ حدیث پانی سے استنجا کرنے سے پہلے ڈھیلا استعمال نہیں کرتے اور صرف پانی سے استنجا کرنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں تو عرض ہے کہ دیوبندی ''مفتیِ اعظم'' عزیز الرحمٰن نے بحوالہ فتاویٰ شامی لکھا ہے: ''...اور یہ بھی شامی میں ہے کہ اگر صرف پانی سے استنجا کیا جاوے تو سنت ادا ہو جائے گی مگر افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے

یعنی ڈھیلے یا کپڑے وغیرہ سے استنجا کر کے پانی سے کرے..."

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۷۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۹۳)

آلِ دیوبند کے "شیخ الحدیث" فیض احمد ملتانی نے لکھا ہے:

"صرف پانی سے استنجا کرنا درست ہے" (نماز مدلل ص ۲۰)

معلوم ہوا کہ ایک دیوبندی نے جس عمل پر اعتراض کیا وہ عمل دوسرے دیوبندی کے نزدیک سنت سے ثابت ہے، رہا افضل اور مفضول کا مسئلہ تو اس کی وجہ سے نماز اہلِ حدیث امام کے پیچھے نہ پڑھنے کا فتویٰ ہر منصف مزاج شخص کے نزدیک باطل ہے۔

اس طرح اور بھی کئی اختلافات آل دیوبند میں پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر عام دیوبندی حدیث اور سنت میں فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عمل سنت پر کیا جائے گا نہ کہ حدیث پر، لیکن انوار خورشید دیوبندی (اصل نام نعیم الدین) نے لکھا ہے: "حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا" (حدیث اور اہل حدیث ص ۹۸)

اور بعض اوقات اہل حدیث کی تردید میں اپنی فقہ حنفی کو بھی جھٹلا دیتے ہیں، مثلاً انوار خورشید نے لکھا ہے: "یاد رہے کہ آئمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں"

(حدیث اور اہل حدیث ص ۲۸۰)

جبکہ ہدایہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک سینہ پر ہاتھ باندھنا لکھا ہوا ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۰۱، باب صفۃ الصلاۃ، نیز دیکھئے اشرف الہدایہ ۲/۲۰، علم الفقہ ص ۲۱۰)

اور دعویٰ تقلید کے باوجود حیاتی مماتی اختلاف بھی ختم نہ ہو سکا۔ امین اوکاڑوی کے بقول مماتیوں نے حیاتی دیوبندیوں کو ہندو قرار دیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۷/۱۶۳)

دیوبندی بنام دیوبندی قسط (۳)

غسل، وضو اور نماز کے متعلق آلِ دیوبند کے متضاد فتوے

آلِ دیوبند ترکِ تقلید کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی بتاتے ہیں کہ تقلید نہ کرنے والے لوگ کتاب و سنت سے وضو، غسل، نماز وغیرہ کے ہر مسئلے میں اس طرح کی تقسیم یعنی فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مفسدات اور مکروہات وغیرہ نہیں بتا سکتے۔

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ایسی تقسیم کرنے والوں کے کلام کو ''زندیقوں کا کلام'' کہا ہے جو لوگ نماز کے ہر مسئلے کے لئے فرض، واجب یا سنت وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۱۱۳۔۱۱۴، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۱/ ۳۲۷، الحدیث حضرو نمبر ۸۷ ص ۳۵)

تنبیہ: یہ تقسیم امام ابوحنیفہ سے بھی ثابت نہیں کیونکہ آلِ دیوبند کی اکثر کتابوں میں نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو ''واجب'' لکھا ہوا جبکہ موطأ ابن فرقد کے مطابق امام ابوحنیفہ نے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے لئے ''سنت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(دیکھئے موطأ ابن فرقد مترجم ص ۸۱ باب ۳۶ حدیث ۱۳۶، دوسرا نسخہ ۱۰۴)

نیز دو سجدوں کے درمیان دعا کو امجد سعید دیوبندی نے ''مستحب'' لکھا ہے۔

(سیفِ حنفی ص ۳۲۷)

جبکہ دو سجدوں کے درمیان دعا کے لئے مستحب کا لفظ امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں۔

البتہ آلِ دیوبند اس تقسیم (یعنی نماز کے ہر مسئلے میں فرض، واجب، سنت، یا مستحب وغیرہ کا مطالبہ کرنے) کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اسے بہت ضروری سمجھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود آلِ دیوبند میں ان چیزوں کے بارے میں بھی بہت زیادہ اختلاف ہے اور اس میں

سے بعض حوالے بطورِ نمونہ مُشتے از خروارے پیشِ خدمت ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے ''امام'' عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''غسل میں ایک فرض ہے۔''

(علم الفقہ ص ۱۲۳، دوسرا نسخہ ص ۱۲۰)

''کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا'' عبدالشکور لکھنوی کے نزدیک واجبات میں شامل ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۴، دوسرا نسخہ ص ۱۲۱)

آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم پاکستان مفتی'' محمد شفیع دیوبندی نے اس کتاب (علم الفقہ) پر تقریظ لکھی ہے اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا جس پر فتویٰ ہے۔'' (علم الفقہ ص ۲۳، دوسرا نسخہ ص ۱۵)

جبکہ آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند مفتی'' کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''غسل میں تین فرض ہیں: (۱) کلّی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن پر پانی بہانا!'' (تعلیم الاسلام ص ۵۲، دوسرا نسخہ ص ۲۸ حصہ دوم)

قارئین کرام! آپ نے غسل کے مسئلے میں فرائض کا اختلاف تو ملاحظہ فرما لیا، اب فرض کی تعریف بھی آلِ دیوبند سے ہی ملاحظہ فرمالیں:

آلِ دیوبند کے ''استاذ الحدیث'' منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے: ''فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کے ساتھ ثابت ہو اس کا منکر کافر اور تارک مستحق عذاب ہوتا ہے۔'' (نماز عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۷)

اب یہ تو آلِ دیوبند کی مرضی ہے کہ وہ اپنے مفتی کفایت اللہ کے فرض قرار دیئے ہوئے دو فرضوں کے منکر اپنے ہی ''امام'' عبدالشکور لکھنوی پر کیا فتوی صادر کرتے ہیں۔؟!

نیز صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے: ''اور تیمّم میں نیت فرض ہے۔ اور امام زفرؒ نے کہا کہ فرض نہیں ہے'' (اشرف الہدایہ ۲/ ۲۲۰، باب التیمم ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

۲: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے فرائض چھ ہیں۔ (علم الفقہ ص ۲۰۱، دوسرا نسخہ ص ۲۰۵)

آلِ دیوبند کے شیخ محمد الیاس فیصل کے نزدیک نماز کے فرائض سات ہیں۔ (نماز پیمبر ص ۲۱۲)

الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کی شرائط وفرائض کی تعداد چودہ ہے۔

(دیکھئے نماز پیمبر ﷺ ص ۲۱۲)

آلِ دیوبند کے مفتی عبدالشکور قاسمی دیوبندی نے لکھا ہے:

''نماز کے چودہ فرائض ہیں'' (کتاب الصلوٰۃ ص ٦٦)

جبکہ آلِ دیوبند کی کتاب ''کتابِ نماز مترجم'' میں یہ تعداد تیرہ ہے۔ (دیکھئے ص ٦٤)

۳: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک غسل کی سنتیں آٹھ (۸) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۴، دوسرا نسخہ ص ۱۲۱)

اوراس کے برعکس کفایت اللہ دہلوی دیوبندی کے نزدیک غسل کی سنتیں پانچ ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۵۲، دوسرا نسخہ ص ۲۹ حصہ دوم)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک ''غسل کی سنتیں'' نو (۹) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۵۱۔۵۲)

۴: عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کے نزدیک وضو کے مکروہات (۱۴، مستحبات کا خلاف +۸) بائیس (۲۲) ہیں۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۹۱، دوسرا نسخہ ص ۸۸)

اوراس کے برعکس کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں چار چیزیں مکروہ ہیں'' (تعلیم الاسلام ص ۵۰، دوسرا نسخہ ص ۲٦ حصہ دوم)

اورآلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک مکروہات سات ہیں۔

(دیکھئے نماز مسنون ص ۸۲)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک ''مکروہات وضو'' دس (۱۰) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۵۸۔۵۹)

۵: عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''وضو میں سنت موکدہ پندرہ (۱۵) ہیں''۔

(علم الفقہ ص ۸۸، دوسرا نسخہ ص ۸۴)

البتہ عبدالشکور لکھنوی نے وضو کی سنتوں کو جب شمار کرایا تو ان کی تعداد پندرہ (۱۵) سے بڑھ

کرسترہ (۱۷) ہوگئی۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ص ۸۶)

اس کے برعکس ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے: ''وضو میں تیرہ (۱۳) سنتیں ہیں۔'' (تعلیم الاسلام ص ۴۹، دوسرا نسخہ ص ۲۵ حصہ دوم)

۶: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک غسل کے مکروہات (۲۲ وضوء کے مکروہات +۴) چھبیس (۲۶) ہیں۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۵، ۹۱، دوسرا نسخہ ص ۱۲۲، ۸۸)

اور کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک غسل کے مکروہات تین (۳) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۰۱، دوسرا نسخہ ص ۵۲ حصہ سوم)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک ''غسل کے مکروہات'' پندرہ (۱۵) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۵۳)

۷: عبدالشکور دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں چودہ (۱۴) مستحب ہیں''

(علم الفقہ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ص ۸۷)

اس کے برعکس کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں پانچ چیزیں مستحب ہیں''

(تعلیم الاسلام ص ۵۰، دوسرا نسخہ ص ۲۷ حصہ دوم)

اور صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کے نزدیک وضو کے مستحبات بارہ ہیں۔

(دیکھئے نماز مسنون ص ۷۹، ۸۱)

۸: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے واجبات پندرہ ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۲۶۲ تا ۲۶۳، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶)

اور کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''واجبات نماز چودہ ہیں''۔

(تعلیم الاسلام ص ۱۳۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۰ حصہ سوم)

اور الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کے واجبات بارہ ہیں۔ (نماز پیمبر ﷺ ص ۲۱۲۔۲۱۳)

عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''واجب کا حکم ... یہ ہے کہ اس کا منکر فاسق اور گمراہ ہوتا ہے۔'' (نمازِ مسنون ص ۶۳)

۹: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں پینتیس (۳۵) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۲۶۳، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶۔۲۷۷)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''نماز میں اکیس (۲۱) سنتیں ہیں''

(تعلیم الاسلام ص ۱۴۱، دوسرا نسخہ ص ۱۰۲ حصہ سوم)

اور الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں سولہ ہیں۔ (نماز پیمبر ص ۲۱۳۔۲۱۴)

خیر محمد جالندھری دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں بارہ ہیں۔ (نمازِ حنفی ص ۹۲)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں چودہ (۱۴) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۷۰۔۷۴)

اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے'' (تجلیات ۲/۳۷۱)

۱۰: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے مستحبات سات (۷) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۲۶۴، دوسرا نسخہ ص ۲۲۵۔۲۲۶)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''نماز میں پانچ (۵) چیزیں مستحب ہیں'' (تعلیم الاسلام ص ۱۴۲، دوسرا نسخہ ص ۱۰۴ حصہ سوم)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک نماز کے مستحبات چار (۴) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۷۴)

۱۱: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے مکروہات تیئیس (۲۳) ہیں۔

(علم الفقہ ص ۲۶۵، دوسرا نسخہ ۲۷۸۔۲۷۹)

لیکن کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک نماز کے مکروہات انتیس (۲۹) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۸۲ تا ۱۸۴، دوسرا نسخہ ص ۴۱ تا ۴۳ حصہ چہارم)

صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک نماز کے مکروہات اڑتالیس (۴۸) ہیں۔

(دیکھئے نمازِ مسنون ص ۴۹۱ تا ۵۱۲)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک مکروہات نماز بائیس (۲۲) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۷۷۔۷۹)

محمد عبدالمعبود دیوبندی کے نزدیک نماز کے مکروہات اکتالیس (۴۱) ہیں۔

(دیکھئے نماز کی مکمل کتاب ص ۱۹۲۔۱۹۴)

۱۲: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک مفسدات ِنماز پندرہ (۱۵) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۲۶۴، دوسرا نسخہ ص ۲۷۸)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک مفسدات ِنماز اٹھارہ (۱۸) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۸۱ تا ۱۸۲، دوسرا نسخہ ص ۴۰۔۴۱ حصہ چہارم)

صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک مفسدات ِنماز پینتیس ہیں۔ (دیکھئے نماز مسنون ص ۴۷۸ تا ۴۹۱)

اور خیر محمد جالندھری کے نزدیک مفسدات ِنماز اٹھائیس ہیں۔ (نمازِ حنفی ص ۹۳)

عبدالشکور قاسمی دیوبندی کے نزدیک مفسدات نماز بیس (۲۰) ہیں۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ ص ۷۴۔۷۶)

محمد عبدالمعبود دیوبندی کے نزدیک مفسدات نماز تینتیس (۳۳) ہیں۔

(دیکھئے نماز کی مکمل کتاب ص ۱۹۵۔۱۹۷)

۱۳: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۷۴۸)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی سے پوچھا گیا:

''شہر سے ایک دو میل پر ایک گاؤں ہے جس کی آبادی سو دوسو آدمیوں کی ہے یہ بستی اپنے نام سے الگ مشہور ہے، اس بستی میں عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بستی فناء میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اور فناء کی حد کتنی دور تک ہے؟''

تو رشید احمد لدھیانوی نے جواب دیا:

''یہ بستی فناء مصر میں داخل نہیں، اس لئے اس میں جمعہ وعید کی نماز جائز نہیں، فناء مصر وہ مقام

ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے متعین ہو مثلاً قبرستان ....'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۳)

یعنی رشید احمد لدھیانوی کے نزدیک بھی گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز نہیں، لیکن دوسری طرف آلِ دیوبند کے مفتی عبدالغفور دیوبندی حیاتی صادق آبادی نے ''دیہات میں نماز جمعہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں عبدالغفور دیوبندی نے لکھا ہے: ''ان قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے جمعہ کی اہمیت اور فرضیت کا آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہو گا اور یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ سوائے ان پانچ لوگوں کے جن کا ذکر حدیث میں گزر چکا ہے باقی کسی کو جمعہ معاف نہیں۔ تمام مسلمانوں پر جمعہ فرض ہے چاہے کوئی جہاں کا رہنے والا بھی ہے مگر باوجود اس کے اس نہایت الحاد و بے دینی کے حد درجہ نازک دور میں کچھ لوگ ایسے بھی اٹھے ہیں جو قرآن و حدیث کے صاف اور واضح حکم کو جھٹلا کر نہایت زور و شور سے کہتے ہیں کہ شہر میں شہریوں پر جمعہ فرض ہے اور دیہات میں دیہاتیوں پر فرض نہیں۔ ان کو معاف ہے اگر پڑھیں گے تو ان کی نماز نہ ہو گی۔ ان سے پوچھو کہ دیہاتیوں پر جمعہ کیوں فرض نہیں وہ کیوں نہ پڑھیں؟ کیا یہ بیچارے مسلمان نہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیا یہ پردہ نشین عورتیں۔ لاچار مریض ہیں۔ راہ چلتے مسافر ہیں نابالغ بچے ہیں یا زر خرید غلام ہیں۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۳ تا ۴)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''آجکل کے استاذ حضرات ایسے ان جان اور بے سمجھ مفتیوں کو فتویٰ کی سند جو دے چھوڑتے ہیں دراصل ان سے گویا کہ مذاق کر چھوڑتے ہیں۔ مفتی نہیں بنا چھوڑتے۔ صحیح معنی میں مفتی وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کے علوم پر کلی مہارت رکھتا ہو۔ قرآن، تفسیر، حدیث، اصول، تاریخ وغیرہ وغیرہ کے ماہر ہونے کے علاوہ دنیاوی علوم سے بھی آگاہ ہو، زمانہ کے حالات اور لوگوں کے مزاج اور نفسیات سے بھی باخبر ہو۔ ضد بغض حسد کینہ عداوت غصہ وغیرہ وغیرہ ایسی گندی روحانی بیماریوں سے بھی مبّرا ہو۔ کسی بزرگ سے باطنی نسبت بھی رکھتا ہو اور علم معرفت اور راہ طریقت سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہو۔ مگر آجکل کے عام مفتی کہلانے والے ان تمام چیزوں سے بالکل فارغ ہیں۔

مسئلہ پوچھا جو کچھ کسی کتاب میں لکھا دیکھا بمعہ صفحہ وہی کچھ لکھ دیا۔ نہ سوچ نہ سمجھ نہ بصیرت نہ معرفت چٹ چوڑ اللہ اللہ خیر سلا۔ لکیر کے فقیر جو ہوئے۔ مکمل علوم حاصل کرنے میں برسہا برس لگتے ہیں۔ یہ آج کسی درسگاہ میں پہنچے کل مفتی و عالم بن کر لوگوں کیلئے وبال جان بن کر آ گئے۔ دیوانوں کی طرح ہر کسی سے سر راہ الجھتے اور ہر کسی کے سر ہوئے جاتے ہیں۔ ارے بھائی کیا ہوا خیر تو ہے بس جی جائز نہیں ارے کیا جائز نہیں؟ بس جی دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ مالیا خولیا توبہ توبہ پائنچے اٹھائے آستینیں چڑھائے گال پھلائے منہ سے جھاگ بہاتے رات دن دیہاتوں میں جمعہ بند کرانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا گناہ ان عقل کے اندھوں نے صرف دیہات میں جمعہ پڑھنا ہی دیکھا ہے۔ اگرچہ ان کا یہ طرز عمل حد درجہ احمقانہ ہے مگر کمال یہ ہے کہ ان بے عقلوں کو اپنی لے میں خود کو معلوم نہیں ہو رہا سچ کہتے ہیں کہ دیوانے کو اپنی دیوانگی معلوم نہیں ہوتی۔ دراصل اس قسم کے سب چھوٹے بڑے حقیقی حنفیت کو نہیں بلکہ اپنی نظریاتی حنفیت کو لوگوں پر ٹھونسنے اور اسے ترجیح دینے کیلئے پریشان ہیں۔ ہر خیر و شر سے بے نیاز ہو کر خواہ مخواہ ایک ضروری اسلامی شعار (اسلام کی خاص علامت) کو مٹا کر مسجدوں کو ویران اور مسلمانوں کو بے دین بنا کر اپنی ہٹ دھرمی کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۵ تا ۶)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا: ''دوستو! یاد رکھو دیہاتوں میں جمعہ بند کرانا نہ کوئی دین ہے نہ اسلام یہ صرف اسلام کو نقصان پہچانے اور لوگوں کو دین سے دور رکھنے کا ایک عجیب بہانہ ہے۔ اور اس کے ساتھ پاکستان بھر سے دیوبندی جماعت کو مٹانے اور ختم کرنے کا ایک حد درجہ خطرناک منصوبہ ہے۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۸)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''ایک بہت بڑے چک میں دو مسجدیں تھیں ایک دیوبندیوں کی دوسری بریلیوں کی جن میں ساٹھ ستر سال سے جمعہ قائم تھا۔ ایک مولوی صاحب کے کہنے پر دیوبندیوں نے اپنی مسجد میں جمعہ بند کر دیا تو وہاں کے لوگ بریلویوں کے پاس جا کر جمعہ پڑھنے لگے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے ایک بس لوگوں کی بھری اور وہاں

جا کر دوبارہ جمعہ شروع کرایا۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۸ تا ۱۹)

اپنے ہی ایک دیوبندی سے الجھتے ہوئے عبدالغفور حیاتی دیوبندی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''دیہاتوں میں جمعہ پڑھنے سے حنفی المذہب اپنی اصلی حنفیت سے تو بالکل نہیں نکل سکتے۔ وہ ہر حال میں حنفی ہی رہیں گے۔ ہاں البتہ اگر پاکستان کی مردم خیز سرزمین میں جیسے کہ بہت سے نبی مہدی آخرالزماں اور واجب التقلید امام پیدا ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں کوئی نیا امام ابوحنیفہ پیدا ہوا ہو تو اور بات ہے مگر یقین جانئے کہ پھر اس نئے پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ کا نبی بھی ہمارا نبی ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا نبی امریکہ کا سابق صدر مسٹر ریگن ہی ہوگا۔ اور پھر جس کا نبی مسٹر ریگن ہوگا تو وہ ضرور آ کر جمعہ کے بہانے مسجدوں کو ویران اور مسلمانوں کو دین اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کریگا۔ اس کے ماننے والے اگر اس کی مرضی کیخلاف دیہاتوں میں جمعہ پڑھیں گے تو وہ انہیں ضرور اپنی حنفیت سے فوراً نکال باہر کردیگا۔ پھر وہ لوگ اس کے حنفی نہ رہیں گے مگر یاد رکھو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کو وہ کسی حال میں بھی ان کی حنفیت سے نکالنے کی قدرت نہ رکھ سکے گا۔ نہ ان کو دیہاتوں میں جمعہ پڑھنے سے روک سکے گا۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ امام مالک ہونے کا دعویٰ بھی کیوں نہ کرے۔ اور اپنے خودساختہ نبی مسٹر ریگن علیہ ماعلیہ کو مع لاؤلشکر کیوں نہ بلا لائے۔ کوئی عقلمند ذی فہم دانا حنفی اس کے رعب و دبدبہ میں آ کر اس کے کہنے پر دیہات میں جمعہ ہرگز ترک نہ کریگا۔ ہاں البتہ بے وقوف پھوہڑ دماغ اور احمقوں کی ضمانت ہم نہیں دے سکتے۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۷)

تنبیہ: ریگن والی بات کے اشارے کے لئے دیکھئے رشید احمد لدھیانوی دیوبندی کی کتاب انوار الرشید (طبع اول ص ۲۴۵۔۲۴۶) اور عبدالغفور دیوبندی کی کتاب: کتاب انوار الرشید میں روح کو مجروح کرنے والے حددرجہ زہریلے تیر (ص ۱ تا ۳۲)

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ حوالوں میں دیوبندی نماز کی حقیقت تو ملاحظہ فرمالی ہے، اس کے باوجود امین اوکاڑوی نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ نے قرآن پاک میں سے۔ سنت میں سے

اجماع امت میں سے، اجتہاد کر کے سارے مسئلے ترتیب کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۵)

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں، اگر اوکاڑوی کی بات سچ ہے تو دیوبندیوں کی نماز میں اتنا بڑا اختلاف کیسے ہوگیا؟ یا تو مذکورہ دیوبندیوں نے امام ابوحنیفہ کی کتاب کا ترجمہ کرنے میں ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے یا پھر اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے، جبکہ مختلف دیوبندی علماء نے اپنے اپنے اجتہادات سے نماز کے احکام ومسائل بیان کئے ہیں۔ جب ان لوگوں نے فرض، واجب، مستحب، مکروہات اور مفسدات وغیرہ کی تقسیم اپنی مرضی سے کی ہے تو پھر انھیں کیا حق حاصل ہے کہ دوسروں سے یہ سوال کرتے پھریں: بتاؤ نماز میں کتنے فرض ہیں، کتنے واجب ہیں، کتنی سنتیں ہیں، کتنے مستحب ہیں اور کتنے مفسدات ہیں؟ وغیرہ۔

دیوبندی بنام دیوبندی (قسط نمبر۴)

۱) تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا صاحب نے لکھا ہے: ''حضورؐ کے فُضلات، پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں'' (تبلیغی نصاب ص ۱۸۵، فضائل اعمال ص ۱۸۸)

زکریا صاحب کی مخالفت کرتے ہوئے اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''طہارت (پاک ہونے) کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔'' (بوادر النوادر ص ۴۴۹، دوسرا نسخہ ص ۳۹۳)

۲) وکالت کا پیشہ جائز ہے یا ناجائز اس میں بھی آل دیوبند کا اختلاف تھا۔ اشرف علی تھانوی نے کہا: ''فرمایا وکالت کے پیشہ میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ تھی کہ ناجائز ہے، کیونکہ موکل ظالم ہو یا مظلوم ظالم کی رعایت حرام اور مظلوم کی رعایت طاعت ہے۔ اور ہر دو پر اجرت ناجائز ہے۔ مگر میرے نزدیک مظلوم کی جانب سے وکالت جائز ہے''

(ملفوظات حکیم الامت ۲۶/۳۹۶، الکلام الحسن)

۳) رشید احمد گنگوہی کے متعلق نور محمد تونسوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ انھوں نے ''اپنے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۵۷ میں بزرگوں کے پاؤں چومنے کو جائز کہا ہے''

(حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۲۱۳)

اور دارالعلوم دیوبند کے ''مفتی'' عزیز الرحمٰن دیوبندی کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ''عزیز الفتاویٰ صفحہ ۱۰۳ میں پاؤں چومنے سے منع کیا ہے'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۲۱۳۔۲۱۴)

نور محمد تونسوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''پس ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ اور دیگر علماء کے نزدیک بوسہ اور معانقہ مکروہ ہے'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۲۱۰)

۴) نماز عیدین کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے مسئلے میں ''مفتی'' عزیز الرحمٰن دیوبندی اور اشرف علی تھانوی کا اختلاف تھا۔ عزیز الرحمٰن صاحب کے نزدیک دعا مستحب تھی اور اشرف علی تھانوی کے نزدیک نہیں۔

(دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ا/ ۳۰۷، عزیز الفتاویٰ، دوسرا نسخہ ا/۳۱۳)

۵) محمد یعقوب نانوتوی دیوبندی صاحب نے کہا: ''بجائے ہمارے جنازے پر تشریف لانے کے حضور قبر ہی میں تشریف لائیں گے۔'' (قصص الاکابر از اشرف علی تھانوی ص ۱۸۸)

یعقوب نانوتوی کی مخالفت کرتے ہوئے انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا: ''یکفی العهد فقط، ولا دليل على المشاهدة " یہاں عہد ذہنی کا معنی ہی کافی ہے، مشاہدہ پر کوئی دلیل نہیں۔'' (العرف الشذی از انور شاہ کشمیری ۲/ ۴۵۰، دوسرا نسخہ ا/ ۲۰۶ صفحہ مسلسلہ ۲۷۴)

٦) عاشق الٰہی میرٹھی اور زکریا دیوبندی وغیرہ کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔

(امداد السلوک ص ۲۰۱، فضائل درود ص ۱۱۵)

لیکن دوسری طرف نور محمد تونسوی دیوبندی نے عدم سایہ کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے: ''بعض روایتوں سے حضور اکرم ﷺ کے سایہ کا ثبوت ملتا ہے''

(حقیقی نظریات صحابہ ص ۲۱۷)

اس کے بعد تونسوی صاحب نے تین احادیث نبی ﷺ کے سایہ کے متعلق نقل کی ہیں۔ دیکھئے حقیقی نظریات صحابہؓ (ص ۲۱۷ تا ۲۱۹)

سرفراز صفدر نے بھی سایہ کے متعلق دو احادیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے تنقید متین ص ۹۵)

۷) رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے: ''سواب صحابہؓ کا برا جاننے والا ملت اسلامیہ سے خارج ہوا اور قرآن کا منکر'' (تالیفات رشیدیہ ص ۵۵۰)

لیکن دوسری طرف آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عزیز الرحمٰن دیوبندی نے لکھا ہے:

''محققین حنفیہ شیعہ تبرا گو اور منکر خلافت ثلٰثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض نے ان کی تکفیر کی ہے، مگر صحیح قول محققین کا ہے کہ سب شیخین اور انکار خلافت خلفاء کفر نہیں ہے فسق و بدعت ہے'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عزیز الفتاویٰ ص ۷۷۷ جلد ا، دوسرا نسخہ ا/ ۷۳۷)

۸) دعا میں وسیلے کی متعلق اختلاف:

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسی

زندہ شخصیت کے وسیلے سے دعا کرنا تو جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعا فرمائی تھی (صحیح بخاری ص ج ا ص ۱۳۷) مگر جو حضرات اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں ان کے طفیل سے دعا کرنا صحیح نہیں۔ مگر میں ان حضرات کی رائے سے متفق نہیں ہوں'' (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم ص ۵۲ حصہ اول، دوسرا نسخہ ص ۴۷)

لیکن دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ظہور الباری اعظمی دیوبندی نے لکھا ہے: ''خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے کہ انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے، آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے جاتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسی طرح توسل کیا گیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر موجود یا مردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمرؓ کے سامنے نہیں تھی ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بڑھ کر وسیلہ بنانے کے لئے اور کون سی ذات ہو سکتی تھی۔ مردے یا غیر موجود شخص سے توسل کے جواز کا فتویٰ متاخرین کا ہے۔ لیکن حافظ ابن تیمیہؒ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ بہر حال اگر حافظ ابن تیمیہؒ کی طرح اس مسئلہ میں شدت نہ بھی اختیار کی جائے پھر بھی مردوں سے توسل نہ کرنا ہی بہتر ہوگا کہ سلف کا یہی معمول تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اس مسئلہ میں بہت زیادہ واضح ہے۔ اور کچھ نہیں تو اس بدعت وفساد کے دور میں سد باب کے ذریعہ کے طور پر ہی سہی۔ اس طرح کے توسل سے لوگوں کو روکنا چاہیے۔''

(تفہیم البخاری علی صحیح البخاری ص ۴۸۸۔۴۸۹)

۹) ابو اسحاق السبیعی کی تدلیس کے مضر ہونے میں اختلاف:

سرفراز خان صفدر کے نزدیک ابو اسحاق السبیعی کی تدلیس مضر نہیں اور نہ وہ مختلط ہوئے تھے۔ دیکھئے احسن الکلام (ج ا ص ۳۰۸، دوسرا نسخہ ص ۲۴۹)

لیکن نور محمد تونسوی دیوبندی نے ایک بریلوی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں ضعیف اور نا قابل قبول ہیں، کیونکہ علامہ صاحب نے یہ دونوں روایتیں ابوبکر ابن السنی کی کتاب ''عمل الیوم واللیل'' اور امام بخاریؒ کی کتاب ''الادب المفرد'' سے نقل کی ہیں، اور ابوبکر ابن السنی کی کتاب ''عمل الیوم واللیل'' کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ان روایتوں کا راوی ابواسحاق السبیعی ہے، اور وہ مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے، اور جب راوی مدلس ہو اور عنعنہ سے روایت کرے تو اس کی روایت نا قابل اعتماد ہوتی ہے، اور مزید لکھا ہے کہ ابواسحاق السبیعی اختلاط کا بھی شکار ہے۔''

(حاشیہ عمل الیوم واللیل لابن السنی ص ۵۵)

پس جبکہ یہ دونوں روایتیں مخدوش، ضعیف اور نا قابلِ اعتماد ہیں تو ان سے دلیل پکڑنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۳۴۔۳۵)

نور محمد تونسوی نے مزید لکھا ہے: ''ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا راوی ابواسحاق السبیعی ہے جو کہ مدلس ہے، اور روایت بھی عنعنہ سے کرتا ہے اور مزید یہ کہ یہ شخص اختلاط کا بھی شکار ہے،'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۳۹)

۱۰) ایام تشریق ۹ ذوالحجہ سے شروع ہوتے ہیں یا ۱۱ ذوالحجہ سے؟ اس میں بھی آلِ دیوبند کا آپس میں اختلاف ہے۔ آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند'' محمد کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے: ''ایام تشریق تین دن کا نام ۔ ماہ ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں تیرھویں تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں'' (تعلیم الاسلام ص ۲۱۲، دوسرا نسخہ حصہ چہارم ص ۷۳)

لیکن دوسری طرف الیاس گھمن صاحب کے رسالے کے ایک مضمون نگار مقصود احمد دیوبندی نے اہل حدیث کی تردید کے شوق میں کفایت اللہ صاحب کی بھی یوں تردید کی:

''ایام تشریق تو ۹ ذوالحجہ سے شروع ہوتے ہیں تو پھر ۹ ذوالحجہ کو قربانی کیوں نہیں کرتے؟''

(قافلہ ج ۳ شمارہ ۴ ص ۴۰)

۱۱) راقم الحروف نے الیاس گھمن صاحب کی ایک تقریر سنی ہے، جس میں گھمن صاحب نے اس شخص پر شدید تنقید کی جو یہ کہتا ہو کہ نبی ﷺ کے بعض افعال بطور عادت کے

تھے، لیکن آلِ دیوبند کے ''مفتی'' تقی عثمانی نے کہا ہے: ''لہٰذا اگر کوئی شخص اس سنت عادیہ پر عمل نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں اور اگر سنت عادیہ کی اتباع کے پیش نظر لیٹ جایا کرے تو موجب ثواب ہے بشرطیکہ وہ رات کے وقت تہجد میں مشغول رہا ہو۔ لیکن اس کو سنن تشریعیہ میں سے سمجھنا لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور اس ترک پر نکیر کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں۔''

(درس ترمذی ۲/۱۸۴)

محمد تقی عثمانی صاحب کے بھی برعکس آلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے: ''مستحب وہ ہوتا ہے۔ جس کے عمل کرنے کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہو اور گاہے خود بھی عمل کیا ہو۔ اور وہ عبادت کے باب سے ہو عادت کے باب سے نہ ہو۔'' (نماز مسنون ص ۶۳)

بعض دوسرے دیوبندیوں نے بھی عادت اور عبادت کی تقسیم کا ذکر کیا ہے۔

دیکھئے انوار خورشید دیوبندی کی ''کتاب حدیث اور اہل حدیث'' (ص ۶۱۳)

اور ظفر احمد تھانوی دیوبندی کی ''اعلاء السنن'' (۱/ ۱۱۸) باب استحباب...فی الوضو

۱۲) امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''فقہ مالکی اور فقہ شافعی بھی اگرچہ خیر القرون کے ہی آخر میں مرتب ہوئیں مگر خیر القرون میں ان کو قبولیت عامہ کا شرف نصیب نہ ہو سکا۔ فقہ حنبلی اور صحاح ستہ خیر القرون کے بعد مرتب ہوئیں۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۱۳)

لیکن دوسری طرف امین اوکاڑوی کے بھتیجے محمود عالم اوکاڑوی نے امین اوکاڑوی کے برعکس لکھا ہے: ''جب خیر القرون میں چاروں مذاہب مدون ہو گئے تو خیر القرون کے ختم ہونے پر علماء نے اجتہاد کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔'' (انوارات صفدر ج ۱ ص ۴۸)

۱۳) امام ابو حنیفہ کے نزدیک فارسی زبان میں تکبیر تحریمہ وغیرہ کہنا جائز ہے اور عبدالشکور لکھنوی کے نزدیک امام صاحب کا اس قول سے رجوع ثابت نہیں۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۳۷۷)

لیکن اس کے برعکس آلِ دیوبند کے پیر مشتاق علی شاہ نے رجوع کا انکار کرنے والے کو نابینا قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۸۸)

۱۴) **رفع سبابہ میں اختلاف:** آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد ابراہیم صادق آبادی نے لکھا ہے: ''تشہد میں انگلی کا اشارہ مستحب ہے، اس کی کیفیت میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں صحیح طریقہ یہ ہے کہ ابتدا میں انگلیاں سیدھی رکھی جائیں جب کلمۂ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو چھنگلیا اور اس کے ساتھ کی انگلی کو بند کرے اور درمیان کی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کو ملا کر حلقہ بنالے پھر لا پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر قدرے جھکائے'' (چار سو اہم مسائل ص ۵۵۔۵۶)

محمد ابراہیم صادق آبادی کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی مخالفت کرتے ہوئے آلِ دیوبند کے رکن ثانی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے متعلق عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا تھا:

''تشہد میں جو رفع سبابہ کیا جاتا ہے اس میں تردد تھا کہ اس اشارہ کا بقاء کسوقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں حضرت قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا گیا فوراً ارشاد فرمایا کہ ''ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبابہ سے اشارہ فرمارہے تھے'' اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اخیر تک اسکا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے''

(تذکرۃ الرشید ۱/۱۱۳، اس عبارت میں حضرت سے رشید احمد گنگوہی کو مراد لیا گیا ہے۔)

محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب کے نزدیک لا پر انگلی اٹھا کر الا اللہ پر نیچے کر لینی چاہئے اور گنگوہی صاحب کے نزدیک آخر تک اشارہ باقی رکھنا چاہئے۔

۱۵) دیوبندی عوام کی اکثریت اور آلِ دیوبند کے ''علماء'' کے درمیان بھی اختلاف ہے۔ مثلاً عوام کے نزدیک تو پاخانے کے مقام سے نکلنے والی ہر چیز ناپاک ہوتی ہے لیکن ''علمائے دیوبند'' کے نزدیک عوام کا یہ خیال غلط ہے، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''امام'' عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے مفتیٰ بہ قول یوں لکھا ہے: ''جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ تو اس کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے۔ بشرطیکہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔''

(علم الفقہ ص ۷۶ فقرہ نمبر ۴، استنجا کا طریقہ)

دیوبندی بنام دیوبندی (قسط نمبر ۵)

۱) تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی احادیث کے درمیان تطبیق کے متعلق آل دیوبند کا اختلاف ہے۔

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''رسول اقدس ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے (بخاری ج ۱/ص ۱۰۲ مسلم ج ۱ص ۱۶۹) آپ ﷺ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (مسلم ج ۱/ص ۱۶۹) ان دونوں حدیثوں میں حقیقی تعارض نہیں کیونکہ دونوں حدیثوں کو ماننے سے یہ مطلب بنے گا کہ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کبھی کانوں تک''

(تجلیات صفدر ۲/۳/۴۷۳)

لیکن آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے ان دونوں احادیث میں تطبیق کے لئے لکھا ہے: ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مختلف احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہوں۔'' (نووی شرح مسلم ج ۱ص ۱۶۸)

علمائے احناف ؒ نے بھی اس تطبیق کو پسند کیا ہے۔ علامہ قاریؒ فرماتے ہیں ھو جَمْعٌ حَسَنٌ۔ کہ یہ تطبیق اچھی ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ صفحہ ۲۵۴ جلد ۲، بذل المجھود ج ۲ص ۱ شرح ابوداؤد)''

(نماز مدلل ص ۹۳)

مقلد ہونے کے باوجود دونوں دیوبندیوں نے امام ابوحنیفہ کا نام تک نہیں لیا۔ آل دیوبند کو چاہئے امام ابوحنیفہ سے ثابت کریں کہ کس کی بات صحیح ہے۔

۲) حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی آل دیوبند کا اختلاف ہے۔

آلِ دیوبند کے ''مولانا'' عبیداللہ سندھی نے لکھا ہے: ''یہ جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد

بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے“ (الہام الرحمٰن جلد ا ص ۲۴۰)
لیکن امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”علماء اہل سنت والجماعت نے حیات مسیح علیہ السلام کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔“ (تجلیات صفدر ۴/ ۱۷۰)

۳) محمود حسن دیوبندی نے کہا:

”کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔“ (تقاریر شیخ الہند ص ۲۴)

جبکہ دوسری طرف محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:
”مجتہدینِ اُمّت کسی کے نزدیک معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہیں، بلکہ اُن کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے،“ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۱)

٤) محمد زکریا صاحب دیوبندی تبلیغی جماعت والے نے لکھا ہے: ”حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں“ (فضائل اعمال ص ۱۰۰)
لیکن الیاس گھمن دیوبندی نے لکھا ہے: ”امام اعظم پر قلت حدیث کا الزام غلط محض ہے آپ کثیر الحدیث تھے“ (قافلہ...جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۹)
نیز لکھا ہے: ”امام محمد بن سماعؒ فرماتے ہیں کہ ”امام ابوحنیفہ نے اپنی تمام تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں“ (قافلہ...جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۹)

۵) سری نمازوں میں قرات خلف الامام کے مسئلہ میں بھی آل دیوبند کا اختلاف ہے۔
محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فرمایا ہے: ”اور سری نمازوں کے بارے میں حنفیہ کا مسلکِ مختار جواز قرات خلف الامام کا ہے۔“ (درس ترمذی ۲/ ۸۵)
جبکہ امین اوکاڑوی نے محمد تقی عثمانی صاحب جیسے لوگوں کے خلاف بڑا جارحانہ انداز اختیار کیا، چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”پھر قرآن پاک کی آیت نے نازل ہو کر جہری اور سری میں مطلق قرأت سے منع کر دیا۔ اب نہ مقتدی کے لئے فاتحہ کی گنجائش رہی نہ سورت کی، نہ آہستہ آواز سے قرأت کی اور نہ بلند آواز سے قرأت کی۔ یہ آخری اور تکمیلی قدم تھا جس سے مسئلہ مکمل ہو گیا۔ اب اسی مکمل مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے اور اسی کی اشاعت

ہونی چاہئے۔اس کے بارہ میں وسوسے ڈالنے سے توبہ کرنی چاہئے۔" (تجلیات صفدر ۴/ ۱۰۷)

۶) مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق انوار خورشید نے ایک روایت لکھی، جس میں ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والے کے لئے کوئی اجر نہیں۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۸۲)

لیکن صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے: "جو حدیث اس بارہ میں پیش کی جاتی ہے، کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا، اس کی نماز نہیں ہوگی یا اس کو ثواب نہیں ملے گا، اس روایت کو محقق ابن ہمامؒ اور دیگر حضرات نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، اور اس سے استدلال درست نہیں۔" (نماز مسنون ص ۷۲۸۔۷۲۹)

۷) نمازِ عیدین کو فرض یا واجب کہنے کے بارے میں آلِ دیوبند کا اختلاف ہے۔

آلِ دیوبند کے مفتی جمیل احمد نذیری نے لکھا ہے: "غور کیجئے! نمازِ جمعہ وعیدین مرد پر فرض ہیں، عورت پر نہیں (مشکوٰۃ ج۱ ص ۱۲۲، ابن ماجہ ص ۹۴)"

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۴۳)

لیکن اس کے مقابلے میں منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے: "اصح قول یہ ہے کہ نماز عید واجب ہے (فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۱۴۹)" (نمازِ عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۷)

فرض یا واجب ہونے میں آلِ دیوبند کا اختلاف تو آپ نے دیکھ لیا، اب فرض کی تعریف بھی آلِ دیوبند سے ملاحظہ فرمالیں:

آلِ دیوبند کے "استاذ الحدیث" منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے: "فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کے ساتھ ثابت ہو اس کا منکر کافر اور تارک مستحق عذاب ہوتا ہے۔" (نماز عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۷)

۸) محمد بن حمید الرازی راوی کو اوکاڑوی نے ضعیف اور کذاب کہا۔

(دیکھئے تجلیات صفدر ج۳ ص ۲۳۱، ج۷ ص ۱۷۳)

اس کے برعکس الیاس گھمن کے رسالے قافلے میں لکھا ہوا ہے کہ "ابن حمید ثقہ ہے"

(جلد ۵ شمارہ ۱ ص ۵۵، بمطابق جنوری تا مارچ ۲۰۱۱ء)

سرفراز صفدر دیوبندی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

"بے وضو نماز جنازہ کو جائز سمجھتے ہیں" (طائفہ منصورہ ص ۱۴۷)

لیکن تقی عثمانی دیوبندی نے فرمایا ہے: "امام ابن جریر طبریؒ، عامر شعبی اور ابن علیہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے درست ہو سکتی ہے، یہ مسلک امام بخاریؒ کی طرف بھی منسوب ہے، لیکن یہ نسبت درست نہیں ہے، درحقیقت لوگوں کو مغالطہ اس بات سے لگا ہے کہ امام بخاریؒ نے نمازِ جنازہ کے بارے میں ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ "اِنَّمَا هو دعاء كسائر الادعية" اس سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ دوسری دعاؤں کی طرح نمازِ جنازہ بھی بغیر وضو کے ادا کی جا سکتی ہے، حالانکہ امام بخاریؒ کا یہ منشا نہیں تھا،" (درس ترمذی ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

۹) انجکشن سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے مسئلہ میں بھی آلِ دیوبند کا اختلاف ہے:

آلِ دیوبند کے "مفتی" محمد ابراہیم صادق آبادی نے لکھا ہے:

"انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا" (چار سو اہم مسائل ص ۲۰۲)

لیکن دوسری طرف آلِ دیوبند کے "مفسرِ قرآن" صوفی عبدالحمید سواتی کے متعلق محمد عمار خان نے لکھا ہے: "ان کی رائے یہ تھی کہ روزے کی حالت میں انجکشن لگوایا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس پر انھوں نے مفصل مقالہ لکھا"

(ماہنامہ الشریعہ جولائی۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء خصوصی اشاعت بیاد محمد سرفراز خان صفدر ص ۳۸۲)

۱۰) یزید بن ابی زیاد کے ثقہ یا ضعیف ہونے پر اختلاف:

شبیر احمد دیوبندی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے۔ (قافلہ... ج ۶ شمارہ ۳ ص ۳۷)

عبداللہ معتصم دیوبندی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہے اور شیعہ بھی ہے۔

(قافلہ... ج ۶ شمارہ ۱ ص ۲۵)

محمد امجد سعید دیوبندی نے بھی جرابوں پر مسح کی ایک روایت کو یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے کمزور قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الخیر ملتان نومبر ۲۰۱۲ء جلد ۳۰ شمارہ ۱۲ ص ۳۸)

امام اعظم کون؟

آلِ دیوبند کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ ''امام اعظم'' کا لقب صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے لئے ہی خاص ہے، لیکن پالن حقانی گجراتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپؐ کی نبوت ہوتی آپؐ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپؐ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات کو بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے امام آپؐ ہی بنائے گئے۔'' (شریعت یا جہالت ص ۲۹۷)

تنبیہ: یہ کتاب محمد زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی کی مصدقہ کتاب ہے۔

نیز امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین کو بھی امام اعظم کہا گیا ہے۔

آلِ دیوبند، آلِ بریلی اور آلِ تقلید کے علامہ قسطلانی نے امام مالک رحمہ اللہ کو ''**الامام الأعظم**'' کہا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۳۷۰/۵ ح ۳۳۰۰، ۱۰/۱۰۷ ح ۶۹۶۲، الحدیث حضرو نمبر ۵۷ ص ۴۱)

تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱/۲۲۵، ۱/۳۰۳، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۱)

قسطلانی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں کہا: ''**الإمام الأعظم**''

(ارشاد الساری ۳۵/۵ ح ۵۱۰۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات المدلسین مع الفتح المبین ص ۱۳)

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے خلیفہ (امام) کو بھی ''الامام الاعظم'' کہا۔

(فتح الباری ۱۱۲/۳ ح ۱۳۸۷، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۲)

فقہاءِ احناف کی غلطی

اگر کوئی اہلِ حدیث آلِ دیوبند کے نام زد کیۓ ہوۓ فقہاء کے کسی مسئلہ کو غلط قرار دے دے تو آلِ دیوبند اس اہلِ حدیث کے اس فعل کو انتہائی برا سمجھتے ہیں، لیکن جب انہی فقہاء کی کوئی بات آلِ دیوبند کی طبیعت کے خلاف ہو تو اسے غلطی قرار دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر سرفراز صفدر دیوبندی نے کہا ہے:

''فائدہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ جس وقت حی علی الصّلٰوۃ کے لفظ مکبّر کہے تو مقتدی اس وقت صف میں کھڑے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص تلاوت قرآن پاک، ذکر، وِرد، وظیفہ اور مطالعہ وغیرہ میں مشغول ہو تو وہ سب کام چھوڑ کر حی علی الصّلٰوۃ کے حکم کی تعمیل کرے۔ ان کے ارشادِ گرامی کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سب صف میں بیٹھ جائیں، پھر دفعتہً اُٹھ کھڑے ہوں یہ متاخرین فقہاءؒ کی غلطی ہے جنھوں نے یہ مطلب سمجھا ہے۔ چنانچہ عالمگیری اور طحطاوی وغیرہ میں یہ جُزی صراحت سے موجود ہے کہ سب صف مین بیٹھ جائیں اور اس لفظ پر کھڑے ہوں۔ پہلے باحوالہ یہ بحث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدینؓ کے دَور میں پورے اہتمام کے ساتھ صفیں کھڑی کی جاتی تھیں اور پھر اس کے بعد نماز شروع ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ ان کو پہلے بیٹھنے کا حکم ہوتا اور پھر حیّ علی الصّلٰوۃ اور قد قامت الصّلٰوۃ کے جملوں پر اُٹھ کھڑے ہونے کا ارشاد ہوتا، جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصّواب'' (خزائن السنن ۲/۲۰۶، ۴۵۶)

آلِ دیوبند کہا کرتے ہیں کہ فتاویٰ عالمگیری پر پانچ سو علماء کا اجماع ہے۔

دیکھئے قافلۂ حق (ج ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹) اور تجلیات صفدر (۴/۵۸۶)

سرفراز خان صفدر دیوبندی کے بقول طحطاوی کے علاوہ فتاویٰ عالمگیری والے پانچ سو حنفی فقہاء کو بھی غلطی لگی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتابوں کو آنکھیں بند کر کے تسلیم نہ کرے ورنہ وہ نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو چھوڑ بیٹھے گا۔ وما علینا إلا البلاغ

کتاب سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کرنا اور جرح وتعدیل جمہور کی معتبر ہوتی ہے

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور تمام مصنفین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ کتابوں سے اپنے مطلب کے حوالے ہی لیتے ہیں اس میں اعتراض کی کون بات ہے''

(مجذوبانہ واویلا ص ۲۰۹)

آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''جب جمہور محدثین کرام اور آئمہ جرح وتعدیل کسی راوی کو ثقہ کہیں اور ان میں کوئی اکیلے دوکیلے اس راوی پر جرح کا کلمہ بولیں تو اس سے وہ راوی مجروح نہیں ہو جاتا کیونکہ الحق مع الجمہور تو ایسے جرحی کلمہ کے چھوڑنے سے راوی پر یا اس کی روایت پر کیا زد پڑتی ہے! اگر فتح الباری سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کی ہے تو کیا جرم کیا ہے تمام مصنفین دوسری کتابوں سے صرف اپنے مطلب کے حوالے ہی نقل کرتے ہیں سب عبارتیں اور ساری کتابیں کون نقل کیا کرتا ہے! اور کس نے نقل کی ہیں؟ ہاں مصنف کی مراد کے خلاف عبارت نقل کر دینا اور مغالطہ دینا اصول تصنیف کے خلاف ہے مگر اس کا واضح ثبوت درکار ہے کہ ایسا ہوا ہے محض کسی کی فہم حجت نہیں۔''

(المسلک المنصور ص ۹۶)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''ہم نے بعض مقامات پر ائمہ جرح وتعدیل اور جمہور محدثین کرامؒ کے مسلمہ اور طے شدہ اصول وضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کر دیئے ہیں لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے تو اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں کسی امام کا کوئی توثیق کا جملہ ملا ہے تو اس کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا کیونکہ فن رجال سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والے حضرات بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی بھی ایسا ثقہ جس پر جرح کا کوئی کلمہ

منقول نہ ہو یا ایسا ضعیف جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو کبریتِ احمر کے مترادف ہے"

(احسن الکلام ۱/۴۰، دوسرا نسخہ ۱/۶۱)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: "بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو" (احسن الکلام ۱/۴۰، دوسرا نسخہ ۱/۶۱)

صحابہ وائمہ محدثین کے نام بغیر ''حضرت'' اور ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رحمہ اللہ'' کے

اگر آلِ دیوبند کا کوئی مخالف کسی صحابی یا امام کا نام ''حضرت'' ''رضی اللہ عنہ'' یا ''رحمہ اللہ'' اور لفظ ''امام'' کے بغیر لکھ دے تو بعض آلِ دیوبند اسے توہین سمجھ لیتے ہیں لیکن وہ خود اس فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

۱) بقول اوکاڑوی جب ایک اہل حدیث عالم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ عنہ کا لفظ نہ لکھا تو ان کا رد کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے کہا: ''مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ نہ حضرت لکھا ہے اور نہ (رض) کا نشان، ہائے بغض صحابہ۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۴۴۹)

اور خود دوسری جگہ اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''کیا تمھیں ابن مسعود کا وہ ارشاد عالی یاد نہیں کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرو...'' (تجلیات صفدر ۲/ ۵۸۲)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ابن عباس کے قول کا متن بخاری نے مکمل نقل نہیں کیا۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۳۱۔۲۳۲)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''پھر ابن عباس کا قول...'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۲۶)

مذکورہ عبارتوں میں اوکاڑوی نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور امام بخاری رحمہ اللہ کا نام بغیر کسی القاب کے لکھا ہے۔

۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''کوئی منکر حدیث امام بخاری کی غلطیاں نکال رہا ہے، کوئی منکر فقہ ابوحنیفہ پر برس رہا ہے، کوئی منکر صحابہ ابوبکرؓ پر مشق ستم کر رہا ہے'' (تجلیات ۶/ ۱۹۵)

یہاں اوکاڑوی نے امام ابوحنیفہ کا نام کسی تعریفی کلمے کے بغیر لکھا ہے اور اسی کتاب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی نکالی ہے، چنانچہ اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے غلطی سے

حضرت حمزہ کے قاتل کا نام تبدیل کر دیا (بخاری ج ۲/ص ۵۶۳، صفحہ ۱۰)'' (تجلیات صفدر ۶/ ۲۹۸)

۳) محمود حسن دیوبندی نے کہا: ''یہ شافعی پر ہماری بہت بڑی حجت ہے کہ بعد غسل وضو نہ کرنا چاہئے'' (تقاریر شیخ الہند ص ۴۲) اور کہا: ''چنانچہ ترمذی خود کہتا ہے'' (تقاریر شیخ الہند ص ۴۴)

٤) امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''چونکہ اسحاق اور بیہقی شافعی ہیں انہوں نے رکوع کا ذکر ملا دیا'' (تجلیات صفدر ۴/ ۱۳۲)

یہ چند حوالے بطورِ نمونہ مشتے از خروارے ہیں، ورنہ اس طرح کے بہت سے حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے عبدالشکور لکھنوی کی کتاب علم الفقہ ص ۴۳۶)

حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کے بارے میں
امین اوکاڑوی کا باطل اصول

ماسٹر امین اوکاڑوی آلِ دیوبند کے مناظر تھے۔ ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ بس دوسروں سے سوالات کئے جاؤ اور اپنی کسی بات کا بھی پاس لحاظ نہ رکھو۔

امین اوکاڑوی کا اہلِ حدیث (اہلِ سنت) سے یہ تکیۂ کلام ہوتا تھا کہ آپ لوگ حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو اللہ اور رسول ﷺ سے اس حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔

اب ظاہر ہے کہ یہ ایک غلط سوال ہے اور یہ سوال اہلِ حدیث (اہل سنت) سے اس لئے کیا جاتا ہے، کیونکہ اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث کے دو اصول:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول

دراصل یہ بات اس حدیث کا مفہوم ہے جس میں ہے کہ ''اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ (ﷺ) ہے''

پہلی بات تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند بھی اس حدیث کو مانتے ہیں اور انھوں نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے امین اوکاڑوی کی کتاب: تجلیات صفدر (۴۹/۶) سرفراز صفدر کی کتاب: راہ سنت (ص ۲۵) عمر قریشی کی کتاب: عادلانہ جواب (ص ۶۲، یہ کتاب بیس پچیس علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب ہے۔) اور محمد الیاس فیصل دیوبندی کی کتاب: نماز پیغمبر ﷺ (ص ۲۸) فیض احمد ملتانی کی کتاب: نماز مدلل (ص ۱۰)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''اللہ اور رسول ؐ نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی

بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔''

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۱ باب عقیدوں کا بیان عقیدہ نمبر ۲۲)

اہلِ حدیث کے اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے، اہلِ حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اہلِ حدیث عالم حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ کا قول یوں نقل کیا ہے:

''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہلِ حدیث کو اجماع امت اور قیاس شرعی سے انکار ہے۔ کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں انکا ماننا آ گیا۔''

(الحدیث حضرو: ۱ص ۴، الحدیث: ۵۲ص ۱۵، القول المتین ص ۱۷)

جبکہ دیوبندی ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

ادلہ اربعہ سے مراد قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہوتا ہے۔

''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے دوسری جگہ لکھا ہے:

''مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے'' (ارشاد القاری ص ۲۸۸)

امین اوکاڑوی کے اہلِ حدیث سے اس مطالبے کے بعد کہ حدیث کو صرف اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان سے صحیح یا ضعیف ثابت کرو.... خود آلِ دیوبند سے بھی سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے کتنے اصول ہیں اور آپ حدیث کو صحیح یا ضعیف کس طرح کہتے ہیں؟ تو اس کے لئے امین اوکاڑوی کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے، جس میں اوکاڑوی کی گفتگو اوکاڑوی کے بقول کسی دوسرے دیوبندی سے ہوئی، چنانچہ اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ایک دن ایک صاحب تشریف لائے جو ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ غیر مقلدین پہلے تو کہتے رہتے ہیں کہ احناف کے پاس کوئی حدیث نہیں اور اگر کوئی حدیث ہم پیش کریں تو وہ فوراً شور مچا دیتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت ہے تو احادیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ کیسے چلتا ہے اور کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ

فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں غلط۔ میں نے کہا کہ غیر مقلدوں کو سرے سے اس بات کا حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں۔ تو فرمانے لگے وہ کیوں؟ میں نے کہا ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات کو دلیل مانتے ہیں کسی امتی کی بات بالکل دلیل نہیں ہوتی۔ تو فرمانے لگے بالکل صحیح، یہی ان کا دعویٰ ہے۔ وہ تقریروں میں بھی یہی کہتے ہیں اور دیواروں پر بھی یہی لکھتے ہیں۔ اہلِ حدیث کے دو اصول: فرمان خدا، فرمان رسول۔ میں نے کہا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی امتی کی بات ماننا شرک ہے۔ وہ فرمانے لگے بالکل۔ میں نے کہا پھر آپ انہیں ان کے دعویٰ کے پابند کیوں نہیں کرتے؟ فرمانے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا وہ جس حدیث کو صحیح کہیں اس کا صحیح ہونا اللہ اور رسول کے فرمان سے ثابت کریں اور جس حدیث کو ضعیف کہیں اللہ اور رسول کے فرمان سے اس کا ضعیف ہونا ثابت کریں۔ وہ فرمانے لگے کہ اللہ اور رسول نے نہ تو کسی حدیث کو صحیح فرمایا ہے نہ ضعیف۔ میں نے کہا پھر ان کو بھی نہ کسی حدیث کو صحیح کہنا چاہئے نہ ضعیف۔ وہ فرمانے لگے کہ یہ تو بالکل ان کے اصول کے مطابق ہے اور اگر وہ اپنے اس اصول سے ہٹ جائیں تو وہ اہل حدیث ہی نہ رہے۔ وہ فرمانے لگے کہ ان کی تو بات ہی ختم ہوگئی۔ اب وہ ہمارے سامنے نہ کسی حدیث کو صحیح کہہ سکیں گے اور نہ ضعیف۔ آخر ہم کیسے جانیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ میں نے کہا ہم جب حدیث پیش کریں گے تو صاف صاف کہہ دیں گے کہ بھائی اس حدیث کو اللہ اور رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں! یہاں اللہ اور رسول سے کچھ نہ ملے تو حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کا حق ہوتا ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ اس حدیث پر چاروں اماموں نے عمل کیا ہے تو اس حدیث کو ہم ''دلیل اجماع'' سے صحیح اور قابل عمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث پر چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی عمل نہیں کیا تو ہم بہ دلیل اجماع اس کو متروک العمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث کے موافق عمل کرنے اور نہ کرنے میں چاروں اماموں میں اختلاف ہو تو ہم اب فیصلہ اپنے امام سے لیں گے کیونکہ ہمارے امام کا یہ اعلان موافق مخالف سب جانتے ہیں کہ اذا صح

الحدیث فھو مذھبی. کہ جب میرے نزدیک دلیل سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میں اس کو اپنا مذہب قرار دیتا ہوں تو جب میرے امام کا عمل اس حدیث کے موافق ہے تو میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کسی حدیث پر میرے امام کا عمل نہیں تو انہوں نے یقیناً کسی دلیل سے اس پر عمل ترک فرمایا ہے اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث اسی دلیل سے متروک العمل ہے جو میرے امام کے سامنے ہے۔ اور غیر مقلد کے ساتھ تو صاف بات کریں کہ تیرا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا جس طرح تیرے اصول پر غلط ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اسی طرح میرے اصول پر بھی غلط ہے کیونکہ اگر چہ میں چار دلائل کو مانتا ہوں مگر نہ تو تو خدا ہے نہ رسول کہ میں تیری بات مانوں اور نہ ہی اجماع ہے اور نہ ہی تو مجتہد۔ تو میں آخر خیر القرون کے مجتہد اعظم کی تقلید چھوڑ کر تیری بات کیوں مانوں اور میں خیر القرون کا من و سلوی چھوڑ کر پندرہویں صدی کا گلا سڑا لہسن اور پیاز کیوں قبول کروں۔ انہوں نے فرمایا آپ کی یہ بات بالکل اصولی بات ہے۔ اب انشاء اللہ العزیز کسی بے اصولے کی بات ہم چلنے نہیں دیں گے۔'' (تجلیات صفدر ۴/۱۳-۱۵)

اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ ''میں چار دلائل کو مانتا ہوں'' دیوبندی ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی کے قول کی صریح مخالفت ہے۔

[اوکاڑوی کی مذکورہ عبارت میں اگر چہ جھوٹ بھی شامل ہے، لیکن چونکہ اس وقت میرا یہ موضوع نہیں، لہٰذا اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔]

اوکاڑوی کی مذکورہ عبارت میں دیوبندی کے یہ الفاظ بھی ہیں:

''اب وہ ہمارے سامنے نہ کسی حدیث کو صحیح کہہ سکیں گے اور نہ ضعیف''

اس پر میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے اوکاڑوی کی عبارت ہی نقل کر دیتا ہوں جو اس نے کسی اہلِ حدیث کے خلاف لکھی ہے اور اب موقع کی مناسبت سے دیوبندی پر ہی چسپاں کی جاتی ہے۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''لفظ ہمارے سے مراد اگر آپ صرف میاں بیوی ہیں تو شاید آپ کی بات صحیح ہو'' (تجلیات صفدر ۷/۳۹۵)

کیونکہ اوکاڑوی کا باطل اصول اکابر دیوبند کے نزدیک بالکل صحیح نہیں۔آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''فن حدیث کے پیش نظر اس سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔امام ابولیثؒ اگرچہ ایک بہت بڑے فقیہ ہیں مگر فن روایت اور حدیث میں تو حضرات محدثین کرامؒ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔لہٰذا ان کی پیش کردہ روایت کو اسماء الرجال کی کتابوں سے پرکھ کر دیکھیں گے کیونکہ یہی وہ فن ہے جو حدیث کا محافظ ہے۔''

(راہ سنت ص ۲۸۷)

سرفراز صفدر نے مزید کہا: ''بلا شک امام محمد بن عابدین شامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کا مقام فقہ میں بہت اونچا ہے لیکن فن حدیث اور راور روایت میں محدثین ہی کی بات قابل قبول ہوتی ہے جو جرح و تعدیل کے مسلّم امام ہیں'' (باب جنت ص ۶۵)

اصولی طور پر تو اوکاڑوی کا اصول سرفراز صفدر کی عبارتوں سے بالکل باطل ثابت ہو چکا ہے،البتہ اوکاڑوی کے باطل اصول کے خلاف کچھ مثالیں بھی بیان کی جاتی ہیں:

۱) شوال کے چھ (۶) روزوں کی حدیث: یہ حدیث بے شمار آلِ دیوبند کے نزدیک صحیح ہے، کیونکہ یہ لوگ ان روزوں کی فضیلت اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کرتے رہتے ہیں،اس کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں: بہشتی زیور حصہ سوم (ص ۹ مسئلہ نمبر ۱۳ ص ۲۵۱) اور محمد ابراہیم صادق آبادی کی کتاب: چار سو اہم مسائل (ص ۱۹۲)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' حبیب الرحمٰن لدھیانوی، تبلیغی جماعت والے محمد زکریا کاندھلوی اور ابن عابدین شامی وغیرہ نے بھی شوال کے روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ہفت روزہ ختم نبوۃ (جلد ۲۹ شمارہ ۳۴۔۳۵ ص ۱۳)

اور خود امین اوکاڑوی سے جو ''انوارات'' محمود عالم صفدر دیوبندی کو حاصل ہوئے ہیں،اس میں لکھا ہوا ہے: ''کچھ متواترات کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔'' (انوارات صفدر ۱/۱۸۴)

اس کے بعد (۲۱) نمبر کے تحت لکھا ہے: ''شوال کے چھ روزے'' (انوارات صفدر ۱/۱۸۶)

قارئین کرام! محمود عالم صفدر دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کی حدیث کو اتنا صحیح

مان لیا کہ متواترات میں شامل کر دیا، لیکن اس کے باوجود یہ حدیث تمام دیوبندیوں کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور شوال کے چھ روزے بھی مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں۔ اس کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں آلِ دیوبند کے ''مفتی'' زرولی خان دیوبندی کی کتاب: ''احسن المقال فی کراہیۃ صوم ستہ شوال'' یعنی شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق۔

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''امام مالکؒ شوال کے چھ روزوں کو مکروہ کہتے ہیں (جو صحیح حدیث سے ثابت ہیں)'' (طائفہ منصورہ ص ۱۴۷)

تنبیہ: بریکٹوں والے الفاظ بھی سرفراز صفدر کے ہیں۔

قارئین کرام! اس حدیث کو اکثر دیوبندی صحیح مانتے ہیں، جیسا کہ حوالہ جات نقل کئے جا چکے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ سرفراز صفدر وغیرہ نے جو اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو کس اصول سے؟ اگر اوکاڑوی کے اصول کے مطابق دیکھا جائے تو پھر نہ تو اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور چاروں اماموں میں سے بقول سرفراز صفدر اور زرولی دیوبندی ''امام مالک اور امام ابوحنیفہ'' نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا، لہٰذا اوکاڑوی کی تیسری اور چوتھی دلیل بھی ختم، لہٰذا جن دیوبندیوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان کے نزدیک اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، جیسا کہ شروع میں سرفراز صفدر کی عبارتوں سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ البتہ اوکاڑوی کے نزدیک ایسے دیوبندی چار دلیلوں سے باہر نکل چکے ہیں اور اوکاڑوی کے قریبی ساتھی عبدالحق نقشبندی دیوبندی نے لکھا ہے: ''دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (۱) قرآن حکیم... (۲) سنت رسول اللہ ﷺ ...(۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

مزید لکھا ہے: ''جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی

میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بندر ہنے کا پابند ہوتا ہے۔اوران سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ مقلد رہتا ہی نہیں۔" (مرزاغلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۴)

سرفراز صفدر دیوبندی آل دیوبند کے بہت بڑے عالم تھے، اوکاڑوی کے باطل اصول کی وجہ سے دائرہ تقلید سے نکل کر غیر مقلد ثابت ہوئے اور غیر مقلد کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے:"جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا اتنا ہی بڑا گستاخ اور بےادب بھی ہوگا"

(تجلیات صفدر ۳/۵۹۰)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا:"امام اعظمؒ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے"

(مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵،ملفوظات حکیم الامت ۲۴/۳۳۲)

۲) مزارعت کے جواز کی حدیث:

آلِ دیوبند کے"شیخ الاسلام" محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:"مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہا حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصہ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہانے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے۔" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۸)

اب ظاہر ہے کہ مزارعت کے جواز کی حدیث کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے صحیح کہا ہے اور نہ رسول ﷺ نے صحیح کہا ہے۔اور چار اماموں میں سے بقول تقی عثمانی امام ابوحنیفہ کا عمل اس حدیث کے مطابق نہیں، لہٰذا اوکاڑوی کی تیسری اور چوتھی دلیل بھی ختم اور جن فقہاء حنفیہ نے اس حدیث کو صحیح سمجھا ان کے نزدیک اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے اور یہ تو بہت ہی اچھا ہوا کہ وہ فقہاء اوکاڑوی سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے، ورنہ انھیں بھی مزارعت والی حدیث کو صحیح کہنے سے اوکاڑوی پارٹی روکتی اور نہ رکنے کی وجہ سے غیر مقلد وغیرہ کہہ کر طعنہ دیتی۔!

۳) عقیقہ کی حدیث:

غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے: ''احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابو حنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ۱/۴۳۱)

محمد بن حسن شیبانی کی طرف منسوب موطأ میں لکھا ہوا ہے: ''محمد (بن حسن شیبانی) نے کہا کہ عقیقہ کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ جاہلیت میں رائج تھا اسلام کے ابتدائی دور میں کیا گیا۔ پھر قربانی نے ہر ذبح کو منسوخ کر دیا ماہ رمضان کے روزوں نے تمام روزوں کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھے'' (موطا محمد بن حسن شیبانی مترجم ص ۳۴۵)

محمد بن حسن شیبانی نے مزید کہا: ''عقیقہ نہ بچے کی طرف سے کیا جائے اور نہ بچی کی طرف سے'' (الجامع الصغیر ص ۵۳۴، دوسرا نسخہ ص ۴۹۵)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔''

(تجلیات صفدر ۶/۱۵۹)

قارئین کرام! عقیقہ کی احادیث کو بھی آلِ دیوبند صحیح سمجھتے ہیں، لیکن اوکاڑوی کے اصول کے مطابق آلِ دیوبند عقیقہ کی احادیث کو بھی صحیح نہیں کہہ سکتے۔!

لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

٤) روزے کی حالت میں گرمی کی شدت سے سر پر پانی ڈالنے کی حدیث:

عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا (ابوداود)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کپڑے کو تر فرما کر اپنے بدن پر لپیٹ لیتے تھے

امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں ۱۲ (ردالمحتار)''

(علم الفقہ ص ۴۳۶، دوسرا نسخہ ص ۴۶۸، وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا)

اس حدیث کو دیوبندیوں نے صحیح تسلیم کر کے امام ابوحنیفہ کا قول رد کر دیا ہے، لیکن یہ حدیث اوکاڑوی کے اصول پر کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ اس حدیث کو نہ تو اللہ اور رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہے اور نہ اوکاڑوی کے اصول کے مطابق اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے، اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کا قول اس حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کا اصول باطل بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

۵) ہر نشہ آور چیز کے حرام ہونے کی حدیث:

تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا... اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷ تا ۱۰۸)

نوٹ: تقی عثمانی کے نزدیک فقہاء حنفیہ نے امام صاحب کے ان مسائل کو صحیح صریح احادیث کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

تقی عثمانی صاحب جن احادیث کو صحیح صریح قرار دے رہے ہیں وہ اوکاڑوی اصول کے مطابق کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

نیز خیر محمد جالندھری دیوبندی کہ جن کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی مقدس تالیفات کا یہ گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۳۰۶/۵)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''تفسیر قرآن کے بعد اصول حدیث کے بارے میں خیر الاصول نامی رسالہ ہے۔ اصول حدیث کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کو اس طرح کوزہ

میں بند فرمایا ہے کہ خیر الاصول بالکل خیر الکلام ماقل ودل کا شاہکار ہے۔"

(تجلیات صفدر ۵/۳۰۶)

اور خیر الاصول میں خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے: "پہلی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔ جیسے موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود۔"

(خیر الاصول ص ۱۱، آثارِ خیر ص ۱۲۳)

خیر محمد جالندھری نے جن احادیث کو صحیح کہا ہے، اوکاڑوی اصول کے مطابق ان کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

ابوبکر غازیپوری دیوبندی جس کو آلِ دیوبند "رئیس المحققین" کہتے ہیں، نے لکھا ہے:

"کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے،"

(آئینہ غیر مقلدیت از غازیپوری ص ۲۰۷)

غازیپوری کے قول کے مطابق بھی اوکاڑوی کا اصول باطل، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے: "احادیث جہر آمین ورفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں" (جواہر الفقہ ۱/۱۴۹، تالیفات رشیدیہ ص ۵۳۲)

اور اسی رشید احمد گنگوہی نے کہا: "کہ (اتنے) سال حضرت ﷺ میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔" (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸، حکایت نمبر ۳۰۷)

لیکن اوکاڑوی کے اصول کے مطابق گنگوہی کی بات بھی غلط ثابت ہو رہی ہے، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں، جیسا کہ تقی عثمانی نے بھی لکھا ہے:

"بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف فتوی دیا ہے،"

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

مشائخ حنفیہ نے جن احادیث کو صحیح سمجھ کر امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے

وہ احادیث اوکاڑوی اصول پر کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کا اصول ہر لحاظ سے باطل ہے اور اس طرح اوکاڑوی نے ایک غلط اصول بنا کر کتنی صحیح احادیث کے انکار کی راہ ہموار کی ہے۔

اگر کسی اہل حدیث (اہل سنت) کے خلاف کوئی دیوبندی اوکاڑوی کی بولی بولے تو اہلِ حدیث (اہل سنت) بھائی کو چاہئے کہ ایسے دیوبندی سے کہے: پہلے اوکاڑوی اصول کے مطابق میرے مضمون میں ذکر کردہ احادیث کو صحیح ثابت کر کے دکھائے۔ نیز امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب جو اقوال ہیں ان کے صحیح یا ضعیف ہونے کا کیسے پتہ چلے گا اور اگر دیوبندی کوئی فلسفہ بیان کرے تو ان شاء اللہ اس میں وہ ناکام ہی رہے گا، کیونکہ نماز ظہر کے آخری وقت اور نماز عصر کے اول وقت کے متعلق امام ابوحنیفہ کے چار اقوال ہیں۔

(دیکھئے تجلیات صفدر ۸۶/۵)

اور امام ابوحنیفہ کا دوسرا قول وہی ہے جو کہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (تجلیات صفدر ۸۶/۵)

لیکن آلِ دیوبند کا عمل امام ابوحنیفہ کے اس قول پر نہیں بلکہ پہلے قول پر ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ''ہم نے ''قوت دلیل'' کی بنا پر پہلے قول کو ترجیح دی ہے'' (تجلیات صفدر ۹۳/۵)

اوکاڑوی نے اس مسئلہ میں اپنے اصول کو خود ہی باطل ثابت کر دیا۔ چاروں اماموں کا اجماعی قول اور صاحبین اور امام طحاوی وغیرہ کے اقوال کو بھی چھوڑ دیا اور ''قوت دلیل'' نہ جانے کس چیز کا نام رکھا؟!

[تنبیہ: اوکاڑوی کے باطل اصول پر مزید تبصرے کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۳۴۳۔۳۴۶]

ماسٹر امین اوکاڑوی اپنے بنائے ہوئے باطل اصول کے مطابق اپنے امام کی طرف منسوب اقوال کو نہ صحیح کہہ سکتا تھا نہ ضعیف تو اس مصیبت سے بچنے کے لئے اوکاڑوی نے

ایک ایسی بات کہہ دی جسے پڑھ کر مجھے پیارے نبی ﷺ کی وہ حدیث یاد آ گئی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ''اس نے بات سچی کی ہے مگر وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔''

(ترمذی مترجم مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ ۳/ ۲۹۷، مسند احمد ۵/ ۴۲۳)

چنانچہ امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''یہ ایک بات یاد رکھیں کہ جس طرح حدیث اللہ کے نبی ﷺ کی ہوتی ہے، لیکن اس کو صحیح یا ضعیف محدثین ہی کہتے ہیں۔ کسی حدیث کو اللہ کے نبی ﷺ نے صحیح یا ضعیف نہیں کہا۔ اسی طرح آئمہ کے اقوال جو ہیں، اب کوئی یہ نہیں کہتا کہ محدثین نبی ﷺ پر حاکم بن گئے ہیں کہ کون ہوتا ہے بخاری نبی ﷺ کی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے والا، وہ قاعدوں سے بتلایا کرتا ہے۔ اسی طرح کون سا قول صحیح ہے، کس پر اعتماد ہے، کس پر اعتماد نہیں ہے وہ آئمہ اصول بتایا کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۱۷۶)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''جس طرح اصولیین قاعدے سے حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا کرتے ہیں اسی طرح اصولیین یہ بتایا کرتے ہیں کہ کون سے اقوال صحیح ہیں کون سے اقوال ضعیف ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۱۷۶)

قارئین کرام! میں یہاں ایک مثال بیان کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں۔ اگر کوئی اہل حدیث امام طحاوی کی کتاب سے کوئی حدیث پیش کرے اور کہے کہ امام طحاوی نے اسے صحیح کہا ہے، اور کوئی شرارتی قسم کا دیوبندی احکام شریعت اور اصول حدیث کے فرق کو نظر انداز کر کے امام طحاوی کا کوئی اور قول اہل حدیث کے خلاف پیش کر کے کہے کہ اسے بھی تسلیم کرو، ورنہ حدیث بھی نبی ﷺ سے صحیح ثابت کرو، تو ایسے دیوبندی کو چاہئے کہ اپنے امام کی طرف منسوب اقوال بھی اپنے امام سے ہی صحیح یا ضعیف ثابت کرے، کیونکہ آلِ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابو حنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں گے وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ۲/ ۲۲)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں

(دورُخی نمبر۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی آلِ دیوبند کے مشہور مناظر تھے۔ آلِ دیوبند کو ان پر بہت ہی زیادہ فخر ہے۔ ماسٹر امین اوکاڑوی اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے خلاف بہت ہی زیادہ گندی زبان استعمال کرتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ج۵ ص۴۲۶، ج۲ ص۱۹۳)

ماسٹر امین نے اپنے ایک بھتیجے محمود عالم صفدر کی تربیت کی، وہ بھی ماسٹر امین اوکاڑوی کی بولی بولنے لگا ہے اور اس نے بھی اہل حدیث کے خلاف ایسی گندی زبان استعمال کی ہے جس کو یہاں نقل تو نہیں کیا جاسکتا البتہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر (ج۳ ص۱۵۲، حاشیہ)

اسی محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جماعت غیر مقلدین کا بانی زیدی شیعہ کا شاگرد تھا اور خود بھی شیعہ ہو گیا تھا جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور زیدی شیعہ کو کافر کہنا واجب ہے۔ لہٰذا جماعت غیر مقلدین کو اہل حق میں کیسے کہا جاسکتا ہے؟ نہ ہی ان کو اہل سنت سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ خود اہل سنت کہلوانا پسند نہیں کرتے، ورنہ یہ اپنا نام اہل حدیث نہ رکھتے۔ اس لئے ان کو نرم سے نرم الفاظ میں شیعہ یا چھوٹے رافضی کہہ سکتے ہیں، ورنہ بقول قاری عبدالرحمٰن محدث ان کا کفر شیعوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ ''ان موحدوں کے اسلام میں کلام ہے، بطو تنزل کے ان کو شیعہ کہنا چاہئے...'' (فتوحات صفدر ج۲ ص۳۵۵ تا ۳۵۶، حاشیہ)

[عبدالرحمٰن پانی پتی تقلیدی سخت فرقہ پرست تھا، اُس کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں بلکہ اُس نے اہلِ حدیث کے خلاف جھوٹ پر جھوٹ بولے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۲ ص۲۱]

اسی محمود عالم صفدر نے ماسٹر امین اوکاڑوی کے مناظروں کو قطع وبرید کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان مناظروں میں سے ہی امین اوکاڑوی کی دورُخی کی ایک واضح مثال پیشِ خدمت ہے:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک اہلِ حدیث عالم شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے ایک مناظرہ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر کیا اور اس مناظرے میں بڑے زور وشور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں دلیل پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن سے دلیل پیش کرنی چاہیے جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی سے ایک مناظرہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر کیا اور اس میں بڑے زور وشور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں قرآن کے بجائے حدیث پیش کرنی چاہئے۔

مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا:

''شمشاد صاحب اگر واقعی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تو ان کا یہ فرض تھا کہ پہلے مناظرہ کا یہ اصول بتاتے کہ نبی اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا سب سے پہلے مسئلہ کہاں سے لوگے انہوں نے عرض کیا حضرت خدا کی کتاب سے لوں گا اور نبی اقدس ﷺ نے پوچھا اگر کتاب اللہ سے مسئلہ نہ ملے تو پھر کہاں سے لوگے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی سنت سے مسئلہ لوں گا۔ حدیث **فان لم تجد فیه** کے لفظ ہیں۔ آپ اس کو ایسے ہی سمجھیں جیسے قرآن پاک میں آتا ہے اگر آپکو پانی نہ ملے تو پھر آپ تیمّم کریں گے۔ یا پانی کے ہوتے ہوئے بھی آپ تیمّم کرنے کیلئے بیٹھ جائیں گے؟۔ تو شمشاد صاحب کا فرض ہے کہ اگر یہ اللہ کے نبی کی حدیث کو واقعی مانتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو یہ پہلے اٹھ کر یہ حدیث پڑھتے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں بات کرنے کا یہ ڈھنگ بتایا ہے....'' (فتوحات صفدر ج۱ص۳۹۲، دوسرانسخہ ص۳۵۴)

[تنبیہ: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ مثلاً امام ترمذی نے فرمایا: میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔ (دیکھئے سنن الترمذی:۱۳۲۸)]

اسی طرح پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں اوکاڑوی نے اس بات پر زور دیا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کی جائے۔ اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں:

''میں یہ عرض کروں گا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بات اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کے

بالکل خلاف ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تو آپ کو یہ منشور بتایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ شریف ہوگی فان لم تجد فیه اگر اس میں مسئلہ نہ ملے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی باری آئے گی۔'' (فتوحات صفدر ج۳ ص ۷۳)

اسی طرح مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں بھی ماسٹر امین اوکاڑوی نے یہی اصول پیش کیا۔ دیکھئے فتوحات صفدر (ج۳ ص ۲۲۳)

لیکن دوسری طرف جب امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کیا تو احمد سعید ملتانی نے ماسٹر امین سے کہا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کرو تو اوکاڑوی نے یہ اصول پیش کیا کہ مناظرے میں قرآن کی بجائے حدیث پیش کی جائے گی۔

چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں: ''...اس لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ عام فہم ہے کیونکہ یہی طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جب انکو خارجیوں کی طرف مناظر بنا کر بھیجا تھا کہ ان سے قرآن پڑھ کر مناظرہ نہ کرنا کیونکہ قرآن مجمل کتاب ہے، ہر شخص اس کے مطالب کو اپنی طرف کھینچے گا، حدیث رسول ﷺ پڑھ کر مناظرہ کرنا کیونکہ حدیث میں بات واضح ہوتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خارجی قرآن قرآن کی رٹ لگائیں گے، کیونکہ قرآن میں اجمال زیادہ اور تفصیل کم ہے اس لئے اس میں غلط بات ملائی جاسکتی ہے۔ جب خارجی قرآن پڑھیں تو تم ان کو میرے نبی ﷺ کی حدیث سے پکڑنا، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث میں بات واضح ہوتی ہے۔''

(فتوحات صفدر ج۲ ص ۴۰۳ تا ۴۰۴)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''اسی طرح جب ہمارا مناظرہ قادیانیوں سے ہوتا ہے ہم صاف حدیث پڑھتے ہیں ان عیسی لم یمت و انکم راجع الیکم قبل یوم القیامة بے شک اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور تمہارے پاس قیامت سے پہلے آنے والے ہیں، تو اس وقت قادیانی یہی شور مچاتا ہے کہ پہلے قرآن پیش کرو، پہلے قرآن پیش کرو۔ کیونکہ ہمیں باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے مناظرہ کا طریقہ بتایا ہے، نمازوں کے

اوقات اگرچہ مفسرین قرآن سے بھی ثابت کرتے ہیں، لیکن ہم عوام کو سمجھانے کے لئے احادیث ہی پیش کرتے ہیں۔" (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۰۴)

امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی سے مخاطب ہو کر مزید کہا: "علامہ صاحب بار بار قرآن قرآن کی بات کو دہراتے ہیں، حالانکہ میں نے تو بات ختم کر دی تھی کہ ایک اجتہاد کی ترتیب ہے اور ایک مناظرے کی ترتیب ہے، اجتہاد کی ترتیب وہی ہے جو مولوی صاحب بیان کر رہے ہیں (لیکن یہ مناظرے کی ترتیب نہیں ہے)" (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۴)

تنبیہ: بریکٹ کے اندر الفاظ میرے نہیں بلکہ خود دیوبندیوں نے ہی لکھے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: "میں نے جو ترتیب رکھی ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ مناظرے کی ترتیب ہے جو انہوں نے بتلائی اور جو روایات مولانا احمد سعید صاحب نے پڑھی ہیں اولاً تو وہ ان کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے، ثانیاً وہ اس میں مناظرے کا لفظ نہیں دکھا سکتے، یحرفون الکلم عن مواضعه بات بڑھانا، یہ بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا۔"

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: "آپ نجران کے عیسائیوں کا مناظرہ کتب میں پڑھیں اس میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے قرآن سے پہلے اپنی بات سے ان کے سامنے دلائل پیش کیے حضور علیہ السلام کے مناظرہ کو سامنے رکھیں..." (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۱۹)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی اس دورُخی کو دیکھ کر مجھے پیارے نبی ﷺ فداہ ابی وامی وروحی وجسدی کا فرمان عالی شان یاد آ گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بُرا لوگوں میں تم اس کو پاتے ہو جو دو منہ رکھتا ہوا ان لوگوں کے پاس ایک منہ لے کر آتا اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۳۴۹۴، صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳۰، مترجم وحید الزمان)

وحید الزمان کا ترجمہ اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ ترجمہ دیوبندیوں کو پسند ہے چنانچہ محمد یحییٰ صدیقی دیوبندی نے اپنے سسر شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے متعلق کہا:

"علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند تھا" (فضل الباری ج ۱ ص ۲۳) !!

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی نمبر۲

ایک اہل حدیث عالم مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ نے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کے ساتھ مناظرہ میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب: کتاب القراءۃ سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق ایک حدیث پیش کی تو اوکاڑوی نے کہا: ''اب کتاب القرأت للبیھقی جو چھوٹی سی کتاب ہے یہ ان کی آخری پناہ گاہ ہے۔ یہ ساری تقریر مقلد کے خلاف کرنے والا ایک شافعی مقلد کی چوکھٹ پر چلا گیا ہے'' (فتوحات صفدر جلد ا ص ۴۱۶، دوسرا نسخہ ص ۳۷۹)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی (دیوبندی) کے ساتھ مناظرہ میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی ایک چھوٹی سی کتاب سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے ایک روایت پیش کی تو محمود عالم صفدر دیوبندی کے بقول احمد سعید ملتانی نے کہا: ''اگر قرآن سے دعوی ثابت نہیں ہوسکتا تو پھر دلائل کی بھرمار کرنے کے لئے ہر روایت جو کسی چھوٹی موٹی کتاب میں لکھی ہوئی ہو آپ پڑھنا شروع کردیں، میں پڑھنا شروع کردوں''

(فتوحات صفدر جلد۲ ص ۴۰۲)

تو اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی تعریف میں احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی سے مخاطب ہوکر کہا: ''جیسے امام بخاریؒ اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں، امام مسلمؒ اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں ایسے ہی امام بیھقیؒ بھی اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں کتاب کے چھوٹے یا بڑے ہونے کا سوال نہیں، حدیث سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں'' (فتوحات صفدر جلد۲ ص ۴۰۶)

یہ ہے ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی کہ جب کسی نے ماسٹر امین کی مرضی کے خلاف کوئی حدیث پیش کی تو ماسٹر امین نے کتاب پر ایسا اعتراض کردیا جو خود ان کے اپنے نزدیک بھی فضول اعتراض تھا۔

باقی رہا ماسٹر امین اوکاڑوی کا اہل حدیث عالم کو ترک تقلید کا طعنہ دینا تو عرض ہے کہ اوکاڑوی نے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب سے حدیث پیش کی ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق خود ماسٹر اوکاڑوی نے کہا: ''اس سند کے پہلے دو راوی امام بیہقی ہیں جو امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے...'' (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۳۸۴)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق اوکاڑوی نے کہا: ''میں تو ابن عدی کے امام، امام شافعیؒ کا بھی مقلد نہیں'' (تجلیات صفدر جلد ۲ س ۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''ہم ابن ابی حاتم کے امام، امام شافعیؒ کو نہیں مانتے۔'' (فتوحات صفدر جلد ا ص ۱۶۹، دوسرا نسخہ ص ۱۴۶)

اوکاڑوی کی مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید نہ کرنے کے مسئلہ میں اوکاڑوی اور اہلِ حدیث برابر ہیں۔ اور اوکاڑوی اصول کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی تقلید کا انکار کرنے کے باوجود اس کی کتاب سے حدیث پیش کرے تو گویا وہ اس کی چوکھٹ پر چلا گیا۔ ماسٹر امین اوکاڑوی نے تو جہاں جانا تھا چلے گئے، اب دیوبندی ہی بتائیں! کیا ماسٹر امین اوکاڑوی امام بیہقی رحمہ اللہ کی چوکھٹ پر گیا تھا جو بقول اوکاڑوی احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے یا...

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی نمبر ۳

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا: ''اور یہ بھی بتائیں کہ یہ احادیث جو آپ نے پڑھی ہیں سائل بن کر پڑھی ہیں (یہ سائل کی کون سی قسم ہے) اصول مناظرہ سے دکھائیں کہ سائل حدیث پڑھ سکتا ہے؟'' (فتوحات صفدر ۲/۴۴۱)

اس مناظرہ میں ماسٹر اوکاڑوی نے یہ اصول پیش کیا کہ سائل تو حدیث پڑھ ہی نہیں سکتا جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے رفع یدین کے موضوع پر ایک مناظرہ اہل حدیث مناظر قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ سے کیا تھا اور اس مناظرہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی سے کسی شخص نے کہا: ''میں ابھی ایک کیسٹ سن کر آیا ہوں کہ پسرور ضلع سیالکوٹ میں رفع یدین کے مسئلہ پر آپ مناظرہ ہار گئے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲/۳۲۶)

تو اس شخص کو جواب دیتے ہوئے ماسٹر اوکاڑوی نے کہا: ''ہار اور جیت مدعی کی ہوتی ہے یا سائل کی؟ مدعی اگر اپنا دعویٰ ثابت کر دے تو جیت گیا، نہ ثابت کر سکے تو ہار گیا۔ میں تو اس مناظرہ میں سائل تھا۔'' (تجلیات صفدر ۲/۳۲۶)

اور جس مناظرہ میں ماسٹر اوکاڑوی نے اپنے آپ کو سائل کہا ہے، اس مناظرہ میں ماسٹر امین نے تقریباً پانچ احادیث پیش کی تھیں۔

دیکھئے فتوحات صفدر (ج ۱ ص ۱۹۵۔۱۹۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۶۹۔۱۷۲)

یہ الگ بات ہے کہ وہ احادیث ضعیف یا غیر متعلقہ تھیں، بہرحال ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے وہ احادیث پڑھی تھیں۔

لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔ سابقہ دورُخیوں کے سلسلے میں راقم الحروف کے خلاف محمود عالم صفدر اوکاڑوی کے مغالطوں کا جواب اگلے صفحے پر پیشِ خدمت ہے:

امین اوکاڑوی کے بھتیجے محمود عالم صفدر (ننھے اوکاڑوی) کے مغالطے

راقم الحروف اس سے پہلے ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی پالیسی کے متعلق دو مضامین لکھ چکا ہے جو الحدیث حضرو (نمبر ۶۴ ص ۱۹، نمبر ۶۵ ص ۲۹) میں شائع ہوئے تھے۔ ماسٹر امین اوکاڑوی کے ایک بھتیجے اور شاگرد نے ان کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اس کے مغالطوں کا جواب پیشِ خدمت ہے:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا تھا: ''حق بات سن کر مان لینا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی قسمت میں نہیں رکھا، اگر سب لوگ سچ اور حق مان لیتے تو فساد نہ ہوتا۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۴۶۰)

ماسٹر امین کی یہ بات ان کے بھتیجے محمود عالم صفدر یعنی ننھے اوکاڑوی پر بالکل فٹ آتی ہے۔ ہر وہ شخص جس نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی کے متعلق میرے مضامین پڑھے ہوں گے اور ننھے اوکاڑوی کے جوابی مضامین بھی پڑھے ہوں گے، اس پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہوگی (ان شاء اللہ) کہ جواب دینے میں ننھا اوکاڑوی کس قدر ناکام رہا ہے، ہاں البتہ اس نے جو مغالطے دینے کی کوشش کی ہے ان کا جواب پیشِ خدمت ہے:

تنبیہ: راقم الحروف اختصار کے پیشِ نظر ننھے اوکاڑوی کے مغالطوں کا خلاصہ نقل کر کے ان کا جواب لکھے گا۔ (ان شاء اللہ) نیز ان مغالطوں کی ترتیب آگے پیچھے بھی ہو سکتی ہے۔

۱) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: جب تک ماسٹر اوکاڑوی زندہ رہا کسی مخالف کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی جب وہ وفات پا گیا تو مخالفین نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

(دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۷)

الجواب: میں پوچھتا ہوں کہ جن لوگوں نے ماسٹر اوکاڑوی کے سامنے بیٹھ کر مناظرے کئے تھے یا ماسٹر اوکاڑوی کی زندگی میں اس کا **تعاقب** کیا تھا جس کا جواب وہ اپنے ہی اصولوں کے مطابق (دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۳۱۴) ساری زندگی نہ دے سکا، تو کیا اب

ننھے اوکاڑوی نے ان مخالفین کو اہل حق سمجھ لیا ہے؟ ننھے اوکاڑوی کی اس بات پر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ خود ماسٹر اوکاڑوی کے مناظروں کو تحریری شکل میں شائع کرنے کے باوجود ایسی بات قلم سے لکھ رہا ہے جس کا جھوٹ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

۲) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ماسٹر اوکاڑوی پر کیچڑ اچھالا تھا اور اس کا جواب نام نہاد... یعنی چَتی گوٹھ والے عبدالغفار (سابق....) نے دیا ہے، اس کا جواب آل دیوبند کو آج تک نہیں دیا گیا۔ (دیکھئے قافلہ...جلد۴ شمارہ ا ص ۲۷)

الجواب: جن باتوں کو عبدالغفار دیوبندی نے جھوٹ کہا ہے اگر ان باتوں کو جھوٹ تسلیم کرلیا جائے تو امت مسلمہ کے کئی بزرگوں کو جھوٹا کہنا پڑے گا۔ نعوذ باللہ

ظاہر ہے وہ بزرگ تو جھوٹے نہ تھے بلکہ اپنے اصولوں کے مطابق خود عبدالغفار ہی جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث (نمبر ۵۹ ص ۳۳۔۳۴)

عبدالغفار کے تمام اعتراضات کے جوابات کے لئے دیکھئے میرا مضمون: ''عبدالغفار دیوبندی کے سو (۱۰۰) جھوٹ'' (ص ۶۲۸)

ننھے اوکاڑوی نے عبدالغفار کی طرف سے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر لگائے گئے سو (۱۰۰) الزامات کے جواب کا راقم الحروف سے مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ پڑھ کر راقم الحروف کو پیارے نبی ﷺ کی وہ حدیث یاد آ گئی: ''ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیا نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۴۳۰/۳ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

ننھے اوکاڑوی کا مجھ سے مطالبہ تب درست تھا جب وہ اوکاڑوی اور دیگر دیوبندیوں کے جھوٹوں کا جواب دے دیتا۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ''امین اوکاڑوی کے پچاس (۵۰) جھوٹ'' الحدیث حضرو (نمبر ۲۸ ص ۲۲ تا ۴۲) میں شائع کیے۔ اس کے بعد الحدیث حضرو (نمبر ۵۰ ص ۱۵ تا ۳۲) میں ''آل دیوبند کے پچاس جھوٹ'' شائع کیے۔ اس کے بعد الحدیث حضرو (نمبر ۵۹ ص ۲۵ تا ۴۴) میں ''الیاس گھمن کے '' قافلۂ حق'' کے پچاس جھوٹ'' شائع کیے۔ اس کے بعد الحدیث حضرو (نمبر ۶۶ ص ۳۵ تا ۴۶) میں ''پچاس غلطیاں: سہو یا جھوٹ؟'' کے نام سے

آلِ دیوبند کو آئینہ دکھایا۔ اس کے علاوہ راقم الحروف نے الحدیث حضرو (نمبر ۲۶ ص ۱۰) میں ماسٹر امین کے دو جھوٹوں کی نشاندہی کی، اس کے بعد الحدیث حضرو (نمبر ۶۱ ص ۱۰ تا ۱۷) میں ''ماسٹر امین اوکاڑوی کے دس جھوٹ'' شائع کئے گئے ۔ اس کے باوجود ننھے اوکاڑوی کا مطالبہ بڑا عجیب ہے۔ نیز راقم الحروف نے اپنے مضمون ''آلِ دیوبند اپنے خود ساختہ اصولوں کی زد میں'' میں آلِ دیوبند کو آئینہ دکھایا تھا کہ جس بات کو وہ جھوٹ کہتے ہیں، خود اس کے مرتکب بھی ہوتے ہیں، اس کا بھی کوئی جواب نہیں آیا۔

۳) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: زبیر صادق آبادی نے ننھے اوکاڑوی دیوبندی پر اہلِ حدیث کے خلاف گندی زبان استعمال کرنے کا محض الزام لگایا ہے اور صرف یہ لکھ دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر (ج ۳ ص ۱۵۲، حاشیہ) اور صادق آبادی نے فتوحات صفدر کا حوالہ نقل نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس عبارت میں کوئی گندی زبان نہیں ہے، نیز وہ عبارت میری بھی نہیں بلکہ دوسرے دیوبندی دھرم کوٹی کی ہے۔

(دیکھئے قافلہ...جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۸)

الجواب: راقم الحروف نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی تحریر و کلام سے گندی زبان استعمال کرنے کے حوالے بھی نقل کئے تھے، ان پر تبصرہ کرنے کے بجائے ننھے اوکاڑوی نے خاموشی ہی بہتر سمجھی، البتہ اپنے دفاع میں جو کچھ لکھا وہ سب جھوٹ ہے، کیونکہ فتوحات صفدر (۱۵۲/۳) حاشیہ پر جو گندی عبارت موجود ہے وہ یقیناً ننھے اوکاڑوی کی ہے دھرم کوٹی کی بالکل نہیں، یہ ننھے اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ البتہ جو عبارت دھرم کوٹی کی ہے وہ دوسری عبارت ہے اور وہ فتوحات صفدر جلد سوم میں موجود ہی نہیں، بلکہ فتوحات صفدر (جلد دوم ص ۳۵۵ تا ص ۳۵۶ حاشیہ) میں ہے، لہٰذا ننھے اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ اس نے دھرم کوٹی کا رسالہ فتوحات صفدر جلد سوم کے حاشیہ میں دھرم کوٹی کی اجازت سے نقل کیا ہے بالکل غلط فہمی ہے اور دیوبندی اصولوں کے مطابق جھوٹ ہے۔ البتہ ننھے اوکاڑوی کا دھرم کوٹی کی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ عبارت میری نہیں ہے، دیوبندی اصولوں سے بے خبری کا نتیجہ ہے، کیونکہ

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وُہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔'' (تفریح الخواطر ص ۲۹)

ننھے اوکاڑوی کا حافظہ کمزور ہے، کیونکہ سرفراز صفدر والا اصول ہی ننھے اوکاڑوی کا اصول ہے۔ دیکھئے فتوحاتِ صفدر (۸۴/۲ حاشیہ)

[فتوحاتِ صفدر کی عبارت (جس کا اشارہ کیا گیا تھا) کا بعض حصہ بڑی مجبوری اور شدید معذرت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ ننھے اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حصے کا ہی انکار کر دیا ہے: '' ... چنانچہ لکھا ہے منی کھانا بھی ایک قول میں جائز ہے (فقہ محمدیہ ص ۴۹ ج ۱) اب یہ ان کے کس ذوق پر مبنی ہے کہ قلفیاں بنا کر کھاتے ہیں یا کسی اور طرح...''

(ج ۳ ص ۱۵۲، حاشیہ)

خود محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے اہلِ حدیث کو غیر مقلدین کا طعنہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

''لیکن غیر مقلدین باؤلے کتے ہیں۔'' (انوارات صفدر ج ۱ ص ۱۱۱)

محمود عالم اوکاڑوی نے مزید کہا: '' غیر مقلدین کتیہ کی اولاد ہیں۔''

(انوارات صفدر ج ۱ ص ۱۱۹، نیز دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۲۱۲ فقرہ نمبر ۵)

ہم ایسی باتیں قطعاً نقل کرنا نہیں چاہتے تھے مگر ننھے اوکاڑوی نے ہمیں مجبور کر دیا کہ یہاں بھی لوگوں کو دیوبندیوں کا اصلی چہرہ دکھا دیں، لہٰذا عرض ہے کہ امین اوکاڑوی نے لمبی داڑھی کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے: ''نوجوان وہابن کا دودھ جب ایک ہاتھ لمبی داڑھی والا پیئے گا تو داڑھی کہاں تک پہنچے گی پردے کا کام بھی دے گی، سنت کا ثواب علیحدہ ملا، ہم خرما ہم ثواب۔ ادھر بابا دودھ پی رہا ہے اُدھر فرج کی رطوبت داڑھی کو لگ رہی ہے وہ وہابن چاٹ لے گی، یہ بھی قید نہیں کہ دن میں کتنی بار پیئے...'' (تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۲۶)

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ ہم ایسی گندی زبان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔]

٤) **ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ:** ماسٹر امین نے اہلِ حدیث عالم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولنے کے الزام لگائے تھے۔ (دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۸)

الجواب: ماسٹر امین اوکاڑوی نے مولانا صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ پر جو الزام لگائے تھے ان کی وجہ سے خود اوکاڑوی اور اس کی پارٹی جھوٹی ثابت ہو چکی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۳۰۷۔۳۰۹

۵) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: دھرم کوٹی دیوبندی مولوی ''صاحبِ کشف و کرامات'' بزرگ ہے اس لئے اس نے جو زبان درازی اہل حدیث کے خلاف کی ہے وہ صحیح ہے۔ (دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ا ص ۲۸)

الجواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ دھرم کوٹی دیوبندی اہل حدیث کا مخالف ہے۔ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مخالف کے بے دلیل الزامات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۳۳)

نیز بریلوی لوگ بھی اپنے علماء کے بارے میں بہت سی کرامات بیان کرتے رہتے ہیں، کیا آلِ دیوبند ان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں بھی اپنے خود ساختہ بزرگوں کی خود ساختہ کرامتوں سے ڈرانے کی کوئی ضرورت نہیں، بطورِ نمونہ آلِ دیوبند کے ایک ''موحد'' کی کرامت ملاحظہ فرمائیں:

حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی کہتے ہیں: ''ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انھوں نے بشکل خنزیر ہو کر گُوہ کو کھالیا۔ پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے'' (شمائم امدادیہ ص ۷۵، امداد المشتاق ص ۱۰۱ فقرہ نمبر ۲۲۴)

دھرم کوٹی کے برعکس آلِ دیوبند کے بہت بڑے مفتی جن پر ماسٹر اوکاڑوی کو بہت ناز تھا (دیکھئے تجلیات ۲۶۵/۶) یعنی ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔ فقط'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کے حق میں

کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ گو آپ صاحب کیسی ہی بدزبانی سے پیش آویں مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کلمات مُوہم تکفیر و تفسیق ہرگز آپ کی شان میں نہ کہیں گے بلکہ الٹا آپ کے اسلام ہی کا اظہار کریں گے ولنعم ما قیل" (احسن الکلام ۲/۱۵۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۹)

۶) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: شوکانی زیدی شیعہ تھا اور زیدی شیعوں کو کافر کہنا واجب ہے۔ (دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۲۸-۲۹)

الجواب: پھر تو آپ کے بہت سے عالم اس واجب کے تارک ہو کر مر چکے ہیں، مثال کے طور پر سرفراز صفدر نے قاضی شوکانی کو جگہ جگہ رحمہ اللہ کہا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احسن الکلام (۱/۱۲۹، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۳) اور نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۰۲)

بلکہ سرفراز خان نے قاضی شوکانی کے بارے میں لکھا ہے: " قاضی صاحبؒ موصوف اپنے وقت کے متبحر اور وسیع المطالعہ محقق عالم تھے۔" (احسن الکلام ۱/۱۲۹، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۳)

۷) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: فتاوی عالمگیری پر پانچ سو علماء کا اجماع ہے۔ صادق آبادی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ (دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹)

الجواب: ہمارے نزدیک کوئی ایک گمراہ شخص اہل حدیث کے خلاف کوئی بات کرے یا ایسے لوگوں کی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو بھی ایک برابر ہے، یعنی ان بدعتیوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ بطور نمونہ فتاویٰ عالمگیری کے چند مسائل درج ذیل ہیں:

۱: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ "**و لو قذف سائر نسوة النبي عليه السلام لا يكفر و يستحق اللعنة** " اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں پر زنا کی تہمت لگائے (تو) اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ شخص لعنت کا مستحق ہے۔ (ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

۲: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ "**و لو ترك وضع اليدين و الركبتين جازت صلاته بالإجماع ...** " اور اگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو نماز بالاجماع جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۷۰)

۳: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ "**إذا أصابت النجاسة بعض أعضائه و**

لحسها بلسانه حتى ذهب أثرها يطهر ... ''اگر بعض اعضاء کو نجاست لگ جائے اور وہ اسے اپنی زبان سے چاٹ لے حتی کہ اس کا اثر ختم ہو جائے تو وہ (عضو) پاک ہو جاتا ہے۔ (ج ۱ ص ۴۵)

تنبیہ: یہاں فتاویٰ عالمگیری میں یہ بات ہرگز نہیں لکھی ہوئی کہ چاٹنا منع ہے۔

۴: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ''إذا ذبح كلبه و باع لحمه جاز ... ''

اگر کوئی شخص اپنا کتا ذبح کرے اور اس کا گوشت بیچے جائز ہے۔ (ج ۳ ص ۱۱۵)

اس قسم کے گستاخانہ اور غلط مسئلے لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور کیا ان مسئلوں پر ننھے اوکاڑوی (اور گھسن پارٹی) کا عمل ہے؟!

۸) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: ایک دیوبندی مولوی خیر محمد جالندھری نے کہا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سکھوں کو تو عقل آ گئی لیکن غیر مقلدین کو نہیں آئی۔

(دیکھئے قافلہ ... جلد ۴ شمارہ نمبر ۲ ص ۳۴)

الجواب: اپنے ہی کسی گمراہ مولوی کے قول سے ہمیں ڈرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر مخالف کا قول حجت ہوتا ہے تو احمد رضا بریلوی کے قول کے مطابق علماء دیوبند کا کیا مقام ہے؟ کیا ننھا اوکاڑوی اس بات سے بے خبر ہے؟ اور الزامی طور پر میں بھی چند باتیں ماسٹر امین اوکاڑوی کے متعلق لکھ دیتا ہوں۔ ماسٹر امین نے ایک دفعہ مدرسہ دار العلوم محمودیہ صادق آباد میں تقریر کی جس کے بعد ایک بزرگ نے فرمایا: امین اوکاڑوی دیوبندیوں کا ابوجہل ہے اور ایک دفعہ راقم (محمد زبیر صادق آبادی) قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ اور ماسٹر امین اوکاڑوی کے درمیان ہونے والا مناظرہ دیکھ رہا تھا کہ ایک بوڑھی عورت ہمارے گھر آئی جو کہ اہل حدیث نہیں تھی اور مناظرہ دیکھنے بیٹھ گئی، جب ماسٹر امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر کہا: ''کیا یہ روزہ رکھ کر بیوی کو چاٹنے لگتے ہیں اور سارا دن چاٹتے رہتے ہیں کہ اگر نہ چاٹا تو روزہ خلاف سنت ہو جائے گا'' (فتوحاتِ صفدر ۱/۲۰۰، دوسرا نسخہ ۱/۱۷۴)

اور اسی طرح کی کچھ اور بیہودہ باتیں بھی کیں مثلاً امام ابن جریج رحمہ اللہ کے متعلق

جسے نقل کرتے ہوئے ننھا اوکاڑوی بھی شرما گیا ہے۔ (دیکھئے فتوحات صفدر ۱/ ۱۹۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۹)

تو اس بوڑھی عورت نے قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: آ مولوی تے بڑیاں سوہنیاں گلاں کردا وا (یہ مولوی تو بڑی پیاری باتیں کرتا ہے) پھر ماسٹر امین اوکاڑوی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی: آ تاں مینوں اوداں ای کوئی بے شرم لگدا وا (یہ تو مجھے ویسے ہی کوئی بے شرم لگتا ہے)!

۹) **ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ:** عبدالرحمٰن پانی پتی کذاب نہیں تھا۔

(دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹)

الجواب: اس کذاب نے اہل حدیث علماء کے خلاف جھوٹ بولے ہیں اور میں نے جرح نقل کی تھی، جس پر ننھا اوکاڑوی بہت چیں بچیں ہوا اور اب الحمدللہ میں نے اس کا شکوہ دور کر دیا ہے۔

۱۰) **ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ:** احمد سعید ملتانی غیر مقلد ہے۔

(دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۲ ص ۳۵)

الجواب: یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ اہل حدیث عالم حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ نے ہی احمد سعید پر مقدمہ (کیس) کیا تھا، اگر محمود عالم میں جرأت ہے تو بتائے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وہ کون سا قول ہے جس پر ننھے اوکاڑوی کا عمل ہے اور احمد سعید نے اسے ٹھکرا دیا ہے؟ دنیا جانتی ہے کہ وہ دیوبندیوں کی مماتی شاخ کا رکن تھا اور اب بھی مماتی دیوبندی ہے۔

۱۱) **ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ:** جماعت اہل حدیث بخاری کا نعرہ لگا کر دوسری کتابوں کی اہمیت کم کرتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ صحاح ستہ کی شرط لگا دیتی ہے۔

(دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۲ ص ۳۵)

الجواب: جہاں تک بخاری کا معاملہ ہے تو آل دیوبند بھی کہتے ہیں: ''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری'' (احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۱۵)

نیز دیکھئے تالیفات رشیدیہ (ص ۳۴۷) خطبات حکیم الامت (۵/ ۲۴۱) شمع رسالت

کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات (ص ۲۳۲)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے موجود ہیں۔

ننھے اوکاڑوی کا اہلِ حدیث کے خلاف یہ کہنا کہ زیادہ سے زیادہ صحاح ستہ کی شرط لگاتے ہیں اس کا جواب صرف اتنا ہے کہ ننھے اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے اور اگر ننھے اوکاڑوی نے اپنے اوپر کوئی فتوے وغیرہ لگوانے ہیں تو چَنی گوٹھ والے عبدالغفار سے رابطہ کرلے۔

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''اگر صحاح سے ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ کتابیں مراد ہیں تو بلاشک ان میں بعض روایتیں ضعیف کمزور بلکہ موضوع بھی ہیں'' (صرف ایک اسلام ص ۱۴)

۱۲) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: ماسٹر امین اوکاڑوی کا امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب کتاب القراۃ پر اعتراض صرف الزامی تھا۔ (دیکھئے قافلہ...جلد۴ شمارہ۲ ص ۳۵)

الجواب: یہ بات بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ آلِ دیوبند امام بیہقی رحمہ اللہ کی اس کتاب سے بہت نالاں ہیں۔ فقیر اللہ دیوبندی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی گستاخی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امام بیہقی نے یہ رام کہانی گھڑی ہے'' (خاتمۃ الکلام ص ۲۹۰)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''امام بیہقیؒ نے امام مسلمؒ کی ایک عبارت میں مغالطہ دینے کی سعی فرمائی ہے'' (احسن الکلام ۱/ ۲۸۳، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۵۱)

خود ماسٹر امین نے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کو متعصب کہا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/ ۳۸۴)

رہا ننھے اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ زبیر صادق آبادی کو اوکاڑوی کی برابری کا شوق ہے تو یہ بات بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ میں نے تو اپنی زندگی میں اوکاڑوی جیسا زبان دراز کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے تو صرف یہ مسئلہ سمجھایا تھا کہ اگر ہم امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید نہیں کرتے تو اوکاڑوی پارٹی بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید نہیں کرتی۔ اس کے جواب میں ننھے اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ اوکاڑوی پارٹی امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتی ہے، تو عرض ہے کہ ہمارے نزدیک تو تقلید جائز ہی نہیں۔ تمھارے نزدیک واجب ہے، پھر بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید ترک کرکے ان علماء کی کتابوں کے حوالے دیتے ہو جنھیں امام شافعی رحمہ اللہ کا مقلد کہتے ہو۔

بات صرف تقلید کرنے یا نہ کرنے کی نہیں تھی بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید کرنے یا نہ کرنے کی تھی۔

۱۳) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: حیات انبیاء کا عقیدہ اجماعی ہے وہاں سب ایک دوسرے کے حوالے لیتے ہیں۔ (دیکھئے قافلہ... جلد۴ شمارہ۲ص ۳۶)

الجواب: حیات انبیاء کا جو عقیدہ آل دیوبند نے اپنایا ہوا ہے وہ سلف صالحین اور خیر القرون میں سے کسی ایک صحیح العقیدہ قابلِ اعتماد محدث کا بھی نہیں۔ اپنے بدعتی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہنا کہ وہ اجماعی عقیدہ ہے، بالکل جھوٹ ہے۔ آل دیوبند اور بعض محدثین کے عقیدہ میں فرق کی تفصیل حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے ایک مضمون سے پیشِ خدمت ہے:

"حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

"لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَ إِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ" بے شک آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے، واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

اس کے برعکس علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ "وحیوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف وھی مختصة به ﷺ و بجمیع الأنبیاء صلوات اللّٰه علیھم والشھداء - لا برزخیة ..." ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو..." (المہند علی المفند فی عقائد دیوبند ص ۲۲۱ پانچواں سوال: جواب)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں

ہوا'' (آب حیات ص ۲۷)

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ سابقہ نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سعودی عرب کے جلیل القدر شیخ صالح الفوزان لکھتے ہیں کہ ''اَلَّذِي یَقُوْلُ : إِنَّ حَیَاتَهُ فِي الْبَرْزَخِ مِثْلُ حَیَاتِهِ فِی الدُّنْیَا کَاذِبٌ وَ ھٰذِهِ مَقَالَةُ الْخَرَافِیِّیْنَ''

جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برزخی زندگی دنیا کی طرح ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ من گھڑت باتیں کرنے والوں کا کلام ہے۔ (التعلیق المختصر علی القصیدۃ النونیہ ج ۲ ص ۶۸۴)

حافظ ابن قیم نے بھی ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو برزخی حیات کے بجائے دنیاوی حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (النونیہ، فصل فی الکلام فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ۲/ ۱۵۴۔۱۵۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ (برزخی) ردِ ارواح کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ

'' فَھُمْ أَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ کَالشُّھَدَاءِ '' پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اپنے رب کے پاس، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ (رسالہ حیات الأنبیاء للبیہقی ص ۲۰)

یہ عام صحیح العقیدہ آدمی کو بھی معلوم ہے کہ شہداء کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حیاتی و مماتی دیوبندیوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً مقام حیات، آبِ حیات، حیاتِ انبیاء کرام...'' (الحدیث حضرو ۱۵ ص ۱۷)

تنبیہ: عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علماء دیوبند اور علماء حرمین کا زبردست اختلاف ہے۔ دیکھئے قافلہ.... (جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۱۲)

لہٰذا میں ننھے اوکاڑوی سے پوچھتا ہوں کیا آلِ دیوبند اختلافی مسائل میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتابوں کے حوالے نہیں دیتے؟

۱۴) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو ضعیف مردود لکھا ہے۔ (دیکھئے قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۲ ص ۳۵)

الجواب: حالانکہ میرے مضمون میں اس کی وجہ بھی لکھی ہوئی تھی کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند متصل نہیں ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی: ۱۳۲۸)

اور ظاہر ہے کہ جب سند متصل نہیں تو درمیان میں کوئی مجہول راوی موجود ہے۔
آلِ دیوبند کی کتاب احسن الکلام میں بحوالہ زبیدی (حنفی) امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ "امام صاحبؒ کے نزدیک مجہول کی روایت مردود ہے" (۹۵/۲ دوسرا نسخہ ۱۰۵/۲)

۱۵) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: ماسٹر امین اوکاڑوی دورُخی پالیسی نہیں رکھتا تھا۔ (دیکھئے قافلہ... جلد۴ شمارہ۲ ص۳۵)

الجواب: اس حقیقت کو جاننے کے لئے میرے مضامین کا غیر جانبدار ہو کر مطالعہ کریں تو ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا اور کچھ وضاحت مزید کئے دیتا ہوں۔ مثال کے طور پر ماسٹر امین اوکاڑوی نے مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا: "شمشاد صاحب اگر واقعی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تو ان کا یہ فرض تھا کہ پہلے مناظرہ کا یہ اصول بتاتے کہ نبی اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا سب سے پہلے مسئلہ کہاں سے لوگے انہوں نے عرض کیا حضرت خدا کی کتاب سے لوں گا اور نبی اقدس ﷺ نے پوچھا اگر کتاب اللہ سے مسئلہ نہ ملے تو پھر کہاں سے لوگے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی سنت سے مسئلہ لوں گا۔ حدیث **فان لم تجد فیه** کے الفاظ ہیں۔
آپ اس کو ایسے ہی سمجھیں جیسے قرآن پاک میں آتا ہے اگر آپکو پانی نہ ملے تو پھر آپ تیمّم کریں گے۔ یا پانی کے ہوتے ہوئے بھی آپ تیمّم کرنے کیلئے بیٹھ جائیں گے؟۔ تو شمشاد صاحب کا فرض ہے کہ اگر یہ اللہ کے نبی کی حدیث کو واقعی مانتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پہلے اٹھ کر یہ حدیث پڑھتے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں بات کرنے کا یہ ڈھنگ بتایا ہے..." دیکھئے فتوحات صفدر (۳۹۲/۱، دوسرا نسخہ ۳۵۴/۱) الحدیث حضرو (نمبر۶۴ ص۲۰)

اب دیکھئے ماسٹر امین نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث سے مناظرے کا اصول بیان کیا، جبکہ دوسری طرف احمد سعید ملتانی سے مناظرہ کرتے ہوئے ماسٹر امین نے کہا: "علامہ صاحب بار بار قرآن قرآن کی بات کو دہراتے ہیں، حالانکہ میں نے تو بات ختم کر دی تھی کہ ایک اجتہاد کی ترتیب ہے اور ایک مناظرے کی ترتیب ہے، اجتہاد کی ترتیب

وہی ہے جو مولوی صاحب بیان کر رہے ہیں (لیکن یہ مناظرے کی ترتیب نہیں ہے)''

(فتوحات صفدر ۲/ ۴۱۴، الحدیث حضرو نمبر ۶۴ ص ۲۲)

ماسٹر امین نے احمد سعید ملتانی سے مزید کہا: ''تیسرا آپ نے یہ پوچھا ہے کہ یہ اجتہاد کی ترتیب کہاں ہے؟ حضرت ﷺ سے یہ تو حدیث میں ہے، حضرت پاک ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو اس میں انہوں نے بتلایا کہ میں پہلے مسئلہ قرآن سے لوں گا، پھر سنت سے ثم اجتهد برائي یہ مجتہد اپنی ترتیب بتلا رہا ہے، آپ مناظرہ کی ترتیب بیان کر دیں۔'' (فتوحاتِ صفدر ۲/ ۴۱۹)

قارئین کرام! یہ ماسٹر امین کی کتنی واضح دورُخی ہے کہ اہل حدیث مناظر سے بات کرتے ہوئے اوکاڑوی نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث کو مناظرے کی ترتیب قرار دیا اور احمد سعید مماتی دیوبندی سے مناظرہ کرتے ہوئے اسی حدیث کو مجتہد کی ترتیب قرار دیا اور مناظرے کی ترتیب میں انکار کیا۔ ننھا اوکاڑوی اب کیسے حقیقت کو ٹھکرائے گا۔ نیز ماسٹر امین کے نزدیک جس حدیث سے مناظرے کا اصول ثابت کرنا ہو اس میں مناظرے کا لفظ ہونا چاہئے۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۲/ ۴۱۵) نہیں تو ایسی حدیث پیش کرنے والا طریقہ یہود پر ہوگا۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۳/ ۵۲)

لطیفہ: ننھے اوکاڑوی نے ماسٹر امین کو دورُخی پالیسی سے بچاتے بچاتے خود ماسٹر امین کو ہی جھٹلا دیا۔ چنانچہ ننھے اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مجتہد کے لیے ترتیب یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی مسئلہ میں تحقیق شروع کرے تو سب سے پہلے یہ دیکھے کہ کیا اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا اگر اجماع نہ ہو تو پھر کتاب اللہ اور پھر سنت رسول ﷺ کی طرف نظر کرے''

(قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۲ ص ۳۵)

جبکہ ماسٹر امین نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ مجتہد سب سے پہلے مسئلہ قرآن سے لے گا نیز آل دیوبند کے ''شیخ محمد الیاس فیصل'' دیوبندی نے لکھا ہے: ''واضح رہے اجماع کا مرتبہ قرآن وسنت کے بعد ہے۔''

(نماز پیغمبر ﷺ ص ۲۸)

۱۶) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: ماسٹر امین نے اہل حدیث علماء کو مناظرے میں پہلے نمبر پر قرآن پیش کرنے کیلئے اس لئے کہا تھا کہ قراۃ خلف الامام کے مسئلے میں آل دیوبند کے پاس صحابہؓ وتابعینؒ کی تفاسیر موجود ہیں۔ (دیکھئے قافلہ...جلد۴ شمارہ نمبر۲ ص ۳۵)

الجواب: راقم الحروف نے الحدیث (نمبر۶۳ ص ۱۷) میں ثابت کیا تھا کہ ماسٹر اوکاڑوی اوراس کی پارٹی نے سیدنا ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب تفسیر کا جو مطلب لیا ہے، اس سے دیوبندی اصولوں کے مطابق تو سیدنا ابو ہریرہؓ کی عدالت نعوذ باللہ ساقط ہوتی ہے۔ میرے اس اعتراض کے جواب سے الحمد للہ پوری دیوبندیت خاموش ہے۔ نیز آلِ دیوبند عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں ایسے وقت بھی کہنے کے قائل ہیں جب امام قرآن پڑھ رہا ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے بہشتی زیور (حصہ ۱۱ ص ۸۷ عیدین کی نماز کا بیان مسئلہ ۱۹) آپ کے مسائل اوران کا حل (۲/ ۴۱۶) احسن الفتاویٰ (۴/ ۱۵۳) چارسو اہم مسائل از محمد ابراہیم صادق آبادی (ص ۲۷۳) ہفت روزہ ختم نبوت (جلد ۲۹ شمارہ ۳۵/ ۳۴ ص ۹)

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی نے مناظرے میں قرآن کی آیت بغیر کسی صحابی کی تفسیر کے بھی پیش کی تھی۔ (دیکھئے فتوحات صفدر ج۳ ص ۱۵۱، سطر نمبر ۱۵، ج۱ ص ۲۲۶، دوسرا نسخہ ج۱ ص ۱۹۹)

بیچارا ننھا اوکاڑوی کہاں تک ماسٹر اوکاڑوی کا دفاع کرے گا۔؟!

۱۷) ننھے اوکاڑوی کے مغالطے کا خلاصہ: ننھے اوکاڑوی نے ماسٹر امین کے مناظروں کو قطع برید کے ساتھ شائع نہیں کیا محمد زبیر صادق آبادی کا یہ محض الزام ہے۔

(دیکھئے قافلہ...جلد۴ شمارہ ۲ ص ۳۴)

الجواب: ننھے اوکاڑوی کا انکار جھوٹ پر مبنی ہے مثال کے طور پر قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ کے ساتھ اوکاڑوی کا جو مناظرہ رفع یدین پر ہوا تھا اس میں قاضی صاحب کی آخری ٹرم تھی جو ننھے اوکاڑوی نے نقل ہی نہیں کی۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۱/ ۲۰۳)

ننھے اوکاڑوی نے شرم کی وجہ سے ماسٹر امین کی مکمل بات نقل ہی نہیں کی بلکہ نقطے لگا کر ماسٹر کی بات چھپالی ہے۔دیکھئے فتوحات صفدر (۱۹۵/۱، دوسرا نسخہ ۱۶۹/۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں

[دورُخی نمبر ۴ تا ۸]

دورُخی نمبر ٤: ماسٹر امین اوکاڑوی نے بزعم خود تقلید شخصی کا ثبوت دینے کے لئے لکھا ہے:

''مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے اور فرماتے: انما اقول برائي (جامع بیان العلم ج ۲/ص ۵۸) سب اہلِ مدینہ ان کی تقلید شخصی کرتے، حتیٰ کہ حضرت ابنِ عباسؓ کو کہہ دیا: لا ناخذ بقولك و ندع قول زيد (بخاری ج ۱/ص ۲۳۷) ''ہم زید کے مقابلے میں آپ کا قول نہیں مانیں گے۔'' (تجلیات صفدر ۶/ ۱۱۵)

اوکاڑوی کی نقل کردہ بخاری کی روایت میں ایک راوی عکرمہ رحمہ اللہ ہیں۔

دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۳۷ ح ۱۷۵۸۔۱۷۵۹، کتاب الحج باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت) جواہر الفقہ (۱/ ۱۵۴، از ''مفتی'' محمد شفیع) اور تقلید کی شرعی حیثیت (ص ۴۳، از محمد تقی عثمانی)

تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے اتباعِ ہویٰ (خواہش پرستی) کی وجہ سے عکرمہ رحمہ اللہ کی اس روایت کو قبول کر لیا، لیکن دوسری طرف عکرمہ کی دوسری روایت چونکہ ماسٹر امین کی طبیعت کے خلاف تھی، اس لئے اتباعِ ہویٰ کی وجہ سے ماسٹر امین نے اسی عکرمہ رحمہ اللہ پر یوں جرح نقل کی ہے: ''اس کا استاد عکرمہ ہے۔ یہ بھی خارجی تھا۔ اس کو عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادہ ٹٹی خانہ کے پاس باندھ دیتے اور فرماتے یہ کذاب خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (عجیب بات ہے کہ یہ بھی اس نے ابن عباسؓ پر ہی جھوٹ بولا ہے) امام سعید بن المسیب، امام عطاء، امام ابن سیرین رحمہم اللہ سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ خارجی مذہب کا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متشابہات نازل کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حاکم مدینہ نے اس کی طلبی کا حکم دیا تو یہ اپنے خارجی شاگرد داؤد بن

الحصین کے پاس روپوش ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳، ص ۹۶)'' (تجلیات صفدر ۴/ ۶۱۸)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

[تنبیہ: ٹٹی خانہ کے پاس باندھنے اور کذاب خبیث کہنے والی روایت یزید بن ابی زیاد سے مروی ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۹۴/۳)

یزید بن ابی زیاد ضعیف، مدلس اور مختلط تھا، لہٰذا یہ روایت تین وجہ سے مردود ہے۔

باقی جروح میں بھی نظر ہے اور جمہور محدثین نے عکرمہ کو ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا ایسے راوی کی روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہوتی ہے۔]

یوں تو آل دیوبند کہا کرتے ہیں کہ تقلید شخصی اتباع ہوئی سے بچاتی ہے، لیکن دیکھا آپ نے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی تقلید شخصی کے دفاع میں اتباع ہوئی کا شکار ہوا، نیز ماسٹر امین اوکاڑوی کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی مخالف کی روایت سے استدلال کرے تو گویا اس شخص نے اس راوی کی قے چاٹ لی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۱۷۹، سطر ۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان کی لغزشوں سے محفوظ فرمائے۔

تنبیہ: ماسٹر امین اوکاڑوی کے چہیتے نعیم الدین دیوبندی (''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے مصنف) نے عکرمہ رحمہ اللہ کا دفاع کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب: شب برأت کی فضیلت (ص ۸۵ تا ۹۲)

البتہ اختصار کے پیش نظر چند حوالے نقل کئے دیتا ہوں، نعیم الدین نے لکھا ہے:

''جعفر طیالسیؒ یحیی بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ عکرمہ اور حماد بن سلمہ کی برائی کر رہا ہے تو اسے اسلام کے بارے میں متھم جانو'' تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰'' (شب برأت کی فضیلت ص ۸۷)

مزید لکھا ہے: ''بعض محدثین نے حضرت عکرمہؒ پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں لیکن محققین علماء نے ان اعتراضات کو پوری تحقیق وتفتیش کے بعد رد کر دیا ہے''

(شب برأت کی فضیلت ص ۸۸)

حبیب الرحمٰن صدیقی نے عکرمہ پر جرح کی تھی، نعیم الدین نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''صدیقی صاحب پر حیرت ہے انہوں نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر محض لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے حضرت عکرمہ پر بعض محدثین کی جرحیں نقل کر کے انہیں ایک بھیانک شخص کے روپ میں پیش کر دیا ہے، اور محقق علماء کرام نے جو ان جرحوں کے جوابات دیئے ہیں ان سے آنکھیں موندلیں'' (شب برأت کی فضیلت ص ۸۹)

یعنی نعیم الدین، حبیب الرحمٰن صدیقی کی جس کارستانی کا شکوہ کر رہے ہیں وہی کام نعیم الدین (انوار خورشید) کے مربی ومحسن امین اوکاڑوی نے کیا ہوا ہے، نیز امین اوکاڑوی نے ایک دوسرے مقام پر شعرانی کے حوالے سے اپنی تائید میں نقل کیا ہے کہ ''امام صاحب حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے مگر تابعین سے جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور یہ شہادتِ رسول اکرم ﷺ خیر القرون میں داخل ہیں مثلاً اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان کے درجہ کے راوی رضی اللہ عنہم اجمعین تو جس قدر راوی امام صاحبؒ اور رسول خدا ﷺ کے درمیان ہیں وہ سب ثقہ اور عادل اور عالم اور خیار ناس میں سے ہیں، نہ ان میں کوئی کاذب (جھوٹا) ہے اور نہ ہی دروغ گوئی سے متہم اور کیا چیز مانع ہے تم کو ان حضرات کی عدالت کے اعتراف سے جن سے احکام دینیہ حاصل کرنے میں ابو حنیفہ جیسا شخص راضی ہے جس کے تقویٰ اور پرہیز گاری اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اوپر شفقت کی انتہا نہیں...'' (تجلیات صفدر ۳/۵۶۵)

دورُخی نمبر ۵: ایک اہل حدیث عالم مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کے موضوع پر امین اوکاڑوی کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے آمین بالجہر کی احادیث کے متعلق امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ قول پیش کیا کہ آمین بالجہر کی احادیث متواتر ہیں تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام مسلم رحمہ اللہ کا قول رد کرتے ہوئے کہا: ''اس کے بعد حضرت (مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ) یہ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ کا قول ہے کہ متواتر احادیث جہر کی

ہیں۔امام مسلمؒ کا قول تو مرفوع حدیث نہیں ہے۔''

(فتوحات صفدر ۱/۳۵۲، دوسرا نسخہ ج ا ص ۳۱۵۔۳۱۶)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین نے یونس نعمانی مماتی دیوبندی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا: ''میں نے جو حدیث پڑھی ہے وہ وہ ہے جس کو محدثین متواترات میں شمار کر رہے ہیں۔'' (فتوحات ۳/۳۷۸۔۳۷۹)

اس کے جواب میں یونس نعمانی نے کہا: ''مولوی صاحب نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔مولوی صاحب متواتر حدیث کی تعریف کر دیں اور اس تعریف کو اسی حدیث **الانبیاء احیاء فی قبورھم** پر منطبق کر دیں۔'' (فتوحات صفدر ۳/۳۷۹)

اس کے جواب میں ماسٹر امین نے کہا: ''جب سنار ایک سونے کو کھرا کہ دے تو سنار کو کھرے کے معنی آتے ہیں یا نہیں، جب ایک محدث حدیث کو متواتر کہ دیتا ہے مجھ جیسے ہزاروں کی سمجھ میں اگرچہ نہیں آیا تو کیا، ان پڑھوں کی بات کوئی سنے گا؟ کوئی نہیں سنے گا۔''

(فتوحات صفدر ۳/۳۸۱)

دورُخی نمبر ۶ : ماسٹر امین نے احمد سعید ملتانی سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا:

''اگر مولانا ناراض نہ ہوں تو میں بتلاتا ہوں کہ شرطیں لگا کر دلیل طلب کرنا یہ شرطیہ معجزہ طلب کرنا ان (کافروں اور مشرکوں) کا کام تھا، وہ شرطیہ معجزہ مانگتے تھے (یہ پہاڑ سے اونٹنی نکلے وغیرہ وغیرہ۔مدعیٰ علیہ کے ذمے صرف یہ ہے کہ گواہ پر جرح کر کے اس کو رد کرے، پھر دوسرا گواہ پیش کیا جائے اس پر جرح کرے۔'' (فتوحات صفدر ۲/۴۲۵)

لیکن دوسری طرف ماسٹر امین نے قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ اہل حدیث مناظر سے پانچ شرطیں لگا کر دلیل طلب کی تھی۔

دیکھئے فتوحات صفدر (۱/۱۶۲، دوسرا نسخہ ج ا ص ۱۳۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

دورُخی نمبر ۷ : ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''محمد بن اسحاق والی حدیث جس پر

میں نے جرح کی ہے۔ کہ وہ ایک دجال کذاب راوی ہے، مسلک اس کا شیعہ تھا، تقدیر کا منکر تھا۔ اور حنفیہ نے کسی فرض میں اس پر استدلال نہیں کیا۔''

(فتوحات صفدر ۱/۲۹۵، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۰۔۲۶۱)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی نے احکام میں محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کیا۔ (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ۲/۵۷۷)

لیکن اگر کوئی مخالف محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کرے تو ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں'' (فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

قارئین کرام! دیکھئے یہ ماسٹر امین کی کتنی واضح دورُخی ہے کہ ایک راوی کو کذاب دجال، شیعہ اور تقدیر کا منکر کہہ کر پھر اسی راوی کی روایت سے احکام میں استدلال کیا ہے۔

دورُخی نمبر ۸: محمد بن حمید رازی پر ماسٹر امین اوکاڑوی نے شدید جرح کی اور اسے کذاب ثابت کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۲۲۴)

نیز آلِ دیوبند کے مفتی جمیل نذیری نے بھی محمد بن حمید الرازی کو جھوٹا ثابت کیا۔ دیکھئے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۳۰۱)

ایک اور جگہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

لیکن اوکاڑوی نے دوسری طرف مسئلہ طلاق کے متعلق محمد بن حمید رازی کی ایک حدیث سے استدلال کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۶۰۱)

ایک اور جگہ مسئلہ تراویح کے متعلق حدیث پیش کی، جس کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۳/۲۵۷)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے کہ ایک راوی کو جھوٹا ثابت کر کے، پھر اسی کی احادیث پیش کیں اور یہ بھی کہا کہ جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔!

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں

[نمبر ۹ تا ۱۴]

دورُخی نمبر ۹: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ایک ثقہ اور مشہور راوی ابن جریج ہیں، جن کے بارے میں مشہور دیوبندی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''حضرت ابن جریجؒ حدیث اور فقہ کے معروف امام ہیں'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۲)

لیکن امین اوکاڑوی نے ان کے بارے میں دوغلی پالیسی اختیار کر رکھی تھی، کبھی ان کی روایتوں سے استدلال کیا اور کبھی جرح کرتے ہوئے رد کر دیا۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مناظرے میں کہا: ''دوسرا راوی ہے ابن جریج یہ وہ ہے کہ میزان میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں نوے عورتوں سے متعہ کیا۔ میں حیران ہوں کہ حضرت کے پاس ایسے راوی رکھے ہیں'' (فتوحات صفدر ۱/ ۳۶۳ دوسرا نسخہ ۱/ ۳۲۶)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ کہا: ''اس نے مکہ میں رہ کر متعہ بھی کیا تھا اب یہ متعہ والوں کے پاس جاتے ہیں جو رات کو سوتے وقت ایک چھٹانک تیل ...ڈالتا تھا قوت باہ کے لئے۔ دیکھو اب کتنا اچھا آدمی ڈھونڈا ہے اس میں اس کا تو کچھ نہیں بنتا لیکن یہ پتہ چل گیا کہ شیعہ ہیں کیونکہ وہیں جاتے ہیں۔ بھاگ بھاگ کر متعہ والوں کے پاس ہی جاتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۱۹۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۹)

[تنبیہ: فتوحات صفدر (۱/ ۱۹۵) میں غلطی سے ابن جریج کی جگہ ابن جریر چھپ گیا ہے۔ اور نقطوں والی عبارت محمود عالم صفدر نے جان بوجھ کر چھوڑی ہے۔]

امین اوکاڑوی کے سامنے کسی اہل حدیث نے یہ روایت پیش کی کہ ''ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے آمین کہی اور آپ کے مقتدیوں نے بھی، یہاں تک کہ مسجد بھی گونج گئی۔''

(فتوحات صفدر ۲/ ۲۰۰)

تو امین اوکاڑوی نے اس کے جواب میں کہا: ''بخاری نے اسکی کوئی سند بیان نہیں کی، البتہ مصنف عبدالرزاق میں اس کی سند ہے جس کا راوی ابن جریج ہے۔ مناظر اہل سنت نے بتایا کہ اس شخص نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ (میزان الاعتدال ص)
سامعین یہ سن کر توبہ توبہ کر اٹھے کہ نوے عورتوں سے متعہ یہ تو شیعوں سے بھی بڑھ گئے خدا کی پناہ۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۰۰)

ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے مزید کہا: ''ایک متعہ کرنے والے کی چوکھٹ چاٹ رہے ہیں۔ آہ! یہ کتنا بڑا المیہ تھا کہ قرآن وحدیث کو متعہ خانے کے دروازے پر ذبح کیا جارہا ہے۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۰۰)

قارئین کرام! آپ یہ جان کر بھی حیران ہوں گے کہ جس روایت کو پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی اپنے جاہل عوام کو توبہ توبہ کروا رہا تھا، اسی روایت کا پہلا حصہ اوکاڑوی نے دوسری جگہ اپنی تائید میں پیش کر کے کہا: ''صحیح بخاری میں یہ بھی عطاء کا قول موجود ہے۔ قال عطا آمین دعا عطاؒ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے ایک بات ثابت ہوگئی''

(فتوحات صفدر ۱/۳۴۲، دوسرا نسخہ ۱/۳۰۶)

نیز دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۱۱۲، ۵/۴۷۰)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ اہل حدیث کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اہل طائف نے نماز تراویح میں ایک بچے کو امام بنا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور خوشخبری یہ بات لکھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں ہرگز نہیں چاہئے کہ لوگوں کا امام ایسے بچے کو بناؤ جس پر حدود واجب نہیں (عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)'' (تجلیات صفدر ۵/۶۱)

قارئین کرام! اس روایت کے راوی بھی ابن جریج ہیں اور ابن جریج کی روایت سے امین اوکاڑوی کا استدلال کرنا، امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔ امین اوکاڑوی نے ایک چالاکی تو یہ کی کہ ابن جریج کا نام چھپایا جو خود اوکاڑوی کے نزدیک انتہائی مجروح راوی ہے اور دوسری چالاکی امین اوکاڑوی نے یہ کی کہ عمر بن عبدالعزیز کو ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' لکھا

تا کہ عام آدمی یہی سمجھے کہ یہ مشہور صحابی خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

قارئین کرام! آپ یہ جان کر اور بھی حیران ہوں گے کہ اگر کوئی اہل حدیث ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت پیش کرے تو امین اوکاڑوی اپنے عوام سے توبہ توبہ کرواتا تھا، لیکن دوسری طرف امین اوکاڑوی نے دیوبندیوں کی مشہور کتاب: ''حدیث اور اہل حدیث'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مولانا انوار خورشید مدظلہ نے اردو خوان حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب ''حدیث اور اہل حدیث'' نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔'' (تجلیات صفدر ۷/۳۰۴)

اوکاڑوی نے مزید لکھا: ''احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی'' (تجلیات صفدر ۷/۳۰۵)

اور ''حدیث اور اہل حدیث'' کے مؤلف انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ...'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۱۶۵)

چونکہ انوار خورشید نے اپنی کتاب میں چند احادیث کے سوا سند نقل کرنے کا التزام نہیں کیا، لہٰذا نہ جانے کتنی روایات میں ابن جریج رحمہ اللہ ہوں گے، البتہ چند صفحات کی نشاندہی پیشِ خدمت ہے، جہاں ابن جریج کا نام لے کر ان کی روایت کو قبول کیا گیا ہے۔

''حدیث اور اہل حدیث'' کے صفحات درج ذیل ہیں:

ص ۱۶۵، ۱۷۲، ۱۹۱، ۲۸۸، ۴۸۰، ۴۹۳، ۵۴۰، ۵۵۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۸۱۷، ۸۵۰، ۸۸۵

قارئین کرام! آپ نے امین اوکاڑوی کی دورُخی تو ملاحظہ فرما لی اور دوغلی پالیسی والے کے متعلق اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آپ اس طرزِ عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان شرا لناس عند اللّٰه ذاالوجهين . یعنی ''دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے'' (تجلیات صفدر ۶/۷۱)

دورُخی نمبر ۱۰: مستدرک حاکم کے مصنف امام حاکم رحمہ اللہ کے متعلق امین اوکاڑوی

نے لکھا ہے: ''دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۶)

امام حاکم کے متعلق امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''دوسرا راوی ابو عبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۷)

لیکن دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے امام حاکم رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''امام ابو عبداللہ الحاکم الحافظ الکبیر امام المحدثین، امام اہلِ الحدیث فی عصرہ العارف بہ حق معرفتہ (تذکرہ ج ۳ ص ۱۰۳۹، ۲۳۱، احسن الکلام)'' (تجلیات صفدر ۵/۱۶۲)

امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/۱۰۹) پر امام حاکم کا شمار اہل سنت میں کیا۔

لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

دورُخی نمبر ۱۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان ''اقرأ بها في نفسك'' کا معنی امین اوکاڑوی نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کے بعد کہ/ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بدعتی اماموں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے تھے جو امام بن کر بھی سری نمازوں میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھتے تھے تو ایسے امام کے پیچھے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی تھی/ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''...خلافت راشدہ کے بعد بعض ایسے حاکم بنے جیسے ابن زیاد انہوں نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ وہ خود جماعت کراتے اور سری نمازوں میں امام بن کر بھی فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھتے (مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۴ ج ۲) تو ایسے اماموں کے پیچھے صحابہ خود قرأت کر لیتے یہاں بھی یہی حالت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حدیث سنائی تو ابو سائب نے سوال پوچھا انا نکون احیانًا وراء الامام ہم کبھی کبھار اس امام کے پیچھے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین نماز باجماعت کے پابند تھے البتہ کبھی کبھار ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی تھی تو ابو سائب نے اشارۃً ایسے امام کا مسئلہ پوچھا فغمز ذراعی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا ہاتھ دبا کر ایسے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ صحیح صریح احادیث کے خلاف فتویٰ کیسے دے سکتے تھے۔''

(تجلیات صفدر ۴/۲۶۷)

لیکن جب امین اوکاڑوی نے دیکھا کہ اسی روایت (اقرأ بها في نفسك) کے بعض طرق (یعنی بعض سندوں) میں امام کی جہری قراءت کا ثبوت موجود ہے تو اوکاڑوی نے پینترا بدلا، کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میرا سارا فلسفہ باطل ہو چکا ہے اور تجلیات صفدر (۲۶۷/۴) میں کیا ہوا معنی دیوبندی مسلک کے لئے خطرناک ہے تو امین اوکاڑوی نے ''اقرأ بها في نفسك'' کا معنی تبدیل کر دیا، چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''(ابو سائب کہتے ہیں) میں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ! جب میں امام کے پیچھے ہوں اور وہ اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو میں سورۂ فاتحہ کیسے پڑھوں؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے فارسی! خرابی ہے تیرے لئے اس کو اپنے دل میں سوچ لیا کرو۔'' (جزء القراۃ ص ۸۲ ح ۷۳)

یہ امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

فائدہ: مصنف عبدالرزاق کی روایت (جس کی طرف اوکاڑوی نے اشارہ کیا ہے) ہمارے نسخہ میں ج ۲ ص ۱۴۱ (ح ۲۸۱۷، دوسرا نسخہ ۹۱/۲ ح ۲۸۲۰) پر یحییٰ بن العلاء کی سند سے موجود ہے۔ یحییٰ بن العلاء کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا: ''متروك الحديث''

(الکامل لابن عدی ۲۶۵۵/۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳/۹)

ہیثمی نے کہا: '' وهو كذاب '' اور وہ جھوٹا ہے۔ (مجمع الزوائد ۹۲/۵، باب اوقات الحجامۃ)

حافظ ابن حجر نے کہا: '' رمي بالوضع '' اُس پر وضعِ حدیث کا اعتراض ہے۔

(تقریب التہذیب: ۷۶۱۸)

ایسے کذاب راوی کی موضوع روایت سے استدلال کرنا امین اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔!

دورُخی نمبر ۱۲: امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق پر جرح کرتے کہا:

''و قد رمی بالقدر'' (فتوحات صفدر ۲۲۴/۳، یعنی اس پر قدری ہونے کا اعتراض ہے۔)

ایک اور جگہ امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق پر جرح کرتے ہوئے کہا: ''کوئی اسے تقدیر کا منکر کہتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ منکر تقدیر کا اسلام بھی صحابہ نے نہیں مانا۔ آپ

تقدیر کے منکر کی حدیث میرے سامنے پڑھ رہے ہیں۔ اگر تقدیر کے منکر کی بات مانی ہے تو پہلے ایمان مفصل سے یہ نکالو گے والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ“

(فتوحات صفدر ۱/۳۰۸، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۳)

قارئین کرام! آپ یہ جان کر بھی حیران ہوں گے کہ ماسٹر امین نے اسی مناظرے میں ”واذا قرأ فانصتوا “روایت پیش کی۔ (دیکھئے فتوحات صفدر ۱/۲۸۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۳)

جس کے راوی قتادہؒ ہیں اور آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے کہا ہے:

”اس لئے کہ قتادہ قدری تھے جو معتزلہ کی شاخ ہے“ (خزائن السنن ص ۵۱۲)

سرفراز صفدر نے قتادہ کے بارے میں مزید لکھا ہے: ”قدری یعنی منکر تقدیر تھے...اور یہ بدعتی فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے“ (سماع الموتی ص ۲۱۲)

قتادہ کے بارے میں سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ”جس راوی کو امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن سعید القطانؒ علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ردی عقیدہ والا اور چوٹی کا قدری (بدعتی) بتائیں تو ہم انہیں کیسے سنی سمجھ سکتے ہیں؟“ (المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور ص ۹۷)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ”قتادہؒ فی نفسہ ثقہ ہونے کے باوجود قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے“ (مجذوبانہ واویلا ص ۱۱۲)

تنبیہ: امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کی حدیث کو بھی مانا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۵۷۷، ۵/۳۲۹)

قارئین کرام! آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ سرفراز صفدر دیوبندی کے نزدیک تو قتادہ قدری ہونے کے باوجود ثقہ تھے اور ان کے نزدیک قدری کی روایت تو مقبول تھی، البتہ رائے غیر معتبر تھی، لیکن اس کے برعکس امین اوکاڑوی اور اس کے بعض متبعین مثلاً الیاس گھمن، عبدالغفار چنی گوٹھی، اسمٰعیل جھنگوی، محمد ریاض، آصف لاہوری، حافظ محمد ارشد وغیرہ دیوبندی بالکل دوغلی پالیسی والے ہیں، کیونکہ قدری راوی ان کے نزدیک مجوسی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مناظرے میں آصف لاہوری نے ان سب کی تائید کے ساتھ سیدنا ابو

حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث (جس میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے) کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ پر قدری ہونے کی جرح پیش کر کے ایک ضعیف روایت کی وجہ سے اہل حدیث مناظر حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ سے کہا کہ مجوسیوں کی روایتیں پیش نہ کرو کسی مسلمان کی روایت پیش کرو اور خود یہ تمام دیوبندی قتادہ کی روایت پیش کرتے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی کے خیال میں کسی آدمی نے دوغلی پالیسی اختیار کی تھی تو اسے سمجھاتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا: "آپ اس طرز عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان شر الناس عند اللّٰه ذوا الوجهين . یعنی "دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے۔" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے اور بقول آپ کے تلاش کرتی ہے کہ کس کے دلائل مضبوط ہیں۔" (تجلیات صفدر ۶/ ۷۱)

دورُخی نمبر ۱۳) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی سے ایک دوسرے دیوبندی نے کہا: "آخر ہم کیسے جانیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟" تو امین اوکاڑوی نے کہا: "ہم جب حدیث پیش کریں گے تو صاف صاف کہہ دیں گے کہ بھائی اس حدیث کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں! یہاں اللہ اور رسول سے کچھ نہ ملے تو حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کا حق ہوتا ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ اگر اس حدیث پر چاروں اماموں نے عمل کیا ہے تو اس حدیث کو ہم "دلیل اجماع" سے صحیح اور قابل عمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث پر چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی عمل نہیں کیا تو ہم بہ دلیل اجماع اس کو متروک العمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث کے موافق عمل کرنے اور نہ کرنے میں چاروں اماموں میں اختلاف ہو تو ہم فیصلہ اپنے امام سے لیں گے کیونکہ ہمارے امام کا یہ اعلان موافق مخالف سب جانتے ہیں کہ اذا صح الحديث فهو مذهبی ۔ کہ جب میرے نزدیک دلیل سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میں اس کو اپنا مذہب قرار دیتا ہوں تو

جب میرے امام کا عمل اس حدیث کے موافق ہے تو میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کسی حدیث پر میرے امام کا عمل نہیں تو انہوں نے یقیناً کسی دلیل سے اس پر عمل ترک فرمایا ہے اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث اسی دلیل سے متروک العمل ہے جو میرے امام کے سامنے ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر جلد ۴ ص ۱۴ تا ۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ باطل اصول ہے، اس اصول کو اوکاڑوی نے خود گھڑا ہے اور ہندوستان پر انگریزی قبضے و آغازِ مدرسۂ دیوبندی سے پہلے کسی مستند حنفی عالم سے یہ من گھڑت اصول قطعاً ثابت نہیں بلکہ اوکاڑوی کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق کئی احادیث کو نہ صحیح کہا جا سکتا ہے اور نہ ضعیف۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۵۲۷)

اوکاڑوی نے مجبور ہو کر ایک اہلِ حدیث عالم سے مناظرے کے دوران ایک دوسرا اصول پیش کیا۔

چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''یہ ایک بات یاد رکھیں کہ جس طرح حدیث اللہ کے نبی ﷺ کی ہوتی ہے، لیکن اس کو صحیح یا ضعیف محدثین ہی کہتے ہیں'' (فتوحات صفدر ۲/۱۷۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے، کیونکہ پہلا اصول بھی خود اوکاڑوی نے اپنے لئے بیان کیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۵۲۸۔۵۳۰)

اتنی صراحت کے باوجود ایک دیوبندی محمد رضوان عزیز نے اوکاڑوی کے دفاع میں راقم الحروف کے خلاف لکھا ہے: ''ہمارے مسلک کا جب یہ اصول ہے ہی نہیں تو اتنے ورق سیاہ کرنے کا فائدہ۔'' (قافلہ... جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۱۴)

دورُخی نمبر ۱۴) ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے مخالف سے کہا:

''یہ ترتیب کہ پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے۔ دوسرا سنت رسول اللہ کا۔ یہ ترتیب مجتہد کے لئے ہے نہ کہ غیر مجتہد کے لئے۔'' (فتوحات صفدر ۳/۲۹۵)

دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا:

''میں نے اپنے دلائل بیان کر دیئے ہیں کہ میں چار دلائل مانتا ہوں۔
نمبرا۔ کتاب اللہ۔ نمبر۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ ۔ نمبر۳۔ اجماع امت نمبر۴۔ قیاس''

(فتوحات صفدر ۳/۲۸۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے کیونکہ اوکاڑوی نے مجتہد نہ ہونے کے باوجود اپنے دلائل بیان کرتے ہوئے پہلا نمبر کتاب اللہ کا اور دوسرا نمبر سنت رسول ﷺ کا ہی بیان کیا اور ماسٹر امین اوکاڑوی بھی غیر مجتہد ہی تھے اور خود اوکاڑوی نے اپنے بارے میں علانیہ کہا تھا: ''ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں، مسائل میں عالم ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۲۵۱، دوسرا نسخہ ۱/۲۲۱)

دورُخی نمبر ۱۵) ماسٹر امین اوکاڑوی نے مماتی دیوبندی عنایت اللہ گجراتی کے بارے میں کہا: ''جب عنایت اللہ شاہ گجراتی نے خیر المدارس کے جلسے پر اس عقیدے کا اظہار کیا تو اوکاڑہ میں مولانا ضیاء الدین صاحبؒ نے تمام علماء کی میٹنگ بلوائی اور فرمایا اب تک ہم عنایت اللہ شاہ کو بلواتے رہے ہیں اب کسی مولوی نے اگر اوکاڑہ میں اسے بلوایا تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے گا۔ اگر ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ یہاں سے گزر رہا تھا اور کسی نے اسے پانی پلا دیا تو ہم اس سے بھی بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ اس سے یہ ہوا کہ ہمارے علاقے میں یہ فتنہ آیا ہی نہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۵۸۔۵۹ طبع دوم)

ایک طرف تو امین اوکاڑوی نے عنایت اللہ شاہ گجراتی کا ایسا بائیکاٹ قبول کیا کہ اسے پانی بھی نہ پلایا جائے گا، لیکن دوسری طرف اہلِ حدیث کے خلاف مناظرے میں، امین اوکاڑوی مناظر اور عنایت اللہ گجراتی صدر مناظر تھے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر ۱/۳۸۸)

محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی حیاتی نے لکھا ہے: ''مماتیوں کے مشکل کشا، حضرت اوکاڑوی۔

بلکہ خود مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے بھی اہلِ حدیث کے ساتھ مناظرہ

میں مولانا اوکاڑوی کو ہی مناظر تجویز کیا تھا اور خود اس مناظرہ کی صدارت کی تھی۔“

(فتوحات صفدر ۳/ ۴۴۳)

محمود عالم اوکاڑوی نے عنایت اللہ شاہ گجراتی کا ذکر اسی مناظرے کی نسبت سے کچھ اس طرح کیا ہے: ”اہل سنت والجماعت حنفی صدر مناظر نے فرمایا...“

(فتوحات صفدر ۱/ ۲۲۳ طبع دوم)

یہ امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے کہ ایک طرف تو ایسا بائیکاٹ کہ پانی بھی نہ پلایا جائے دوسری طرف اسی کی صدارت میں مناظرہ کیا۔

دورُخی نمبر ۱۶) ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرنے کو تقلید کا مسئلہ قرار دیا، لیکن دوسری جگہ اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”مسائل منصوصہ، غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت نہ تقلید کی جیسے پانچ نمازوں کی فرضیت، نصاب زکوٰۃ وغیرہ“ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۴۰۷)

اب دیکھئے! نماز ہم پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہوئی ہے، جب ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو مان لیا تو ماسٹر امین اوکاڑوی کے بقول بھی یہ اللہ تعالیٰ کی تقلید نہ ہوئی، لیکن دوسری جگہ اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”دنیا میں سب سے پہلا گناہ ترک تقلید ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم دیا، یہ حکم تھا اس کے ساتھ کوئی دلیل نہ تھی، فرشتے حکم سنتے ہی بلا مطالبہ دلیل سجدے میں گر گئے، یہی تسلیم القول بلا دلیل ہے اور تقلید کا ہار گلے میں پہن لیا۔ مگر شیطان نے اس بلا دلیل حکم کو تسلیم نہ کیا اور تقلید کے ہار پر لعنت کے طوق کو ترجیح دی۔“

(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۴۷۹)

اب دیکھئے! یہاں اوکاڑوی نے اللہ کا حکم تسلیم کرنے کو تقلید کہا ہے۔

اوکاڑوی نے دوسری جگہ کہا ہے کہ صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۳۷۶)

دورُخی نمبر ۱۷) امین اوکاڑوی نے اپنا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے:

" دعاء قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے (جزء رفع یدین بخاری)" (تجلیات صفدر ۶/ ۵۱۹)

روایت کی صحت اور غلط ترجمہ پر بحث اختصار کے پیشِ نظر میں نے ترک کر دی ہے۔

لیکن اوکاڑوی کی دورخی تو دیکھئے:

امین اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: "لیکن جزء رفع یدین اور جزء القراۃ دونوں نا قابل اعتماد رسالے ہیں۔" (تجلیات صفدر ۲/ ۴۰۸)

اوکاڑوی نے اہل حدیث کا رد کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

" "جزء البخاری" جیسی غیر معتبر کتاب کا حوالہ دیا ہے۔" (تجلیات صفدر ۲/ ۵۰۵)

دورُخی نمبر **۱۸**) امین اوکاڑوی نے وحید الزمان پر اعتراض کیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں گندا مسئلہ لکھا اور اپنی کتاب کو نبی کی فقہ کہا۔ دیکھئے فتوحات صفدر (۲/ ۱۵۷، ۲/ ۱۶۶)

اوکاڑوی کے بقول وحید الزمان کی کتاب کا نام "نزل الابرار من فقہ النبی المختار" ہے۔ (فتوحات صفدر ۱/ ۹۸ طبع دوم)

لیکن جس مسئلہ کا اوکاڑوی نے فتوحات صفدر (۲/ ۱۵۷، ۱۶۶) پر ذکر کیا ہے وہ مسئلہ درمختار میں بھی لکھا ہوا ہے اور اوکاڑوی نے پورے مناظرے میں اس بات کا انکار نہیں کیا۔

نیز وہ مسئلہ علم الفقہ (ص ۱۱۹) پر بھی لکھا ہوا ہے۔

ایک طرف تو اوکاڑوی یہ اعتراض کرتا ہے کہ ایسے مسائل کو نبی کی طرف منسوب کیوں کیا۔ دوسری طرف خود اوکاڑوی نے لکھا ہے: "یہ کہنا کہ فقہ حنفی اور ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہے یہ ایسی جہالت ہے جیسے کوئی کہے کہ نہر کا پانی اور، دریا کا پانی اور" (تجلیات صفدر ۳/ ۴۱۹)

مزید معلومات کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۱/ ۵۹۶، ۳/ ۳۷۷)

دورُخی نمبر **۱۹**) امین اوکاڑوی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب فتح الباری کے متعلق لکھا ہے: "فتح الباری تو مقلد کی کتاب ہے۔" (تجلیات صفدر ۶/ ۳۸۶)

لیکن دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: " اور آج "بلوغ المرام" جو ایک غیر

مقلد کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس کا ایک صفحہ پڑھ کر لوگ تقلید سے آزاد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔'' (ماہنامہ الخیر ج۱۴ شمارہ ۹ رمضان ۱۴۱۷ھ فروری ۱۹۹۷ء ص ۴۸)

یہ بات تو حدیث کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ بلوغ المرام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ہے، لہٰذا یہ امین اوکاڑوی کی واضح دوُرخی ہے کہ ایک ہی شخص کو ایک جگہ مقلد اور دوسری جگہ ''غیر مقلد'' کہا۔

دوُرخی نمبر **۲۰**) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''تمہیں اپنی رائے اور سوچ پر اتنا ناز ہے کہ ہر غیر مقلد اعجاب کل ذی رأی برأیه کا مجسمہ ہے اور موافق فرمان رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند ہے۔'' (تجلیات صفدر ج۶ ص ۱۶۴)

جبکہ دوسری طرف خود امین اوکاڑوی کا دعویٰ تھا کہ وہ ''غیر مقلد'' سے حنفی بنا ہے اور اس کا مسلک دیوبندی مسلک تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ج۱ ص ۷۹ تا ۹۶ باب میں حنفی کیسے بنا؟)

اسی طرح امین اوکاڑوی کے بھائی محمد افضل نے امین اوکاڑوی کا غیر مقلد ہونا لکھا ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ج۱ ص ۴۴ سطر نمبر ۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دوُرخی ہے، کیونکہ بقول اس کے ''غیر مقلد'' پر توبہ کا دروازہ بند ہے تو یہ کس طرح غیر مقلد سے دیوبندی بن گیا تھا؟!

دوُرخی نمبر **۲۱**) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایت ہے'' (تجلیات صفدر ۳/۳۷۵)

دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ ائمہ اربعہ کے بعد بڑی شخصیت ہیں، مگر دنیا میں ان کا کوئی مقلد نہیں۔'' (تجلیات صفدر ۶/۲۱۲)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے:

''امام ابن ابی شیبہ کا ایک بھی مقلد دنیا میں نہیں ہوا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۶۴۰)

جبکہ اوکاڑوی سمیت دیگر آلِ دیوبند بھی مذکورہ دونوں اماموں کی روایات قبول کرتے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو(۱۰۰) جھوٹ

[ماہنامہ الحدیث حضرو، عدد: ۲۸ میں امین اوکاڑوی دیوبندی کے پچاس جھوٹ باحوالہ شائع ہوئے تھے۔(ص۲۲ تا ۴۲) جن کا جواب آج تک نہیں آیا۔

محترم محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ نے ان پچاس اوکاڑوی جھوٹوں کے علاوہ امین اوکاڑوی کے مزید سو(۱۰۰) جھوٹ باحوالہ پیش کر دیئے ہیں۔اہلِ انصاف سے درخواست ہے کہ دل کی آنکھیں کھول کر اس مضمون کا مطالعہ کریں۔/ حافظ ندیم ظہیر]

امین اوکاڑوی دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر تھے اور اہل الحدیث کے خلاف بہت گندی زبان استعمال کرتے تھے۔

(دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۸۰ ص ۳۸، تجلیات صفدر ۲/۱۹۳، ۵/۴۲۶، ۷/۲۴۶، ۷/۳۷۴)

وہ اہلِ حدیث علماء کے غلط حوالوں کو بزعم خود جھوٹ شمار کرتے تھے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۳۳۔ ۲۳۶، ۴/ ۲۸۹)

اوکاڑوی نے ایک اہل حدیث عالم کے حوالے کو غلط کہہ کر لکھا تھا: لعنۃ اللہ علی الکاذبین آمین ثم آمین۔ (تجلیات صفدر ۴/ ۲۸۹)

اوکاڑوی کی زبان درازی کا تعلق یہاں تک تو بعض علماء کی ذات تک تھا، لیکن پھر اوکاڑوی نے تمام اہل حدیث کے متعلق لکھا:

''دراصل اس جھوٹے فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹوں پر ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۴۱)

اس کے بعد اس کے شاگردوں اور مقلدین نے بھی اہل حدیث کے خلاف اسی طرح کا پروپیگنڈا شروع کر دیا، بلکہ ایک دیوبندی محمود عالم اوکاڑوی نے تو یہاں تک لکھا:

''لیکن غیر مقلدین باؤلے کتے ہیں'' (انوارات صفدر ۱/ ۱۱۱)

دوسری جگہ لکھا: ''غیر مقلدین کتیہ کی اولاد ہیں۔'' (انوارات صفدر ۱/ ۱۱۹)

ایک دیوبندی عبدالغفار نے ایک اہلِ حدیث عالم کے بارے میں لکھا:

''اتنا بڑا کذاب ودجال خبیث'' (قافلہ باطل جلد نمبر۳ شمارہ نمبر ا ص ۴۴)

امین اوکاڑوی اور اس کے مقلدین کی اس قسم کی جارحانہ تحریریں اس مضمون (ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو جھوٹ) کا سبب بنی ہیں۔

تنبیہ: اکثر مقامات پر اوکاڑوی کے جھوٹ اوکاڑوی و دیوبندی اصولوں کے مطابق لکھے گئے ہیں۔

جھوٹ نمبر ۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا:

'' قرآن پاک میں واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن سیر کرتے کرتے سمندر کی طرف جا نکلے وہاں کیا دیکھا کہ ایک انسانی لاش پڑی ہے، اسے مچھلیاں اور مگرمچھ بھی کھا رہے ہیں، کوے اور چیلیں بھی کھا رہے ہیں، اور کچھ ذرات زمین میں بھی ملتے جا رہے ہیں۔'' (فتوحاتِ صفدر ج ۳ ص ۳۶۵)

قرآنِ پاک میں یہ واقعہ بالکل موجود نہیں لہٰذا اوکاڑوی نے قرآن پاک پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: اوکاڑوی نے علانیہ کہا: '' قرآن پاک میں یہ ہے کہ ابوجہل کی پارٹی بتوں والی آیتیں نبیوں کے بارے میں پڑھا کرتی تھی۔ قرآن نے ان کو بل ھم قوم خصمون کہا ہے'' (فتوحات صفدر ج ۳ ص ۴۰۷)

قرآن پاک میں یہ الفاظ بالکل نہیں ہیں لہٰذا یہ اوکاڑوی کا قرآن پاک پر بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: اوکاڑوی نے علانیہ کہا: '' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھائیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور آپ کے پیچھے نماز کی نیت باندھی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل سنیں۔

فاستفتح النبی صلی اللہ علیہ وسلم من السورة

ابن ابی شیبہ اور مسند احمد میں روایت ہے [1]۔ ابن ابی ماجہ میں اخذ کا لفظ ہے کہ ابو بکر سورۃ پڑھ رہے تھے۔" (فتوحات صفدر ج ا ص ۳۳۶ تا ۳۳۷، دوسرا نسخہ ص ۳۰۰، ۳۰۱)

مذکورہ روایت کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ بیان بالکل جھوٹ ہے کہ "حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں حضور علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور آپ کے پیچھے نماز کی نیت باندھی۔" جبکہ آلِ دیوبند کے "شیخ الحدیث" فیض احمد ملتانی نے اس روایت کے بارے میں لکھا: "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضِ وفات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کے درمیان آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور امام بنے، حضرت حضرت ابو بکرؓ مکبر بنے۔" (نماز مدلل ص ۱۱۵)

اوکاڑوی کی پیش کردہ ضعیف روایت کے مطابق بھی نبی ﷺ امام بنے تھے لیکن اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ "اور آپ کے پیچھے نماز کی نیت باندھی۔"

جھوٹ نمبر ٤: ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اسی طرح جب آنحضرت علیہ السلام نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تو تمہارا نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دینا اپنے جنازہ میں یقیناً شیطان کا حصہ شامل کرنا ہے، کیا ہم غیر مقلدوں سے یہ امید رکھیں کہ وہ آنحضرت علیہ السلام کے اس ارشاد سے ڈریں گے اور اپنے جنازوں کو شیطان کے دخل سے پاک کر لیں گے، ہاں دیکھنا شیطان کی طرح یہ پروپیگنڈہ نہ کرنا کہ فاتحہ کو شیطان کا حصہ کہہ دیا بلکہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینے کو خود حضور علیہ السلام نے شیطان کا حصہ فرمایا ہے۔"

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۵۸۳)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں۔

جھوٹ نمبر ٥: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین سے متعلقہ حدیث کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اور ابو عوانہ میں بھی فلا یرفعھما ہے۔"

(جزر رفع یدین مترجم امین اوکاڑوی ص ۲۵۵)

یہ بھی صریح جھوٹ ہے کیونکہ ابوعوانہ میں یہ الفاظ بالکل نہیں اور ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول میں کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا یا کوئی ایسے الفاظ کسی کتاب کی طرف منسوب کرنا جو اصل کتاب میں نہ ہوں جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۳۴، غیر مقلدین کی قسمت میں اتباع حدیث کہاں)

جھوٹ نمبر ۶: ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ رفع یدین کی۔ جب اعتراض ہوا تو حدیث سنا دی۔ اصولِ محدثین پر تو یہ حدیث موقوف ہے، کیونکہ اس کو مرفوع کرنے میں سالم منفرد ہے اور باقی چھ موقوفاً ہی روایت کرتے ہیں۔ جماعت کے خلاف سالم کا تفرد قابلِ حجت کیسے ہوسکتا ہے اسی لیے امام ابوداؤد نے فرمایا ہے کہ لیس بمرفوع کہ یہ مرفوع نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۶۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ اصول محدثین پر یہ روایت موقوف ہے کیونکہ اس کو بیان کرنے میں سالم منفرد ہے بالکل جھوٹ ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد نافع رحمہ اللہ بھی مرفوع بیان کرتے ہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۹، شرح السنۃ للبغوی ۳/ ۲۱ ح ۵۶۰ وقال: ''ھذا حدیث صحیح'')

اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے جس روایت کو لیس بمرفوع کہا ہے وہ سالم کے طریق (سند) سے نہیں بلکہ نافع کے طریق (سند) سے ہے اور اس میں رفع یدیہ کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے جبکہ صحیح بخاری میں نافع کے طریق (سند) سے جو روایت ہے اس میں رفع یدیہ کا لفظ چار مرتبہ ہے، نیز سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''سو فیصدی محدثین کا اتفاق پہلے نقل کیا جاچکا ہے کہ زیادت جو ثقہ راوی سے منقول ہو وہ واجب القبول ہوتی ہے۔''

(احسن الکلام ج ۲ ص ۳۶، دوسرا نسخہ ص ۳۹)

سرفراز صفدر نے اپنی تائید میں مزید لکھا ہے: ''امام بیہقیؒ، علامہ حازمیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ لکھتے ہیں۔ و اللفظ لہٗ

ہم بیان کر آئے ہیں کہ صحیح بلکہ خالص حق بات یہ ہے جس پر فقہاءِ، علماءِ اصول اور محقق

محدثین متفق ہیں کہ جب کوئی حدیث مرفوع اور موقوف روایت کی گئی ہو۔ یا موصول اور مرسل بیان ہوئی ہو تو اس صورت میں حدیث مرفوع اور متصل ہی سمجھی جائے گی چاہے رفع اور وصل کرنے والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم حدیث بہرحال مرفوع ہو گی۔" (احسن الکلام ج اص ۲۲۷، دوسرا نسخہ ج اص ۲۸۲ واللفظ لہ)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر سالم رحمہ اللہ منفرد بھی ہوتے تو بھی اصول محدثین پر یہ روایت مرفوع ہوتی۔

جھوٹ نمبر ۷: مشہور اہل حدیث مناظر قاضی عبدالرشید ارشد حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: "غیر مقلد مناظر نے اپنی لکھی ہوئی شرائط کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے سے انکار کر دیا ہے اور بہانہ یہ بنایا ہے کہ تو نے جو باتیں لکھی ہیں اپنے امام اعظمؒ سے ثابت کر دے۔ اگر تم اپنے امام کو مانو گے تو ہم بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو مانیں گے اگر تم اپنے امام کو نہیں مانو گے تو ہم بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو نہیں مانیں گے۔ یہ تھی پہلی بات جو انہوں نے کہی ہے۔" (فتوحات صفدر ج اص ۱۴۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۳)

حالانکہ قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ نے بالکل یہ بات نہیں کہی کہ "اگر تم اپنے امام کو مانو گے تو ہم بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مانیں گے اگر تم اپنے امام کو نہیں مانو گے تو ہم بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو نہیں مانیں گے۔" یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا مناظرِ اسلام قاضی عبدالرشید حفظہ اللہ پر صریح جھوٹ ہے۔ اس کا ثبوت دینے والے دیوبندی کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اوکاڑوی کی اس بات کی تردید خود قاضی صاحب سے محمود عالم دیوبندی نے بھی نقل کر رکھی ہے۔ دیکھئے فتوحات صفدر (ج اص ۱۴۹، دوسرا نسخہ ص ۱۲۷)

جھوٹ نمبر ۸: ماسٹر امین اوکاڑوی نے (رفع یدین کی حدیث کے بارے میں) علانیہ کہا: "ابن عمر رضی اللہ عنہ کا شاگرد کہہ رہا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث نہیں ہے بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔" (فتوحات صفدر ج اص ۱۶۰، دوسرا نسخہ ص ۱۳۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کسی شاگرد نے یہ بات نہیں فرمائی کہ "یہ نبی ﷺ کی

حدیث نہیں بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے" لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد پر صریح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۹: مشہور اہل حدیث عالم مولانا بدیع الدین راشدی سندھی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر اوکاڑوی نے کہا: "حضرت نے سنن نسائی سے ایک روایت پیش کی ہے اس میں بسم اللہ کے ساتھ تو لفظ جہر ہے۔ جہر کا معنی اونچا پڑھنا ہوتا ہے آمین کے ساتھ اس میں جہر کا لفظ بالکل نہیں ہے۔" (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۳۸۳، مناظرہ آمین بالجہر، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۴۷)

مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ کی پیش کردہ حدیث میں بسم اللہ کے ساتھ جہر کا لفظ بالکل نہیں، یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا اپنے ہی اصول کے مطابق جھوٹ ہے کیونکہ امین اوکاڑوی کے بقول کسی شخص نے جہر کے لفظ کا غلط حوالہ دیا تو اوکاڑوی نے اس کے خلاف لکھا:

"یہ صحیح بخاری شریف پر صاف جھوٹ ہے۔ بخاری میں جہر کا لفظ ہرگز نہیں۔"

(تجلیات صفدر ۵/۲۷۳)

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی کے نزدیک کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا یا کوئی ایسے الفاظ کسی کتاب کی طرف منسوب کرنا جو اس کتاب میں نہ ہوں جھوٹ ہوتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۳۴)

تنبیہ: اوکاڑوی کے اس جھوٹ سے پہلے خود محمود عالم صفدر دیوبندی نے مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ کا قول یوں نقل کر رکھا ہے: "کہتے ہیں اس میں بسم اللہ میں جہر کا لفظ ہے۔ آمین کے ساتھ جہر کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ یہاں قرأ کا لفظ ہے"

(فتوحات صفدر ج ۱ ص ۳۶۱، دوسرا نسخہ ص ۳۲۴)

شیخ بدیع الدین کی اس وضاحت کے بعد اوکاڑوی کا اصرار بڑا عجیب و غریب ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۰: رفع یدین کی ایک حدیث جو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) میں موجود ہے اس کا انکار کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: "اور یہ جو دسویں انہوں نے گنی ہے۔ **اذا قام من الرکعتین** یہ بھی موطا میں نہیں ہے۔ اب یہاں پانچ کو جو دس بنایا گیا

ہے اس کا جواب ہمیں دیا جائے۔ مدینے میں پانچ ہے اور بخارے میں جا کر دس ہو گئی ہے۔ مدینے میں امتی کا قول ہے اور بخارے میں جا کر نبی ﷺ کی حدیث بن گئی ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ا ص ۱۵۳، دوسرا نسخہ ص ۱۳۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ اعتراض کہ'' بخارے میں جا کر نبی ﷺ کی حدیث بن گئی ہے۔'' بالکل جھوٹ ہے اس کے لئے علماء دیوبند کی دو گواہیاں پیشِ خدمت ہیں:

(۱) محمد اسحاق ملتانی دیوبندی امام بخاری رحمہ اللہ کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

''اس کے بعد میرے دل میں ''صحیح بخاری'' کی تدوین و ترتیب کا خیال پیدا ہوا اور سولہ سال کی مدت میں اسکی تکمیل کی۔ سب سے پہلے اس کا مسودہ مسجد حرام میں بیٹھ کر لکھا۔''

(شمع رسالت کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات ص ۳۷۲)

(۲) دیوبندیوں کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب دیوبندی نے کہا:

''کہ امام بخاریؒ نے مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامتاً) میں سولہ برس گزارے ہیں اور وہیں بخاریؒ کی تکمیل فرمائی ہے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ٦ ص ۲۷، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴)

ماسٹر امین اوکاڑوی کے مربی و محسن اور دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے:

''اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں۔''

(احسن الکلام ج ا ص ۱۸۷، حاشیہ، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۳۴)

اور اجماع کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''اجماع اُمت کا مخالف بنصِ کتاب و سنت دوزخی ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ا ص ۲۸۷)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والوں کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ج ٦ ص ۱۸۹)

دیوبندیوں کے ''رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام'' محمد ابوبکر غازیپوری نے لکھا ہے:

''امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف و خلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطا کیا، درس و تدریس، شرح و تعلیق،

استدلال واستخراج، افادہ واستفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دل چسپی کا محور بنی ہوئی ہے، کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلا شبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے، اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔'' (آئینہ غیر مقلدیت از ابوبکر غازیپوری ص ۲۰۶، ۲۰۷)

☆ غازیپوری کے نزدیک یہاں غیر مقلدین سے مراد حکیم فیض عالم صدیقی اور وحید الزمان حیدر آبادی ہیں۔ دیکھئے آئینہ غیر مقلدیت (ص ۲۰۷)

ہمارے نزدیک یہ دونوں ہی اہلحدیث نہیں تھے، ایک ناصبیت کی طرف مائل تھا تو دوسرا شیعیت کی طرف مائل تھا۔[شیخ بدیع الدین راشدی سندھی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''نواب وحید الزمان اهل حديث نه هو۔ ''نواب وحید الزمان اہل حدیث نہیں ہے۔ دیکھئے مروجه فقه جی حقيقت (ص ۹۲)]

آلِ دیوبند یہ بھی بتائیں ! کہ امین اوکاڑوی شیعہ تھا یا منکرِ حدیث یا غیر مقلد یا پھر بدعتی، کیونکہ صحیح بخاری کی عظمت کو گھٹانے والے پر یہ سب فتوے آلِ دیوبند یا ان کے اکابر نے لگائے ہوئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے'' (حجۃ اللہ البالغہ ج اص ۲۴۲، ترجمہ عبدالحق حقانی)

شاہ ولی اللہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے ایک بریلوی ''مفتی'' کو مخاطب کر کے لکھا ہے: ''مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی۔'' (باب جنت بجواب راہ جنت ص ۴۹)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا: ''بڑے شوق سے مشکل وقت میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا دامن چھوڑ دیں مگر ہم ان کا دامن چھوڑنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں'' (باب جنت ص ۵۰)

تنبیہ: امین اوکاڑوی کا یہ کہنا: ''اور بخارے میں جا کر دس ہو گئی ہیں۔'' اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث بنالی تھی تو عرض ہے کہ امین اوکاڑوی کا امیر المومنین فی الحدیث اور امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ بہت بڑا افتراء اور بہتان ہے۔ قاری محمد طیب دیوبندی نے امام بخاری کے بارے میں کہا:

''بہرحال امام بخاریؒ کا حافظہ، ان کا اتقان اور ان کا زہد و تقویٰ یہ گویا اظہر من الشّمس ہے۔ ساری دنیا اس کو جانتی ہے۔

......جب امام اس درجہ کا تو اس کی تصنیف بھی اس درجہ کی ہوگی ...تو بخاری کی جلالت شان یہ ہے کہ پوری امت نے اجمالی طور پر تلقی بالقبول کی ہے اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانا ہے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۶ ص ۶۷، اصل میں اس کی جگہ س اور کتاب اللہ کی جگہ ''کتاب للہ'' غلطی سے چھپ گیا ہے۔)

۱۱) ماسٹر امین اوکاڑوی کو جھوٹ بولنے کی یہ عادت تھی کہ اپنے ایک خودساختہ پیر و مرشد (احمد علی لاہوری دیوبندی) کو ''حضرت لاہوری'' کے نام سے یاد کر کے ایسی حکایات بیان کیں، جنھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی کے نزدیک ''لاہوری'' کو الہام ہوتا تھا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اوکاڑوی کے ''حضرت'' کو حلال اور حرام پیسوں کے پھل پیش کرتا تو ''حضرت'' کو پتہ چل جاتا تھا کہ یہ لوگ میرا امتحان لینے آئے ہیں اور کون سے پھل حلال کے پیسوں کے ہیں اور کون سے حرام کے پیسوں کے ہیں۔ (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ۱/۵۳)

اسی طرح ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک دفعہ احیاء العلوم کتاب پڑھ کر مناظرے نہ کرنے کا عزم کر لیا اور اپنے (بزعمِ خود) قیمتی نوٹس جلا دیئے، تو کسی دیوبندی نے اوکاڑوی کے حضرت کو ایک خط لکھا، جس میں امین اوکاڑوی کے مناظرے نہ کرنے کے عزم کا شکوہ کیا۔ اس کے بعد جب ماسٹر امین کی اپنے پیر لاہوری سے ملاقات ہوئی تو بقولِ اوکاڑوی

لاہوری نے امین اوکاڑوی سے کہا: ''...لیکن تم نے اتنے قیمتی نوٹس کیوں جلا دیئے۔''

(تجلیات صفدر ۱/۵۷)

ماسٹر امین کا کہنا ہے کہ ''میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ میرے نوٹس جلانے کا علم صرف مجھے ہی تھا اور خط میں بھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۵۷)

اپنے ایسے پیر و مرشد کے سامنے بھی امین اوکاڑوی اپنے اس دور میں، جب وہ دیوبندیوں کا مشہور مناظر بن چکا تھا، جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا تھا۔

اب سنئے اگلی کہانی خود ماسٹر امین اوکاڑوی کی زبانی: ''ایک مرتبہ میں لاہور گیا تو سوچا کہ اپنے لئے فتح القدیر خرید کر لاؤں۔ حضرت لاہوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے فتح القدیر خریدنے کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ابھی فتح القدیر نہ خریدو۔ اس کی بجائے احیاء العلوم خرید لو۔ لیکن میرا دل فتح القدیر میں اٹکا ہوا تھا۔ میں نے حضرت لاہوری سے کہا جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا۔ ابھی میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُردو بازار سے احیاء العلوم خرید کرلے آؤ۔ میں نے پھر عذر کیا کہ حضرت واپس جاتا ہوا خریدلوں گا۔ لیکن حضرت نے فرمایا نہیں، ابھی جاؤ اور کتاب خرید کر میرے پاس لاؤ، اتنے روپوں میں آئے گی اور تمہارے پاس اتنے پیسے تو موجود ہی ہیں۔ ہاں اوکاڑہ کا کرایہ میں اپنے پاس سے تمہیں دیتا ہوں۔ اور زبردستی اوکاڑہ کا کرایہ جو غالباً دو اڑھائی روپے کے قریب تھا، میرے رومال میں باندھ دیا۔ اب مجھے مجبوراً اردو بازار جانا پڑا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۵۵)

قارئین کرام! غور کریں، امین اوکاڑوی نے اپنے پیر سے کیا کہا تھا: ''جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا، لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا'' !!

ماسٹر امین نے جھوٹے قصوں سے اپنے حضرت کی فضیلت ثابت کرتے کرتے خود کو ہی جھوٹا ثابت کر دیا۔ امین اوکاڑوی کی اپنی کہی یا لکھی ہوئی باتوں سے ہر باشعور انسان سمجھ جاتا ہے

کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا کلام ہے۔ مثال کے طور پر امین اوکاڑوی نے اپنے کسی اہل حدیث استاد (؟؟؟) کے متعلق جھوٹ بولتے ہوئے کہا: ''استاد جی تاکید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھا کرو۔ ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو اس کو ضرور کہنا ہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' (تجلیات صفدر ۱/۸۵)

۱۲) مشہور صحابی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''حضرت انس ؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔'' (حاشیہ امین اوکاڑوی علیٰ صحیح بخاری ۱/۳۷۰)

حالانکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بیس (۲۰) سال تھی۔ دیکھئے صحیح مسلم (کتاب الاشربہ باب ۱۷ ح ۱۲۵/ ۲۰۲۹ وترقیم دارالسلام: ۵۲۹۰، درسی نسخہ ۲/۱۷۴، نسخہ وحید الزمان ۵/۲۶۴)

۱۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے صحابی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا قول یوں بیان کیا:

''فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی واخفابھا صوتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ لیکن آمین میں نے نہیں سنی۔ آپ اپنی آواز کو چھپا کر نیچے لے گئے۔

اس روایت کو امام احمد، ترمذی، ابو داؤد طیالسی، دارقطنی، حاکمؔ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۴۵، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ عبارت (لیکن آمین میں نے نہیں سنی) امین اوکاڑوی کا سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پر صریح جھوٹ ہے اور عبدالغفار... دیوبندی کے اصول پر پانچ جھوٹ ہیں۔

۱۴) ماسٹر امین اوکاڑوی نے یونس نعمانی دیوبندی سے دوران مناظرہ مخاطب ہو کر کہا:

''میں نے مولوی صاحب کو کہا کہ حیات کا معنی کریں مولوی صاحب نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روح جسم کے اندر نہ ہو پھر بھی حیات ہوتی ہے۔ یہ مولوی (یونس نعمانی) نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے۔'' (فتوحات صفدر ۳/۳۷۶)

حالانکہ پورے مناظرے میں یونس نعمانی نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ یہ ماسٹر امین

اوکاڑوی دیوبندی کا یونس نعمانی دیوبندی پر صریح بہتان اور جھوٹ ہے۔

۱۵) امین اوکاڑوی نے مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''ابھی اسی تقریر میں کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول میں نہیں مانتا۔''

(فتوحات صفدر ۱/۳۵۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۱۶)

یہ ماسٹر امین نے مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔ مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی تردید کے لئے دیکھئے (فتوحات صفدر ۱/۳۵۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۱۹)

۱۶) امین اوکاڑوی نے کسی اہل حدیث (؟) کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے:

''جبکہ احادیث صحیحہ میں ''وانحر'' کی تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے تو کہنے لگے ہم سنیوں کے موافق اس آیت کی تفسیر قربانی سے بھی کرتے ہیں اور رافضیوں کے موافق سینے پر ہاتھ باندھنے سے بھی۔'' (تجلیات صفدر ۲/۲۱۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے اور کسی اہل حدیث عالم سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں اور نہ شیعہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

بلکہ وہ ارسال یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل ہیں۔ (دیکھئے خزائن السنن ص ۳۳۴)

۱۷) ماسٹر امین اوکاڑوی نے اہل حدیث عالم شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مناظرے کے دوران میں ایک راوی یحییٰ بن سلام کو ضعیف ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''کیا لسان میں لکھا ہے کہ ضعیف ہے؟ یہاں یہ کہتے ہیں کہ امام المفسرین والمحدثین'' (فتوحات صفدر ۱/۳۱۳، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۸)

بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے کہا: ''اس میں نہیں لکھا'' (ایضاً)

امین اوکاڑوی نے کہا: ''آپ لسان سے یحییٰ بن سلام کا ترجمہ نکالیں میں آپکو دکھاتا ہوں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۱۴، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۸)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، اور لسان المیزان میں یحییٰ بن سلام کے متعلق ''امام المفسرین والمحدثین'' کے الفاظ قطعاً لکھے ہوئے نہیں ہیں۔

۱۸) مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر امین اوکاڑوی نے کہا:
''آپ نے فرمایا تھا کہ تقریب میں اس کو ثقہ لکھا ہے حالانکہ اس کو مشہور لکھا ہے۔''
(فتوحات صفدر ۱/۳۲۳، دوسرا نسخہ ۱/۲۸۷)
اس کے جواب میں مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ نے کہا: ''میں نے یہ نہیں کہا'' (ایضاً)
تو ماسٹر امین نے کہا: ''ٹیپ موجود ہے'' (ایضاً)
حالانکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی بات بالکل جھوٹ ہے، ٹیپ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں اور مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کا انکار بالکل سچ ہے۔ حقیقت جاننے کے لئے فتوحاتِ صفدر سے پورا مناظرہ پڑھ لیں۔

۱۹) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جبکہ مسند ابی عوانہ کوئی حنفیوں کی کتاب نہیں ہے اور نہ ہی حنفیوں نے چھپوائی ہے'' (فتوحات صفدر ۲/۲۶۲)
یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ مسند ابی عوانہ کو ہندوستانی ''حنفیوں'' نے شائع کروایا تھا۔

۲۰) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''قرآن کی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ **و اذا قرئ القرآن** جب امام قرآن پڑھے۔ **فاستمعوا له و انصتوا** اے مقتدیو تم خاموش رہو۔''
(فتوحات صفدر ۱/۲۹۶، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۲)
یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کی تحقیق کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں علمائے دیوبند مثلاً اشرف علی تھانوی اور عبدالماجد دریا آبادی وغیرہما کے تراجم۔
نیز اگر امین اوکاڑوی کی خاموش رہنے سے مراد یہ ہے کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد زبان ہلا کر کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا تو پھر آل دیوبند خود اپنے اصول کے مطابق قرآن کی صریح مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علمائے دیوبند کا فتویٰ ہے کہ بعد میں آنے والا مقتدی عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں ایسے وقت بھی کہے گا جب امام قرآن پڑھ رہا ہوگا۔
دیکھئے بہشتی زیور (ص ۸۷ حصہ ۱۱، عید کی نماز کا بیان مسئلہ ۱۹) آپ کے مسائل اور ان کا حل

(۴۱۶/۲، از محمد یوسف لدھیانوی) احسن الفتاویٰ (۱۵۳/۴) چار سو اہم مسائل (ص ۲۷۳ از محمد ابراہیم صادق آبادی) ہفت روزہ ختم نبوت (ج ۲۹ شمارہ ۳۴/۳۵ ص ۹)

۲۱) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر کلی اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں: (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول اللہ، (۳) اجماع اور (۴) قیاس شرعی۔'' (تجلیات صفدر ۱۸۸/۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ نام نہاد ''اہل سنت والجماعت'' کا اس بارے میں آپس میں سخت اختلاف ہے۔ سعید احمد پالنپوری استاد دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے:

''کیونکہ حُجتِ شرعیہ تین ۳ ہیں، قرآن کریم، سنتِ نبوی اور صحابہ کرام کا اجماعِ عمل''

(تسہیل ادلہ کاملہ ص ۸۴)

رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''ورنہ مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔''

(ارشاد القاری ص ۲۸۸)

دوسری جگہ رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

یعنی کوئی چار دلائل کہتا ہے کوئی تین اور کوئی ایک۔!!

۲۲) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''فقہ حنفی میں انسانی زندگی کے مکمل مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۳۷۱/۶)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کیونکہ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: جو شخص یہ کہے کہ سارا دین فقہ میں آ گیا ہے، تو وہ شخص راہ راست سے ہٹ گیا ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۲ ص ۱۰)

اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''کیونکہ ہر زمانہ میں ہزاروں ایسی جزئیات نئی نئی پیش آتی ہیں جن کا کوئی حکم آئمہ مجتہدین سے منقول نہیں اور علماً خود اجتہاد کر کے ان کا جواب بتلاتے ہیں'' (اشرف الجواب ص ۲۸۰، دوسرا نسخہ ص ۲۷۵)

تھانوی نے مزید لکھا ہے: ''پہلے زمانہ میں نہ ہوائی جہاز تھا نہ فقہاً اس کو جانتے تھے۔

نہ کوئی حکم لکھا۔'' (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶)

قارئین کرام! آپ ماسٹر امین کا دعویٰ دیکھیں اور فقہ حنفی کا ایک مفتی بہ قول بھی ملاحظہ فرمالیں۔ عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے لکھا ہے: ''اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔'' (علم الفقہ ص ۱۱۹، جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا)

کیا یہ مسئلہ انسانی زندگی کا مسئلہ ہوسکتا ہے؟! جواب دیں!!

۲۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سب سے پہلی کتاب تقلید کے رد میں میاں نذیر حسین صاحب نے لکھی۔'' (تجلیات صفدر ۳/۵۰۰)

حالانکہ امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی البیانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے تقلید کے رد میں: ''کتاب الایضاح فی الرد علی المقلدین'' لکھی۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۲۹ ت ۱۵۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

بلکہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''یہی آزادی اور خود اجتہادی شیخ کے دوسرے ہم عصر شیخ محمد معین ٹھٹھوی ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوگئی، کیونکہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انھوں نے رفع یدین کے اثبات میں رسالہ لکھا، بلکہ کھل کر تقلید کے رد میں ایک کتاب ''دراسات اللبیب'' نامی کتاب لکھی۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۱)

امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''ان ہی شیخ ابوالحسن کے شاگرد اور محمد معین ٹھٹھوی کے ہم عصر شیخ محمد حیات سندھی (۱۱۶۳ھ) تھے وہ بھی تقلید کو خیر باد کہہ گئے اور تقلید کے خلاف ایک رسالہ ''الایقاف علی سبب الاختلاف'' لکھ دیا۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۱)

اس عبارت میں اوکاڑوی نے محمد معین کی وفات ۱۱۶۲ھ اور محمد حیات کی وفات ۱۱۶۳ھ تسلیم کر لی، لہٰذا اوکاڑوی کا جھوٹ اوکاڑوی کی اپنی ہی کتاب سے ثابت ہوگیا، کیونکہ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۱۶۳ھ میں ہوئی، سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے وفات پا گئے تھے اور امین اوکاڑوی نے سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی کتاب کے متعلق خود لکھا ہے: ''یہ کتاب معیار الحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۸۷

سال بعد ۱۲۹۷ھ میں لکھی گئی۔ میاں نذیر حسین دہلوی ۱۲۲۰ھ میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے۔'' (تجلیات صفدر ۳/ ۳۸۸)

اپنے ہی قلم سے خود اپنی تکذیب کی یہ بہت بڑی مثال ہے۔

۲۴) مشہور اہل حدیث مناظر قاضی عبدالرشید ارشد حفظہ اللہ نے امین اوکاڑوی سے سوال کیا: ''مولوی صاحب ایمانداری کی بات ہے مسجد میں بیٹھے ہو یہیں کتاب میں سے دکھادیں کہ مرزا قادیانی سے نصرت کا نکاح اس کے دعویٰ نبوت کے بعد ہوا ہے۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۱۹۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۶)

اس کے جواب میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''اس کے دعوی نبوت کے بعد ہوا۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۱۹۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۶۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے، اس کا کوئی ثبوت آل دیوبند کے پاس نہیں۔

۲۵) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''میں ہر صدی میں اپنی نماز کی کتاب دکھا سکتا ہوں''

(فتوحاتِ صفدر ۱/ ۶۱ ۴طبع دوم)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے۔ اپنی زندگی میں امین اوکاڑوی تعلیم الاسلام اٹھائے پھرتا تھا جو انگریز کے دور میں لکھی گئی تھی۔ اگر کوئی دیوبندی ماسٹر امین کی بات کو جھوٹ نہیں سمجھتا تو اسلام کی پہلی صدی میں لکھی گئی کوئی ایسی کتاب دکھائیں جس میں تعلیم الاسلام کی طرح نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات، مفسدات اور مکروہات کی تفصیل لکھی ہوئی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ دیوبندی اس کے لئے جتنی بھی کوشش کر کے دیکھ لیں، وہ ناکام ہی رہیں گے۔ ان شاء اللہ

۲۶۔۲۷) محمد بن اسحاق کی فاتحہ خلف الامام کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر کہا: ''اور محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ بھی مان لیا کہ وہ تحدیث کرے تو وہ حجت ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں محمد بن اسحاق کا حدثنا نہیں ہے۔ اس لئے صحاح ستہ میں سے تو ایک حدیث بھی صحیح نہیں ملی۔ صرف دار قطنی سے پیش کی

ہے اور وہ بھی شاذ ہے محمد بن اسحاق کے سولہ شاگردوں میں سے صرف ایک ابراہیم بن سعد تحدیث کرتا ہے۔ پندرہ شاگرد تحدیث بیان نہیں کرتے۔ اصول حدیث میں اس کو شاذ کہا جاتا ہے۔" (فتوحات صفدر ۳/۲۲۹)

حالانکہ صحیح ابن حبان میں اسمٰعیل بن علیہ عن محمد بن اسحاق حدثنی مکحول ہے۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ح ۱۷۸۵)

لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے اور دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ "اصول حدیث میں ایسی روایت کو شاذ کہا جاتا ہے" حالانکہ اصول حدیث میں ایسی روایت کو شاذ نہیں کہا جاتا بلکہ ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔

۲۸) امین اوکاڑوی نے کہا: "جیسا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بدعتی کی نشانی یہ ہے کہ جو اس کی خواہش کے مطابق بات کہے تو اس کو مان لے۔"

(فتوحات صفدر ۳/۲۰۵)

ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ملی۔

البتہ یہ نشانی امین اوکاڑوی میں پائی جاتی تھی۔ مثلاً اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کو "دجال کذاب" کہا۔ (فتوحات صفدر ۱/ ۲۹۵، دوسرا نسخہ ص ۲۶۰۔۲۶۱)

اور تجلیات صفدر (۲/ ۵۷۷) میں محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک حدیث، جس کے الفاظ یہ ہیں: "إذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء" قبول کر لی۔

نیز امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کی حدیث ماننے والے سے مخاطب ہو کر کہا:

"اگر تقدیر کے منکر کی بات مانی ہے تو پہلے ایمان مفصل سے یہ نکالو گے و القدر خيره و شره من الله" (فتوحات صفدر ۱/ ۳۰۸، دوسرا نسخہ ص ۲۷۳)

۲۹) امین اوکاڑوی نے کہا: "عجیب بات ہے کہ فرضیت ثابت کرنے کے لئے باقی سارے فرض خدا نے قرآن میں بیان کئے ہیں، کہ سجدہ کرو، رکوع کرو۔ لیکن یہ ایک ایسا انوکھا فرض ہے کہ نہ خدا نے قرآن میں بیان کیا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز

نہیں ہوتی۔“ (فتوحات صفدر ۳/ ۲۲۵۔۲۲۶)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند کے نزدیک ”نماز کی نیت فرض ہے“ (نماز مدلل ص ۹۰)

اور فیض احمد ملتانی نے اس فرض کو قرآن کی بجائے حدیث سے ثابت کیا ہے۔

نیز آلِ دیوبند کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۳۲، دوسرا نسخہ ۳/ ۹۲)

آل دیوبند کا یہ فرض بھی قرآن سے ثابت نہیں۔

۳۰) حدیث ”و إذا قرأ فانصتوا“ کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”یہ روایت ابوعوانہ میں ہے اس متن کے ساتھ امام مسلمؒ نے نقل کر کے لکھا ہے۔ انما وضعت ھا ھنا ما اجمعوا علیہ میں نے جو حدیث یہ لکھی ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔“ (فتوحات صفدر ۱/ ۲۸۷، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۵۳)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ”و إذا قرا فانصتوا اور جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو۔ اس حدیث پر امام مسلم نے خاص طور پر تحریر فرمایا کہ یہ جملہ جو میں نے روایت کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع ہے“ (تجلیات صفدر ۱/ ۴۲۷)

حالانکہ امام مسلم رحمہ اللہ کا جو قول امین اوکاڑوی نے نقل کیا ہے وہ صرف اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ صحیح مسلم کی تمام احادیث کے متعلق ہے، لہٰذا امین اوکاڑوی کا امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کو صرف اس حدیث پر چسپاں کرنا جھوٹ ہے اور یاد رہے کہ اوکاڑوی کے نزدیک صحیح مسلم میں ضعیف روایات بھی ہیں۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۴/ ۶۲۳ سطر نمبر ۱۲)

۳۱) امین اوکاڑوی نے کہا: ”اب جو مسلمانوں میں اختلافات ہوں گے وہ کس قسم کے ہوں گے۔ تو اس کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل فرما دیا کہ وہ سنت اور بدعت کا اختلاف ہوگا۔“ (فتوحات صفدر ۳/ ۲۷۶)

یہ روایت امین اوکاڑوی نے خود وضع کی ہے، نیز اب جو اختلافات خود علمائے دیوبند

کے درمیان ہوئے ہیں، جن کی کچھ تفصیل میرے مضامین ''دیوبندی بنام دیوبندی'' میں موجود ہے، ان میں سنت پر کون ہے اور بدعت پر کون؟

۳۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''نہ ہی جہر بسم اللہ کسی خلیفہ راشد یا اکابر صحابہ سے ثابت ہے،'' (تجلیات صفدر ۶/۱۹۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ جہراً (اونچی آواز سے) پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۷۵۷، معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۳۷، وسندہ صحیح، الحدیث حضرو: ۸۷ ص ۲۹)

۳۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد ختم ہو گیا، اب سب اہل سنت مقلدین ہی گزرے'' (تجلیات صفدر ۲/۴۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۱۰۸۔۱۰۹) میں ساٹھ (۶۰) حدیث کی کتابوں کی فہرست دے کر لکھا ہے: ''ان کتابوں کے مؤلفین یا تو اہل سنت مجتہدین ہیں یا اہل سنت مقلدین۔'' (تجلیات صفدر ۲/۱۰۹)

اور جن کتابوں کی فہرست امین اوکاڑوی نے دی ہے، ان میں پچاس (۵۰) نمبر پر المحلی لابن حزم ۴۵۷ھ کو نقل کیا ہے۔ اور حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے متعلق خود امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ابن حزم غیر مقلد'' (تجلیات صفدر ۲/۵۹۲)

نیز انور شاہ کشمیری دیوبندی سے ایک اہل حدیث عالم نے پوچھا: ''کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ تو (انور شاہ کشمیری نے) فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون سلف صالحین اور تقلید (الحدیث، شمارہ: ۶۷۔۷۷)

عرض ہے کہ اگر اجتہاد کا دروازہ ختم ہو گیا تھا تو پھر مذکورہ مجتہدین کہاں سے آ گئے؟!

۳۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آئمہ اربعہ نے مکمل مسائل کو عام فہم اور آسان ترتیب

سے مدون کروایا" (تجلیات صفدر ۲/۵۰)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ خود آلِ دیوبند کے "حکیم الامت" اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: "بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ آئمہ مجتہدین سے کہیں منقول۔" (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: جو یہ خیال کرتا ہے کہ سارا دین فقہ میں ہے اس سے باہر کچھ نہیں وہ راہ صواب سے ہٹا ہوا ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ۲/۱۰)

آلِ دیوبند فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اتفاق نہ کر سکے۔ کوئی واجب کہتا ہے، کوئی سنت اور کوئی مستحب۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون "دیوبندی بنام دیوبندی" (آئینہ دیوبندیت ص ۴۶۸)

۳۵) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اس ملک میں سب حنفی تھے اور امام صاحبؒ کے مقلد" (تجلیات صفدر ۲/۱۴۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ ابوبکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

"ہندوستان میں شوافع بھی شروع سے رہے ہیں" (ارمغان حق ۱/۱۲۵)

نیز امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: "چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ میں سندھ مفتوح ہو گیا۔" (تجلیات صفدر ۱/۱۲۱)

حالانکہ ۹۲ھ میں کسی کو بھی حنفی مقلد نہیں کہا جاتا تھا۔

۳۶) امین اوکاڑوی نے کہا: "آخر تقلید شخصی پر اجماع ہو گیا" (فتوحات صفدر ۱/۸۴ طبع دوم مکتبہ امدادیہ ملتان)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے اور اس کے برعکس آلِ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے کہا: "مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔" (تذکرۃ الرشید ۱/۱۳۱)

۳۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "جس طرح ہماری توحید ہے کہ صرف ایک اللہ کو ماننا باقی سب کا انکار، اسی طرح ہماری رفع یدین ہے کہ صرف ایک جگہ کا اثبات اور باقی ہر جگہ کی

نفی۔" (تجلیات صفدر۲/۳۴۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ نماز وتر میں یہ لوگ پہلی رفع یدین کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کرتے ہیں اور نماز عیدین میں پہلی رفع یدین کے علاوہ چھ(٦) دفعہ مزید رفع یدین کرتے ہیں۔

۳۸) امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی فاتحہ خلف الامام والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: "پھر امام ترمذیؒ نے اس کے بعد حدیث منازعت لا کر اس کا نسخ واضح کر دیا ہے" (تجلیات صفدر۲/۳۸۲)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث منازعت کے بعد لکھا ہے: "**و لیس في هذا الحدیث ما یدخل من رأی القرأة خلف الإمــــام** " اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو قراءت خلف الامام کے قائل پر رد کیا جا سکے۔ (دیکھئے جامع ترمذی مع العرف الشذی ص ۷۱)

یعنی اس حدیث سے اس شخص پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جو کہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت درست ہے۔

۳۹) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کیا کرتے تھے:.....

(۲) حدیث وائل بن حجرؓ (ابو داؤد ص ۱۰۷ ج۱، طیالسی، طحاوی شریف، دارقطنی، مؤطا محمد) " (تجلیات صفدر۲/۴۰۱)

حالانکہ محمد بن حسن شیبانی کی طرف منسوب موطا میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا کوئی ثبوت نہیں اور کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۲۳۴)

٤٠) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "کتب صحاح ستہ میں سے ایک بھی ایسی کتاب پیش نہیں کی جا سکتی جس میں ترک رفع یدین کی حدیث پہلے ہو اور رفع یدین کی حدیث بعد

میں ہو۔" (تجلیات صفدر ۲/۴۳۳)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ جامع ترمذی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث اور سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث بعد میں ہے اور نسائی میں بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی چار مقامات پر رفع یدین والی حدیث (نسائی ۱/۳۹۳، نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۷۶ ح ۱۸۳) بعد میں اور ترک رفع یدین کی ضعیف روایت نسائی (ج ۱ ص ۳۴۳ اور ص ۳۵۲، نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۵۸ ح ۱۰۲۷) میں پہلے ہے۔ اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث نسائی (ج ۱ ص ۱۴۱ نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۸۶ ح ۱۲۶۶) میں موجود ہے۔

۴۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اہل سنت والجماعت حنفی صرف ایک اجماعی رفع یدین کرتے ہیں اور پوری نماز میں کسی بھی جگہ اختلافی رفع یدین نہیں کرتے"

(تجلیات صفدر ۲/۴۴۱)

دوسری جگہ لکھا ہے: "یاد رہے کہ اہل سنت والجماعت حنفی اسی اتفاقی اور اجماعی رفع یدین پر قائم ہیں، وہ اختلافی رفع یدین سے بچتے ہیں تاکہ ان کی نماز اختلاف سے محفوظ رہے۔"

(تجلیات صفدر ۲/۴۴۰)

اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ وہ اختلافی رفع یدین سے بچتے ہیں، صریح جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند وتروں کی تیسری رکعت میں جو رفع یدین کرتے ہیں وہ اختلافی ہے اور نماز عیدین کی زائد تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرنے میں تو خود حنفیہ میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی سے عیدین کی رفع یدین کی مخالفت مروی ہے۔

دیکھئے کتاب الاصل (۱/۳۷۸)

اور امام ابو حنیفہ کے دوسرے شاگرد ابو یوسف کے متعلق آل دیوبند کے "فخر المحدثین" فخر الدین دیوبندی نے لکھا ہے: "رہا تکبیرات عیدین کا معاملہ تو اول تو یہ اختلافی مسئلہ ہے، امام ابو یوسف کے یہاں رفع یدین نہیں ہے"

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ ص ۱۵۵ جلد ۱، نیز دیکھئے اشرف الہدایہ ۲/ ۳۸۳۔۳۸۴)

۴۲) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر الزام لگایا کہ انھوں نے ''تمام فقہاء کرام کو کذاب دجال.... لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۱۸)

حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کسی کتاب میں بھی یہ عبارت موجود نہیں۔

۴۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جس طرح منکرین سنت کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے سوال کرنا کہ گدھا حلال یا حرام؟'' (تجلیات صفدر ۶/ ۸۹)

عرض ہے کہ ایسی کوئی حدیث ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔

۴۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین اپنی جماعت کے ہر فرد کو صحابہ اور مجتہدین سے افضل سمجھتا ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے'' (تجلیات صفدر ۷/ ۶۵)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ امین اوکاڑوی اہل حدیث کا مخالف تھا اور خود اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مخالف کے بے دلیل الزامات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۵۳۳)

امین اوکاڑوی کے برعکس احمد علی لاہوری، جن کو دیوبندی ''رئیس المفسرین، امام الاولیاء قدوۃ السالکین'' کہتے ہیں، انھوں نے اہل حدیث کے بارے میں کہا: ''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں **میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں**'' (ملفوظات طیبات ص ۱۲۶، دوسرا نسخہ ص ۱۱۵)

احمد علی لاہوری دیوبندی کے ملفوظات کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ان حضرات کی مجلسوں کی یاد اور ان حضرات کے ملفوظات ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۴۳۹) !!

۴۵) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بخاری ج ۱ ص ۱۱۶ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے مگر غیر مقلد ذکر جہر کو بدعت کہتے ہیں''

(تجلیات صفدر ۲۸۷/۶)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا جو ثبوت ہے، اہل حدیث کی مساجد میں اس پر عمل ہے۔ البتہ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے اپنی تائید میں لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے'' (حکم الذکر بالجہر ص ۲۸)

اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''اکثر امت کے نزدیک دعا و ذکر بالجہر بدعت ہے۔''

(تجلیات صفدر ۱۵۱/۳)

۴۶) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مولوی بشیر الرحمٰن غیر مقلد گوجرانوالہ نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر اختلافات ختم کرنے ہیں تو بخاری کو آگ لگانی پڑے گی (آتش کدہ ایران)''

(تجلیات صفدر ۳۰۲/۶)

اہل حدیث عالم مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے اس بہتان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: ''اولاً تو یہ سارا واقعہ بیہودہ بکواس ہے جماعت اہل حدیث پر صریحاً بہتان ہے۔ ربِّ محمد ﷺ کی قسم یہ سیاہ کالا جھوٹ ہے'' (حدیث اور اہل تقلید ۱۴۶/۱)

اس قصے کو بیان کرنے والا شخص اختر کاشمیری منکرِ حدیث گروپ سے تعلق رکھتا تھا۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (ج ۱ ص ۱۴۶)

۴۷) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''اس فرقہ کی سب سے بڑی بزدلی یہ بھی ہے کہ ان کے اصل مدمقابل منکرین حدیث ہیں لیکن یہ کبھی ان سے مناظرہ نہیں کرتے'' (تجلیات صفدر ۱۶۹/۵)

اہلِ حدیث کے منکرین حدیث سے متعدد مناظرے ہوئے، مثلاً حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی کا عبداللہ چکڑالوی سے مناظرہ ہوا تھا۔

(دیکھئے ماہنامہ محدث لاہور، اشاعت خاص ج ۳۴ شمارہ: ۸۔۹ بمطابق اگست ستمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۴۲)

۴۸) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں

کو مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے روک دیا، آج ساری امت کا عمل اسی پر ہے، یہی تقلیدِ شخصی ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر ۶/ ۲۲۷)

اوکاڑوی کا یہ کہنا: ''حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے روک دیا'' ''آج ساری امت کا عمل اسی پر ہے'' ''یہی تقلیدِ شخصی ہے'' یہ سب جھوٹ بلکہ صریح جھوٹ ہے۔ آج بھی بعض دیوبندی عورتیں تراویح وغیرہ پڑھنے کے لئے مسجدوں میں جاتی ہیں اور مسجد حرام و مسجد نبوی میں بھی عورتیں جاتی ہیں، نیز اگر ساری امت کا عمل ہوتا تو اجماع کہلاتا نہ کہ تقلیدِ شخصی۔

آلِ دیوبند کو چاہئے کہ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ عورتوں کو مسجد سے روکنے کا حکم ثابت کریں۔

۴۹) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام حسن بصریؒ کی مرسلات بالاتفاق حجت ہیں''

(تجلیات صفدر ۳/ ۱۹۱)

یہ بالاتفاق کا دعویٰ بالکل جھوٹ ہے۔ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے حسن بصری کی ایک مرسل روایت کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو اصول حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟'' (ازالۃ الریب ص ۲۳۷)

ابن سعد نے حسن بصری کے بارے میں قالوا کے لفظ سے طویل کلام نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''و ما أرسل من الحديث فليس بحجة '' اور وہ جو حدیث مرسل بیان کرے تو وہ حجت نہیں۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۱۵۸، تہذیب الکمال ۲/ ۱۲۱، تہذیب التہذیب ۱/ ۳۸۹)

۵۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بخاری میں بیوی کی دبر زنی کو قرآنی حکم کہا گیا ہے''

(تجلیات صفدر ۲/ ۲۰۱)

یہ امین اوکاڑوی کا امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ ہے۔ جب احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ گندا الزام لگایا تو حیاتی دیوبندیوں کی طرف سے محمد عمر قریشی دیوبندی نے اس کا زبردست رد لکھا۔

دیکھئے عادلانہ جواب (ص ۲۱۱ تا ۲۱۶، دوسرا نسخہ ص ۱۷۴۔۱۷۹)

اس کتاب پر تقریباً بیس پچیس علمائے دیوبند کی تقریظیں ہیں اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے:

''امام بخاری عورت سے غیر فطری عمل کے جواز کے قائل نہ تھے''

(عادلانہ جواب ص ۲۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸)

امین اوکاڑوی نے امام بخاری کو بدنام کرنے کے لئے تجلیاتِ صفدر (۲/۲۰۱) کی عبارتِ مذکورہ میں صریح جھوٹ بولا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو بدنام کرنے والوں کے خلاف عمر قریشی دیوبندی نے شاہ ولی اللہ کا قول اس طرح لکھا ہے: ''حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل روایات قطعی طور پر صحیح ہیں اور دونوں کتب کی سندان کے مصنفین تک متواتر ہے۔ نیز جو ان کی توہین کرے گا وہ بدعتی ہے اور غیر مسلموں کی راہ اختیار کرنے والا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ [۱۳۴])'' (عادلانہ جواب ص ۹۵، دوسرا نسخہ ص ۵۴)

عبدالکریم دیوبندی نے لکھا ہے: ''دوسری مسرّت یہ کہ بخاری شریف صدیوں سے مقبول ترین کتاب کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے ذلیل شخص کے خلاف مہر سکوت توڑ دینے کی ابتدا ہوگئی ہے فللہ الحمد والشکر'' (عادلانہ جواب ص ۲۱)

۵۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بیس رکعت تراویح میں صرف چار ہی ترویحے بنتے ہیں پانچواں ترویحہ وتر کو ساتھ ملانے سے بنتا ہے اسی لئے جن روایات میں خمس ترویحات کا لفظ آتا ہے وہاں ساتھ وتر کا بھی ذکر ہے'' (تجلیات صفدر ۳/۲۰۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ خود امین اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''حضرت ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳)''

(تجلیات صفدر ۳/۲۵۸)

لیجئے جناب خمس ترویحات کا لفظ موجود ہے جس کا معنی خود اوکاڑوی نے بیس تراویح

کیا ہے، لیکن ساتھ وتر کا کوئی ذکر نہیں کیا، پس ثابت ہوا کہ چار ترویحے کو بیس رکعت کے برابر کہنا صریح جھوٹ ہے۔

نیز الیاس گھمن نے لکھا ہے: ''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔'' (گھمن کی/نماز...ص ۱۴۹)

گھمن کی نقل کردہ عبارت سے بھی اوکاڑوی کا جھوٹ روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

تنبیہ: اوکاڑوی کا نقل کردہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول اور گھمن کا اپنے مزعوم امام صاحب کی طرف منسوب قول دونوں باسند صحیح ثابت نہیں۔

۵۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سولہ رکعات میں تو تین ہی ترویحے بنتے ہیں''

(تجلیات صفدر ۳/ ۲۰۷)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ اوکاڑوی نے خود لکھا ہے:

''پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح'' (تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۸)

تو اس لحاظ سے سولہ رکعات میں چار ترویحے بنتے ہیں نہ کہ تین۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے بچوں کو گنتی سکھاتے سکھاتے خود ہی گنتی بھلا دی۔

۵۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''تمام امت کا اتفاق ہے کہ بیس رکعت پر عہد صحابہ میں اجماع ہو گیا تھا، اُمت کے فقہاء اور محدثین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں فرمایا مگر غیر مقلدین نے اس کا بھی انکار کر دیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۱)

حالانکہ عینی حنفی، علامہ سیوطی، امام ترمذی اور امام قرطبی نے تعداد رکعات تراویح کو اختلافی مسئلہ قرار دیا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے مقالات (ج ۲ ص ۴۰۸۔ ۴۰۹، از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ)

نیز آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ دعویٰ باسند صحیح ثابت نہیں۔

اوکاڑوی کے اس جھوٹ کی مزید حقیقت جاننے کے لئے دیکھئے ''تعداد رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' (ص ۸۴)

۵۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تقلید شخصی میں تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔'' (تجلیات صفدر ۵۸۱/۳)

امین اوکاڑوی کی مذکورہ بات خود امین اوکاڑوی کی اپنی ہی تحریر کی رو سے جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ ہاں اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید جائز ہے یا نہیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواز کے قائل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ عدم جواز کے۔'' (تجلیات صفدر ۴۳۰/۳)

اب اگر دیوبندی کہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ برابر کے مجتہد ہیں تو اوکاڑوی اصول کے مطابق اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے تو پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تقلید کیسے کر لی؟ اگر دیوبندی یہ کہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑے مجتہد تھے تو پھر بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی تقلید جائز نہیں تھی۔ پس اوکاڑوی کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقلد کہنا صریح جھوٹ ہے۔

۵۵) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں تین طلاق سے تین کے وقوع کا جو باب باندھا ہے۔ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔'' (تجلیات صفدر ۶۱۶/۳)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تین طلاق کے جواز کا باب باندھا ہے نہ کہ وقوع کا اور وہ باب شافعیوں کو فائدہ دیتا ہے، حنفیوں کے خلاف ہے۔

۵۶) امین اوکاڑوی نے حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کے لئے لکھا ہے: ''صحابہؓ کرام کو بدعتی اور آئمہ عظام کو اندھے امام لکھتا ہے (رسالہ رفع یدین ص ۴۰ از پروفیسر عبداللہ بہاول پوری)'' (تجلیات صفدر ۶۲۰/۳)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون:

''حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان'' (آئینۂ دیوبندیت ص ۲۵۳)

۵۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''زبیر علی زئی نامی غیر مقلد کا بیان ہے کہ دور فاروقی

میں مسجد نبوی میں جو نماز تراویح پڑھی جاتی رہیں اور باجماع امت جس پر استقرار رہا'' وہ نہ تو خلیفہ کا حکم تھا نہ خلیفہ کا عمل، نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل (تعداد قیام رمضان ص ۲۳)''

(تجلیات صفدر ۴/۱۹۱)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، اس طرح کا بیان حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کبھی نہیں دیا۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تردید کے لئے دیکھئے امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۳۳)

۵۸) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''آل پیرداد کے معتمد علیہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں جو ان چاروں مذاہب سے نکل جائے وہ اہل بدعت میں سے ہے (اہل سنت نہیں) اور جہنمی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/۲۲۷)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا معتمد علیہ طحاوی حنفی نہیں، انھوں نے طحاوی وغیرہ کے حوالے بطور الزام پیش کئے ہیں۔

(دیکھئے امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۴)

جس طرح دیوبندی بریلویوں کے خلاف احمد رضا کے حوالے بطورِ الزام پیش کرتے ہیں۔

نیز طحاوی کا قول بھی امین اوکاڑوی کی تحریروں کی روشنی میں جھوٹ ہے، کیونکہ بقول امین اوکاڑوی کے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں آئمہ اربعہ کی مخالفت کی ہے۔

دیکھئے جزء القراۃ و جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی (ص ۲۵، ۴۵، ۱۷۰۔۱۷۱، ۲۵۱)

یاد رہے کہ اوکاڑوی کے بقول کئی دن تک امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے خوشبو آتی رہی۔ (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۱۴) !

۵۹) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''احناف کی تقلید میں چار دلائل کا قائل ہو گیا ہے'' (تجلیات صفدر ۴/۲۲۹)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علاوہ دوسرے اہل حدیث کا قول یوں نقل کیا ہے: ''اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے

کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت واجماع وقیاس اور جو علم ان کے سوا ہیں وہ زائد ہیں اور بے معنی ہیں (حاشیہ غزنویاں غیر مقلدین بر مشکوٰۃ ج اص ٦٦)''

(تجلیات صفدر ۲/۱۳۴)

اگر احناف سے اوکاڑوی کی مراد امام ابوحنیفہ کے مقلدین ہیں تو مقلدین میں سے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

یعنی مقلدینِ ''احناف'' کے دلائل چار نہیں بلکہ ایک ہے۔

٦٠) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھودو، مگر امام بخاری کتے کے جھوٹے سے وضو جائز کہتے ہیں۔''

(تجلیاتِ صفدر ٦/۲۷٦)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔ جب اوکاڑوی جیسا اعتراض ایک مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر کیا تو حیاتی دیوبندیوں نے اس کا زبردست جواب دیا اور ثابت کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے عادلانہ جواب (ص ۱۵۴۔۱۵٦)

٦١) مفتی عبدالرحمٰن رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اس کتاب کے پہلے صفحے پر: صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھو (فرمان رسول ﷺ) مفتی رحمانی صاحب جواب ۱۴۱۸ھ میں زندہ ہیں۔ انہوں نے یقیناً رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت نماز پڑھتے بھی خود نہیں دیکھا تو کیا یہ دعویٰ جھوٹا نہیں کہ میں وہ نماز لکھ رہا ہوں جو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے خود دیکھا۔'' (تجلیات صفدر ۴/۴۷۸)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہی نہیں تو دعویٰ جھوٹا کیسے ثابت ہو گیا؟ اگر کوئی دیوبندی کہے: اپنی کتاب پر مذکورہ

حدیث لکھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا ہے تو عرض ہے کہ یہی حدیث مشہور دیوبندی ''مفتی'' جمیل احمد نذیری کی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز'' کے ٹائٹل پر بھی لکھی ہوئی ہے اور مولوی رحیم بخش صادق آبادی کی کتاب ''نمازِ حنفی'' کے ٹائٹل پر بھی یہی حدیث لکھی ہوئی ہے۔

لہٰذا کیا اوکاڑوی کے نزدیک نذیری اور رحیم بخش دونوں جھوٹے تھے؟

نیز ان کتابوں کے مولفین کا ذکر کر کے جن سے مفتی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے احادیث نقل کی ہیں، امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک رکعت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہیں پڑھی، یہ تو دعوی بالکل جھوٹا ہے کہ یہ نماز مشاہدہ پر مبنی ہے'' (تجلیات صفدر ۴/۴۷۸)

لہٰذا اوکاڑوی کا ایک بات اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنا، پھر اس کو جھوٹ کہنا بذاتِ خود بہت بڑا بہتان ہے۔

۶۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اہل قرآن کا کہنا ہے کہ اہل حدیث متفق علیہ احادیث پر بھی عمل ضروری نہیں سمجھتے ورنہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے نماز میں کسی نے بیوی کو کندھے پر بٹھایا ہو، کسی نے خنزیر کو بغل میں دبایا ہو، کسی نے کتے کو اٹھایا ہو، کسی نے خمر کا ڈرم سر پر رکھا ہو، کسی نے خون کا گھڑا، کسی نے مردار کو سینے سے چپکایا ہو مگر غیر مقلدین صرف اہل قرآن سے ڈرتے اس متفق علیہ حدیث پر عمل نہیں کرتے۔''

(تجلیات صفدر ۴/۵۰۶۔۵۰۷)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ مذکورہ باتیں کسی متفق علیہ حدیث میں تو کجا کسی حدیث میں بھی نہیں۔ البتہ کتا اُٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز فقۂ دیوبندی میں ضرور موجود ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۳۹۹) اور منیر احمد منور کی کتاب: آئینہ غیر مقلدیت (ص ۱۷۹)

جہاں تک احادیث پر عمل کرنے کا دعویٰ ہے تو انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۹۸)

بلکہ خود امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ہم تو سب احادیث پر عامل ہیں۔ ہمیں کسی حدیث کی مخالفت کا ڈر نہیں...'' (تجلیات صفدر ۶/ ۷۹)

مجھے امید نہیں کہ کسی منکر حدیث نے بھی اہل حدیث کے خلاف ایسی باتیں کہی ہوں۔
اگر بالفرض کسی منکر حدیث نے ایسا لکھا بھی ہو تو وہ جھوٹ بولنے والا ہوگا اور امین اوکاڑوی کا اصول ہے کہ ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۶۳) اہل حدیث (یعنی اہل سنت) کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:
''و اذا قرئ القرآن کورد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۵/ ۴۶۷)

یہ امین اوکاڑوی کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔
اگر کسی کو یقین نہ آئے تو جو قرآن مجید سعودی حکومت کی طرف سے اہل حدیث کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ شائع ہوا ہے، اسے دیکھ لیا جائے۔
تنبیہ: اگر کوئی دیوبندی ترکِ قراءت کی کوئی روایت پیش کرے اور اہل حدیث کہے کہ خاص سورۂ فاتحہ کے ترک یا ممانعت کی روایت دکھاؤ، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو یہ کوئی غلط بات نہیں۔ مثال کے طور پر انوار خورشید دیوبندی نے ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے: ''حلال کئے گئے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور دو خون یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۸)
اب اگر کوئی شخص مچھلی یا ٹڈی کو حرام ثابت کرنے کے لئے قرآن پیش کرے کہ مردار حرام ہے، پھر یہ سوال کرے کہ بتاؤ مچھلی اور ٹڈی مردار ہے یا نہیں؟ تو آل دیوبند بھی اسے یہی جواب دیں گے کہ ہے، لیکن پھر انھیں کہنا پڑے گا کہ خاص مچھلی یا ٹڈی کے حرام ہونے

کا لفظ قرآن سے دکھاؤ، ورنہ خاص کے مقابلے میں عام دلیل پیش نہ کرو۔

تنبیہ: اشرف علی تھانوی کی تحقیق میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں مقتدی کو قراءت سے منع کیا گیا ہو۔ دیکھئے تقریر ترمذی (ص ٦٨)

٦٤) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''عورتیں نماز میں امام کی شرمگاہ کو دیکھتی رہیں تو ان کی نماز نہیں ٹوٹتی (بخاری ص ۲۹۰ ج ۲)'' (تجلیات صفدر ۴۸۷/۵)

یہ امین اوکاڑوی کا بہت بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ ایسی کوئی بات صحیح بخاری میں موجود نہیں۔ اس کی وضاحت ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب: ''قرآن وحدیث میں تحریف'' (ص ٨٦ تا ٨٨) میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسی بچے کے ستر پر اتفاقیہ طور پر نظر پڑ جانا اور ''دیکھتی رہیں'' میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

٦٥) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مکحول عن نافع عن عبادہ اور یہ عبادہ مجہول الحال ہے۔ (میزان الاعتدال)'' (جزء القراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۳۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور میزان الاعتدال میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہوئی کہ عبادہ مجہول الحال ہیں۔!

٦٦) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''آپ جو سارا مہینہ آٹھ تراویح اور ایک وتر پڑھاتے ہیں ان ۹ رکعات کی بھی کوئی حدیث نہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲۶۵/۳)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، اور اس کے برعکس اہلِ حدیث مساجد میں گیارہ (۱۱) رکعات پڑھائی جاتی ہیں۔

٦٧) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واضح ہے۔ اذا مس الختان الختان و جب الغسل (مسلم) اور اذا التقی الختانان و غابت الحشفہ وجب الغسل انزل اولم ینزل (مسلم)'' (تجلیات صفدر ۲۵۷/۶)

حالانکہ ''وغابت الحشفہ'' کے الفاظ مسلم میں موجود نہیں اور کسی کتاب کا غلط حوالہ خود اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے جیسا کہ شروع میں باحوالہ نقل کر دیا گیا ہے۔

٦٨) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین کی ناانصافی دیکھو کہ فاتحہ کے حکم کو واجب سے بڑھا کر فرض تک لے گئے اور ما زاد علی الفاتحہ کو واجب سے گرا کر صرف درجہ جواز تک لے گئے۔ نبی پاک ﷺ کی حدیث سے ایسی اٹکھیلیاں عمل بالحدیث نہیں بلکہ انکار حدیث کا شاخسانہ ہے۔'' (جزء القراۃ ص ۱۱۴۔۱۱۵، مترجم اوکاڑوی)

فرض اور واجب کا فرق تو حنفیہ کی اختراع ہے۔ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''علماء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم اگرچہ فرض اور واجب کا فرق کرتے ہیں لیکن دیگر علماء اور فقہاء کے نزدیک فرض و واجب کا ایک ہی مفہوم ہے'' (الکلام المفید ص ۲۲۸)

نیز دیکھئے درس ترمذی از تقی عثمانی دیوبندی (۴۸/۲)

مشہور صحابی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لازمی صرف فاتحہ ہی کی قراءت ہے۔

ما زاد علی الفاتحہ کی قراءت ان کے نزدیک صرف بہتر ہے۔

دیکھئے صحیح مسلم (۸۸۳۔۸۸۴) تفہیم البخاری علی صحیح بخاری (۳۸۷/۱)

لہٰذا امین اوکاڑوی کا اہلِ حدیث پر ناانصافی کا الزام جھوٹ ہے اور آلِ دیوبند ما زاد علی الفاتحہ کی قراءت کو واجب ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے آئینۂ دیوبندیت (ص ۱۸۱، ۳۲۰)

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: " **و إن حديث عبادة و أبي هريرة يدلان علٰى فرض أم القرآن ولا دلالة له فيهما و لا في واحد منهما علٰى فرض غيرها معها** . " اور عبادہ اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہما) کی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فاتحہ فرض ہے، اور اس کے لئے ان دونوں میں یا کسی ایک میں یہ دلالت نہیں کہ اس (فاتحہ) کے ساتھ کچھ اور بھی فرض ہے۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۳، باب من لا يحسن القرأة ... إلخ)

٦٩) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خود امام بخاریؒ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ

(حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے جو فقہاء سبع میں سے ہیں) قاسم بن محمدؒ نے کہا ہم نے لوگوں کو ہمیشہ تین ہی وتر پڑھتے پایا ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵) اب حیرانی ہے کہ اس ثابت شدہ حقیقت کے خلاف امام بخاریؒ نے محض بے سند یہ بات کیوں تحریر فرما دی کہ اہل مدینہ ایک وتر کے قائل ہیں۔'' (جزء القراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۶۹)

امین اوکاڑوی نے اس جگہ دو چالاکیاں کی ہیں: ایک چالاکی تو یہ کی کہ ترجمہ غلط کیا اور دوسری چالاکی یہ کی کہ عبارت ادھوری نقل کی، چنانچہ اسی عبارت کا ترجمہ ظہور الباری دیوبندی نے اس طرح نقل کیا ہے: ''قاسم نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے، سب ہی کی اجازت ہے اور مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی طریقہ میں بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔'' (تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ۱/ ۴۸۱)

ادھوری عبارت نقل کرنا خصوصاً وہ حصہ چھوڑ دینا جو اپنے مسلک کے خلاف ہو، عبدالغفار دیوبندی کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔ (قافلہ...ج ۴ ش ۴ ص ۵۸)

نیز ''بھی'' کو ''ہی'' بنانا بھی اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔

۷۰) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف لکھا ہے: ''لفظ بدل ڈالا:۔ یہ حدیث جزء بخاری کے علاوہ تقریباً حدیث کی آٹھ کتابوں میں سند سے آئی ہے، ان سب میں لفظ سجدتین ہے کہ رفع یدین دو سجدوں سے اٹھ کر دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کرنا چاہئے، مگر امام بخاریؒ نے لفظ بدل کر رکعتین کر دیا۔ یہ بات امام بخاریؒ کو ہرگز زیب نہیں دیتی۔'' (جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۴۶)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف اوکاڑوی جیسے شخص کا یہ سنگین الزام محض جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ الزام نہیں لگایا۔

آلِ دیوبند کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب نے کہا:

''بہر حال امام بخاریؒ کا حافظہ ان کا اتقان اور ان کا زہد و تقوی یہ گویا اظہر من الشمس ہے۔ ساری دنیا اس کو جانتی ہے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ۶/ ۶۷)

آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے اوکاڑوی کے برعکس اذا قام من الرکعتین کی بحث میں لکھا ہے: ''حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔''

(نماز مدلل ص ۱۳۸)

نیز سجدتین کا معنی دو رکعتیں بھی ہوتا ہے۔ (دیکھئے تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ۱/۵۵۵، سنن ترمذی: ۳۰۴، الموطأ المنسوب الی ابن فرقد ح ۲۹۷، اور درسِ ترمذی ۲/ ۶۸)

۷۱) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف لکھا ہے:

''موطا میں اذا کبر للرکوع نہیں ہے اور امام بخاریؒ نے یہ اضافہ کرلیا ہے''

(جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۷۰)

حالانکہ موطأ (روایۃ ابن القاسم الثقہ ص ۱۱۳ ح ۵۹، اور موطأ محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی ص ۸۷ ح ۱۰۰) پر ''اذا کبر للرکوع'' کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا ماسٹر امین اوکاڑوی کا امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث پر اضافے کا الزام لگانا محض جھوٹ ہے۔

۷۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام زین العابدین سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نماز میں رکوع کو جاتے اور اٹھتے، سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے (رفع یدین نہ کرتے تھے) اور آپ ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ خدا تعالیٰ سے جا ملے۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۳۶۰)

بریکٹوں میں ''رفع یدین نہ کرتے تھے'' کے الفاظ خود اوکاڑوی کے اپنے اصول کے مطابق جھوٹ ہے، کیونکہ حکیم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے سبیل الرسول میں لکھا تھا:

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔''

(ص ۱۸۳، دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۸ ص ۲۸ واللفظ لہ)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''یکبارگی'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں۔''

(تجلیات صفدر ۵/۳۶، مجموعہ رسائل ۲/۱۲)

حالانکہ حکیم صاحب نے ''یکبارگی'' کا لفظ بریکٹوں میں لکھا تھا۔

۷۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خود حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نماز پڑھا کرتے تھے اس میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

(تجلیات صفدر ۲/۲۸۶، مجموعہ رسائل ۴/۱۹۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ نیز دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۲ وسندہ صحیح) اور الخلصیات (۲/۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

۷۴) امین اوکاڑوی نے جز رفع یدین للبخاری کی ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''سند بھی ضعیف ہے۔ حدثنا مقاتل محض جھوٹ ہے، مقاتل سے امام بخاریؒ کا سماع ثابت نہیں کیونکہ اس کی وفات ۱۵۰ھ میں امام بخاریؒ کی پیدائش سے ۴۴ سال پہلے ہو چکی تھی، حدثنا کہنا عجیب ہے۔ اس لئے اب غیر مقلدین نے حدثنا محمد بن مقاتل بنا ڈالا''

(جزء رفع یدین مترجم امین اوکاڑوی ص ۳۲۰-۳۲۱)

اوکاڑوی نے ایک طرف تو یہ کہا ہے کہ حدثنا مقاتل محض جھوٹ ہے، دوسری طرف لکھا ہے کہ ''اس لئے اب غیر مقلدین نے حدثنا محمد بن مقاتل بنا ڈالا'' لہٰذا اوکاڑوی کا اہلِ حدیث پر الزام محض جھوٹ ہے۔ نیز اوکاڑوی نے یہ نہیں بتایا کہ حدثنا مقاتل کہہ کر جھوٹ بولا کس نے ہے؟ اب امین اوکاڑوی تو موجود نہیں، کوئی اور دیوبندی بتائے کہ کس پر اوکاڑوی نے جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ اوکاڑوی کا اصول ہے کہ ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

پھر اس کے بعد جزء رفع یدین للبخاری سے روایات پیش کرنے والے دیوبندیوں کی فہرست بنائی جائے اور ان دیوبندیوں کو اوکاڑوی اُصول سے جھوٹا قرار دیا جائے۔

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''اصل مخطوط ظاہریہ میں '' حدثنا محمد بن مقاتل '' ہے جبکہ ہندی مخطوطے میں '' حدثنا مقاتل '' لکھا ہوا ہے جو کہ غلط ہے۔

⊙ کا نشان بھی اس کی دلیل ہے کہ ناسخ نسخہ کو ''حدثنا مقاتل'' کے غلط ہونے پر یقین تھا۔'' (جزء رفع یدین للبخاری مترجم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ص ۷۸)

۷۵) امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''حدیث کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا جو آخری زمانہ میں آ کر حدیثوں کا نام لیں گے وہ گمراہ ہوں گے،''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۰، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۰)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کسی بھی کتاب میں موجود نہیں۔ البتہ امین اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب: حدیث اور اہلحدیث میں انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۹۸)

۷۶) امین اوکاڑوی نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ نے قرآن پاک میں سے، سنت میں سے اجماع امت میں سے، اجتہاد کر کے سارے مسئلے ترتیب کے ساتھ لکھ دیے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۵)

''لکھ دیے ہیں'' سے اوکاڑوی کی مراد ''اگر لکھوا دیے ہیں'' تو پھر بھی جھوٹ ہے کیونکہ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ آئمۂ مجتہدین سے کہیں منقول''

(اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

۷۷) امین اوکاڑوی نے کہا: ''حضرت ابو ہریرہؓ جو اس حدیث شریف کے راوی ہیں وہ فرمایا کرتے تھے۔ لا تفتنی بآمین میری آمین نہ رہ جائے۔ وہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے انہیں آمین کا فکر تھا۔'' (فتوحات صفدر ۱/۴۰۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۷۱)

یہ اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، اگر وہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے تو پھر انھیں آمین رہ جانے کا کیوں خوف تھا؟ جب امام آمین کہتا تو وہ بھی کہہ لیتے خوف تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مقتدی کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے سے پہلے اگر امام نے سورۂ فاتحہ ختم کر کے آمین کہہ دی تو

مقتدی اپنی سورۂ فاتحہ پڑھ کر مکمل کرے یا امام کے ساتھ آمین کہہ دے؟

نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دینا آلِ دیوبند کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔

جہری نمازوں کے لئے دیکھئے آثار السنن (ص ۸۹ ح ۳۵۸)

سری نمازوں کے لئے دیکھئے احسن الکلام (۱/۳۱۴، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

نیز دیکھئے آئینۂ دیوبندیت ص ۱۵۵۔۱۵۶

۷۸) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق کہا: ''یہ کہتے ہیں کہ ہر نمازی مشرک ہے۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۸)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، یہ بات کسی بھی اہل حدیث عالم نے نہیں کہی۔

۷۹) امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کے متعلق کہا:

''دجال بھی ہے، کذاب بھی ہے۔'' (فتوحات صفدر ۳/۲۲۴)

محمد بن اسحاق کے متعلق اوکاڑوی نے مزید کہا: ''یہ وہی ہے جس نے یہودیوں عیسائیوں کی باتیں اسلام میں شامل کیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۰۸، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۳)

اور اوکاڑوی نے اس محمد بن اسحاق کی بیان کردہ حدیث تجلیات صفدر (۲/۵۷۷، ۵/۳۲۹) میں پیش کر کے استدلال کیا اور خود اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کرنے والوں کے بارے میں کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

۸۰) امین اوکاڑوی نے محمد بن حمید رازی کو تجلیات صفدر (۳/۲۲۴) میں جھوٹا ثابت کیا اور دوسرے مقام پر لکھا: ''محمد بن حمید کذاب'' (تجلیاتِ صفدر ۷/۱۷۳)

پھر خود ہی تجلیات صفدر (۴/۶۰۱) میں محمد بن حمید رازی کی روایت دارقطنی (۳/۱۳) کے حوالے سے طلاق کے متعلق پیش کر کے استدلال کیا اور اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث مسئلہ تراویح کے متعلق تاریخ جرجان سے پیش کی۔

(تجلیاتِ صفدر ۳/ ۲۵۷)

اوراوکاڑوی نے خود کہا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

یعنی یہاں بھی اوکاڑوی اپنے ہی اصول کی رُو سے کذاب ثابت ہوئے۔

۸۱) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۴/ ۶۱۸) میں عکرمہ رحمہ اللہ کو جھوٹا قرار دیا، پھر عکرمہ رحمہ اللہ کی روایت تجلیات صفدر (۶/ ۱۱۵، ۲۰۴) میں پیش کی اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۸۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اثری صاحب نے لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بخاری ص ۱۰۴ ج ۱ کے حوالہ سے ذکر کی ہے مگر بخاری میں اس کی ایک ہی سند ہے جس میں زہری مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے بہرحال بخاری کی یہ سند اثری کے اصول پر نہ صحیح ہو سکتی ہے نہ حسن۔'' (تجلیات صفدر ۷/ ۹۸)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''راقم اثیم کی تحقیق میں تو زہری کی تدلیس مضر نہیں'' (توضیح الکلام ۲/ ۳۶۵)

فائدہ: روایتِ مذکورہ میں امام زہری کے سماع کی تصریح صحیح مسلم (ح ۳۹۴، ترقیم دارالسلام: ۸۷۵، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ في کل رکعۃ ...) میں موجود ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا الزام سرے سے باطل ہے۔

۸۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''عبداللہ بن رافع جو حضور اکرم ﷺ کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں بتلاتا ہوں ظہر کی نماز ادا کرو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور نماز عصر (ادا کرو) جب تمہارا سایہ تم سے دوگنا ہو جائے۔ (موطا امام محمدؒ ص ۴۱۔۴۲)'' (تجلیات صفدر ۵/ ۹۷)

اوکاڑوی نے عبارت ادھوری نقل کی ہے، کیونکہ بعد میں اسی روایت میں یہ الفاظ بھی تھے: ''اور مغرب جب سورج غروب ہو جائے۔ اور عشاء تم پر تہائی رات گزارنے سے قبل۔ اگر آدھی رات سے پہلے نیند آنے لگے تو اللہ کرے تمہاری آنکھ نہ لگے۔ اور نماز فجر اندھیرے میں ادا کرو۔''

اوکاڑوی نے روایت ادھوری نقل کی ہے اور یہ روایت چونکہ اوکاڑوی کے خلاف تھی اس لئے مکمل نقل نہیں کی اور یہ کارروائی عبدالغفار دیوبندی کے نزدیک جھوٹ ہے۔
دیکھئے قافلۂ باطل (ج ۴ شمارہ ۴ ص ۵۸)

تنبیہ: اوکاڑوی نے روایتِ مذکورہ کا جو ترجمہ لکھا ہے وہ بھی غلط ہے۔
اس غلط ترجمے کے رد کے لئے دیکھئے التعلیق المجد (ص ۴۱ حاشیہ: ۹) اور ہدیۃ المسلمین (ص ۲۲۔۲۳، ۲۵ ح ۷۶)

۸۴) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/ ۳۰۲، ۴۲۳) میں سلیمان بن داود شاذ کونی کی روایت پیش کی اور اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب احسن الکلام (۱/ ۲۰۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۵۴) میں اس شاذ کونی کو جھوٹا ثابت کیا گیا ہے اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

احسن الکلام کی تعریف کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۵/ ۴۶۰)

۸۵) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/ ۳۵۰) میں محمد بن سائب کلبی کی روایت پیش کی اور اوکاڑوی کے ''حضرت'' سرفراز صفدر نے ازالۃ الریب (ص ۳۱۴) میں کلبی کو جھوٹا ثابت کیا اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''
(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۸۶) امین اوکاڑوی نے کتاب القراءۃ ص ۸۸ کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے:

''نہ تو مقتدی جماعت کو چھوڑ کر جا سکتا ہے'' (تجلیاتِ صفدر ۴/ ۹۸)

حالانکہ کتاب القراءۃ ص ۸۸ پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی قول نہیں، لہٰذا یہ اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، جبکہ اس کے برعکس سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی اقتدا چھوڑ کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے الگ نماز پڑھی تھی۔ (دیکھئے صحیح بخاری، حاشیہ علی تفہیم البخاری ۱/ ۳۶۱، اور صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۶۴)

۸۷) اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مجتہدین اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں کچھ فرائض ہیں، کچھ سنن، کچھ مستحبات، کچھ چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے کچھ سے فاسد۔''

(تجلیات صفدر ۴/ ۳۰۲)

حالانکہ جب امام مالک سے پوچھا گیا: ''اے ابو عبداللہ! نماز میں کیا فرض ہے اور کیا سنت ہیں؟ یا کہا: کیا نفل ہیں؟ تو (امام) مالک نے فرمایا: زندیقوں کا کلام ہے۔ اسے باہر نکال دو۔'' (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۱۱۳، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۱/ ۳۲۷، الحدیث حضرو: ۸۷ ص ۳۵)

لہٰذا اجماع کا دعویٰ کرنے میں اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے۔

۸۸) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مؤلف کے نزدیک جو امام سکتہ نہ کرے وہ بدعتی اور دوزخی ہے تو آج کے غیر مقلد امام سب کے سب بدعتی اور دوزخی ہوئے'' (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۵۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اوکاڑوی کی بیان کردہ بات بالکل نہیں فرمائی، لہٰذا یہ عبارت اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔

۸۹) امین اوکاڑوی نے خود اپنے بارے میں لکھا ہے: ''میں نے کہا اس ملک میں اہل سنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے، قرآن لائے، سنت لائے۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۵۲۸)

امین اوکاڑوی کا یہ دعویٰ خود امین اوکاڑوی کی تحریر کی رو سے جھوٹ ہے، چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''پاک و ہند میں سب سے پہلے اسلام سندھ میں آیا۔ محمد بن قاسم اور ان کے ساتھی یہاں اسلام لائے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۵۰)

دوسری جگہ اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔ یہ بصرہ

سے آئے، اس وقت وہاں امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کی تقلید ہوتی تھی۔''

(تجلیات صفدر ۱/۱۲۱)

۹۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرات آئمہ اربعہؒ سے بھی لاکھوں مسائل کے ضمن میں تواتر کے ساتھ اپنی تقلید کروانا واضح ہوگیا۔'' (تقریظ علی الکلام المفید ص م)

اس اوکاڑوی جھوٹ کے مقابلے میں عرض ہے کہ امام المزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمادیا ہے'' (الام مختصر المزنی ص ۱)

امام شافعی نے فرمایا: ''اور میری تقلید نہ کرو۔'' (آداب الشافعی ص ۵۱، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

۹۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جو نعرہ شیطان نے لگایا تھا انا خیر منہ وہی نعرہ آج ہر غیر مقلد کا کیوں ہے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پیش کریں تو وہ کہتا ہے انا خیر منہ۔''

(تجلیاتِ صفدر ۶/۴۷۴)

یہ اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، نیز اوکاڑوی کے ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''ایک صحابی کا قول حنفیہ پر حجت نہیں ہوسکتا'' (تقاریر شیخ الہند ص ۴۳)

۹۲) امین اوکاڑوی نے حافظ ذہبی کی کتاب مناقب الامام ابی حنیفہ سے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے ایک قول یوں بیان کیا: ''امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں مسئلہ کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ تو حنفی سب سے پہلے امام اعظم کی تابعداری میں کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں،۔

اگر وہاں سے مسئلہ نہ ملے تو میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں جس کے راوی ثقہ ہوں۔ دوسرے نمبر پر حنفی امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی پیروی میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ فرمایا اگر وہاں سے بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر میں صحابہ سے لیتا ہوں اگر اس مسئلہ میں صحابہ کا بھی اختلاف ہو تو جس طرف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہوں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین۔

میں اس مسئلہ کو لیتا ہوں جس پر خلفائے راشدین ہوں۔ اگر وہاں بھی مسئلہ نہ ملے تو

پھر میں اجتہاد کرتا ہوں اور نئے مسائل کا حل تلاش کرتا ہوں۔" (فتوحات صفدر ۳/۱۴۔۱۸)

صحابہ کرام کے اختلاف کے بعد امین اوکاڑوی کا امام ابوحنیفہ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ "میں اس مسئلہ کو لیتا ہوں جس پر خلفائے راشدین ہوں" صریح جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب میں یہ بات موجود ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوکاڑوی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا تھا۔!

۹۳) امین اوکاڑوی نے کہا: "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نسائی شریف کتاب القضاء میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ایک ایک کی تقلید ہوتی رہی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا" (فتوحات صفدر ۳/۲۲)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، نسائی میں ایسی کوئی روایت نہیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ایک ایک کی تقلید ہوتی رہی۔

باقی کسی کا یہ کہنا کہ ہم اجتہاد کرتے ہیں تو اس سے تقلید ثابت نہیں ہوجاتی۔

اشرف علی تھانوی نے بھی کہا تھا: "پہلے زمانہ میں ہوائی جہاز نہ تھا نہ فقہاء اس کو جانتے تھے۔ نہ کوئی حکم لکھا۔ اب ہم لوگ اجتہاد کرتے ہیں۔ اور ایسے نئے مسائل کا جواب دیتے ہیں..." (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے: "اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہونگے" (احسن الکلام ۱/۴۱، دوسرا نسخہ ۱/۶۳)

محمد بلال دیوبندی نے اپنے "شیخ الاسلام" ابن ہمام کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

"اجماع منعقد ہوگیا اس بات پر کہ چار آئمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہوگی۔"

(فتح القدیر بحوالہ فتح المبین ص ۳۷۴، جواہر الفقہ ۱/۱۲۲ [ص ۱۳۲] اطمینان القلوب ص ۱۶)

۹۴) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/۲۶۶، ۴۳۷) میں مسند احمد (ص ۴۵ ج ۲)

کے حوالہ سے روایت پیش کی ہے جس کی سند میں جابر جعفی ہے اور اسے امام ابو حنیفہ نے کذاب کہا ہے۔ (العلل الصغیر للترمذی مع السنن ص ۸۹۱)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۳۷

خود امین اوکاڑوی کے نزدیک جابر جعفی کذاب ہے اور اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۴ ص ۲۸۶)

اور اوکاڑوی نے خود کہا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۵) امین اوکاڑوی نے نماز وتر کے تین رکعات ہونے پر اجماع کے متعلق ایک جھوٹی روایت پیش کی (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۵۶۴) جس کی سند میں عمرو بن عبید جھوٹا راوی ہے۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل ۳/ ۲۴۶)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۴۲

اور اوکاڑوی نے خود کہا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۶) اوکاڑوی نے تراویح کے متعلق تجلیات صفدر (۴/ ۱۹۵) میں مسند زید (ص ۱۳۹) کے حوالہ سے روایت پیش کی ہے، حالانکہ اس کتاب کا راوی عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔ (دیکھئے الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰)

اس پر مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۳۰

اور اوکاڑوی نے خود کہا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام ابو بکر بن حامد، امام ابو حفص الزاہد اور امام ابو بکر اسماعیل نے فتوی دیا کہ ایمان غیر مخلوق ہے جو اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے، امام بخاریؒ اور ان کے بعض ساتھیوں نے فتوی دیا کہ ایمان مخلوق ہے'' (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۱۳)

یہ صریح جھوٹ ہے۔

۹۸) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۸۰/۴۔۸۱) میں سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت پیش کی جس کا ایک راوی سلیمان بن سلمہ (الخبائری) ہے اور وہ جھوٹا تھا۔ (دیکھئے الجرح والتعدیل ۱۲۲/۴)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو:۳۹ص ۳۴۔۳۵

اوکاڑوی نے خود کہا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۴۲۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۸۸/۱)

۹۹) امین اوکاڑوی نے کسی اہل حدیث سے مخاطب ہو کر کہا: ''آخر آپ کا یہ طرز عمل کیسا ہوگا؟ ایک مسئلہ میں ایک امام کا قول قبول کریں گے دوسرے کا منہ چڑائیں گے دوسرے مسئلے میں دوسرے امام کا قول لیں گے، پہلے کا منہ چڑائیں گے۔ آپ اس طرز عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ان شر الناس عند اللّٰہ ذا الوجھین۔ یعنی ''دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے'' اور آنحضرت ﷺ نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے اور بقول آپ کے تلاش کرتی ہے کہ کس کے دلائل مضبوط ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۷۱/۶)

ماسٹر امین اوکاڑوی کا ایسے شخص کو آئمہ کا ''منہ چڑانے والا'' کہنا یا اس پر دوغلے آدمی اور منافق والی احادیث چسپاں کرنا بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''(علامہ شامی فرماتے ہیں احناف نے سترہ ۱۷ مقامات میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اقوال چھوڑ کر امام زفرؒ کے اقوال لیے ہیں ج ۱ ص ٦٦'' (الکلام المفید ص ۳۳٦)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''اور اسی طرح مفقود الخبر۔ زوجہ متعنت فی النفقۃ اور حکم زوجہ مفقود کے بارے میں احناف نے حضرت امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب پر فتوی دیا ہے (شامی ج ۳ ص ۴۵٦)'' (الکلام المفید ص ۳۳٦)

محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے

قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

۱۰۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دنیا میں سب سے پہلا گناہ ترک تقلید ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم دیا، یہ حکم تھا اس کے ساتھ کوئی دلیل نہ تھی، فرشتے حکم سنتے ہی بلا مطالبہ دلیل سجدے میں گر گئے، یہی تسلیم القول بلا دلیل ہے اور تقلید کا ہار گلے میں پہن لیا۔ مگر شیطان نے اس بلا دلیل حکم کو تسلیم نہ کیا اور تقلید کے ہار پر لعنت کے طوق کو ترجیح دی۔'' (تجلیات صفدر ۳/۴۷۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے:

''صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے'' (تجلیات صفدر ۳/۳۷۶)

اور محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵، نیز دیکھئے ص ۱۲۱)

امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''مسائل منصوصہ، غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت نہ تقلید کی۔ جیسے پانچ نمازوں کی فرضیت، نصاب زکوۃ وغیرہ۔'' (تجلیات صفدر ۳/۴۰۷)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے:

''اللہ کی بندگی، رسول کی اطاعت اور ایمانیات اجتہادی مسائل ہی نہیں۔ ان کو تقلید کی بحث میں لانا جہالت ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۱۴۲)

ماسٹر امین کو تو اتنا بھی پتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو انھوں نے اسی دلیل کی وجہ سے ہی آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

اوکاڑوی کے نزدیک دلیل شاید گنتی والے قاعدے کا نام ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے فرشتوں کے سجدے کو بلا دلیل کہنا بہت بڑی گمراہی ہے۔

اشرف علی تھانوی نے کہا: ''ترک تقلید پر قیامت میں مواخذہ ہوگا تو نہ کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں'' (ملفوظات ۲۶/۹۵)

تھانوی نے مزید کہا: ''ترک تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہوگا۔'' (ملفوظات ۲۶/۴۴۷)

اگراوکاڑوی کی بات کوصحیح سمجھا جائے تو تھانوی کے فتوے کی رو سے شیطان کا مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔اوکاڑوی کو کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ شیطان نے دلیل ملنے کے باوجود قیاس کیا۔

مثال کے طور پر ایک ایسی حدیث جس کی مخالفت رشید احمد لدھیانوی دیوبندی سمیت آلِ دیوبند کی اکثریت کرتی ہے، اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی نے کہا: ''حدیث باب حنفیہؒ کے بالکل خلاف ہے، مختلف مشائخِ حنفیہؒ نے اس کا جواب دینے میں بڑا زور لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شافی جواب نہیں دیا جاسکا یہی وجہ ہے کہ حنفیہؒ کے مسلک پر اس حدیث کو مشکلات میں شمار کیا گیا ہے'' (درس ترمذی ۱/۴۴۲)

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی نے مزید کہا ہے:

''اوراس معاملہ میں تفریق بین الفجر والعصر کے بارے میں حنفیہؒ کے پاس کوئی نصِ صریح نہیں، صرف قیاس ہے، اور وہ بھی مضبوط نہیں'' (درس ترمذی ۱/۴۳۹)

اہلِ حدیث کے خلاف امین اوکاڑوی کی زبان درازی کے برعکس احمد علی لاہوری، جس کی بیعت اوکاڑوی نے کر رکھی تھی اور خود اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سلطان العارفین شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ'' (جزءالقراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۴)

اور ان کے متعلق محمود عالم صفدر نے لکھا ہے: ''رئیس المفسرین امام الاولیاء قدوۃ السالکین حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ'' (فتوحات صفدر ۲/۲۱)

اسی احمد علی لاہوری دیوبندی نے کہا تھا: ''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہلِ حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں'' (ملفوظات طیبات ص ۱۲۶، دوسرا نسخہ ص ۱۱۵)

احمد علی لاہوری وغیرہ کے ملفوظات کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ان حضرات کے ملفوظات ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/۴۳۹)

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مضمون میں امین اوکاڑوی کے سو (۱۰۰) جھوٹ بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اوکاڑوی کے اور بھی

بہت سے جھوٹ ہیں، مثلاً:

۱) اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ کے سرپرست اور استاد امام ابو حفص کبیرؒ نے پیغام بھیجا کہ آپ صرف درس حدیث دیا کریں اور فتویٰ نہ دیا کریں۔''

(مقدمہ جزء القراءۃ ص ۱۲)

اور لکھا ہے: ''چنانچہ آپ نے فتویٰ دیا کہ دو بچے ایک بکری کا دودھ پی لیں تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔'' (المبسوط للسرخسی ج ۳۰ ص ۲۹۷ ......'' ایضاً ص ۱۲)

عرض ہے کہ سرخسی مذکور محمد بن محمد بن محمد ہے جو کہ ۵۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

(دیکھئے حاشیۃ الجواہر المضیہ ۲/ ۱۳۰ والفوائد البھیہ ص ۱۸۹)

امام بخاری اور ابو حفص احمد بن حفص الکبیر، اس سرخسی کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہ عین ممکن ہے کہ سرخسی مذکور نے اپنی بیان کردہ حکایت اس شیطان سے سنی ہو جس کا ذکر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہے: ''شیطان انسانی شکل وصورت میں قوم (لوگوں) کے پاس آکر ان سے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے۔ لوگ منتشر ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایسے آدمی سے، یہ بات سنی ہے جس کی شکل سے واقف ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔''

(صحیح مسلم مترجم اردو ج ۱ ص ۳۸، ترقیم دارالسلام: ۱۷، ترجمہ وحید الزمان ج ۱ ص ۳۰)

[سرخسی کا ثقہ ہونا محدثین کرام سے ثابت نہیں ہے۔ عبدالقادر القرشی وغیرہ متعصبین اور بے کار لوگوں کا اسے ''امام کبیر'' قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔ سرخسی کے بعد والوں نے یہ روایت سرخسی سے ہی نقل کر رکھی ہے۔ (دیکھئے البحر الرائق، فتح الکبیر، الکشف الکبیر، الجواہر المضیہ، تاریخ خمیس للبکری، الخیرات الحسان لابن حجر الہیتمی المبتدع وغیرہ)

عبدالحئی لکھنوی نے باوجود متعصب ''حنفی'' ہونے کے اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔

(دیکھئے الفوائد البھیہ ص ۱۸۸)

اوکاڑوی نے اس جھوٹے قصے کو باسند صحیح ثابت کرنے کے بجائے امام یحییٰ بن معین

اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی پر جرح شروع کر دی ہے۔ حالانکہ ابن الجوزی (ص ۷۲) کا حوالہ بے اصل ہے اور تاریخ بغداد (۶/ ۶۶) المحدث الفاصل (ص ۲۴۹ ح ۱۵۷) اور طبقات الشافعیہ (۱/ ۲۲۹) والی روایت کا راوی ''رجل'' نامعلوم ومجہول ہے۔ اس طرح کی مجہول وموضوع روایتوں کی بنیاد پر ہی یہ لوگ محدثین کرام پر تنقید وجرح کرتے ہیں۔ زع]

۲) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۵/ ۲۹۷) میں حافظ ابن حزم رحمہ اللہ سے قربانی کے متعلق روایت پیش کی، اور فتوحات صفدر (۲/ ۶۳) میں کہا: ''ابن حزم جھوٹا ہے۔''

(فتوحات صفدر ۲/ ۶۳)

اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''چنانچہ آیت واذا قری القرآن کے نازل ہونے کے بعد سب صحابی امام کے پیچھے فاتحہ اور سورۃ پڑھنے سے رک گئے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ رہا۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۷)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''ان اختلافی اور فروعی مسائل میں سے ایک مسئلہ قرأت یا ترک القرأت خلف الامام کا بھی ہے جو عہدِ نبوّت سے تاہنوز اختلافی چلا آرہا ہے۔'' (احسن الکلام ص ۵۹ طبع جدید)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک ومذہب تھا...''

(احسن الکلام ۲/ ۱۴۲، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۵۶)

نیز دیکھئے درس ترمذی از تقی عثمانی (۲/ ۷۵) خاتمۃ الکلام (ص ۲۳۹) اختلاف امت اور صراط مستقیم (۲/ ۸۲۔۸۳، دوسرا نسخہ ۳۲۴۔۳۲۵) الحدیث حضرو: ۶۳ ص ۲۸ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۶۲) اور اشرف الہدایہ (۲/ ۸۵)

۴) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے الوتر حق (وتر امر ثابت ولازم ہے) لہٰذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں (اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے ج ا ص ۳۰۶)'' (تجلیات صفدر ۵/ ۱۱۸)

اس روایت کو امام حاکم نے تو صحیح کہا ہے مگر علامہ ذہبی نے ان کی تردید کی ہے۔

(دیکھئے تلخیص المستدرک ج ا ص ۳۰۵ ح ۱۱۴۶)

۵) امین اوکاڑوی نے یونس نعمانی مماتی دیوبندی کے متعلق کہا: ''باقی مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی بھی کہا کرتا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں نہ عادل ہیں، نہ فقیہ ہیں'' (فتوحاتِ صفدر ۳/ ۳۸۰)

اوکاڑوی نے یونس نعمانی پر یہ صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ یونس نعمانی نے ملا جیون حنفی کا قول پیش کیا تھا۔ مرزا قادیانی نے یہ الفاظ کہے تھے یا نہیں، البتہ اوکاڑوی کے بھتیجے محمود عالم صفدر اوکاڑوی کو قادیانی کی کتابوں سے یہ الفاظ نہیں ملے۔ (دیکھئے فتوحاتِ صفدر ۳/ ۳۸۱ حاشیہ)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''صحیح بخاری شریف ج ا ص ۱۰۷ پر ہے قال عطاء آمین دعاء''

(تجلیات صفدر ۳/ ۱۱۲)

☆ امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ علانیہ کہا: ''صحیح بخاری میں یہ بھی عطا کا قول موجود ہے۔ قال عطا آمین دعا عطاؒ کہتے ہیں آمین دعا ہے ایک بات ثابت ہوگئی۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۳۴۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۰۶)

امین اوکاڑوی نے صحیح بخاری سے متن ادھورا نقل کیا ہے اور اپنے مخالف حصے کو نقل نہیں کیا اور وہ یہ الفاظ تھے: ''ابن زبیرؓ اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔'' (تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ترجمہ ظہور الباری دیوبندی ۱/ ۳۹۱)

اور یہ کارروائی عبدالغفار چنی گوٹھ والے دیوبندی کے نزدیک جھوٹ شمار ہوتی ہے۔

دیکھئے قافلۂ باطل (ج ۴ شمارہ ۴ ص ۵۸) وما علینا إلا البلاغ

عبدالغفار دیوبندی کے سو (۱۰۰) جھوٹ

چنی گوٹھ (تحصیل احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور) کے عبدالغفار... دیوبندی نے اپنے باطل قافلے میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرتے ہوئے سو (۱۰۰) الزامات لگائے (دیکھئے قافلہ ... ج ۳ ش ۴ ص ۱۶) اور انھیں اکاذیب کے نام سے پیش کیا۔ ہمارے اس مضمون میں ان الزامات کا دندان شکن جواب پیشِ خدمت ہے:

اعتراض نمبر: ۱ تا ۹ ، ۱۱ تا ۲۳) عبدالغفار نے جھوٹے الزامات کی فہرست بنائی ہے، اس میں ایک سے لے کر ۹ تک صحیح بخاری میں متابعت کی بات دھرائی ہے اور پھر گیارہ سے لے کر تئیس (۲۳) تک مختلف الفاظ میں اسی الزام کی تکرار ہے۔

(قافلہ... جلد اشارہ:۲،۳،۴)

ان تمام الزامات کا اُصولی جواب حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے ماہنامہ الحدیث حضرو میں دے دیا اور بتایا کہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے داود بن عبدالرحمٰن العطار کے بارے میں لکھا ہے: امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں بطورِ متابعت ایک حدیث کے سوا ان کی کوئی روایت بیان نہیں کی۔ (ہدی الساری ص ۴۰۲، الحدیث: ۴۰ ص ۶۱)

ثابت ہوا کہ عبدالغفار کا یہ خود ساختہ فلسفہ باطل ہے کہ پہلے اصالۃً روایت ہی ہوتی ہے اور پھر متابعۃً۔

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے ثابت کیا کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر عبدالغفار دیوبندی نے جو الزام لگایا ہے، وہی الزام حافظ ابن حجر پر بھی لگتا ہے۔ یہ جواب پڑھ کر عبدالغفار اتنا پریشان ہوا کہ اُس نے مخبوط الحواس ہو کر لکھا:

''یہ حافظ ابن حجر کا اپنا گمان ہے جو بلا دلیل ہے کیا امام بخاریؒ م ۲۵۶ نے حافظ ابن حجر م۸۵۲ھ کو ٹیلی فون کیا تھا کہ آپ کو اجازت ہے ھشیم و محمد بن فضیل کو حصین بن نمیر کا متابع

قرار دینا اور شعبہ کے طریق کو ذکر نہ کرنا...'' (قافلہ...جلد۲ شمارہ:۲ ص۴۵)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ کس طرح عبدالغفار نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ذکر کیا، یہاں تک کہ یہاں اُن کے نام پر رحمہ اللہ (یعنی رحمۃ اللہ علیہ) کی علامت لگانا بھی بھول گیا، حالانکہ آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا تبلیغی نے لکھا ہے: ''حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ'' (تقریر بخاری ج۱ ص۴۴)

سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے: ''حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ'' (راہِ سنت ص۳۹)

اور دوسری جگہ لکھا ہے: ''(مگر حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سخاویؒ وغیرہ تو متساہل نہیں ہیں۔ صفدر)'' (المسلک المنصور ص۲۳)

محمد حنیف گنگوہی (فاضلِ دیوبند) نے لکھا ہے: ''شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی...'' (ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالات مصنفین درسِ نظامی ص۱۱۴)

قارئین کرام! عبدالغفار نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے خلاف بائیس (۲۲) دفعہ جھوٹ جھوٹ کی جو گردان کی ہے، اس سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کس طرح بچ سکتے ہیں؟ لہٰذا عبدالغفار خود ہی اپنی تحریر کی رُو سے بائیس دفعہ جھوٹا ہے۔

تنبیہ: عبدالغفار نے مزید لکھا ہے: ''...کیا امام بخاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کو ٹیلیفون پر اختیار و اجازت نامہ دیا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے داؤد بن عبدالرحمٰن العطارؒ کی مروی حدیث کو متابعۃً قرار دینا جبکہ امام بخاریؒ کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ یہ ہے کہ جو راوی و روایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جو راوی و روایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے کما صرح فی البخاری ج۲ ص۸۲۸ و ص۱۱۰۰ ط کراتشی و ص۴۷۴، رقم ۶۲۶ ط الریاض فلھذا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ہوں یا علی زئی...ہوامام بخاریؒ کے مقابلے میں ان کی بات بلا دلیل باطل و مردود ہے'' (قافلہ...جلد۲ شمارہ۲ ص۴۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی گستاخی سے قطع نظر عرض ہے کہ چنی گوٹھ کے بہتان تراش نے اصالۃً و متابعۃً والی جو بات امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے اور صحیح بخاری کے صفحات کا

حوالہ دیا ہے، وہاں امام بخاری کا اپنا مذہب و فعل و قاعدہ مذکور نہیں کہ پہلے روایت اصالۃً ہوگی اور بعد میں متابعۃً ہوگی، لہٰذا عبدالغفار نے عبارتِ مذکورہ میں امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

اگر وہ اپنے لفظ ''صرح'' کی لاج رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ سے مذکورہ صراحت صاف اور واضح الفاظ میں ثابت کر دے تو ہم اُسے الحدیث حضرو کا شمارہ نمبر ۵۹ بطورِ تحفہ دیں گے، جس میں ''الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس (۵۰) جھوٹ'' کا مضمون لکھا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اس مضمون کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ والحمدللہ

۱۰) نور العینین میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جدوَل (چارٹ) میں بہت سے حوالوں میں سے سنن نسائی کے حوالے میں کتابت کی غلطی سے ۵ کا ہندسہ چھپ گیا تھا، اور بعد میں اس کی اصلاح دسمبر ۲۰۰۷ء کے طبع شدہ ایڈیشن میں کر دی گئی، دوسرے یہ کہ نسائی کے اس حوالے سے متصل پہلے مسند ابی عوانہ کا حوالہ ۵ کے ہندسے کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور مسند ابی عوانہ میں عبیداللہ بن عمر کی روایت مذکورہ میں ''**ولا یفعل ذلك بین السجدتین** ''یعنی سجدوں کے درمیان یہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے، کے الفاظ صاف لکھے ہوئے ہیں۔ دیکھئے مسند ابی عوانہ (ج ۲ ص ۹۱ ح ۱۲۵۴)

اس قسم کی کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی کو جھوٹ نہیں کہا جاتا، بلکہ یہ انسانی سہو و نسیان ہے جس سے کلیتاً محفوظ رہنا ناممکن یا بے حد مشکل ہے۔ اس طرح کی بہت سی غلطیاں خود دیوبندی مصنفین کی کتابوں میں موجود ہیں، جن میں سے پچاس نمونے ماہنامہ الحدیث میں شائع ہو چکے ہیں۔ دیکھئے عدد: ۶۶ ص ۳۵ تا ۴۶ (پچاس غلطیاں: سہو یا جھوٹ؟)

کیا عبدالغفار کے اصول سے مذکورہ دیوبندی مصنفین مثلاً سرفراز خان صفدر، حبیب اللہ ڈیروی، انور شاہ کشمیری اور محمد تقی عثمانی وغیرہم کو ان غلطیوں کی وجہ سے جھوٹے (کذابین) قرار دینا جائز ہے؟ اگر نہیں تو پھر دوسروں کے لئے دوھرے پیمانے کیوں ہیں؟

خود عبدالغفار کے مضمون میں الزام نمبر ۷۱ تا ۷۴ کی عبارت میں ۴ کا ہندسہ زائد چھپ گیا تھا، جس کا قافلۂ باطل کے ادارے نے ''تصحیح اغلاط!'' کے ساتھ اعلان کیا۔
دیکھئے قافلہ (جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۴)

لہٰذا عبدالغفار... اپنے ہی خودساختہ اصول سے کذاب ثابت ہوا۔

الزام نمبر ۱۰ کے تحت عبدالغفار کی عبارت میں '' کما قال اللہ تعالیٰ'' الا لعنۃ اللہ علی الکذبین'' لکھا ہوا ہے، اور اس غلطی کا اعتراف قافلہ (جلد ا شمارہ ۳ ص ۶۴) پر ''تصحیح اغلاط'' (نمبر ۷) میں درج ہے۔

۲۴ تا ۷۰) اس کے بعد عبدالغفار نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر لگائے گئے جھوٹے الزامات کی جو فہرست بنائی ہے، ان میں چوبیس (۲۴) سے لے کر ستر (۷۰) تک یہی بات دھرائی ہے کہ ''علی زئی لکھتا ہے کہ یہ چاروں مجتہد و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے تھے کما تقدم (ص ۲۹ وفتاوی ابن تیمیہؒ...''

(مثلاً دیکھئے قافلہ جلد ا شمارہ ۴ ص ۳۳، اور قافلہ جلد ۲ شمارہ ۴ ص ۳۴ باختلاف یسیر واللفظ للاول)

یہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم ہے، جسے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' نامی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (ص ۳۸)

عبدالغفار نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے خلاف اڑتالیس (۴۸) دفعہ جھوٹ جھوٹ کی گردان کی ہے اور جھوٹ کی اس گردان کی وجہ سے عبدالغفار خود اپنے آپ کو جھوٹ کی دلدل سے نکال نہیں سکا بلکہ اس میں منہ تک پھنس گیا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ ۵۹ ص ۳۳۔۳۴)

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اپنے اوپر لگائے گئے ان چتی گوٹھی الزامات کا مسکت جواب الحدیث حضرو (شمارہ ۵۵ ص ۲) پر دیا اور ثابت کیا کہ جھوٹ کی جو گردان عبدالغفار نے تراشی ہے، اس کی زد سے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی بچ نہیں سکتے، یعنی عبدالغفار کے یہ اعتراضات حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر نہیں بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر ہیں، کیونکہ

یہ اُن کی عبارت ہے جسے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے نقل کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو آلِ دیوبند بھی شیخ الاسلام کہتے ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث (شمارہ ۵۸ ص ۹)

بلکہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے خلاف زبان درازی کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔

(راہِ سنت ص ۱۸۷)

لہٰذا خود عبدالغفار اڑتالیس (۴۸) دفعہ جھوٹا ثابت ہو گیا۔

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے جواب کا جواب الجواب ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک دیوبندیت کی طرف سے نہیں آیا، گویا آلِ دیوبند اس کے جواب الجواب سے ساکت اخرس ہیں۔

۷۱ تا ۸۷) اس کے بعد عبدالغفار نے اکہتر (۷۱) تا ستاسی (۸۷) تک لگائے گئے جھوٹے الزامات میں کتابت کی غلطی کو بار بار دہرایا ہے اور الزام نمبر ۱۰ میں بھی کتابت کی غلطی کو جھوٹ بنا کر پیش کیا ہے، جس کا جواب (نمبر ۱۰ کے تحت) گزر چکا ہے۔

عرض ہے کہ اگر کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی کو جھوٹ کہا جائے تو پھر عبدالغفار... خود بہت بڑا جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ دیکھئے الحدیث (عدد ۵۹ ص ۲۶)

کتابت کی غلطی سے مراد یہ ہے کہ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جدول (چارٹ) میں ۵ کا ہندسہ غلطی سے لکھا گیا ہے، حالانکہ ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۵۸ ص ۴۲) پر اعلانات میں ایک اعلان چھپا ہے کہ ”نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (طبع اول تا طبع دسمبر ۲۰۰۷ء) میں صفحہ ۱۰۶ پر سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی تخریجِ حدیث والے جدول میں ۴ کے بجائے ۵ کا ہندسہ بار بار چھپ گیا ہے جبکہ اسی کتاب میں صفحہ ۱۲۴ پر اسی حدیث میں ۵ کے بجائے ۴ کا ہندسہ لکھا ہوا ہے اور یہی صحیح ہے لہٰذا اپنے نسخوں کی اصلاح کر لیں۔“

اس صریح وضاحت کے بعد بھی کتابت کی اس غلطی کو اگر جھوٹ کہا جائے تو عرض ہے کہ الحدیث حضرو (عدد ۶۶ ص ۳۵ تا ۴۶) میں ”پچاس غلطیاں: سہو یا جھوٹ؟“ کے عنوان

سے ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں علمائے دیوبند کی بہت سی کتابتی اور کمپوزنگ کی غلطیوں میں سے پچاس حوالے پیش کئے گئے ہیں، لہٰذا عبدالغفار کے اپنے بنائے ہوئے اصول سے ثابت ہوا کہ علمائے دیوبند جھوٹے ہیں۔

لطیفہ: قافلۂ باطل (جلد۳ شمارہ۲ ص۲۴) پر اسی مضمون کے آخر میں تصحیحِ اغلاط کے نام سے ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ

''(۳) قافلہ حق ج3 ش ا اکاذیب غیر مقلدین میں جھوٹ نمبر 71 تا 74 کی عبارت میں 4 کا ہندسہ زائد چھپ گیا تھا جبکہ 1,2,3,5 کی علامت صحیح ہے۔(ادارہ)''

عرض ہے کہ جو چیز آلِ دیوبند کے نزدیک جھوٹ ہے، پھر اس کا اعلان شائع کرنا بڑا عجیب وغریب ہے، یعنی اگر آلِ دیوبند سے ایک غلطی ہو جائے تو وہ صرف غلطی رہتی ہے اور اگر مخالف سے اسی طرح کی غلطی ہو تو وہ جھوٹ بن جاتا ہے۔سبحان اللہ!

اگر عبدالغفار کے شائع شدہ مضمون میں ۴ کے ہندسے والی غلطی جھوٹ نہیں تو پھر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر جھوٹ کے الزام لگانے والا عبدالغفار بذاتِ خود جھوٹا ہے۔

۸۸) ایک حدیث ہشام سے معاذ بن ہشام نامی راوی نے بیان کی ہے۔
دیکھئے نور العینین (طبع اول ص ۶۹، طبع ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۹۹)

دوسرے صفحے پر کتابت کی غلطی سے معاذ بن ہشام کے بجائے معاویہ بن ہشام چھپ گیا ہے۔ دیکھئے نور العینین (طبع اول ص ۶۷، طبع دسمبر ۲۰۰۷ء)

حالانکہ اس صفحے کے بعد (طبع اول ص ۶۸۔ ۶۹، اور عام طبعات) میں دو صفحات پر اسی روایت میں دو جگہ معاذ بن ہشام لکھا ہوا ہے، لیکن اسے (یعنی کتابت کی غلطی کو) بھی عبدالغفار نے جھوٹ بنا کر پیش کر دیا ہے، حالانکہ کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی جھوٹ نہیں ہوتی۔

جو لوگ کتابت یا کمپوزنگ کے تجربات سے گزرتے ہیں، بخوبی جانتے ہیں کہ سعید کا شعبہ، شعبہ کا سعید، یا معاذ کا معاویہ بن جانا کوئی بعید نہیں بلکہ اس طرح کی بہت سی مثالیں

مختلف کتابوں میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔

کیا آلِ دیوبند میں ایک شخص بھی انصاف کرنے والا نہیں؟ جو عبدالغفار کو سمجھائے کہ کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی، اسی طرح سبقتِ قلم یا سبقتِ لسانی کی غلطی کو جھوٹ قرار دینا بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹ اور لغو و باطل حرکت ہے۔

۸۹) عبدالغفار نے لکھا ہے:

''جناب علی زئی صاحب نے حدیث علیؓ ترک رفع الیدین بحوالہ نصب الرایہ وطحاوی نقل کی اور پھر کہا کہ کسی قابل اعتماد محدث نے اس اثر کو صحیح نہیں کہا دیکھئے (نور العینین ص 117 ط چہارم وص 117 ط پنجم)...'' (قافلہ جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۳)

اس کے بعد عبدالغفار نے سنن الطحاوی (؟) اور کتاب الرد علی الکرابیسی (بحوالہ الجوھر النقی ج ۲ ص ۷۹) لکھا کہ ''امام ابوجعفر الطحاویؒ م 321ھ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے''

عرض ہے کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اپنے علم کے مطابق بات کہی ہے۔ سنن الطحاوی اُن کے پاس موجود نہیں اور نہ کتاب الرد علی الکرابیسی موجود ہے۔ رہے ابن الترکمانی، زیلعی اور عینی کے حوالے تو یہ حنفی علماء تھے اور ان کا قابلِ اعتماد محدث ہونا ثابت نہیں بلکہ عبدالحیٔ لکھنوی نے تو عینی کو تعصب مذہبی کی طرف منسوب کیا ہے۔

دیکھئے الفوائد البھیہ (ص ۲۰۸ ترجمہ محمود بن احمد العینی، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''ھوا الصواب'' سے صحیح کہنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ''رجالہ ثقات وھو موقوف'' سے تصحیح ثابت ہوتی ہے، لہٰذا امام دارقطنی اور حافظ ابن حجر کے حوالے عبدالغفار کو مفید نہیں بلکہ اس کا معارضہ باطل ہے۔

۹۰) حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے محمد بن حارث کے بارے میں اپنے علم کے مطابق لکھا ہے: ''محمد بن حارث کی کتابوں میں '' اخبار القضاۃ والمحدثین '' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقھاء والمحدثین '' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے الاکمال لابن ماکولا (۲۶۱/۳) الانساب للسمعانی (۳۷۲/۲)'' (نور العینین ص ۲۰۸)

اس کا عبدالغفار نے جذوة المقتبس للحمیدی اور بغیۃ الملتمس للضبی کے حوالوں سے معارضہ پیش کیا اور عبارتِ مذکورہ کو جھوٹ قرار دیا ہے، حالانکہ تحریر مذکور کے وقت حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے پاس نہ جذوة المقتبس نامی کتاب موجود تھی اور نہ بغیۃ الملتمس، جیسا کہ انھوں نے مجھے بتایا ہے، بلکہ میرے علم کے مطابق اب بھی اُن کے پاس بغیۃ الملتمس موجود نہیں ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۶۹ (ص ۲۰۔۲۱)

ایک شخص نے اشرف علی تھانوی دیوبندی سے سوال کیا: ''ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے لیکن جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضراتِ صحابہؓ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمانؓ سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کر لیا کرو حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا خصوص ایسے بلوائی جنھوں نے خلیفہ برحق امیر المؤمنین داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا''

تو تھانوی صاحب نے جواب دیا:

''الجواب: یہ روایت مجھکو نہیں ملی اگرچہ حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے البتہ در مختار میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوۃ میں...'' (بوادر النوادر ص ۱۲۷، الکلمۃ الدالۃ علی الحکم الضالۃ)

حالانکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ و مسئولہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

دیکھئے درسی نسخہ ج ۱ ص ۹۶ ح ۶۹۵ باب امامۃ المفتون والمبتدع

اب اگر کوئی شخص تھانوی صاحب کے مذکورہ جواب کی رُو سے یہ کہنے لگے کہ تھانوی تو صحیح بخاری کے بارے میں جاہل تھا (!!) تو کیا یہ شخص اس فتوے میں حق بجانب ہوگا؟!

جب تھانوی صاحب جواب مذکور میں صحیح بخاری سے ناواقف و جاہل نہیں تو پھر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کو ان کتابوں کے حوالے سے جھوٹا قرار دینا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے، جو اُن کے پاس موجود ہی نہیں تھیں؟!

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''فانہ لا صلوة لمن لم یقرابھا ۔ یہ جملہ منکرات محمد بن

اسحاق سے ہے۔ کیونکہ اس قسم کا واقعہ اسی طرح کی ضعیف سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابو قلابہ اور رجل من اصحاب النبی سے بھی مروی ہے۔ مگر کسی میں بھی یہ نہیں کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں بھی محمد بن اسحاق ہی کے طریق میں ہے یا ابن ابی فروہ ھالک کے طریق میں۔" (تجلیات صفدر ج۴ص۹۴)

حالانکہ یہ جملہ ان دونوں راویوں کے علاوہ بھی صحیح حدیث میں موجود ہے۔

دیکھئے کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی (ص۶۴ ح۱۲۱) اور الکواکب الدریہ (طبع دوم ۲۰۰۸ء ص۵۰۔۵۱)

لہٰذا کیا عدمِ علم کی وجہ سے اوکاڑوی کو بھی جھوٹا کہا جائے گا؟!

اس کے بعد مجھے دیوبندی رسالہ "قافلہ..." دستیاب نہ ہو سکا، لہٰذا میں نے عبدالغفار... دیوبندی کے لگائے ہوئے باقی دس الزامات کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ سے رابطہ کیا تو انھوں نے مجھے جوابی تحریر بھیجی، وہ درج ذیل ہے:

اہلِ باطل کے دس اعتراضات کے جوابات

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد:

ایک شخص..... نے بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"...علی زئی مماتی غیر مقلد لکھتا ہے" حالانکہ امام بخاریؒ نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوریؒ کی احادیث پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے اور اس کے بعد وجوہ ترجیح لکھی ہیں۔ دیکھئے [نور العینین ص31 ط اول، ص47 ط دوم، ص45 ط سوم، ص48 ط چہارم و پنجم]"

(قافلہ...جلد۳ شمارہ۳ ص۱۴)

عرض ہے کہ ہمارا نام غیر مقلد نہیں بلکہ اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت ہے۔ (والحمدللہ)

یاد رہے کہ اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے نزدیک تقلید بدعت، ناجائز و حرام ہے اور

سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں کتاب وسنت اور اجماع پر عمل کرنا فرض ہے۔

اور مماتی سے مراد اگر یہ ہے کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور دنیا سے چلے گئے ہیں تو بلا شک وشبہ میرا یہی عقیدہ ہے اور اگر اس سے کوئی اور چیز مراد ہے تو یہ مراد معترض کے دماغ میں ہے، لہٰذا میرا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟!

راقم الحروف نے لکھا تھا: ''حالانکہ امام بخاریؒ نے عبداللہ بن ادریسؒ کی روایت کو سفیان ثوریؒ کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے۔

(۱) ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔'' الخ

(نور العینین طبع اول ص ۱۳۱ واللفظ لہ، طبع ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۴۸)

اس عبارت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی وجہ سے امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کی روایت کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔

۲: میں نے اپنی محنت اور استدلال سے جو وجوہات تلاش کی ہیں، وہ چھ ہیں جنھیں میں نے نمبر وار پیش کر دیا ہے۔ یہ وجوہات میری بیان کردہ ہیں جنھیں میں نے کتبِ حدیث اور کتبِ رجال سے تلاش کر کے جمع کر دیا ہے اور یہ وجوہات امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ نہیں ہیں۔

تنبیہ: معترض نے میری طرف منسوب کر کے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ ''سفیان ثوریؒ کی احادیث پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے''

حالانکہ میں نے احادیث (جمع) کا لفظ نہیں بلکہ روایت (واحد) کا لفظ لکھا ہے اور یہ عام طالب علم بھی جانتے ہیں کہ روایت اور روایات، حدیث اور احادیث میں بڑا فرق ہے۔

اس تمہید کے بعد معترض کے اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) معترض نے اعتراض نمبر ۱۹ کے تحت لکھا ہے کہ زبیر علی زئی نے ''امام بخاریؒ تقلیدی حیاتی سماعی کے ذمہ لگا کر وجہ ترجیح لکھی ہیں۔ (۱) ثوریؒ مدلس ہیں اور ابن ادریسؒ مدلس

نہیں ہیں۔دیکھئے (نورالعینین ص 31 طاول‘‘ (قافلہ...جلد۳ شمارہ۳ ص۱۴)

عرض ہے کہ یہ ترجیحات امام بخاری رحمہ اللہ کے ذمہ نہیں لگائی گئیں بلکہ اُن کے فیصلے کی تائید میں راقم الحروف نے کتبِ احادیث اور کتبِ اسماء الرجال سے تلاش اور استدلال کرکے پیش کی ہیں، لہٰذا انھیں جھوٹ قرار دینا غلط ہے۔

۱: یہ بات بالکل سچ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس تھے اور عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کا مدلس ہونا ثابت نہیں، لہٰذا سچ کو جھوٹ قرار دینا انتہائی مذموم حرکت ہے۔

۲: کیا معترض میں یہ جرأت ہے کہ وہ سفیان ثوری کا مدلس نہ ہونا ثابت کردے؟

۳: کیا معترض میں یہ استطاعت ہے کہ وہ عبداللہ بن ادریس کا مدلس ہونا ثابت کر دے؟

۴: کیا اُصولِ حدیث کا یہ مسئلہ نہیں کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے؟

سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن کے شروع والا حصہ پڑھ کر جواب دیں۔!

۵: کیا صحیح روایت کو ضعیف پر ترجیح دینا غلط ہوتا ہے؟ سبحان اللہ!

تنبیہ: عبارتِ مذکورہ میں معترض نے امام بخاری کو ’’تقلیدی حیاتی سماعی‘‘ القاب سے نوازا ہے، جن پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱: امام بخاری کا تقلیدی یا مقلد ہونا قطعاً ثابت نہیں بلکہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا: ’’الإمام البخاري عندي مجتهد برأسه ... ‘‘ یعنی امام بخاری میرے نزدیک مجتہد مستقل ہیں... (لامع الدراری علیٰ جامع البخاری ص ۱۹، بحوالہ صحیح بخاری اور امام بخاری: احناف کی نظر میں ص ۳۷۔۳۸ تصنیف مولانا محمد ادریس ظفر حفظہ اللہ)

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا: ’’و لکن الحق ان البخاری مجتهد ‘‘

یعنی: اور لیکن حق یہ ہے کہ بخاری مجتہد ہیں۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۲۶ اسطر نمبر ۸)

جامعہ فاروقیہ کراچی والے محمد سلیم اللہ خان دیوبندی نے کہا:

''بخاری مجتہد مطلق ہیں۔'' (مقدمہ یا تقریظ: فضل الباری ج ۱ص ۳۶)

محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی تبلیغی نے مختلف قلابازیاں کھانے کے باوجود کہا:

''چکی کا پاٹ یہ ہے کہ امام بخاری پختہ طور پر مجتہد تھے۔'' (تقریر بخاری شریف اردو ج ۱ص ۴۱)

ان چار دیوبندی گواہیوں سے ثابت ہوا کہ معترض... نے امام بخاری کو ''تقلیدی'' لکھ کر بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

۲: حیاتی دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ دنیاوی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی یہ زندگی برزخی نہیں ہے۔ یہ عقیدہ امام بخاری سے قطعاً ثابت نہیں لہٰذا معترض نے امام بخاری کو حیاتی کہہ کر جھوٹ بولا ہے۔

۳: اگر سماعی سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ ہر مُردہ ہر وقت اپنی قبر میں سب کچھ سنتا ہے تو یہ عقیدہ امام بخاری سے ثابت نہیں، لہٰذا انھیں سماعی کہنا غلط ہے۔

۲) معترض نے اعتراض نمبر ۹۲ کے تحت لکھا ہے: ''...امام بخاریؒ تقلیدی حیاتی سماعی کی طرف نسبت کر کے وجہ ترجیح لکھی ہے (۲) ابن ادریسؒ ثقہ بالاجماع ہیں...''

(قافلہ ج ۳ ص شمارہ ۳ ص ۱۴)

عرض ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ راوی ہیں، لہٰذا یہ بات جھوٹ نہیں بلکہ سچ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وجۂ ترجیح میری بیان کردہ ہے جسے امام بخاری کے فیصلے کی تائید میں لکھا گیا ہے۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱

۳) معترض نے نمبر ۹۳ کے تحت لکھا ہے: ''...امام بخاریؒ تقلیدی حیاتی سماعی کے ذمہ لگا کر وجہ ترجیح لکھی ہے (۳) ایک جماعت ان کی متابع ہے۔'' الخ (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۵)

امام ابن ادریس کی روایتِ تطبیق کے مفہوم پر ابو اسحاق السبیعی نے عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ والاسود کی سند سے روایت بیان کی اور یہ مسند احمد (۱/۴۱۳ ح ۳۹۲۷) میں موجود ہے۔ یہی روایت تطبیق کے بغیر اختصار کے ساتھ ھارون بن عنترہ نے عبدالرحمٰن بن الاسود سے بیان کی ہے۔ دیکھئے السنن الصغریٰ للنسائی (۲/۸۴ ح ۸۰۰)

عبدالرحمٰن بن الاسود کے علاوہ ابراہیم نخعی نے علقمہ اور اسود سے تطبیق والی روایت بیان کی۔ دیکھئے صحیح مسلم (۵۳۴، دارالسلام:۱۱۹)

ثابت ہوا کہ ایک جماعت نے ابن ادریس کی متابعت کی ہے اور دوسری طرف سفیان ثوری کی ترک والی روایتِ مذکورہ میں اُن کا کوئی معتبر متابع ثابت نہیں ہے، لہٰذا راقم الحروف کی بات درست ہے۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ا

یاد رہے کہ عبارتِ مذکورہ امام بخاری کے ذمہ نہیں لگائی گئی بلکہ راقم الحروف نے اُن کی تحقیق کی تائید میں شواہد و دلائل پیش کئے ہیں۔

٤) معترض نے نمبر ۹۴ کے تحت لکھا ہے:

"... نے امام بخاریؒ تقلیدی حیاتی سماعی کے ذمہ لگا کر وجہ ترجیح لکھی ہے (۵) ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۵)

عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ذمہ کوئی بات لگائی نہیں گئی اور یہ بالکل سچ ہے کہ زمانۂ تدوینِ حدیث کے جمہور محدثین مثلاً امام ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحاتم الرازی وغیرہم نے ترک والی روایتِ مذکورہ پر جرح کی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۰۔۱۳۴)

٥) معترض نے نمبر ۹۵ کے تحت لکھا ہے:

"...امام بخاریؒ تقلیدی حیاتی سماعی کی طرف نسبت کر کے وجہ ترجیح لکھی ہے (٦) بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوریؒ کو اس روایت میں وہم ہوا ہے..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۵)

عرض ہے کہ مذکورہ وجۂ ترجیح کی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف نسبت نہیں کی گئی بلکہ اسے راقم الحروف نے امام بخاری کی تحقیق کی تائید میں لکھا ہے۔ رہا ثوری کی روایت کو وہم قرار دیا جانا تو نور العینین (ص ۱۳۱) دوبارہ پڑھ لیں۔ امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

"هذا خطأ، يقال: وهم الثوري ..."

یہ خطا ہے، کہا جاتا ہے کہ ثوری کو وہم ہوا ہے... (علل الحدیث ۱/۹۶ ح ۲۵۸)

معلوم ہوا کہ بعض علماء کی طرف نسبت بالکل صحیح ہے اور جھوٹ قطعاً نہیں ہے۔

[تنبیہ: عبدالغفار کے مذکورہ اعتراضات کو جھوٹ قرار دیا جائے؟! تو اس طرح کے بہت سے جھوٹ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے بھی بولے یا لکھے ہیں۔ مثال کے طور پر زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کے دلائل ذکر کرتے ہوئے سرفراز صفدر نے کہا ہے:

''امام صاحبؒ کی دلیل نمبر۱'' (خزائن السنن ص ۳۳۵)

اس کے بعد سرفراز صفدر نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے۔ کیا ہے کوئی... جو اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے ثابت کر دے؟ جب کہ دوسری طرف تقی عثمانی نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''کسی کو بھی اس سے استدلال نہ کرنا چاہئے'' (درس ترمذی ج۲ ص ۲۴)

اسی طرح ترکِ قراءت خلف الامام کے دلائل ذکر کرتے ہوئے سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہؒ کی دلیل نمبر۱

قوله تعالى وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''

(خزائن السنن ص ۳۶۸)

کیا ہے کوئی نام نہاد... جو یہ ثابت کرے کہ امام ابوحنیفہ نے اس آیت کو اپنی پہلی دلیل بنایا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ آپ اپنے ہی اصولوں کے مطابق سرفراز صفدر کو جھوٹا ماننے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر الزام لگانے میں نام نہاد... کیوں جھوٹا نہیں؟/ صادق آبادی]

۶) معترض نے نمبر ۹۶ کے تحت لکھا ہے:

''...لکھتا ہے کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کی روایت کے چند شواہد ملاحظہ فرمائیں۔ شاہد نمبر۱۔ عفان وحجاج بن منہال عن حماد بن سلمۃ عن ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ...''

(قافلہ ج۳ شمارہ۳ ص ۱۶)

عرض ہے کہ عبدالاعلیٰ رحمہ اللہ (ثقہ راوی) کی روایت میں چار مقامات پر رفع یدین

اور حدیثِ مرفوع وحدیث موقوف ہونے یعنی چھ چیزوں کا ذکر ہے:

۱: شروع نماز میں رفع یدین

۲: رکوع سے پہلے رفع یدین

۳: رکوع کے بعد رفع یدین

۴: دو رکعتیں پڑھ کر رفع یدین

۵: حدیث موقوف ہے۔

۶: حدیث مرفوع ہے۔

نور العینین میں شاہد نمبر ا (یعنی حماد بن سلمہ کی روایت) کو بحوالہ تغلیق التعلیق (۳۰۵/۲) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۷۰/۲) ذکر کیا گیا۔ (دیکھئے ص۹۳۔۹۴)

تغلیق التعلیق اور السنن الکبریٰ للبیہقی (جلد دوم ص ۷۰) میں درج ذیل باتوں کا ذکر ہے:

۱: شروع نماز میں رفع یدین

۲: رکوع کے وقت رفع یدین

۳: رکوع کے بعد رفع یدین

۴: حدیث مرفوع ہے۔

چھ میں سے چار باتوں کا ذکر روایتِ مذکورہ میں موجود ہے اور صحیح حدیث کے شاہد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اُس میں اُس روایت کی تمام باتیں موجود ہوں جس کو اصل بنا کر اُس کا شاہد پیش کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیثِ مذکور پر جرح مردود ہے، تاہم عرض ہے کہ جن بعض علماء نے جرح کی ہے وہ اسے موقوف تو تسلیم کرتے ہیں مگر مرفوع ہونے کا انکار کرتے ہیں، لہٰذا روایتِ مذکورہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے مرفوع ہونے کا بہترین شاہد ہے۔

رہا مسئلہ دو رکعتیں پڑھ کر قیام میں رفع یدین کرنا تو عرض ہے کہ روایتِ مذکورہ بالکل

صحیح ہے اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صحیح اور ثابت حدیث میں دو رکعتوں سے قیام پر رفع یدین کا ثبوت موجود ہے۔

دیکھئے صحیح ابن حبان (۱۸۶۴) اور نور العینین (ص ۱۰۴)

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حسن لذاتہ حدیث میں دو سجدوں (یعنی دو رکعتوں) سے قیام پر رفع یدین کا ثبوت ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۴۲۳ و قال: "هذا حديث صحيح حسن ... ") وسندہ حسن.

ایک روایت میں "إذا قام من السجدتين" کے الفاظ آئے ہیں، اس کی تشریح میں امام ترمذی نے فرمایا: "يعني إذا قام من الركعتين" یعنی جب آپ نے دو رکعتوں سے قیام کیا۔ (ح ۳۰۴)

ان صحیح شواہد کے باوجود صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف یا غلط سمجھنا اُن لوگوں کا کام ہے جو منکرینِ حدیث کی اندھا دھند تقلید میں سرگرم ہیں۔

تنبیہ: راقم الحروف نے نور العینین میں حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن طہمان کی روایتیں پیش کر کے "مختصراً" کا لفظ لکھا اور پھر اس کی تشریح میں تحریر کیا کہ "مختصراً کا مطلب یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن طہمان کی روایتوں میں تین مقامات پر رفع الیدین کا ذکر ہے۔ **دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں** اور یہ مسلّم ہے کہ عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔" (نور العینین ص ۹۵)

ثابت ہوا کہ میں نے پہلے سے ہی وضاحت کر کے اپنے آپ کو بری قرار دیا ہے، لہٰذا معترض کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

۷) معترض نے نمبر ۹۷ کے تحت لکھا ہے:

"... کہ شاہد نمبر ۲۔ ابراہیم بن طہمان عن ایوب بن ابی تمیمہ وموسی بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۶)

عرض ہے کہ ابراہیم بن طہمان کی روایت میں درج ذیل باتوں کا ذکر ہے:

۱: شروع نماز میں رفع یدین

۲: رکوع کے وقت رفع یدین

۳: رکوع سے قیام پر رفع یدین

۴: حدیث مرفوع ہے۔

۵: حدیث موقوف ہے۔

(دیکھئے تغلیق التعلیق ۳۰۶/۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۰/۲۔۷۱، اور نور العینین ص ۹۵)

دو رکعتوں کے بعد قیام میں رفع یدین کے بارے میں علانیہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ "دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں اور..."

(نور العینین ص ۹۵، اشاعت ستمبر ۲۰۰۹ء، اشاعت دسمبر ۲۰۰۷ء، نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۶)

معلوم ہوا کہ معترض کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

۸) معترض نے نمبر ۹۸ کے تحت لکھا ہے:

"... نے حدیث ابی حمید الساعدیؓ میں سیدنا ابو ہریرہؓ کا نام بحوالہ جز رفع الیدین للبخاری ص 38 رقم ۵ ذکر کیا ہے..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۶)

عرض ہے کہ نور العینین کے مذکورہ صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ "سہل بن سعد الساعدی، ابو اسید الساعدی، ابو ہریرہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔! [مختصراً من صحیح ابن خزیمہ ۲۹۸/۱ ح ۵۸۹ و صحیح ابن حبان ۱۷۰/۳ ح ۱۸۶۸ جزء رفع الیدین للبخاری ص ۳۷ رقم ۵ و اسنادہ حسن]" (نور العینین ص ۱۰۵، طبع ستمبر ۲۰۰۹ء)

مختصراً کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں صحابیوں کے نام ان تینوں کتابوں سے مختصر کر کے بطورِ خلاصہ لکھے گئے ہیں، لہٰذا ہر کتاب میں ہر نام کا ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی مذکورہ نام مل جائے تو یہی کافی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک صحیح ابن حبان (الاحسان ج ۳ ص ۱۷۰ ح ۱۸۶۳، دوسرا نسخہ ح ۱۸۶۶) میں موجود ہے، لہٰذا معترض کا الزام اور اُچھل کود باطل و مردود ہے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ یہ روایت سنن ابی داود (۷۳۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۱۰۱-۱۰۲) اور شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۲۶۰ باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو؟) میں مختصراً ومطولاً موجود ہے۔ والحمد للہ

تنبیہ: روایتِ مذکورہ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ) مختصراً سنن ابی داود میں موجود ہے، اور اسے نقل کرکے نیموی حنفی نے کہا: "و إسناده صحيح" اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۳۵ ح ۴۴۹)

حالانکہ اس کی سند صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اور وجۂ ضعف یہ ہے کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک نامی راوی مجہول الحال ہے۔ اُسے صرف حافظ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور اگر مجہول راوی کی توثیق میں ابن حبان منفرد ہوں، دوسرا کوئی اُن کے ساتھ نہ ہو تو ایسی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۹) معترض نے نمبر ۹۹ کے تحت لکھا ہے:

"جناب علی زئی صاحب صحیح ابن خزیمہ 298/1 حدیث نمبر 589 میں حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ کا نام دکھا دے تو..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۷)

عرض ہے کہ اس کا جواب فقرہ نمبر ۸ میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ صحیح ابن حبان میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام موجود ہے اور مختصراً میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے لہٰذا معترض کا اعتراض باطل ہے۔

۱۰) معترض نے نمبر ۱۰۰ کے تحت لکھا ہے: "جناب علی زئی صاحب صحیح ابن حبان 174/3 ح 1868 میں حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ کا ہونا ثابت کر دیں تو..." (قافلہ ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۷)

عرض ہے کہ مذکورہ حوالہ تو پروف ریڈر کی خطا ہے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام صحیح ابن حبان (ج ۳ ص ۱۷۰ ح ۱۸۶۳، دوسرا نسخہ ح ۱۸۶۶) میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔

(مطبوعہ دار الباز، عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ)

یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ نور العینین کے طبع اول (ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ) میں یہی

حوالہ بحوالہ ''صحیح ابن حبان ۳/ ۱۷۰'' صاف طور پر لکھا ہوا ہے، جو کہ پروف ریڈر کی پروف ریڈنگ کی وجہ سے تبدیل ہو گیا۔ جب اصل کتاب میں چار صفحے پہلے مذکورہ حوالہ صاف موجود ہے تو اسے جھوٹ قرار دینا اُس شخص کا کام ہے جو بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا اور دغا باز ہے۔ جھوٹے کو اپنے جھوٹوں کے اندھیرے میں جھوٹ ہی جھوٹ نظر آتے ہیں۔ سبحان اللہ!

معترض نے آخر میں لکھا ہے: ''ہم... کو اعلان رجوع کراتے رہیں گے۔''

(قافلہ ج۳ شمارہ ۳ ص ۱۷)

عرض ہے کہ اگر ہماری غلطی ثابت ہو جائے تو ہم علانیہ رجوع کرنے کے لئے تیار ہیں، ہم آلِ دیوبند کی طرح ضدی، ہٹ دھرم اور متعصب نہیں کہ اپنی غلطی پر بھی ڈٹے رہیں بلکہ ہمیشہ حق کی طرف رجوع کرنا، عقیدۂ صحیحہ، ایمان پر ثابت قدمی اور عملِ صالح، کتاب وسنت کی طرف دعوت دینا اور دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے مصروف رہنا ہمارا خاص نصب العین ہے۔ والحمد للہ رب العالمین / حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تحریر مکمل ہوئی۔]

تنبیہ: رجوع کرنا کونسی بُری بات ہے؟! آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ مشہور دیوبندی مناظر محمد منظور نعمانی کے بقول امام ابو حنیفہ پہلے گھوڑے کے گوشت کو حرام سمجھتے تھے، بعد میں رجوع کر لیا تھا جیسا کہ منظور نعمانی نے لکھا ہے: ''لیکن فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آخر میں امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے قول کی طرف رجوع فرما لیا تھا اور جواز کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مندرجۂ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو صحیحین کی حدیث ہے۔ واللہ اعلم''

(معارف الحدیث ج۶ ص ۲۱۶)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ چنی گوٹھ کے عبدالغفار... دیوبندی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے خلاف جتنے الزامات لگائے ہیں اور جھوٹ جھوٹ کی سو دفعہ جو رٹ لگائی ہے، وہ تمام الزامات واعتراضات میں بذاتِ خود جھوٹا ہے، بلکہ اس نے اپنی ان اکاذیبی تحریروں میں اپنے ہی اصولوں کے مطابق بار بار جھوٹے حوالے بطورِ جزم وبطورِ حجت پیش کئے

ہیں۔ مثلاً:

۱ تا ۳: عبدالغفار نے کہا: ''امام اعظم فی الفقہاء ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت التابعی الکوفی م ۱۵۰ھ نے اپنے سے اعلم کی تقلید کو جائز اور عامی پر تقلید کو تقریباً واجب اور تقلیدی ایمان کو صحیح کہا ہے...'' (قافلہ جلد ا شمارہ ۴ ص ۳۳)

تبصرہ: امام ابوحنیفہ سے (۱) تقلید کا جائز ہونا (۲) عامی پر تقلید کا تقریباً واجب ہونا اور (۳) تقلیدی ایمان کا صحیح ہونا ہرگز باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہٰذا عبارت مذکورہ میں عبدالغفار نے اپنے ہی اصولوں کے مطابق امام ابوحنیفہ پر تین دفعہ جھوٹ بولا ہے۔

یادرہے کہ امام ابوحنیفہ کی وفات کے بہت بعد میں پیدا ہونے والے ابوبکر الرازی، ابن الحاج، صاحب الکفایہ علی الہدایہ، بزدوی، آمدی، ابومنصور اور صاحب فواتح الرحموت کے بے سند حوالے تحقیقی و علمی میدان میں مردود ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے مزعوم امام پر جھوٹ بولنے سے نہیں شرماتا، وہ اپنے مخالفین پر کیا کیا جھوٹ نہ بولتا ہوگا؟!

[**تنبیہ:** اگر کتابوں میں مذکورہ بے سند اقوال پیش کرنا جائز اور صحیح ہے تو کیا خیال ہے، اگر امام ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور ابن فرقد شیبانی وغیرہم کے خلاف بے سند تجریحی اقوال و عبارات پیش کرنے والے کے بارے میں آلِ دیوبند کیا کہتے ہیں؟ اگر وہ اسے جائز نہیں سمجھتے تو پھر خود بے سند و غیر ثابت اقوال و عبارات سے استدلال کیوں کرتے ہیں؟]

۴ تا ۹) عبدالغفار نے بے سند کتابوں اور صحیح و ثابت حوالوں کے بغیر (۴) امام اوزاعی، (۵) امام سفیان ثوری (۶) امام مالک (۷) قاضی ابو یوسف (۸) ابن فرقد شیبانی اور (۹) امام شافعی کی طرف تقلید کا جواز منسوب کیا ہے۔

دیکھئے قافلہ (جلد ا شمارہ ۴ ص ۳۴۔۳۷)

حالانکہ ان مذکورین میں سے کسی ایک سے بھی دیوبندیوں والی تقلید (تقلید شخصی) باسند صحیح و حسن ثابت نہیں ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور غیروں کی تقلید سے لوگوں کو منع فرمادیا تھا۔ دیکھئے مختصر المزنی (ص ۱) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۸)

امام شافعی نے فرمایا: " ولا تقلدوني " اور میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن)

جو علماء تقلید سے منع کرتے تھے، اُن کے ذمے تقلید کا جواز لگا دینا آلِ دیوبند کے لکھاری اور مداری کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

تنبیہ: آلِ دیوبند والی تقلید (تقلیدِ شخصی) کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک موجود دور کے تمام مسلمانوں پر ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) میں سے صرف ایک امام کی تقلید واجب اور پھر باقی تینوں کی تقلید ناجائز ہے، جیسا کہ دیوبندی اصول وعمل سے ظاہر ہے۔

۱۰) عبدالغفار نے مشہور ثقہ امام عبداللہ بن وھب المصری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں "... نے امام مالک المدنی وغیرہ امتیوں کے اقوال وافعال تقلیداً لئے ہیں دیکھیئے کتاب القدر لابن وھب والجامع فی الحدیث لابن وھب وغیرھما)"

(قافلہ...جلد۲ شمارہ ۱ ص ۳۴)

عرض ہے کہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے کتاب القدر اور الجامع فی الحدیث لابن وھب دونوں کتابیں دیکھ لی ہیں اور ان کتابوں میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ امام ابن وھب نے امام مالک وغیرہ اُمتیوں کے اقوال وافعال تقلیداً لئے ہیں۔ اگر عبدالغفار کے پاس ان کتابوں میں تقلید کی صراحت کے ساتھ کوئی حوالہ موجود تھا تو اسے صاف طور پر پیش کیوں نہیں کیا؟

پوری عبارت اور جلد، صفحہ یا روایت نمبر پیش کیوں نہیں کیا؟ یاد رہے کہ کسی محدث کا اپنی سند سے کوئی روایت بیان کر دینا ہرگز تقلید نہیں ہے، ورنہ امام ابوحنیفہ کو طبقۂ مجتہدین سے نکال کر طبقۂ مقلدین میں داخل کرنا پڑے گا، کیا خیال ہے؟!

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے کتاب لکھنے کے بعد بھی آج تک کروڑہا مقلدین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موجود ہیں اور امام ابن ابی شیبہ کا ایک بھی مقلد دنیا

میں نہیں ہوا۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۶۴۰)

حالانکہ آلِ دیوبند بھی امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ روایات اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اوران پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔

اگر راوی کی روایت پر اعتماد کرنا تقلید ہے تو ماسٹر اوکاڑوی کا مذکورہ بیان جھوٹ ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام عبداللہ بن وھب رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا:

''و کان ثقة حجة حافظًا مجتهدًا لا يقلّد أحدًا ... ''اور آپ ثقہ (روایتِ حدیث میں) حجت، حافظ مجتہد تھے، آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے...

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۵ ت ۲۸۳، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۳۵)

آخر میں عرض ہے کہ ماہنامہ الحدیث حضرو میں آلِ دیوبند کے مشہور و غیر مشہور علماء کے ۲۰۵ جھوٹ باحوالہ وثبوت شائع ہو چکے ہیں:

۱: امین اوکاڑوی کے پچاس جھوٹ (شمارہ نمبر ۲۸)

۲: اسماعیل جھنگوی کے پندرہ جھوٹ (شمارہ نمبر ۳۵)

۳: حدیث اور اہلحدیث نامی کتاب کے تیس (۳۰) جھوٹ (شمارہ نمبر ۳۹)

۴: آلِ دیوبند کے پچاس (۵۰) جھوٹ (شمارہ نمبر ۵۰)

۵: الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس جھوٹ (شمارہ نمبر ۵۹)

۶: ماسٹر امین اوکاڑوی کے دس جھوٹ (شمارہ نمبر ۶۱)

ان کا اور بہت سی دوسری تحریروں (مثلاً حدیث اور اہلحدیث کتاب کی تیس خیانتیں/ الحدیث حضرو: ۴۷ ص ۳۰۔۴۸) کا جواب آلِ دیوبند پر قرض ہے۔

پگڑی کس کی اچھلی؟

قارئین کرام!

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی چنی گوٹھ والے نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر سو جھوٹے الزامات لگائے تھے، جن کا راقم الحروف نے دندان شکن جواب دیا اور یہ جواب ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۸۰ ص ۸ تا ۲۹، جنوری ۲۰۱۱ء) میں شائع ہوا تھا۔

راقم الحروف نے عبدالغفار دیوبندی کے بنیادی استدلال پر گرفت کرتے ہوئے لکھا تھا:

''تنبیہ: عبدالغفار نے مزید لکھا ہے: ''...کیا امام بخاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کو ٹیلیفون پر اختیار واجازت نامہ دیا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے داؤد بن عبدالرحمٰن العطارؒ کی مروی حدیث کو متابعۃً قرار دینا جبکہ امام بخاریؒ کا اپنا مذہب وفعل وقاعدہ یہ ہے کہ جو راوی و روایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جو راوی و روایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے کما صرح فی البخاری ج ۲ ص ۸۲۸ و ص ۱۱۰۰ ط کراتشی و ص ۴۷۴، رقم ۶۲۶ ط الریاض فلھذا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ہوں یا علی زئی... ہو امام بخاریؒ کے مقابلے میں ان کی بات بلا دلیل باطل ومردود ہے'' (قافلہ...جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۴۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی گستاخی سے قطع نظر عرض ہے کہ چنی گوٹھ کے بہتان تراش نے اصالۃً و متابعۃً والی جو بات امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے اور صحیح بخاری کے صفحات کا حوالہ دیا ہے، وہاں امام بخاری کا اپنا مذہب وفعل وقاعدہ مذکور نہیں کہ پہلے روایت اصالۃً ہوگی اور بعد میں متابعۃً ہوگی، لہٰذا عبدالغفار نے عبارتِ مذکورہ میں امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

اگر وہ اپنے لفظ ''صرح'' کی لاج رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ سے مذکورہ صراحت صاف اور واضح الفاظ میں ثابت کر دے تو ہم اُسے الحدیث حضرو کا شمارہ نمبر ۵۹ بطورِ تحفہ دیں گے، جس میں ''الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس (۵۰) جھوٹ'' کا مضمون لکھا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اس مضمون کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ والحمد للہ '' (الحدیث: ۸۰ ص ۹۔۱۰)

لیکن راقم الحروف کے اس چیلنج سے عبدالغفار دیوبندی اتنا پریشان ہوا کہ اس کا کوئی مناسب جواب دینے کی بجائے اپنی پہلی عبارت کو اپنے مضمون (**یہاں پگڑیاں اچھلتی ہیں**) میں یوں بدل دیا:

''جبکہ حافظ ابن حجر نے صدیوں بعد بلا سند و بلا دلیل امام داؤد کو متابعت میں قید کر دیا ہے اور بلاشبہ بات عندالغیر مقلدین حجت نہیں وثانیا امام بخاری کا اپنا اسلوب صحیح بخاری میں یوں ہے کہ جو راوی اصالۃً ہے وہ متابعۃً بھی ہے دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۸۲۸ و ج 2 ص 1100) '' (قافلہ... جلد ۵ شمارہ ۲ ص ۳۵، اپریل تا جون ۲۰۱۱ء)

قارئین کرام! آپ نے بخوبی ملاحظہ فرما لیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ بول کر اب عبدالغفار دیوبندی اس کا ثبوت پیش کرنے سے اس قدر عاجز ہوا کہ ''صرح'' کے لفظ کو ''اسلوب'' کے لفظ میں تبدیل کر دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اسلوب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بہتر سمجھتے تھے (جنھیں آلِ دیوبند نے حافظ الدنیا اور شیخ الاسلام کے القاب دیئے ہیں۔) یا چنی گوٹھ کا بہتان تراش۔ !!!

کیا اہلِ حدیث صرف محدثین کا لقب ہے؟

آج کل بعض دیوبندی اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت سے گفتگو کے دوران میں اہلِ حدیث کو ''غیر مقلدین'' کہتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہلِ حدیث صرف محدثین کا لقب ہے، موجودہ لوگوں کو اہلِ حدیث کہنا جائز نہیں لہٰذا ایسے دیوبندیوں کی تردید کیلئے آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کے بعض حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) آلِ دیوبند کے ''شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا'' احمد علی لاہوری نے فرمایا:

''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔'' (ملفوظات طیبات ص ۱۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۶)

۲) آلِ دیوبند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اس زمانے سے لیکر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔''

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶، مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام ص ۲۰)

۳) عبدالرشید ارشد دیوبندی نے انور شاہ کشمیری دیوبندی کے ایک مناظرے کے متعلق لکھا ہے: ''...ایک بار ایک مناظرہ میں جو حضرت ممدوح اور ایک اہل حدیث کے مابین ہوا۔ اہل حدیث عالم نے پوچھا۔ کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۲)

عبدالرشید ارشد دیوبندی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی (اہلحدیث سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا)'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۵)

۴) آلِ دیوبند کے شیخ الحدیث محمد زکریا تبلیغی نے کہا: ''میں نے اپنی جوانی کے زمانہ میں

بڑی تحقیق کی۔قادیانیوں اور بدعتیوں اور اسی طرح اہل حدیث کو خطوط لکھے...''

(تقریر بخاری ص ۵۹)

۵) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' سعید احمد پالنپوری نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں عبدالحیٔ لکھنوی کا قول یوں نقل کیا ہے: ''...احناف اور اہلِ حدیث کے درمیان مخالفت تیز تر ہوگئی اور مناظرہ، مکابرہ اور مجادلہ بلکہ مقاتلہ بن گیا۔'' (ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ ص ۳۱)

٦) محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''بلکہ خود مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے بھی اہل حدیث کے ساتھ مناظرہ میں مولانا اوکاڑوی کو ہی مناظر تجویز کیا تھا اور خود اس مناظرہ کی صدارت کی تھی۔'' (فتوحات صفدر ۳/۴۴۳)

۷) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' محمد انور نے صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ہماری رائے میں نہ صرف حنفی مسلک کے ہر امام وخطیب کے لیے خصوصاً اور عوام لیے عموماً اس کا مطالعہ نافع ہے بلکہ مسلک اہلِ حدیث کے غیر متعصب حضرات کے لیے بھی اس کا مطالعہ انشاء اللہ بصیرت افروز وچشم کشا ہوگا'' (نماز مسنون ص ۱۸)

۸) آلِ دیوبند کے '' شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''مثلاً مشہور اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ...'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴٦)

۹) آلِ دیوبند کے مفتی محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''فاتحہ خلف الامام مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔امام شافعیؒ اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اہلِ حدیث حضرات کا اسی پر عمل ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۲۰۷)

۱۰) آلِ دیوبند کے ''مجدد طریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خان'' دیوبندی نے فرمایا: ''...دیوبندی اور اہل حدیث، ان سب کو میں اختلافات کے باوجود اسلام میں دیکھتا ہوں۔'' (حیاتِ طیبہ ص ۱٦۹، ماہنامہ ضربِ حق نمبر ۳۰ ص ۱۱)

ہم نے یہ دس حوالے بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے نقل کئے ہیں اور اس طرح کے دیگر بھی بہت سے حوالے موجود ہیں۔مثلاً:

ابواحمد ''مفتی'' محمد عمر ایم اے دیوبندی نے لکھا ہے:

''بلکہ اہل حدیث عوام سے ہماری مؤدبانہ درخواست ہے کہ آپکو اِن حقائق سے بے بہرہ رکھکر آپ کا فکری استحصال کیا گیا ہے.....'' (چھپے راز حصہ ۲ص ۲)

نیز مزید لکھا ہے: ''اہل حدیث عوام یہ سوچتے ہوں گے کہ...'' (ایضاً ص ۳)

ان عبارات میں اہل حدیث عوام کو اہل حدیث کہا گیا ہے۔

خالد محمود ایم اے مانچسٹروی دیوبندی نے لکھا ہے:

''بریلوی جماعت کے عالم مولانا عبدالرحمٰن چشتی نے بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شامل تھے۔''

(مطالعۂ بریلویت جلد چہارم ص ۳۸۷)

بعض آلِ دیوبند نے جب دیکھا کہ محدثین نے طائفہ منصورہ تو اہلِ حدیث کو قرار دیا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''يعني أهل الحديث'' یعنی اس سے مراد اہلِ حدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷، تحقیقی مقالات از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ج ۱ ص ۱۶۱)

تو بعض آلِ دیوبند نے اپنے لئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بھی اہلِ حدیث کا لفظ استعمال کیا، جس کے چند حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: انوار خورشید دیوبندی کے لکھا ہے: ''یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد، '' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۸)

۲: امجد سعید دیوبندی نے سرخی جماتے ہوئے لکھا ہے: ''احناف ہی اصل میں اہلحدیث ہیں'' (سیف حنفی ص ۱۲۵)

۳: پالن حقانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''میرے نزدیک اِنصاف اور دیانتداری کی بات اگر پوچھو تو یہ ہے کہ اِس زمانہ میں جن کی عملی زندگی ہے وہ اہلِ حدیث بھی ہیں اور اہلِ تقلید بھی ہیں اور صحیح معنی میں وہی سنّت والجماعت ہیں...'' (شریعت یا جہالت ص ۱۷۳۔۱۷۴)

یہ کتاب محمد زکریا تبلیغی کی مصدقہ ہے۔

۴: حاجی امداد اللہ مکی کے خلیفہ مجاز محمد انوار اللہ فاروقی نے لکھا ہے:

''حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے...''

(حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، الحدیث حضرو: ۹۵ ص ۲۷)

۵: محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے''

(اجتہاد اور تقلید کی بیمثال تحقیق ص ۴۸)

فہرس الآیات والاحادیث والآثار وغیرہا

اسماء الرجال

اشاریہ

[ختم شد]

❁❁❁